

# گردش آفاق

دُوسری جلد

ترجمہ ام فیروزپوری

زبردست سوشل افسانہ

# گردش آفاق

جوزف ولمٹ کا اردو ترجمہ

## جلد دوم



مصنف

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

قیمت فی جلد چھ روپے

پبلشرز

نرائن دت سہگل اینڈ سنز۔ تاجران کتب، دہلی

پرنٹرز۔ محبوب المطابع برقی پریس۔ دہلی

(اثیر حسن رضوی تحریر نمود)

# گردشِ آفاق

## دوسری جلد

## پہلا حصّہ

# باب ۳۰

## نئی ملازمت

گاڑی اندر سے پُر تھی۔ میرے علاوہ تین مسافر اور اس میں بیٹھے تھے۔ ایک تاجر اور اس کی بیوی سالسبری کے رہنے والے جن کی گفتگو سے بعد ازاں معلوم ہوا کہ بعض دوستوں سے ملنے اکسیٹر آئے اور اب فارغ ہو کر اپنے مکان کو واپس جا رہے تھے ان کا ذکر میں یہی سمجھ کے نظر انداز کرتا ہوں۔ البتہ تیسرے صاحب خصوصیت سے لائقِ تفصیل ہیں ان کی ظاہری حالت آسودہ، عمر قریباً پچاس سال، چہرہ سُرخ اور غیر معمولی بڑی اور دوہری۔ ٹھڈی پھولی ہوئی گردن سے اتر کر گلے میں لپیٹے ہوئے سپید رومال تک آتی تھی۔ راستہ میں جب گاڑی مختلف سراؤں سے باہر گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے ٹھہرتی اور وہ وقت دیکھنے کے لئے اپنا بھاری کوٹ کھول کر گھڑی نکالتے تو ان لیمپوں کی روشنی میں جو سراؤں کے باہر لگے ہوئے تھے میں دیکھتا کہ ان کا لباس سیاہ اور انداز کسی پادری سے ملتا تھا۔ کم از کم وہ کسی خاص پیشہ کے آدمی تھے۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ یا تو کسی گرجا کے پادری یا بیرسٹر یا ڈاکٹر یا کسی ایسی ہی حیثیت کے آدمی تھے۔ گاڑی جب اکسیٹر سے چلی تو انہوں نے فوراً ہی اونگھنا شروع کر دیا۔ اور بڑی دیر تک یہ حالت رہی کہ جب گاڑی چلتی تو وہ

محو خواب ہو جاتے۔ اور جب گھڑی ہوتی تو چونک کر آنکھیں کھول لیتے۔ کم از کم یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ وہ اس اثناء میں بالکل خاموش رہے۔ نہ کسی سے بولے نہ گفتگو میں حصہ لیا۔ بس وہیں گاڑی کے ایک کونے میں دبکے ہوئے بیٹھے اونگھنا اور جاگنا اور جاگنا اور اونگھنا۔ دو ہی ان کے شغل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ میں سفر کے ابتدائی حصّہ میں یہ بات بالکل معلوم نہ کرسکا کہ وہ کون ہیں، کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کس پیشہ سے ان کا تعلق ہے۔ البتہ جہاں تک ظاہری آثار کا تعلق تھا میں نے دیکھا ان کی گھڑی ٹھوس سونے کی بنی ہوئی، زنجیر بھی سنہری اور کئی بڑی بڑی مہروں سے آراستہ تھی۔ اور اس گھڑی کو وہ اپنی واسکٹ کی جیب کی بجائے کوٹ کی اندرونی پاکٹ میں رکھتے تھے۔ ان کی آنکھیں سبز ہلکے رنگ کی چھوٹی مگر تیز تھیں۔ چہرہ پر گہرے اطمینان اور سکون کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور جب کبھی اوقات بعد میں وہ اپنے ساتھی مسافروں کی طرف دیکھتے تو ان کی نگاہ سے ایک عجیب طرح کی بلندی اور سیر چشمی کا اظہار ہوتا تھا۔

شروع میں ان کی خاموشی کی کسر تاجر اور اس کی بیوی بوجہ احسن پوری کرتے رہے گاڑی چلنے کے ساتھ ہی ان میں باتیں شروع ہوئیں اور اس کے بعد یہ سلسلہ نامتناہی ہو گیا۔ مگر وہ گفتگو ان کے آپس کے معاملات سے تعلق رکھتی تھی۔ باقی مسافروں کو نہ وہ اس میں شریک کرنا چاہتے تھے نہ کسی اور کو اس سے دلچسپی ہوسکتی تھی۔ دونوں بہت فربہ تھے اور ایک تنگ نشست پر اس طرح ٹھسے ہوئے بیٹھے تھے جس طرح ڈبہ میں بند مچھلیاں۔ آخر کار پہلے بیوی اور اس کے بعد میاں کو نیند آنی شروع ہوئی، جس کے بعد گاڑی میں گہری خاموشی چھا گئی۔ میں نے بھی سونے کی کوشش کی۔ مگر خیالات کا ہجوم سینہ میں ہیجان کر رہا تھا۔ اس لئے انتہائی کوشش کے باوجود نیند نہ آسکی۔ اور جب آخر کار آدھی رات کے بعد کچھ غنودگی ہونے لگی۔ تو گاڑی مسافروں کو نصف شب کے کھانے کا وقفہ دینے کے لئے ایک سرائے کے پاس ٹھہر گئی۔ ہم چاروں آدمی جو اس کے اندر سوار تھے

کھانا کھانے کے لئے اُترے۔ اور گو میرے فکر آمیز خیالات اشتہائے صادق کے مزاحم تھے۔ تاہم ماہ فروری کی سرد ہوا کسی حد تک بھوک چمکانے کا ذریعہ بن چکی تھی ہمارے علاوہ ان مسافروں میں سے بھی جو باہر چھت پر بیٹھے تھے تین چار آدمی کھانے کے لئے اترے۔ اس موقعہ پر مرد سیاہ پوش نے ... وہ جس کے سونے کی گھڑی لگی تھی پہلی مرتبہ زبان کھولی۔ اور اس فیاضانہ لہجہ میں گفتگو کا آغاز کیا جو اس کے انداز سے مخصوص معلوم ہوتا تھا سب سے پہلے اس نے رات کی غیر معمولی خنکی کا ذکر کیا پھر تاجر کو صلاح دی کہ رات کے کھانے میں گوشت کا سنبوسہ کھانا ٹھیک نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے قبض کا احتمال ہے۔ اس کی بیوی کو پانی ملی ہوئی برانڈی پینے کا مشورہ دیا اور وسکی سے اس لئے منع کیا کہ اندام فربہ پر اس کا اثر مضر ہے۔ پھر ایک اور نوجوان سے جو بالمقابل بیٹھا اور گاڑی کے باہر سفر کر رہا تھا فرمایا کہ تمہارے لئے اُبلے ہوئے گوشت کی بجائے بریانی زیادہ مفید ہے اور سب سے آخر میں سرد چوزہ مرغ کے ہضم کی صلاحیت پر مختصر سی تقریر کی۔ ان سب باتوں سے میں بالآخر جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا کہ اپنی گفتگو، لب و لہجہ، چال ڈھال اور صورت و انداز سے یقینی طور پر وہ کوئی ڈاکٹر ہو گا۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب ہم لوگ پھر ایک بار گاڑی میں بیٹھ گئے تو اس نے نیند کی خواہش ترک کر دی۔ مگر اتنے میں چونکہ تاجر اور اس کی بیوی کھانے کے بعد اور بھی زیادہ مائل خواب ہو چکے تھے پس اس نے مجھ سے گفتگو شروع کی۔

"کیوں صاحب آپ کہاں جائیں گے؟" اس نے نرم آواز سے پوچھا۔

"میں سالسبری جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب بہت خوب۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔ اور وہیں میرا مکان ہے۔ کیا تم بھی وہیں رہتے ہو؟"

"جی نہیں۔ میرے لئے وہ جگہ بالکل نئی ہے۔"

"تو تمہارا کوئی دوست وہاں رہتا ہوگا" اس نے اس انداز سے کہا گویا یہ حالات رفع استعجاب کی خاطر نہیں محض رسمی طور پہ دریافت کرتا ہے۔

اس کی باتوں سے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید ایک باشندہ سالسبری کی حیثیت میں یہ آدمی مجھ کو تلاش ملازمت میں مدد دے سکے۔ پس میں نے اپنا حال پوشیدہ رکھنے کی غرض سے جواب دیا "جناب میرا وہاں کوئی دوست نہیں۔ میں نوکری تلاش کرنے اس جگہ جا رہا ہوں"

"نوکری! خوب کیسی نوکری؟"

"گھر کی"

"کیا گھر کی نوکری!" اس نے الفاظ کو دہراتے ہوئے کہا۔ گویا ان کا مطلب پوری طرح نہیں سمجھا۔

"جی ہاں گھر کی نوکری"

"کیا اس سے پہلے بھی کہیں نوکری کی ہے؟"

"جی ہاں۔ پہلے میں لارڈ ریونس ہل کے ہاں نوکر تھا۔ اس کے بعد مرٹل لاج میں مسٹر ٹالیورتھ کے پاس رہا..."

"بہت خوب" اس نے کہا "لارڈ ریونس ہل کا حال تو ہر شخص کو معلوم ہے۔ رہ گیا دوسرا نام۔ گو مجھے ان لوگوں کا شرف نیاز حاصل نہیں ہوا تاہم میرا خیال ہے وہ بھی کوئی اچھا گھرانہ ہوگا" اور اس کے بعد فیاضانہ انداز سے دبے ہوئے قہقہہ کے ساتھ "خیر اس سے پایا جاتا ہے کہ تم اچھی اچھی جگہوں میں نوکر رہے ہو اور اس لئے گاڑی کے اندر بیٹھ کر سفر کر سکتے ہو لیکن... کہاں اکسیٹر کہاں سالسبری۔ ملازمت کی تلاش میں اتنی دور جانے کی کیا حاجت تھی؟"

"میں... ار... جگہ تبدیل کرنا چاہتا تھا" میں نے ٹالنے کی غرض سے جواب دیا۔

کیونکہ اور کوئی بہانہ میرے ذہن میں نہ آسکا۔

"خوب۔ بہت خوب۔" اس نے پھر کہا۔ "لیکن اس پہلی ملازمت کی کوئی سند تمہارے پاس ضرور ہو گی؟"

"جی ہاں۔ دونوں جگہ کی تحریری سندات میرے پاس ہیں اور ان کے علاوہ اگر کوئی صاحب چاہیں تو مسٹر "تیورنٹ" کو خط لکھ کر میرے بارے میں مزید حالات دریافت کر سکتے ہیں۔"

"بہت خوب۔ بہت خوب۔" دوبارہ اس نے کہا اور اس کے بعد تھوڑی دیر یہی الفاظ منہ میں بڑبڑاتا رہا۔ پھر دفعتاً مجھ سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔ "گھر کی نوکری کی سندیں" اور جب میں نے صورت اثبات جواب دیا۔ تو پھر وہی "بہت خوب بہت خوب۔" اور اس کے بعد "عجیب بات ہے" اس نے کہنا شروع کیا۔ "لیکن ...ار... میں امید کرتا ہوں تم اس سے پہلے خسرہ، کالی کھانسی اور ایسے ہی دوسرے متعدی امراض سے گذر چکے ہو۔ اور تم نے چیچک کا ٹیکہ بھی لگوایا ہے۔"

اس کی ان باتوں سے میرے دل کو اور بھی پختہ یقین ہو گیا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔ خیر میں نے اس کے سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا اور اس کے بعد وہ اپنے منہ میں وہی بہت خوب کا جملہ جو اس کا تکیہ کلام معلوم ہوتا تھا آہستہ آہستہ کہتا رہا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ پہلے وہ سو گیا۔ پھر میری بھی آنکھ لگ گئی۔ گاڑی جب شہر سالسبری کی حدود میں داخل ہوئی تو دن کے آٹھ بجے تھے اور اس وقت تک ہمارے درمیان اس گفتگو کے سوا جو اوپر درج کی گئی ہے۔ اور کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ اس وقت دفعتاً شخص مذکور نے نرم سرسراتے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "لاؤ میں تمہاری وہ سندات دیکھنا چاہتا ہوں جن کا تم نے ذکر کیا تھا۔"

میں نے کاغذات نکال کر پیش کیے۔ اور اس نے سنہری کمانی کا چشمہ لگا کر بڑے غور سے ان کو پڑھا۔ پھر ان کو واپس کرتے ہوئے اس نے بدستور بڑبڑاتے ہوئے کئی بار کہا

"بہت خوب بہت خوب" جس سے میرے جی کو پختہ یقین ہو گیا کہ کچھ نہ کچھ دلچسپی ضرور اس کو میری ذات سے ہو گئی ہے اور جیسا کہ بعدازاں معلوم ہوا یہ خیال غلط بھی نہ تھا کیونکہ جب گاڑی اس سرائے کے صحن میں جاکر ٹھہری جہاں اس کا سفر ختم ہوتا تھا تو اس نے مجھ سے پہلے گاڑی سے اترتے ہوئے دبی آواز میں کہا: "ٹھہرو! ابھی مت جانا تم اپنے اسباب کی دیکھ بھال کرو میں اپنے کی کرتا ہوں۔ اس کے بعد میرا ارادہ تم سے کچھ باتیں کرنے کا ہے۔"

میں نے شکریہ ادا کر کے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔ اتنے میں گارڈ سفری گاڑی کے مسافروں کا اسباب ان کے حوالہ کرنے لگا تھا۔ وہ ایک ایک ٹرنک لے کر اس پر لگے ہوئے لیبل کا نام پڑھتا اور آواز دے کر وہ ٹرنک جس شخص کا ہوتا اس کے حوالے کر دیتا دفعتاً اس نے آواز دی: "ڈاکٹر پامفرٹ" اور میرے ساتھی نے اشارہ سے وہ ٹرنک اپنی طرف لانے کے لئے کہا۔

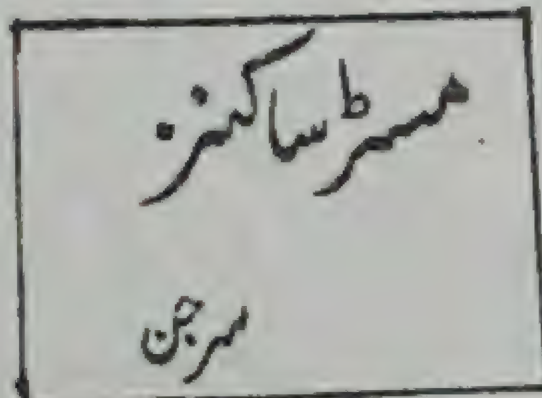
"خوب۔ بہت خوب" اس نے اسباب ٹھیک ٹھاک ہو جانے کے بعد کہا۔ اور پھر میری طرف مڑ کر "میرے خیال میں کوئی خاص مقام ایسا نہیں ہے جہاں تم جانا چاہتے ہو۔ اور تمہاری سب سے بڑی خواہش ملازمت تلاش کر کے کام شروع کر دینے کی ہے۔ کیوں؟"

جب میں اس کا جواب صورت اثبات دے چکا تو ڈاکٹر پامفرٹ نے وہی "خوب بہت خوب" کا فقرہ پھر ایک بار کہا اور اس کے بعد کہنے لگا "اس صورت میں تم ایک طرف ہٹ کے کھڑے ہو جاؤ۔ ممکن ہے ہم آپس میں کسی طرح کا سمجھوتہ کر سکیں"

اس بیان سے قدرتی طور پر میرے دل کو خوشی ہوئی۔ اور ڈاکٹر پامفرٹ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "بات یہ ہے کہ مجھے فی الحال ایک ایسے ہی نوجوان کی خدمات درکار ہیں جیسے تم ہو۔ جو ایک نہایت عجیب بات ہے۔ تاہم خیر۔ تم اگر میرے ہاں رہنا منظور کر لو۔

تو تنخواہ معقول اور سال بھر میں دو سوٹ وردی کے دیئے جائیں گے۔ اچھا کھانا وافر مقدار ہیں اور کام بہت تھوڑا۔ بات یہ ہے کہ میں ڈاکٹر ہوں " یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو اطمینان کی نظروں سے دیکھا " میں اس شہر کا خاص ڈاکٹر ہوں " اس نے لفظ خاص پہ زور دے کر کہا " اور تمہارا کام فقط مریضوں کو باری باری میرے کمرہ میں بھیجنا یا گاڑی پر میرے ہمراہ باہر جانا ہوگا۔"

میں نے فوراً ہی اس ملازمت کو شکر گذاری کے ساتھ قبول کیا۔ چونکہ تنخواہ جو پیش کی گئی معقول تھی اس لئے وہیں گاڑیوں کے اڈہ میں کھڑے کھڑے معاملہ طے ہو گیا اس نے اسباب ایک قلی کے حوالہ کیا اور اس کے بعد مجھے ساتھ لے کر اپنے مکان کی طرف چلا۔ کئی بازاروں اور سڑکوں سے گذر کر آخر کار ہم ایک خوشنما اور کشادہ مکان کے سامنے جا پہنچے جو شہر کے بڑے بازاروں میں سے ایک کے اندر واقع تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد چند منٹ کے عرصہ میں ایک شخص جس نے سائیس کی وردی پہنی ہوئی تھی اسے کھولا مگر اس وقت جب ہم دروازہ کھلنے کے انتظار میں باہر کھڑے تھے تو میں نے دیکھا کہ ایک دواساز کی دکان عین اس مکان کے بالمقابل واقع تھی جس کے باہر دروازہ پر سرخ رنگ کا لیمپ لگا ہوا تھا اور اس پر سنہرے حرفوں میں یہ نام درج تھا۔




ڈاکٹر ہامفریٹ نے میری نگاہ اس طرف لگی ہوئی دیکھی تو کہا " خوب بہت خوب یہ مسٹر ساکنز کی دکان ہے۔ جو ایک بڑا ہوشیار آدمی ہے۔ وہ دواساز بھی ہے اور بچہ جنانے کا کام بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ بہت اچھا آدمی ہے " اور پھر اپنی تیز آنکھوں کو میرے

چہرہ پر جما کر پراسرار لہجہ میں کہا۔ "میں نے ہی اس کی قابلیت دریافت کرنے کے بعد اس کو اس درجہ تک پہنچایا ہے۔"

ڈاکٹر پامفرٹ کے اس بیان کا میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ کیونکہ اس سے نہ صرف اس کی دور بینی بلکہ اس کے ساتھ ہی گہری فیاضی پر بھی روشنی پڑتی تھی۔ اس کی بے غرضانہ خدمتِ عامہ کا اس سے بہتر ثبوت اور کیا ہو سکتا تھا کہ اس نے ایک شخص نامعلوم کو قعرِ گمنامی سے نکال کر منزلِ عروج تک پہنچایا۔ میرا خیال ہے کہ وہ جذبات جو اس وقت میرے دل میں پیدا ہوئے ضرور میرے چہرہ پر بھی نمایاں ہوئے ہونگے کیونکہ ڈاکٹر پامفرٹ نے اندازِ اطمینان سے اپنی ٹھڈی کو سہلایا۔ خیر اتنے میں دروازہ کھل گیا تھا۔ مکان کے اندر داخل ہوتے ہوئے میرے ساتھی نے کہا: "فلپ گھر پر تو سب خیریت ہے؟ تمہاری مالکن اور گھوڑا تو اچھی حالت میں ہیں؟"

"جی سرکار بہت اچھی حالت ہیں۔" سائیس نے جواب دیا مگر میں اپنے جی میں اس عجیب قسم کی لفظی کفایت شعاری پر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا جو اعادہ استفسار سے بچنے کے لئے ایک خاتون اور گھوڑے کو ایک ہی صف میں جگہ دے سکتی تھی۔

"خوب۔ بہت خوب۔" ڈاکٹر پامفرٹ نے اپنی ٹوپی ڈیوڑھی کی دیوار پر لٹکاتے ہوئے کہا۔ "اور اب فلپ۔ تم اس لڑکے کو اپنے ساتھ باورچی خانہ میں لے جاؤ۔ اس کا نام جوزف ہے اور میں نے آج سے اس کو نوکر رکھا ہے۔"

فلپ نے پہلے مجھ کو اور اس کے بعد اپنے مالک کو گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا گویا اسے اپنی سامعہ اور باصرہ پر شبہ تھا۔ اور گو یہ بات میرے قلم سے نکلی ہوئی خودستائی میں داخل سمجھی جائے گی۔ تاہم بعد ازاں فلپ نے خود مجھ سے بیان کیا کہ تمہاری صورت دیکھ کر میں نے شروع میں یہ سمجھا تھا کہ تم مالک کے دوست ہو۔ کیونکہ ایک ایسا شریف صورت لڑکا جیسے تم ہو عموماً اس طرح کی ملازمت کرتے نہیں دیکھا جاتا۔ خیر اس وقت

ڈاکٹر پامفرٹ نے فلپ کے چہرہ سے اس کے دل کا حال معلوم کر کے مسکراتے ہوئے کہا: "میں امید کرتا ہوں جوزف کی موجودگی ہمارے مطب کے لئے باعثِ زینت ہوگی"

میں جب فلپ کے ساتھ باورچی خانہ میں گیا تو میز پر نہایت اچھا ناشتہ کافی مقدار میں چنا ہوا تھا اور ایک نہایت فربہ آدمی جس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی اور جس کا ایک ڈاکٹر کے ہاں ملازمت کرنا میرے خیال میں اس پہلو سے خود اس کے لئے مفید تھا کہ سکتہ پڑنے کی صورت میں اس کا فوری علاج ممکن تھا۔ مزے سے بیٹھا سرد گوشت کھاتا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ایل شراب پیتا جاتا تھا۔ معلوم ہوا یہ ڈاکٹر پامفرٹ کا گاڑی بان تھا۔ سائیس جس کا نام فلپ تھا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ ایک پستہ قد، لاغر اندام کسرتی بدن کا آدمی تھا اور صرف یہ نقص مجھے اس میں نظر آیا کہ اس کے کپڑوں سے اصطبل کی بو آتی تھی۔ تین نوکرانیاں اس گھر میں تھیں۔ ایک اوپر کا کام کرنے والی۔ اور دو جن کا تعلق صرف بیٹھنے کے کمرہ سے تھا۔ مگر مجھے اس بات سے بڑی حیرت ہوئی کہ بیٹھک کے لئے دو نوکرانیوں کی کیا ضرورت ہے اور بعد ازاں یہ جان کر اس حیرت میں اور بھی اضافہ ہوا کہ ان دو کے عہدے بھی جدا جدا تھے۔ ایک کو گھر کی کنیز کہتے تھے اور دوسری کو نجی کنیز۔ لیکن آگے چل کر معلوم ہوا کہ ان کے عہدوں کی طرح کام بھی دونوں کے جدا تھے۔ جن کی تفصیل آگے چل کر بیان کی جائے گی۔ مجھ سے سارے نوکروں کا برتاؤ بہت اچھا تھا۔ خصوصیت سے بڈھے کوچوان کا۔ جس نے اظہار رائے کرتے ہوئے گلوگرفتہ آواز میں کہا تھا کہ یہ لڑکا باہر کی نشست پر میرے پہلو میں بیٹھا ہوا بہت زیب دے گا"

ناشتہ سے فارغ ہونے کے تھوڑی دیر بعد مجھے وردی کا ناپ لینے کیلئے نشستگاہ میں طلب کیا گیا۔ مگر اب کی بار مرٹل لاج کی طرح نہ پرانی وردی کی کاٹ چھانٹ کا سوال پیدا ہوا۔ نہ اس سوال پر گھر والوں میں حجت و تکرار ہوئی۔ معلوم ہوا اس سے پہلے کوئی اس طرح کا لڑکا جس کی جگہ اب مجھ کو دی گئی تھی اس گھر میں موجود نہ تھا۔ اور گاڑی بان ہی

اوقات فرصت میں وہ فرض ادا کر چھوڑا کرتا تھا۔ جواب میرے ذمہ ڈالا گیا تھا۔ لیکن اب چونکہ رفتہ رفتہ وہ بہت موٹا ہو گیا تھا اسے حرکت کرنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ اور ڈاکٹر صاحب کے ہاں آنے والے مریضوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہونے لگا تھا۔ پس میرے لئے ایک نئی اسامی تجویز کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اس جگہ میں یہ بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں، کہ مسز پامفرٹ شکل و صورت میں ویسی ثابت نہ ہوئی جیسا میرا خیال تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی صورت دیکھ کر میں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ بھی اپنے شوہر کی طرح فربہ اندام خاتون ہوگی لیکن معلوم ہوا وہ ایک چھریرے بدن کی عورت تھی۔ جس کے خط و خال ہر طرح موزوں اور درست تھے یعنی وہ اس طرح کی سکڑی سمٹی عورت نہ تھی جیسی لیڈی جارجیانہ تھی۔ بڑی حلیم اور نہایت دبی آواز سے گفتگو کرنے والی۔ جیسا اس عورت کو ہونا چاہیئے جس کا مریضوں کے کمرہ میں جانا آنا رہتا ہو۔ اور اس کی چال بھی آہستگی کے اعتبار سے بلی کی چاپ سے ملتی تھی۔ جب کبھی کمرہ میں آنا جانا ہو تو دروازہ کو بالکل بے آواز بند کرنا اور جب گھر میں چلنا تو اس انداز سے گویا کوئی رُوح حرکت کر رہی ہے۔ عمر میں وہ اپنے شوہر سے چند سال چھوٹی تھی۔ خاصی قبول صورت مگر چہرے پر علاماتِ اسرار رکھنے والی گویا بعض اس طرح کے بھید اس کو معلوم تھے جن کا ظاہر ہونا کسی حال میں ممکن نہ تھا۔ اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب کی طرح وہ بھی متین اور شریف تھی۔ اور جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا نوکروں سے اس کا برتاؤ کسی پہلو سے باعثِ شکایت نہ تھا۔

جو کام میرے سپرد ہوا کم و بیش وہی تھا جس کا ذکر ڈاکٹر پامفرٹ نے مجھ سے کیا تھا۔ یعنی جب کوئی مریض یا ملاقاتی گھنٹی بجائے تو دروازہ کھولنا اور ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ گاڑی پہ باہر جانا۔ گھر کی روزانہ مصروفیتوں کی مختصر تفصیل یوں بیان ہو سکتی ہے کہ سب سے پہلے آٹھ بجے ڈاکٹر پامفرٹ خوشنما پھول دار ریشم کی ڈریسنگ گون پہن کر مطب میں آجاتے اور غریب مریضوں کو دیکھتے۔ یعنی ان کو جو فیس ادا نہ کر سکتے

ہوں، ان سب کو ایک ساتھ ڈیوڑھی میں داخل کرلیا جاتا۔ کچھ لوگ ان سیٹوں پر بیٹھ جاتے جو اس جگہ موجود تھیں۔ اور باقی کھڑے رہتے۔ ایک ایک کرکے ان کو ڈاکٹر صاحب کی پیشی میں حاضر کیا جاتا۔ اور وہ حیرت انگیز تیزیٔ رفتار سے ان سب کا بھگتان کرتے تھے۔ یہ کام قریباً ایک گھنٹہ کے عرصہ میں ختم ہوجاتا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کمرۂ نشست میں ناشتہ کرنے چلے جاتے۔ مجھے اس بات کی سختی سے ہدایت کردی گئی تھی کہ نو بجے کے بعد ایک ثانیہ بھی گذر جائے تو پھر کسی بلافیس مریض کو کسی بھی حالت میں داخل نہ کیا جائے۔ ناشتہ سے فارغ ہوکر ڈاکٹر صاحب تبدیل لباس کے کمرہ میں تشریف لے جاتے اور غیر معمولی اہتمام اور صفائی سے کپڑے پہن کر فیس دار مریضوں کے معائنہ کے لئے تیار ہوجاتے تھے۔ ان کو نچلی منزل کے مختلف کمروں میں بٹھا دیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر پامفرٹ کا معائنہ کا کمرہ مکان کے پچھلی طرف واقع تھا۔ جہاں تک پہنچنے کے لئے ایک بہت لمبا راستہ ڈیوڑھی سے اس طرف کو جاتا تھا۔ ایک کمرہ خاتونوں کے لئے مخصوص تھا۔ ایک درجہ اوسط کے شرفا کے لئے۔ تیسرا جو پہلے دو کمروں سے زیادہ اہتمام کے ساتھ سجا ہوا تھا فقط ان مریضوں کے لئے مخصوص تھا جو گاڑیوں پر سوار ہوکر آتے تھے۔

گو ضمناً میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ مکان کے ہر حصہ کی آرائش خاصی اچھی تھی۔ فیس والے مریضوں کی دیکھ بھال کا کام کم و بیش تین گھنٹے یعنی دس سے ایک بجے دوپہر تک جاری رہتا تھا۔ ایک بجے کے بعد ڈاکٹر اور مسز پامفرٹ لنچ تناول کرتے اور نوکروں کا کھانا باورچی خانہ میں پروسا جاتا تھا۔ دو بجے ڈاکٹر صاحب کی گاڑی تیار ہوکر آجاتی۔ وہ ایک پرانے فیشن کی بگھی تھی جس میں صرف ایک گھوڑا جتا کرتا تھا اور گو اس میں سامنے کی نشست موجود تھی تاہم پیچھے کھڑے ہونے کی جگہ بالکل نہ تھی اس لئے مجھ کو گاڑیبان کے پہلو میں ہی بیٹھنا پڑتا تھا۔ گاڑیبان کا دستور تھا کہ باگ ہاتھ میں لینے کے بعد وہ اپنی جگہ پر جم کے بیٹھ جاتا۔ جا بجا اترنے چڑھنے اور دروازہ کھٹکھٹانے کا

11168



فرض میرے ذمہ تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب گاڑی کسی مریض کے مکان کے باہر کھڑی ہوتی تو میں گاڑی سے اتر کر سوائے ان حالتوں کے جہاں مریض کو شدت کی تکلیف ہو۔ زور دار آواز سے مسلسل تھوڑی دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔ اس کے بعد گاڑی کی کھڑکی کھول کر ڈاکٹر صاحب کو اترنے میں مدد دیتا۔ یہ کام سہ پہر کے دو بجے سے لے کر شام کے پانچ بجے تک ہوتا تھا۔ کیونکہ کئی مریضوں کے مکان پر جن سے بے تکلفی تھی ڈاکٹر صاحب کچھ دیر بیٹھ کر گپیں بھی ہانکا کرتے تھے ۵ بجے کے بعد پیشہ کی مصروفیتیں ختم ہو جاتیں اور چھ بجے ڈاکٹر صاحب کھانا کھانے بیٹھتے۔ ان کا معمول تھا کہ ہر رات بلا ناغہ دو بوتلیں شراب کی ختم کرتے۔ میں نے ان کے ہاں رہ کے دیکھا کہ گو کھانے پینے کے معاملہ میں زبانی وہ اعتدال کے معلم اور حامی تھے۔ تاہم عملی طور پر کھانے کی میز پر بیٹھ کر سب سے زیادہ بداعتدالی خود ہی وہ کیا کرتے تھے۔

جب مجھے اس جگہ آئے دو یا تین دن ہو گئے تو میں نے تھوڑی سی فرصت نکال کے رات کے وقت لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کے نام وہ خط لکھنا شروع کیا جس کی تحریر کا ارادہ میں پہلے سے اپنے دل میں کر چکا تھا۔ لیکن جس وقت میں خط لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا کہ یہ کام اتنا سہل نہ تھا جتنا میرا خیال تھا۔ کئی بار میں نے خط کا مضمون شروع کیا۔ اور کئی بار اسے ردی کر کے پھاڑا۔ سب سے پہلے یہ الجھن لاحق ہوئی کہ خطاب و القاب کے طور پر کیا لکھوں۔ سوچتا تھا کیا اسے "مائی لیڈی" لکھوں یا "مائی ڈیر لیڈی" یا "ڈیر لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس"۔ آخر کار نصف درجن کاغذ کے تختے چاک کرنے کے بعد آخری صورت پسند آئی۔ اور اس القاب سے شروع کر کے میں نے کئی ترمیموں کے بعد جو خط آخر کار لکھا اس کا مضمون یہ تھا کہ میں آپ کی عنایتوں کا بے حد ممنون ہوں۔ اور آپ کی دوستی کو باعث فخر و عزت خیال کرتا ہوں۔ جو احسانات آپ نے مجھ ناچیز پر کئے ہیں میں ان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں نے ایک پہلو سے ناشکرے پن کا ثبوت دیا یعنی کمزوری کے بس میں ہو کر جو کچھ دل میں تھا اس کو ظاہر نہ کر سکا۔ لیکن اس کے بارے میں میرا عذر یہ ہے کہ جب کبھی آپ کے روبرو

آنے کا اتفاق ہوا تو کچھ ایسی گھبراہٹ مجھ کو ہو گئی کہ میں ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکا۔ آگے چل کر یہ بھی میں نے اس خط میں لکھا کہ مدت ہوئی میں اپنا دل ایک اور کو دے چکا ہوں دگو میں نے اس کا نام ظاہر نہیں کیا) بس آپ سے میری درخواست ہے کہ میری ہستیٔ ناچیز کو نظر انداز کر کے ان واقعات کو جو ہمارے درمیان پیش آئے تھے بھلا دیجئے۔ مجھے اس بات کی ندامت ہے کہ کیوں نہ پہلے دن ہی میں نے وہ سب حال آپ سے کہدیا کیونکہ اس صورت میں جو پریشانی اب لاحق ہوئی ہے اس کی نوبت نہ آتی۔ اس فروگذاشت کے لئے میں ہر طرح آپ کی ملامت اور غصہ کا سزاوار ہوں۔ میری وجہ سے جو تکلیفیں آپ کو پہنچی ہیں میں ان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تاہم میں مجبور ہوں۔ میں دست بستہ آپ سے معافی طلب کرتا ہوں کہ محض میری حماقت اور نادانی سے آپ کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی انگشت نمائی کا نشانہ بننا پڑا۔ میری دلی آرزو یہ ہے کہ خدا آپ کو خوش رکھے اور بہتری دے۔ خط کے اخیر میں میں نے اپنا پتہ بھی اس خیال سے تحریر کر دیا کہ وہ اس خط کی رسید مجھے لکھ دے۔ کیونکہ اس بارے میں رازداری سے کام لینا نہ صرف نامناسب بلکہ رنجدہ بھی تھا۔ میرا خیال یہ تھا کہ لیڈی کیلنتھ اول تو اس خط کا جواب نہیں دے گی کیونکہ ایسا کرنا اس کی شان نسوانیت سے بعید ہوگا۔ یا اگر دے گی بھی تو اس انداز سے کہ مجھے میری کمزوری کے لئے ملامت کر کے یا معافی دے کر واضح طور پر لکھ دے گی کہ ہمارے درمیان جو کچھ اس وقت تک ہوا اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو چکا ہے۔

اس سے اگلی صبح کو میں نے وہ خط اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈال دیا۔ اور اس کے بعد گہری بے تابی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کئی روز گذر گئے۔ رفتہ رفتہ دنوں نے ہفتوں کی صورت اختیار کی لیکن میرے خط کا جواب نہ آنا تھا نہ آیا۔ اس ناقابل فہم لمبی خاموشی سے میرے دل کو جو اضطراب ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔ کئی طرح کے خیالات پیدا ہوتے تھے جن میں غالب یہ تھا کہ شاید لیڈی کیلنتھ نے میرے خط کو ناقابل جواب سمجھ کے نظر انداز کر دیا۔ اس میں شک نہیں میں محسوس کرتا تھا کہ اپنی شرمناک اخلاقی کمزوریوں کے بعد میں

اسی سلوک کا مستوجب تھا. تاہم اس سے وہ بے چینی جو ہر وقت دل کو لگی رہتی تھی دور نہ ہو سکی. خیال آیا کہ اگر اس کو سچ مچ مجھ سے اتنی ہی محبت تھی جتنی وہ ظاہر کرتی تھی تو پھر اس طرح چپ سادھ کر کیوں بیٹھی؟ وہ میرے خط کا کچھ نہ کچھ جواب تو دیتی. خواہ اس کا مضمون ایک ہی سطر کا ہوتا. اور خواہ اس ایک سطر میں وہ مجھے کتنی ہی لعنت ملامت کرتی. مگر اس کے ساتھ ہی کیا اس کی محبت کے بارے میں کوئی شبہہ میرے دل میں پیدا ہو سکتا تھا؟ نہیں، اس کا عشق صادق اور پُر جوش تھا. اور اگر میں اس عشق کے قابل ہوتا میں اگر اس عشق کو اسی پیرایۂ صداقت میں قبول کر سکتا جس میں وہ پیش کیا گیا تھا، تو کچھ شک نہیں وہ سمندر کی طرح لا محدود اور شعلۂ آتش کی طرح تیز اور ہمہ سوز ثابت ہوتا لیکن پھر ایک اور خیال یہ بھی پیدا ہوتا تھا کہ وہ جو اس سرگرمی جوش اور ایثار کے ساتھ محبت کر سکتی تھی جسے اپنی وفا کے پاس میں والدین کی سختی اور ہمجولیوں کی نفرت کی بھی پروا نہ تھی جسے اپنے دعوائے عشق سے شرم و ندامت نہیں راحت و مسرت حاصل ہوتی تھی کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اس طرح کا انکاری خط پانے کے بعد اس کی خودداری اور وقار کو ایسا زخم پہنچا ہو کہ اس نے اس کا جواب دینا کسر شان سمجھا اور اپنے درجہ نسوانی سے بعید تصور کیا ہو. یا ممکن ہے... ایک صورت یہ بھی ذہن میں آتی تھی کہ وہ خط اسے پہنچا ہی نہ ہو یعنی یا تو راستہ میں گم ہو گیا ہو یا منزل مقصود پر کسی نے قصداً روک لیا ہو. آپ اسے میری خود پسندی کہئے یا کمزوری. بہر حال یہ ایک ایسا خیال تھا جس سے میرے جی کو قدرے اطمینان حاصل ہوتا تھا. کیونکہ گو میری دلی آرزو یہ تھی کہ وہ یکطرفہ عشق جو لیڈی کیلنتھ کو مجھ سے تھا جتنا جلد ممکن ہو ختم ہو جائے. تاہم یہ بھی میری خواہش تھی کہ اس کی طرف سے جواب کے طور پر بہت نہ سہی ایک ہی سطر کا مضمون موصول ہو جائے. کیونکہ اس سے زیادہ گہرے تعلقات نہ رکھتے ہوئے بھی اس کے غصہ اور نفرت کا نشانہ بننا مجھ کو نا پسند تھا. ان حالات میں کئی بار جی میں آئی کہ ایک خط اور اس کے نام لکھوں. لیکن جرأت نہ

کر سکا۔ کیونکہ وہ دوکر یہ خیال دامنگیر ہوتا تھا۔ کہ اگر اس کا پہلا خط راستہ میں روک لیا گیا ہے۔ تو دوسرا بھی یقیناً روک لیا جائے گا۔ اور اگر اس کو جواب دینا منظور نہیں تو پھر خواہ دس خط بھی لکھے جائیں بے سود تھے۔

یہاں پر میں کچھ سال ڈاکٹر پامفرٹ کے عادات و خصائل کے بارے میں، نیز اس کے طریق کار کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اس سے گھر کے اندرونی حالات سمجھنے میں سہولت ہو۔ قدرتی طور پر سب باتیں جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں رفتہ رفتہ چند ماہ کی ملازمت کے بعد ہی مجھ کو معلوم ہوئی تھیں۔ بہرحال پہلی قابل ذکر دریافت جو میں نے اس سلسلہ میں کی یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب کی گفتگو کی نرمی اور برتاؤ کی فیاضی بڑی حد تک مصنوعی تھی۔ مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ ان کے یہاں تک عادی ہو گئے تھے کہ یہ باتیں ایک طرح پر ان کی فطرت کا حصہ بن گئی تھیں تاہم بعض موقعے اس طرح کے پیش آتے تھے جب ان کی صحیح سیرت اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہو جاتی تھی چنانچہ مریضوں کے ساتھ سلوک کرتے وقت انہیں یہ نرمی مصلحتاً اختیار کرنی پڑتی تھی۔ اور اس کے بعد روزمرہ میں اس لئے کہ تقاضائے حالات یہی تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ درحقیقت یہ شخص بڑا جابر اور ستمگر ریاکار تھا۔ اور ان موقعوں پر جب وہ غریب مریضوں کا معائنہ کیا کرتا جو آٹھ اور نو بجے کے درمیان اس سے بلافیس مشورہ لینے آتے تھے تو اس کی دلی کیفیت پوری طرح ظاہر ہوتی تھی۔ ان کی موجودگی میں وہ عجیب طرح کی عجلت اور بے صبری ظاہر کرتا تھا اور بعض حالتوں میں تو اس کا سلوک نہایت وحشیانہ صورت اختیار کر لیتا تھا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی عورت اپنے بیمار بچہ کی علامات مرض تفصیل کے ساتھ بیان کرنا شروع کرتی تو وہ فوراً قطع کلام کر کے کہتا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے اور میں اس کے اسباب اور علاج کو بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ پھر جلدی سے ایک نسخہ لکھ کر وہ اس طرح لاپرواہی سے اس کی طرف پھینک دیتا جس طرح کسی آوارہ کتے کو ہڈی پھینکا

کرتے ہیں یہاں تک ۔ اس کی سیرت اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوتی تھی ۔ لیکن اس کے بعد وہ مصلحتاً نرم لہجہ اختیار کرکے کہنا شروع کرتا۔

"نیک عورت یہ نسخہ فوراً تیار کرالے یعنی جتنی جلدی ہوسکے ۔ میرے لئے سب دواساز برابر ہیں بشرطیکہ وہ محنت سے دوا تیار کرکے دیں ۔ اور اس بارے میں کسی طرح کا مشورہ پیش کرنا میرا فرض نہیں ۔ تاہم تو اگر میری صلاح پوچھے تو پھر میں کہوں گا کہ مسٹر ساکنز جس کی دکان بالمقابل ہے وہ اس شہر میں سب سے اچھی اور تازہ دوائیں رکھتا ہے ۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی ایک دوا کے بدلے دوسری دوا استعمال نہیں کرتا یعنی درکار ہو اپسم سالٹ اور شامل کیا جائے آکسالک ایسڈ ۔ اکثر دوافروش ایسا کیا کرتے ہیں لیکن وہ اس کمزوری سے بالاتر ہے ۔ یوں تم کو اختیار ہے جہاں جی چاہے نسخہ تیار کراؤ لیکن میری صلاح یہ ہے کہ ساکنز کی دوائیں ارزاں بھی ہیں اور بہتر بھی ۔"

اس طرح کی مختصر تقریر حالات کے مطابق بدلی ہوئی ، ڈاکٹر پامفریٹ کے ہر مشورہ کے آخر میں ضرور ہوا کرتی تھی ۔ خواہ وہ مریض فیس ادا کرنے والا ہو یا نہ ہو ۔ اور جب اس کے ساتھ اس راز کا انکشاف بھی کردیا جائے کہ مسٹر ساکنز اپنے منافع کو ڈاکٹر پامفریٹ سے نصفا نصف کرتا تھا تو سفارش کا بھید آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے اس کے باوجود اگر کبھی ڈاکٹر پامفریٹ کی ملاقات سربازار مسٹر ساکنز سے ہوتی تو وہ کبھی گفتگو کرنے کے لئے نہ ٹھہرتے اور رسمی سلام کے بعد ایک دوسرے کے پاس سے گذر جاتے تھے ۔ البتہ شام کے وقت جب اندھیرا چھا جاتا تو مسٹر ساکنز کا دستور تھا پچھلے دروازہ کی راہ سے ڈاکٹر صاحب کے مکان میں داخل ہوتا ۔ اور کھانے کے کمرہ میں بیٹھ کر شراب کی بوتل سامنے رکھے ہوئے ان میں بڑی دیر تک باتیں ہوا کرتیں ۔ اس طرح کے موقعوں پر بارہا ان کے قہقہوں کی گونج سنائی دیتی جو صریحاً ان کے ریا سے حاصل کئے ہوئے منافع کی خوشی کی مظہر ہوتی تھی ۔

یہاں لگے ہاتھوں میں تھوڑا سا حال مسٹر ساکنز کا بھی بیان کردینا چاہتا ہوں ۔

جو اکہرے بدن کا مکروہ صورت آدمی تھا۔ اور جس کے منہ پر چیچک کے بے شمار داغ تھے۔ طبعاً چالاک اور پھرتیلا۔ وہ سب کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتا۔ اور ڈاکٹر پامفرٹ کے روبرو انکسار مجسّم بن جاتا تھا۔ اس کی عادت تھی جو بات ڈاکٹر صاحب کے منہ سے نکلے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ ضرور اس کی تصدیق کر دیتا۔ ان کی تردید کا خیال بھولے سے کبھی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ مسز پامفرٹ کی طرح وہ بھی دبی چال چلتا۔ اور بڑی دھیمی آواز سے گفتگو کرتا تھا اور گو یہ صحیح ہے کہ ان واقعات میں جب وہ اور ڈاکٹر پامفرٹ دوسری بوتل کے وسط تک پہنچ چکتے تو بارہا کھانے کے کمرہ سے قہقہوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ تاہم اس طرح کے موقعوں پر جب میرا یا کسی دوسرے نوکر کا اُن کے کمرہ میں جانا ضروری ہوتا تو پھر وہ بڑی مدھم اور سرسراتی ہوئی آواز سے گفتگو کرتے تھے۔ مسٹر ساکنز کی عمر اڑتیس سال کے قریب تھی۔ وہ شادی شدہ آدمی تھا اور اس کے کئی بچّے تھے۔ ظاہرا مرد شریف اور عزت دار تھا۔ لین دین کا صاف۔ کبھی کوئی تقاضائی اس کے دروازے پر نہیں دیکھا گیا۔ وہ باقاعدہ خیرات میں حصّہ لیتا۔ اور جہاں تک پیشہ کی مصروفیتیں اجازت دیتی تھیں۔ گرجا میں بھی جاتا تھا۔ یا کم از کم لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایسا کیا کرتا ہے۔ یہی حالت ڈاکٹر پامفرٹ کی تھی۔ جس کے سلسلہ میں اس کا ایک چھوٹا سا راز اور بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اس جگہ نوکر ہونے کے بعد پہلے اتوار کا ذکر ہے کہ بڈھا کوچبان جو ساڑھے گیارہ کے قریب لنچ کے طور پر ایل کے ایک گلاس کے ساتھ روٹی اور پنیر نوش کر رہا تھا۔ دیوار کی طرف لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر گلوگرفتہ آواز میں کہنے لگا" میرے خیال میں وعظ شروع ہو چکا ہو گا۔ جوزف تم ذرا دوڑ کے گرجا جاؤ۔ وہاں دربان سے پوچھ لینا کہ تمہارے آقا ڈاکٹر پامفرٹ کہاں بیٹھے ہیں۔ پھر دبی آواز میں ان سے کہنا کہ ایک بہت ضروری کام ہے فوراً تشریف لے چلیئے!" میں نے اس ہدایت کی تعمیل کی۔ لیکن اس سوال پر غور نہیں

کیا کہ ایسا کرنے کی خاص حاجت کیا تھی چنانچہ گرجا پہنچ کر میں نے ڈاکٹر پامفرٹ کو پیغام دیا جس کو پاتے ہی وہ پُراسرار اہمیت کے انداز سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور نظاہرا چپ چاپ رخصت ہونے کی کوشش کرتے ہوئے اس طریقہ پہ گرجا سے باہر نکلا کہ ہر ایک آنکھ اس پر لگی ہوئی تھی۔ اگلے اتوار کو اس طرح کا واقعہ پھر پیش آیا۔ یعنی میں ڈاکٹر پامفرٹ کو طلب کرنے گرجا گیا مگر جب اس جگہ پہنچا تو خدائی احکام پڑھے جانے لگے تھے۔ اس سے اگلے اتوار کو میں اس وقت گرجا پہنچا جب وعظ شروع ہو گیا تھا۔ چوتھے اتوار کو ڈاکٹر پامفرٹ بالکل ہی گرجا نہیں گئے۔ بلکہ نشستگاہ میں بیٹھے ناول پڑھتے رہے البتہ اس ناغہ کی تلافی کے طور پہ اگلی مرتبہ اوّل سے آخر تک گرجا میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد تین چار ہفتوں تک یہی حال رہا کہ میں جا کر دوران عبادت ہی میں ان کو گرجا سے بلا لاتا مگر تبدیلی اوقات کے ساتھ تاکہ کسی کو اس بات کا شبہ نہ ہو کہ سب کچھ ایک سوچی ہوئی ترکیب کے سلسلہ میں پیش آرہا ہے۔ حالانکہ جیسا میں نے بعد ازاں اندرونی حالات سے بہتر واقف ہو کر معلوم کیا یہ باتیں محض اس لئے کی جاتی تھیں کہ لوگوں کو معلوم ہوتا رہے کہ ڈاکٹر پامفرٹ انتہائی مصروفیت کے باوجود ضرور گرجا جاتے ہیں اور اگر ان کو عبادت کے دوران میں اُٹھ کر چلے آنا پڑتا ہے تو اس کے ذمہ دار حالات ہیں ان کا اپنا قصور کچھ نہیں۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ کم و بیش ایسی ہی ترکیب مسٹر ساکنز کی طرف سے عمل میں لائی جاتی تھی۔

معلوم ہوا بڈھے کوچوان کو ڈاکٹر صاحب کے ہاں ملازمت کرتے کئی سال ہو گئے تھے۔ اور گو بہ حیثیت مجموعی وہ ایک وفادار نوکر تھا۔ تاہم اوقات بعید میں جب اس نے ضرورت سے زیادہ ایل پی لی ہو یا رات کو پانی ملی ہوئی برانڈی نوش کرنے کے بعد وہ اپنے آقا کے بارے میں بعض اس طرح کے حالات جو میرے لئے بمنزلہ راز تھے۔ عداوت یا بغض و کینہ کے طور پہ نہیں بلکہ محض ایک لطیفہ کی حیثیت میں بیان کرنے لگتا تھا جس سے رفتہ رفتہ میں اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ نوکر خواہ طبعاً کتنا ہی

اچھا' نیک اور وفادار کیوں نہ ہو گھر والوں کے عادات واطوار سے متاثر ہو کر عموماً بگڑ جاتا ہے چنانچہ یہ بات مجھ کو بڈھے کوچوان کی زبانی ہی معلوم ہوئی تھی کہ جن لوگوں کو ضعف دماغ یا مالیخولیا کی شکایت ہو ڈاکٹر پامفرٹ ان کے لئے لمبے چوڑے نسخے لکھ کر انہیں بغرض تیاری مسٹر ساکنز کی دکان پر بھجوا دیا کرتا تھا اور وہاں سے ان مریضوں کیلئے اس طرح کی گولیاں یا محلول تیار کر دیئے جاتے تھے جن میں دوا کا نام و نشان تک نہ ہو بات اس میں شک نہیں پردہ کی تھی اور ڈاکٹر اور دواساز میں ایسے معاملوں کی نسبت ہمیشہ احتیاط بھی بہت برتی جاتی تھی۔ تاہم کسی نہ کسی ذریعہ سے راز باہر نکل آیا اور ایک اس طرح کے پرانے نوکر کے لئے جیسا ڈاکٹر پامفرٹ کا کوچوان تھا اس طرح کے اسرار سے واقف ہونا چنداں باعث حیرت نہ تھا۔ مختصر یہ کہ مجھے اس نئی ملازمت کو شروع کئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ میں ڈاکٹر پامفرٹ کے عادات وخصائل کے بارے میں کئی ایسی باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا جو میرے دل میں نفرت و بنکراہ پیدا کرنے والی تھیں تاہم نوکروں سے اس کا برتاؤ ہمیشہ اچھا رہا کرتا تھا۔ اور یہی معمول اس کی بیوی کا تھا۔ ہم اچھے حالات میں رہتے تھے۔ کھانا کپڑا بھی عمدہ ملا کرتا تھا اور تنخواہ نہ صرف معقول تھی بلکہ ہمیشہ وقت مقررہ پر ادا ہو جاتی تھی۔ بس اور دن کو ڈاکٹر پامفرٹ اور اسکی بیوی کے خلاف کچھ ہی شکایت کیوں نہ ہو ذاتی طور پر مجھے ان سے کوئی شکوہ نہ تھا۔

اور اب میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا حال اس سے پہلے اشارتاً بیان کیا جا چکا ہے یعنی ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کے ایک خاص حصہ کے اسرار کا' جو باقی حصوں سے علیحدہ اور مخصوص تھا۔ پہلی اور دوسری منزل کے کمرے اس طرح بنے ہوئے تھے کہ ان کے دروازہ کا سیڑھیوں سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص ان دو منزلوں میں سے کسی پر رہتا ہو تو وہ اس منزل کے ایک کمرہ سے نکل کر دوسرے کمرہ میں بڑی آسانی سے اس پوشیدگی کے ساتھ

جا آسکتا تھا۔ کہ سیڑھیوں پر چڑھنے اترنے والوں میں سے کوئی اس کو نہ دیکھے جب
میں نیا نیا اس جگہ نوکر ہو کر آیا تو دیکھا کرتا تھا کہ جس وقت کمرۂ نشست میں ناشتہ
کا سامان تیار ہو کے جاتا تو عین اس وقت ایک اور تھال تیار کر کے اس نوکرانی کے
ذریعہ سے جو نجی کنیز کہلاتی تھی اوپر کی منزل پر بھی ضرور بھیجدیا جاتا تھا۔ اسی طرح شام
کا کھانا، چائے اور رات کا کھانا، یہ سب چیزیں بھی علیحدہ تیار کر کے ضرور اوپر کی منزل
پر بھیجی جایا کرتی تھیں اور یہ سب کام بڑے رازدارانہ طریقہ پر ہوتا تھا جس کا حال کم
از کم مجھ کو عرصہ دراز تک معلوم نہ ہو سکا۔ بارہا میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا کہ ان
دو ناشتوں، دو کھانوں اور دو دو چائیوں کی کیا ضرورت ہے؟ مگر جواب کے طور پر
کوئی کیفیت ذہن میں نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ میں دیکھتا تھا کہ جس وقت اوپر کی
منزل سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی تو اس کے جواب میں صرف نجی کنیز ہی حاضر
ہوتی تھی۔ دوسری نوکرانیاں موجود بھی ہوں تو اس آواز کو سن کر اوپر نہ جاتی تھیں۔
اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہو کہ اوپر کے کمرہ سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے اور نجی کنیز
کسی کام کے لئے باورچی خانہ میں گئی ہوئی ہو تو بجائے اس کے کہ کوئی دوسری نوکرانی
اوپر چلی جائے اس واقعہ کی اطلاع یہ کہہ کر اس خاص نوکرانی کو دی جاتی تھی کہ "جین
تمہاری گھنٹی بجی ہے"۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ خاص نوکرانی
جو اوپر کے کمرے میں جایا آیا کرتی تھی بڑی چپ چاپ اور پُراسرار عورت تھی۔ جس کی
صورت اور انداز سے پایا جاتا تھا کہ وہ کبھی کوئی غیر موزوں بات منہ سے نکالنے پر
ہرگز آمادہ نہ ہو گی۔ بعض اوقات اگر میں کسی کام کے لئے دفعتاً باورچی خانہ میں جاتا تو
دیکھتا کہ وہ باورچن یا دوسری نوکرانی سے کھسر پھسر باتیں کرتی لیکن مجھے اندر آتا دیکھ کر
وہ سب خود چپ ہو جاتیں۔ اور پُر معنی انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتی تھیں
قدرتی طور پر مجھے ان باتوں سے سخت حیرت ہوتی تھی اور اس سے میرا شوقِ استعجاب اور

زیادہ بڑھتا تھا مگر میں کسی سے سوال پوچھنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ کئی ہفتوں تک میں اس گو مگو کی حالت میں رہا۔ جی دریافت حال کے لئے بے تاب تھا مگر منہ سے کچھ کہنے کا حوصلہ نہ کرتا تھا۔ تاہم ایک بات جلدی ہی واضح ہو گئی یعنی یہ کہ کوئی شخص نا معلوم مکان کے بالائی حصہ میں رہتا ضرور ہے لیکن کون ؟... کوئی مریض یا کرایہ دار یا ڈاکٹر کے اپنے یا اس کی بیوی کے رشتہ داروں میں سے کوئی آدمی ... اس کا حال افسوس ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے دیکھا کہ شخص مذکور نہ کبھی اپنے کمروں سے باہر نکلتا نہ کوئی اس سے ملنے جاتا۔ وہ بالکل اس طرح کی حالت میں رہتا تھا گویا اسے قید تنہائی کی سزا دی گئی ہو۔ یہ میرا پہلا اندازہ تھا مگر اس کے بعد رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ مسز پامفرٹ ہر روز چند گھنٹوں کے لئے اس کے پاس جاتی اور اس سے باتیں کرتی تھی۔

جب مجھے اس مکان میں رہتے کچھ عرصہ ہو گیا اور دوسرے نوکروں سے میری واقفیت بڑھنی شروع ہوئی تو ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ اس راز سے کسی نہ کسی حد تک واقف ہیں۔ اور اگر چاہیں تو مجھے بھی محرم راز کر سکتے ہیں۔ شروع میں انہوں نے میری موجودگی میں چپ رہنا چھوڑا اور کچھ کچھ باتیں کرنی شروع کیں۔ پھر اس کے بعد ہوتے ہوتے یہ راز منکشف ہوا کہ ڈاکٹر اور مسز پامفرٹ اپنے مکان پر معقول معاوضہ لے کر ان خاتونوں کو رہنے کی جگہ دیا کرتے ہیں جو حالات مخصوص کی وجہ سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے (جیسی حالت ہو) چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لئے علیحدہ رہنے پر مجبور ہوں۔ زیادہ صاف لفظوں میں ان کے مکان کا وہ حصہ شرم کے لئے جائے پناہ اور گناہ اور کمزوریٔ اخلاق کے لئے دارالامان تھا۔ اور اس طرح کی عورتیں جنہیں حالات نے رشتہ مناکحت میں آئے بغیر ہی ماں بننے پر مجبور کر دیا ہو، معاوضہ ادا کر کے اس گھر میں سکونت کر سکتی تھیں۔ یہاں پر ان کے لئے انتہائی خلوت اور پوری پوشیدگی کا اہتمام تھا۔ ڈاکٹر اور اس کی بیوی اس بارے میں پورے طور پر قابل اعتماد تھے کیونکہ

جو معاوضہ ان کو ملتا تھا وہ ان کی زبانیں بند کرنے کے لئے کافی اور معقول ہوتا تھا
اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ فی الحال ایک خاتون منزلِ اول کے کمروں میں ٹھہری
ہوئی ہے لیکن گو اس کی موجودگی کا علم دوسرے نوکروں کو بھی تھا تاہم اس ایک خادمہ
کے سوا جسے بجی کینز کہتے تھے اور کسی نوکر نے کبھی اس کی صورت نہ دیکھی تھی۔ وہ ایک رات
منہ پر نقاب ڈالے اس جگہ آئی اور ایک بار مکان کی دہلیز میں قدم رکھنے کے بعد نہ کبھی
اس سے باہر نکلی نہ کسی نے اسے چلتے پھرتے دیکھا۔ بجی کینز کے بارے میں معلوم ہوا کہ گو اس
نے اس کی صورت دیکھی تھی تاہم اس کا نام اس کو بھی معلوم نہ تھا۔ بلکہ ممکن ہے ڈاکٹر
اور اس کی بیوی کو بھی نہ ہو۔ اپنی آمد کے دو مہینہ بعد وہ ماں بنی اور وہ عورت جو اس
موقعہ پر خدمات انجام دینے کے لئے آئی تھی۔ فوراً ہی ایک نومولود بچہ کو لے کر کسی نامعلوم
مقام کی طرف رخصت ہو گئی۔ اس کے تین مہینے بعد وہ عورت بھی جس پراسرار طریقہ پر آئی
تھی اسی طرح رخصت ہو گئی۔

یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر پامفرٹ کے اس طریقہ پر خاتونوں کو اپنے مکان
میں رکھنے کا حال شہر سالسبری کے لوگوں کو عام طور پر معلوم نہ تھا بعض حلقوں میں اس
کے متعلق دبی آوازیں باتیں ضرور ہوتی تھیں تاہم اس راز کو اس خیال سے قصداً چھپانے
کی کوشش کی جاتی تھی کہ اگر وہ عام طور پر ظاہر ہو گیا تو اس سے ڈاکٹر پامفرٹ کی
طبابت کو ضعف پہنچنے کا اندیشہ تھا تاہم اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب کو
اس ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ مریضوں سے وصول کی ہوئی فیسوں سے بہرحال
زیادہ ہوا کرتی تھی اور اگر کبھی حالات ان کو ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک
کی آمدنی کو خیرباد کہنے پر مجبور کرتے تو وہ طبابت کو اپنی دوسری مصروفیتوں پر
قربان کرنے کے لئے فوراً آمادہ ہو جاتے۔ اور اب اس قدر حالات جاننے کے بعد میں
نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ کس لئے مسز پامفرٹ دبے پاؤں چلنے کی عادی تھی۔ کیوں اس

کے چہرہ پر اسرار کی جھلک پائی جاتی تھی۔ کس لئے وہ دبی آواز سے گفتگو کرتی تھی اور کیوں اس کی حالت مجموعی طور پر یہ ظاہر کرتی تھی کہ وہ کسی مریض کے سرہانے بیٹھے رہنے کی عادی ہے۔ پھر اس کے علاوہ اس دریافت سے یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ کیوں ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر ساکنز میں اتنے گہرے تعلقات تھے۔ گویا وہ ایکدوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہوں۔ وجہ محض یہ تھی کہ مسٹر ساکنز چونکہ جراحی کے کام سے واقف تھا اس لئے اس طرح کے موقعوں پر اس کی خدمات ہمیشہ درکار رہتی تھیں۔

ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کے اسرار کو (جن سے میں آغاز ملازمت کے بہت عرصہ بعد رفتہ رفتہ واقف ہوا تھا) اس حد تک بیان کرنے کے بعد میں پھر اپنی داستان کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ مجھے اس جگہ آئے قریباً چار ماہ گذر چکے تھے اور اب ماہ جون کا آغاز تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے میں باورچی خانہ میں بیٹھا نوکروں سے باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر پامفرٹ کھانا کھانے کے کمرہ میں مسٹر ساکنز سے دختِ رز کی نفاستوں پر علمی بحث کر رہے تھے اور مسز پامفرٹ گھر میں کسی اس طرح کی لیڈی کی عدم موجودگی کے باعث جس کی صحبت میں اس کی حاضری ضروری ہوتی، سیر و تفریح کے لئے باہر گئی ہوئی تھی۔ دفعتاً کسی نے مکان کے صدر دروازہ پر بڑے زور سے دستک دی اور اس کے ساتھ ہی گھنٹی کی رسی بھی کھینچی، جس کی آواز پر شور گونج پیدا کرتی ہوئی مکان کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔ ان آوازوں کو سن کر میں باہر کا دروازہ کھولنے گیا۔ ہر چند اس وقت رات کے نو بجے تھے تاہم کسی نوکر کی غفلت سے ڈیوڑھی کا لیمپ روشن نہ کیا گیا تھا۔ اتفاق سے بازار کے لیمپ بھی مکان کے دروازہ سے فاصلہ پر تھے۔ تاہم موسم چونکہ وسط گرما کا تھا اس لئے رات کے نو بجے بھی اتنا اجالا باقی تھا جس میں ایک دوسرے کی صورت اندھیرے میں کافی صحت کے ساتھ پہچانی جا سکتی تھی۔ علاوہ بریں ہمارے مکان کے عین بالمقابل مسٹر ساکنز کی دکان پر سرخ لیمپ روشن تھا جس کی مدھم روشنی دروازہ

سے چند گز پرے تک پہنچتی تھی۔ ان سارے حالات کی وجہ سے جب میں نے باہر کا دروازہ کھولا تو اس شخص کو دیکھ کر جو دروازہ کھلنے کے انتظار میں کھڑا تھا بڑی آسانی سے معلوم کر لیا کہ وہ مسٹر ملکم دیو نیہم کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

"کیا ڈاکٹر پامفریٹ گھر میں ہیں؟" اس نے مجھے باہر آتا دیکھ کر پوچھا۔

"جی ہاں"۔ میں نے تھرائے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ کیونکہ مجھے اس آدمی کو سامنے کھڑا دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی جس سے بوجوہ مجھے سخت نفرت تھی۔

"تو جا کے ان سے کہہ دو ایک صاحب ملنا چاہتے ہیں"۔ اس نے جلدی سے حکم دیا۔ "میرا نام... لیکن نہیں میرے خیال میں نام ظاہر کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ میں ایک نجی ضرورت سے علیحدگی میں ان سے ملنا چاہتا ہوں"۔

میں نے اس کو اندر آنے کے لئے نہیں کہا۔ اس لئے کہ غصہ اور جوش کی وجہ سے میرے منہ سے ایک لفظ تک نکلنا محال تھا۔ اس کی موجودگی سے انیلی کے متعلق ہر ایک واقعہ، ہر ایک خیال، ہر ایک اندیشہ کی یاد وہ چند شدت کے ساتھ میرے سینہ میں تازہ ہو گئے۔ دروازہ کھلا چھوڑ کر میں نیم بے خبری کی حالت میں اندر کی طرف مڑا اور وہ غالباً اس خیال سے کہ میرا مطلب اس کو اندر آنے کی درخواست کرنے سے تھا میرے پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔ اس کے بعد میں نے اس کمرہ نشست کا دروازہ کھولا، جو اس طرح کے ملاقاتیوں کے لئے مخصوص تھا اور جہاں کسی ایسے ہی موقعہ کے انتظار میں ایک لیمپ جلا کر رکھا جاتا تھا۔ وہ کسی قدر اضطراب کی حالت میں اس کمرہ کے اندر داخل ہوا۔ اور میں نے کمرہ کا دروازہ پھیر دیا۔ بظاہر اس نے مجھ کو پہچانا نہ تھا کم از کم میرا یقین یہی تھا کہ اس نے مجھے شناخت نہیں کیا اور سچ پوچھئے تو وہ مجھے پہچان بھی کیونکر سکتا تھا۔ کیونکہ اول تو میں گو اس کے نام اور شکل وصورت سے واقف تھا تاہم وہ مجھے ایک دو بار دیکھ لینے کے باوجود نہ جانتا تھا اور اگر جانتا

بھی ہوتا تو میں چونکہ ڈیوڑھی کے اندھیرے میں کھڑا تھا اس لئے اس کا مجھے شناخت کرنا غیر ممکن تھا۔ اس سے پہلے دو تین مرتبہ اس نے مجھے چارلٹن ہال میں دیکھا تھا اس کے بعد تھیٹر میں گو میں نے اس کو وایولٹ مادٹیمر سے (جو میری اینبل کا فرضی نام تھا) گفتگو کرتے دیکھا تھا تاہم میں خود اس کی نظروں سے پوشیدہ رہا تھا تیسرے موقعہ پر جب میں اکسیٹر کے قریب شراب خانہ کے باہر اینبل کو اس کی گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر اس کی طرف دوڑا تھا تو اس موقعہ پر یا تو اس نے مجھے بالکل ہی نہیں دیکھا یا ممکن ہے گاڑی کے لیمپوں کی روشنی میں میری دھندلی سی تصویر اس کی نظروں میں پھری ہو۔ غرض سارے حالات دیکھتے ہوئے اس کا مجھے نہ پہچاننا چنداں حیرت خیز نہ تھا اس کے برعکس وہ اگر مجھ کو پہچانتا تو یہ بات زیادہ تعجب خیز ہوتی۔ مجھ کو چارلٹن سے رخصت ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ میری شکل وصورت پہلے سے بدل چکی تھی اور قد بھی لمبا ہو گیا تھا کیونکہ اس عمر میں جس کا میں ذکر کرتا ہوں۔ ڈیڑھ سال کا وقفہ کسی نوجوان کی صورت میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔

لیکن ذکر کچھ اور تھا۔ باہر کا دروازہ جلدی سے بند کر کے میں نے ڈیوڑھی کا لیمپ جلا دیا۔ تاکہ ڈاکٹر یا مفرٹ اس جگہ اندھیرا چھایا ہوا دیکھ کر ناراض نہ ہو اور اس کے بعد اس کمرہ کی طرف گیا جہاں وہ مسٹر ساکنر کے پاس بیٹھا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ کثرت مے نوشی سے سرخ تھا اور میرے لئے میز پر رکھی ہوئی خالی بوتلوں کی تعداد سے اس بات کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہ تھا کہ ڈاکٹر اور دواساز میں کھانا کھانے کے بعد دوران گفتگو میں اس شغل کو خوب ہی جاری رکھا گیا ہے ہر چند میرے دل میں بدنصیب اینبل کے متعلق کئی طرح کے رنجیدہ خیالات پیدا ہو رہے تھے تاہم ڈاکٹر کے روبرو جاتے ہوئے میں نے جہاں تک ممکن تھا ظاہری سکون قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دی کہ ایک

صاحب اشد ضروری کام کے لئے آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور دوسرے کمرہ میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر پامفرٹ نے یہ اطلاع پاتے ہی حالتِ اضطراب میں ایک بوتل سوڈا واٹر کی طلب کی اور اسے پی کر جیسا ان کا معمول تھا بڑی سنجیدہ صورت بنالی۔ اس کے بعد وہ اس کمرہ کی طرف گئے جہاں میں ان سے پہلے سر ملکم دیونہیم کو بٹھا چکا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار باورچی خانہ میں چلا گیا مگر اپنے جی میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ وہ کون سا ضروری کام ہوگا جس کے لئے سر ملکم اس طرح بے وقت ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے لئے آیا ہے بعض اندیشے... ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے تھے مگر میں نے بزور ان کو دبانے کی کوشش کی۔ قریباً بیس منٹ سر ملکم اور ڈاکٹر صاحب میں باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد بیرونٹ رخصت ہوا اور ڈاکٹر پامفرٹ پھر کمرۂ نشست میں مسز ماساکنز کے پاس چلا گیا۔

تین دن گزر گئے اور اس دوران میں میں ان تکلیف دہ خیالات کی وجہ سے جن کا ذکر اشارتاً کیا جا چکا ہے سخت بے چین اور فکرمند رہا۔ اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ وہ بنجی کنیز جو بالاخانہ کا اہتمام کیا کرتی تھی کسی نئی خاتون کی آمد کی تیاری میں جھاڑ پونچھ کرتی پھر رہی ہے تو جیسا لازم تھا ان اندیشوں کو اور بھی تقویت ہوئی۔ وہ اندیشے کیا تھے اس کا حال میرے خیال میں اکثر ناظرین پہلے ہی سمجھ گئے ہوں گے۔ بہرحال میرے لئے انیبل کی تصویر کو سر ملکم دیونہیم کی قابلِ نفرت شخصیت سے جدا کرنا ناممکن تھا۔ کبھی کبھی یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوتا کہ وہ ایک مسلمہ بدمعاش ہے اور اپنی عمر میں بیسیوں کمزور عورتوں کی تباہی کا ذریعہ بن چکا ہے اس لئے ممکن ہے وہ ان میں سے کسی ایک کے لئے جو انیبل سے جدا کوئی اور تھی یہ سارا انتظام کرنے آیا ہو بہرحال میرے لئے اس بات کو درجہ یقین تک ذہن میں جگہ دینا کہ یہ سب کچھ انیبل ہی کے لئے ہے واجب اور درست نہ تھا۔ اس طرح کی دلیلوں سے میں ان اندیشوں کو جو دل

میں پیدا ہوتے تھے دبانے اور رفع کرنے کی بہت کوشش کرتا تھا مگر اس کے باوجود کوئی وجہ تھی کہ وہ پھر بھی وہ چند شدت کے ساتھ میرے ذہن میں تازہ ہو جاتے تھے۔

سر ملکم دیونیہم کو ڈاکٹر پامفرٹے کے مکان پر آئے تین دن گذر چکے تھے کہ چوتھے دن دوپہر کو مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ کسی خاتون کی آمد کے انتظار میں پہلی منزل کے کمروں کو ٹھیک ٹھاک کیا جا رہا ہے اگر اس بارے میں کوئی شبہہ میرے دل میں باقی تھا تو وہ دوسرے نوکروں کی دبی ہوئی گفتگو سے رفع ہو گیا۔ البتہ اس خادمہ نے جو کہ کینیز کہلاتی تھی اس سوال پر بہت ہی کم گفتگو کی۔ اور جو کی بھی تو بڑے محتاط پیرایہ میں۔ کم از کم اس گفتگو میں سر ملکم کا نام بالکل نہیں لیا گیا۔ اور عین ممکن ہے کہ اس کا نام نوکروں میں سے کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ رہ گئی وہ خاتون جس کی آمد کے سلسلہ میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو اس کے بارے میں یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ جتنی بھی رازداری ممکن تھی اس موقعہ پر کی گئی۔ کسی کو اس کا نام معلوم نہ تھا کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کی آمد بیرونٹ کی آمد کے سلسلہ میں ہے یا نہیں۔ فی الحقیقت جب میں نے اس سارے سوال پر اچھی طرح غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ جو خیال میرے دل میں پیدا ہوا ممکن ہے محض وہم ہو یعنی جس عورت کو یہاں آنا تھا اس کا بیرونٹ کی آمد سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یا بیرونٹ کی آمد کسی اور ہی سلسلہ میں ہوئی ہو۔ یہ سب کچھ میں اپنے جی کو سمجھاتا تھا مگر اس کے باوجود یہ حالت میرے دل کی تھی کہ کوئی ذریعہ تسلی کا نہ نظر آتا تھا۔ میں لاکھ اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا لیکن خیالات پھر پھرا کر اسی نقطہ پر آجاتے تھے۔

اس روز نہ صرف گھر میں غیر معمولی چہل پہل رہی بلکہ مسز پامفرٹے بھی جو عموماً چپ چاپ اپنے کمرہ میں بیٹھی رہا کرتی تھی کئی بار پہلی منزل کے پھیرے کرتے دیکھی گئی جس سے کم از کم اس بات کا یقین پوری طرح مجھ کو ہو گیا کہ جس کسی کو آنا ہے وہ ضرور

آج رات کو آجائے گا۔ لیکن دس بج گئے۔ میں گھر کے کام دھندے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور اس وقت تک کوئی نہ آیا۔ ایک عجیب طرح کی بے چینی میرے دل کو لاحق تھی۔ صدہا تفکرات سینہ میں ہیجان کر رہے تھے۔ لاتعداد اندیشے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی مانند جگر کو زخمی کرتے تھے۔ ان حالات میں نیند کا خیال دل میں لانا ہی عبث تھا۔ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ میرا کمرہ مکان کی سب سے اوپر والی منزل پر تھا اور اس کی ایک کھڑکی بازار کی طرف کھلتی تھی۔ مگر اس کے آگے چونکہ ایک بہت چوڑا چھجہ یا کارنس بنی ہوئی تھی اس لئے میں اگر چاہتا بھی تو کھڑکی میں کھڑے ہو کر بازار کا حال نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے باوجود میرے کان ہر طرح کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔ جب بازار میں کسی گاڑی کے گذرنے کا شور سنائی دیتا تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے یہ جاننے کی کوشش کیا کرتا کہ کیا وہ ہمارے دروازہ پر ٹھہرے گی؟ لیکن کئی گاڑیاں آئیں اور گذر گئیں۔ اس کے ساتھ ہی وقت بھی گذرتا گیا۔ حتیٰ کہ آدھی رات کا عمل ہو گیا آخر اس وقت ایک گاڑی مکان کے دروازہ پر آکر ٹھہری۔ میں نے کھڑکی سے جھانکنے کی کوشش کی لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ حالتِ اضطراب میں میں نے جلدی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور بغیر سوچے سمجھے دو چار سیڑھیاں بھی نیچے اتر گیا۔ مگر عین اس وقت کسی نے باہر کے دروازہ پر دستک دی۔ اور پیروں کی تیز چاپ ڈیوڑھی میں سنائی دی۔ میرا جی گھبرانے لگا۔ میں سخت ناشاد اور بے تاب تھا۔ مبہم اور خوفناک اندیشے اس شدت کے ساتھ دل میں پیدا ہو رہے تھے کہ جی چاہتا تھا وہیں کھڑے ہو کر بہ آواز بلند رونا شروع کر دوں۔ یا انجام کی پرواہ نہ کرکے دو دم سے نیچے اتر جاؤں۔ اور شک رفع کر لوں لیکن نہیں۔ میں وہیں آدھی سیڑھیوں پر کھڑا تھا اور بدن میں زور کی تھرتھری پیدا ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دفعتاً کسی نے مجھ کو اس کمرہ سے نکال کر منطقہ بارد کے برفانی مقامات پر لا ڈالا ہو۔

دبی آواز کی گفتگو میرے کانوں میں آ رہی تھی مگر میرے لئے کسی لفظ یا کسی آواز کو پہچاننا غیر ممکن تھا اتنے میں کسی کے پہلی منزل پر چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ پھر دروانہ کھُلا اور بند ہوا۔ اور میں لڑکھڑاتا ہوا پھر ایک بار اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ جوش کی تیز آندھی میرے دماغ میں اُٹھ رہی تھی۔ نامعلوم اندیشوں کا طوفان میرے سینہ میں برپا تھا۔ اور میں ان غیبی طاقتوں کے سامنے بے بس اور مجبور۔ حالتِ یاس میں پہی بستر پر اوندھا لیٹ کر سسکیاں لے لے کر رونے لگا۔ میرا دل اور اس دل میں چھپی ہوئی کوئی آواز رہ رہ کر یہی سنائی دیتی تھی کہ آنے والی انیبل ہے۔ وہ اس وقت اسی مکان میں ہے جس میں میں ہوں۔ اور ہم ایک دوسرے سے اتنا قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہیں۔ مجھے اس کی حالت کا خیال آیا اور اس شرم، بے عزتی اور بے حرمتی کا بھی جو اس مکان پر اس کی آمد سے تعلق رکھتی تھی، گھنٹوں میں اپنے بستر پر پڑا ہوا رنج وغم، یاس و ندامت، افسردگی اور بے تابی کے تلخ آنسو بہاتا رہا۔ گویا جو کچھ ہوا وہ میرے کسی اپنے سہو یا گناہ کا نتیجہ تھا۔ حتیٰ کہ آخر کار رنج وغم سے نڈھال ہو کر اس وقت جب مایوسی اور غمگینی اپنا پورا زور لگا کے میرے جسم اور ذہن کو یکساں کمزور کر چکی تھیں تو بڑی مشکل سے چارپائی سے اُٹھا، کپڑے اتارے اور سونے کے خیال سے بستر پر لیٹ گیا اس کے ساتھ ہی آنکھ لگ گئی۔

لیکن آہ! وہ کیا خواب تھا جو مجھے سوتے میں نظر آیا؟ کیا دیکھتا ہوں انیبل میرے بستر کے پاس کھڑی ہے۔ ویسی ہی خوبصورت جیسی دو برس پیشتر اس زمانہ میں تھی جب میں نے اس کو پہلی مرتبہ پندرہ سال کی عمر میں غنچۂ ناشگفتہ کی طرح عالمِ دوشیزگی میں دیکھا تھا۔ سُنہرے رنگ کے گھومے ہوئے بال لاتعداد حلقوں میں اس کی پیشانی پر اور رخساروں کے اطراف میں چھائے ہوئے اور لہراتی ہوئی ناگنوں کی صورت میں شانوں پر اور جانبِ پشت لٹکے ہوئے، بڑی بڑی نیلیں آنکھیں اس جھیل کے آب سا کن

کی طرح گہری اور شفاف جو نکھرے ہوئے آسمان کی نیلو فری رنگت کو اپنی سطح پر منعکس کرتی ہو۔ عفت و معصومیت سے پُر اور کم سنی کی شرم سے جھکی ہوئی۔ ذہانت، سادگی اور سچائی کے ملے ہوئے آثار چہرہ پر، تر یاقوتی ہونٹ ذرا سے کھلے ہوئے اور ان کے اندر لولوئے شہوار کی دو ہموار لڑیاں... یہ صورت تھی جو مجھ کو نظر آئی۔ اور اس کی پوشش کتنی پاک اور نزہت ریز۔ سابق کے برخلاف اس موقعہ پر اس نے دودھیا سپید یا بہت ہلکے نیلے رنگ کے کپڑے زیب بدن کئے تھے۔ جس سے اس کی صورت میں فرشتگانہ معصومیت پائی جاتی تھی۔ اور وہ پاک لباس اس کے بدن کی نازکی اور قامت کی درازی کو کس خوبی اور نفاست سے واضح کرتا تھا اس کے اندر چھپے ہوئے شانوں کی ڈھلوان کمر کی باریکی، جوبن کا ابھار اور بدن کا لچکیلا پن کس خوبی سے ظاہر ہوتا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی اس کی صورت اس محافظ فرشتہ سے مشابہ تھی جو میرے طالع بد کا اثر روکنے کو میرے سرہانے کھڑا ہو۔ اس کو اتنا پاس دیکھ کر میرا ہاتھ بے اختیاری میں اس کی طرف بڑھا لیکن بدقسمتی سے اس حرکت کے ساتھ ہی وہ دلفریب سحر انگیز تصویر طلسم باطل کی طرح مٹ گئی۔ اور اس کے بعد اس حیرت انگیز تیزی سے جو حالتِ خواب سے مخصوص ہے ایک اور نظارے نے اس کی جگہ لے لی۔ کیا دیکھتا ہوں چارلٹن کا گرجا اور اس سے ملحق قبرستان ہے اور میں آدھی رات کے وقت اس گرجا کی کھڑکی کے پاس کھڑا ہوں۔ میری نگاہ شیشہ کی راہ سے اندر لگی ہوئی ہے۔ دفعتاً نصف شب کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجنا شروع ہوا۔ اور اس کی آہنی آواز ابھی ہوا کو مرتعش کر رہی تھی کہ انیبل کی صورت کفن میں لپٹی ہوئی گرجا کے اندر چلتی نظر آئی۔ چاند کی سرد روشنی یخ کے بھالوں کی طرح سرد اور چھبنے والی بند کھڑکیوں کی راہ سے داخل ہوئی اور نہ معلوم اس کے اثر سے یا کیوں میرے بدن میں تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی۔ اس عرصہ میں وہ صورت بالکل پاس آ چکی تھی۔ اور اب جو اس نے باہر کو منہ پھیرا تو معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد اور اترا ہوا تھا

ایک ہیبت ناک چیخ اس کو دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلی۔ بدن نے تیز تشنجی حرکت کی۔ اور اس کے ساتھ ہی آنکھ کھل گئی۔

میرا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور اس چیخ کی آواز اب بھی ہوا کی گونج سے ملی ہوئی کانوں میں آتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی بڑی ہی تیز چیخ تھی۔ جو اس وقت میرے منہ سے نکلی۔ کیونکہ میرے کمرہ کا دروازہ جلدی سے کھلا اور دوسرا نوکر فلیپ جو پاس والے کمرہ میں سوتا تھا مضطربانہ داخل ہو کر کہنے لگا۔ "جوزف۔ کیا بات ہے؟ کیوں تم نے چیخ ماری تھی؟" جواب میں میں نے ایک دہشت ناک خواب کا دکھائی دینا بیان کیا اور چونکہ میری کبھی ہوئی حالت میرے بیان کے حسب حال تھی اس لئے اس کا اطمینان ہو گیا۔ اسکے چلے جانے کے بعد میں جلدی سے اُٹھ کر دیوار میں لگے ہوئے آئینہ کی طرف گیا اور اپنی صورت دیکھی مگر وہ اتنی بھیانک اور خوفناک تھی کہ میں خود اس کو پہچاننے سے قاصر رہا۔ بڑی مشکل سے میں نے حواس بجا کئے۔ گو میرا دل اس کے بعد بھی بڑی دیر تک دھک دھک کرتا رہا وہ خواب اپنے اثر میں بڑا ہیبتناک تھا اور میں انتہائی کوشش کے باوجود اس کی یاد دل سے محو نہ کر سکا۔ خیال آیا اب اوائل جون ہے۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں پھر وہی قابل یاد دسماگرما کی رات آئے گی۔ جب ایک سال پیشتر میں نے چارلٹن کے گرجا میں اس خواب کے واقعہ کو اصلی صورت میں دیکھا تھا۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں جب آدھی رات کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجے گا تو اس واقعہ کو پورا ایک سال ہو جائے گا۔ جس کے بعد... خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ وہ روایت جو اس بارے میں مشہور تھی صحیح ثابت ہو گی یا میرا وہم۔ یعنی میری انیبل اس کے بعد بھی زندہ رہے گی یا اس تاریخ تک اس کی ہستی پاک کا خاتمہ ہو جائے گا...؟

---

# باب ۳۱

## وسطِ گرما کی دوسری رات

دن بھر سخت اضطرابی کیفیت لاحق رہی۔ نوکروں نے دریافت حال کی کوششیں کیں مگر میں نے یہ کہہ کر ان کو ٹال دیا کہ رات اچھی طرح نیند نہ آئی تھی اس لئے پریشان خوابی رہی۔ اس آخری واقعہ کی تصدیق دوسرے نوکر فلپ نے بھی کر دی۔ بارہا جی میں آئی تھی کہ بجی کنیز جین سے مل کر اس خاتون کی شکل و صورت کے بارے میں استفسار کروں جو پہلی منزل میں آکر رہنے لگی تھی۔ مگر انتہائی کوشش کے باوجود میں اس کی جرأت نہ کر سکا۔ اور شاید اگر میں ازراہِ حماقت کوئی سوال پوچھتا بھی تو وہ یقیناً جواب دینے سے انکار کر دیتی۔ کیونکہ جہاں تک مجھ کو معلوم تھا نہ صرف گھر والوں کی طرف سے بلکہ ان خاتونوں کی طرف سے بھی جو اس مقام محفوظ پر آکر رہتی تھیں اتنا معقول معاوضہ اس کو ملا کرتا تھا کہ وہ کسی حال میں کوئی ایسا فعل کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو سکتی تھی جو اس کیلئے ملازمت سے موقوفی کا ذریعہ ثابت ہوتا۔ علاوہ بریں جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے وہ طبعاً کم گو اور خاموش عورت تھی۔ اور اس کا باقی نوکروں سے بہت کم میل جول تھا۔ تو بھی جو بےچینی اور تشویش اس وقت اینیل کے ساتھ ایک مکان میں رہتے ہوئے مگر اس کے روبرو آنے سے قاصر رہ کر میرے جی کو تھی۔ اس کا اندازہ بیان کی نسبت تصور ہی میں بہتر ہو سکتا ہے ممکن تھا وہ ناشاد ہو اور وہ شبہات جو میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے اگر صحیح ہوں تو اس کا غم زدہ اور ناشاد ہونا قدرتی تھا۔ جس صورت میں وہ ہمدردی، رحم اور دلجوئی کی مستحق تھی مگر میں ان باتوں کا آرزومند ہوتا ہوا بھی کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ہائے افسوس۔ وہ

اس بدترین حالت میں ہو اور میں چپ بیٹھا دیکھا کروں۔ پھر خیال آتا ممکن ہے یہ اس کے علاوہ دوسری عورت ہو۔ میرے لئے اس کو دیکھے اور پہچانے بغیر اس کی موجودگی کے یقین کو دل میں جگہ دینا اگر حماقت نہیں تو اور کیا تھا؟ مگر اس دل کا کیا کیا جائے۔ میں اسے بار بار سمجھانے کی کوشش کرتا مگر اس کے اندر چھپی ہوئی آواز برابر کہے جاتی تھی کہ وہ اینبل ہے۔ وہ تیری اینبل ہے۔

لیکن اس ذکر کو لمبا کرنے سے کیا فائدہ؟ میں اگر اپنے خیالات کی تشریح کرنے بیٹھوں تو یہ داستان داستان نہ رہے بلکہ قلب انسانی کی مختلف حالتوں کی تشریح کا ایک علمی رسالہ بن جائے۔ پس میں اس ذکر کو نظر انداز کرکے یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ اس واقعہ کے بعد کئی دن گذر گئے اور اس دوران میں وہ خاتون جو پہلی منزل کے کمروں میں آکر رہی تھی اپنے ہی کمرہ میں بند رہی جبکہ اس حصہ مکان کی خادمہ دن بھر اس کی خدمت گزاری کرتی اور مسز پامفرٹ بھی اپنے وقت کا بڑا حصہ اس کی صحبت میں گذارتی۔ اور میری اپنی حالت یہ تھی کہ بارہا اس امید پر کہ شاید باہر کا دروازہ بھولے سے کھلا رہ گیا ہو اور میں اس خاتون کو ایک سے دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھ لوں۔ یا وہ کسی کام کے لئے کمرہ سے باہر جھانکے تو میں اس کو پہچان لوں۔ اس کے دروازہ کے آس پاس رکتا ہوا چلتا اور اگر موقعہ ملتا تو منٹوں کھڑا رہتا تھا مگر افسوس وہ بات جس کی مجھے خواہش تھی نہ ہوئی۔ نہ وہ عورت کبھی اپنے کمرہ سے باہر نکلی نہ کبھی اس کے کمرہ کا دروازہ کھلا دیکھا گیا۔ اور اس کے بعد دفعتاً ایک اور خیال میرے دل میں پیدا ہوا جس کو سوچ کر مجھے خود اس بات پر حیرت ہوئی کہ میں نے کیوں اب تک اس کا خیال نہ کیا۔ وہ نیا خیال یہ تھا کہ اگر یہ خاتون واقعی اینبل ہو تو میرے لئے تقاضائے مصلحت یہ تھا کہ اس کے روبرو آنے کی بجائے جہاں تک ممکن ہو اس سے پرے رہنے کی کوشش کروں۔ اور اگر یہ اینبل نہیں ہے تو پھر مجھے اس سے کوئی دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اگر ہے تو میرا اس کے روبرو آنا بجائے فائدہ مند ہونے کے اس کے حق میں مضرت رساں

ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ دل جو پہلے ہی غمزدہ تھا میرے اس غم سے واقف ہو جانے کے بعد یقیناً زیادہ مجروح ہوگا۔ پس میں نے سوچا کیوں میں اس کی ذلت اور شرم میں جو خود اپنی نظروں میں کافی ذلیل و شرمسار تھی اضافہ کی کوشش کروں؟ کیوں میں اس کے سینہ میں زہریلے خنجر بھونکوں؟ میرے لئے ایسا کرنا داخل ہمدردی نہیں بے رحمی کا موجب تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہ اگر انیل ہو تو میرا اب اس سے تعلق ہی کیا رہا تھا؟ کیوں میں آئندہ اس کی تصویر کو خانہ دل میں جگہ دوں؟ کیوں میں اپنی آرزوؤں کو اس کے مستقبل سے وابستہ کروں؟ انہیں صدہا وجوہات سے میرا یہ فرض تھا کہ اس کی یاد اپنے دل سے نکال دوں۔ لیکن پھر اس کے بعد خیال آتا کہ اس دنیا میں فرض ہی سب کچھ نہیں ہے۔ فرض میں اور جی کے طبعی میلان میں ہمیشہ اختلاف عظیم ہوتا ہے۔ بیشک اب میرے لئے زمانہ آئندہ میں انیل سے شادی کرنے کی کوئی صورت باقی نہ تھی تو بھی میں کیا اس کی تصویر کو لوحِ دل سے مٹا سکتا تھا؟ زیادہ نہ سہی میں بھائی بن کر اس سے ہمدردی کروں گا۔ میں پھر ایک بار اس کو راہِ صراط پر لانے اور اس کے حسن و شباب کی ٹوٹی ہوئی کلی کو جو اپنی برباد شدہ حالت میں بھی اتنی خوشنما تھی سیدھا کھڑا کرنے، اس کو غلط راہ سے بچانے اور آئندہ ایسی غلطیوں میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں نرمی سے، منت و التجا سے اس کو سمجھاؤں گا اور کہوں گا کہ اے راہ گم کردہ ہستی جب تک خدا کی دی ہوئی یہ پاک امانت ... زندگی تیرے پاس ہے، تو اس کی عبادت سے، توبہ و استغفار سے اور آئندہ نیکی سے اپنی گذری ہوئی خطاؤں کی تلافی کی کوشش کر۔ شاید وہ جو ارحم الراحمین ہے تجھ کو بخش دے۔ یہ آرزو تھی جو اب میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اور اسی کو پیش نظر رکھ کر میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ اوّل تو اس ملاقات کا موقعہ ہی نصیب نہ ہو سکا۔ اور دوسرے یہ بھی خیال آیا کہ اگر ایسی ملاقات اتفاقاً کسی موقعہ پر ہوگئی تو وہ ہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہوگی۔ اس لئے میں نے انتظار کا خیال چھوڑ دیا۔ اور اپنے سوچے ہوئے

ہوئے منصوبوں کو کسی بہتر وقت پر ملتوی کرنا انسب جانا۔

ان ایام میں جب کبھی کوئی شخص مکان کے دروازہ پر زور کی دستک دیتا تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے دروازہ کھولنے جاتا۔ کیونکہ خیال آتا تھا کہ اس خاتون کے انیبل ہونے کی صورت میں اس کے برباد کنندہ سرملکم دیونیہم کا کسی نہ کسی وقت اس سے ملنے اور اس کی کیفیت دیکھنے کے لئے آنا یقینی اور لازمی ہے۔ مگر دن پر دن گذرتے گئے اور اس کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ کم ازکم میں نے کبھی اس کو مکان پر آتے نہیں دیکھا اور اگر وہ کسی موقعہ پر آیا بھی تو ممکن ہے رات کے وقت آیا ہو۔ جس صورت میں مجھے اس کی آمد کا حال معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ میرا فرض دن میں دروازہ کھولنے کا تھا۔ رات کو یہ کام دوسرا نوکر فلپ کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت میں لاتعداد لوگ مالک کے مکان پر آتے تھے۔ دن بھر اور رات گئے تک۔ یعنی اس وقت بھی جب میں جاکر اپنے کمرہ میں آرام سے سوجاتا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے اور گھنٹی بجنے کی آوازیں سنائی دیتی رہتی تھیں پس کیا معلوم وہ کبھی رات کو آیا یا نہیں آیا!

پندرہ دن ہو گئے... پندرہ لمبے دن اس خاتون کو جو ایسے پراسرار حالات میں آئی تھی ڈاکٹر پامفرسٹ کے مکان پر رہتے ہوئے ہو گئے اور اس وقت دفعتاً ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے سب سے شکوک زائل کر کے اس بات کا پورا یقین دلا دیا کہ وہ خاتون انیبل ہی ہے۔ اس روز ڈاکٹر پامفرسٹ نے کئی خط مجھ کو ڈاک میں ڈالنے کے لئے دیئے تھے اور میں جب ان کو لئے ہوئے ڈاک خانہ کی طرف جا رہا تھا تو میری نگاہ بے مدعا ان خطوں کے سرنامہ کی طرف گئی ایک پر لکھا تھا۔

مسز لینوولر
۱۰۔ گریٹ رسل سٹریٹ۔ بلومبری
لندن

آہ وہ خط! ... وہ رسم تحریر کیا میں اس کو بھول سکتا تھا؟ یقیناً انیبل ہی کے لکھے ہوئے حروف تھے۔ گویا اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھے ہوں۔ کم از کم دس بار میں نے اس پتہ کو پڑھا۔ میں نے ایک ایک نقطہ کو اور ہر لفظ کے ایک ایک حرف کو احتیاط کے ساتھ دیکھا بے شک یہ انیبل کی تحریر تھی۔ بڑی آہستگی سے غمگینی اور افسردگی کی حالت میں میں ڈاکخانہ تک گیا۔ درمیان میں ایک وقت ایسا بھی تھا جب میرے جی میں آیا کہ اس خط کو کھول کر پڑھوں اور دیکھوں کہ ایک گنہگار بیٹی اپنی با محبت لیکن دکھیاری ماں کے نام کس انداز سے خط لکھتی ہے لیکن نہیں یہ ایک عارضی ترغیب تھی جو دل میں پیدا ہوئی اور نکل گئی۔

ایک سخت امتحان تھا جو میرے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرتے کرتے رہ گیا کیونکہ خیال آیا کسی کے خط کی حرمت چاک کرنا آداب شرافت سے بعید، فعل زبوں ہے جو کسی حال میں نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ اس پتہ کو پڑھ کر ایک خیال اور دل میں پیدا ہو گیا جو یہ تھا کہ مسز لینوور یقیناً اب تک اپنے شوہر کے پاس رہتی تھی۔ کیونکہ خط پر وہی اگلا پتہ درج تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ گو میرے فرار کے بعد میرے سنگدل اور بے رحم ماموں نے انیبل سے کتنی ہی سختی کا سلوک کیا ہو اور وہ سختی اس غم نصیب کو اپنا آبائی مکان ترک کرنے میں کتنی ہی اکساہٹ کا ذریعہ بنی ہو۔ کم از کم اس کی ماں، یعنی مسٹر لینوور کی بیوی اس کی سختی کے اثرات سے محفوظ تھی۔ کم از کم وہ اس گھر سے رخصت نہ ہوئی تھی۔ رحم عظیم کا احساس میرے دل میں اس نیکدل با اخلاق اور مبتلائے مصیبت خاتون کے لئے پیدا ہوا، جسے نامہربان تقدیر نے اس طرح کے سخت گیر، سخت دل شوہر سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اور جو اس کی سختیاں جھیلتے ہوئے اپنی پابند فرض اور نیک دختر کی صحبت سے بھی محروم تھی۔

اس طرح کے خیالات میں ڈوبا ہوا میں ڈاک خانہ سے ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کی طرف لوٹا۔ مگر طبیعت سخت پریشان تھی۔ اور جب دوسرے نوکروں نے دریافت حال کی کوشش کی تو میں نے ٹالنے والے جواب دیئے۔ بلکہ اس خیال سے کہ وہ مزید استفسارات

نہ کریں غیر معمولی سرگرمی سے کام میں مشغول ہو گیا۔

کئی دن گذر گئے، جون کی تئیس تاریخ کی آمد کے ساتھ وسط گرما کی رات سر پر آ پہنچی اس دن صبح کو جب آنکھ کھلی تو پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا اس دن کی ہیبت ناک اہمیت کا تھا۔ خیال آیا چند گھنٹوں کے عرصہ میں وہ سال جسے انیل کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا، ختم ہو کر ماضی کی دھند میں چھپ جائے گا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیا وہ بھی اس کے ساتھ ہی گذر جائے گی؟... میں نے وہمی خیالات کو دل سے نکالنے کی بہت کوشش کی تو بھی اس ہیجینی اور بے تابی کو جو دل کو لاحق تھی رفع نہ کر سکا۔ وہ خوفناک تاریخ دیو سیاہ کی مانند ہیبت ناک اور پُر خوف نظروں کے سامنے تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پُر اسرار روحیں استخوانی بازو پھیلائے ایک مخلوق کی پیش از وقت موت کا نوحہ کر رہی ہیں۔ ناظرین بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت نامعلوم اندیشوں اور فکروں سے میرے دل کی کیا حالت تھی۔ کس طرح اپنی پریشانیوں کو دبانے کی انتہائی کوشش کے باوجود بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ میں نے معلوم کیا کہ اس حالت میں اپنے اضطراب کو دوسرے نوکروں سے چھپانا غیر ممکن ہے۔ اور اگر میں نے ان کے سوالات کے ٹالنے والے جواب دیئے تو وہ کسی طرح ذریعۂ تسکین نہ ہوں گے۔ قدرتی طور پر وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ کوئی بات ایسی ہے جسے میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا اور خواہ ہمدردی کے خیال سے خواہ رفع استعجاب کی خاطر وہ ضرور مجھ سے سوالات پوچھنے کی کوشش کریں گے پس دن بھر میں ان سے الگ رہا اور جب کھانے کا وقت آیا تو بڑی کوشش سے ضبط کر کے بیٹھا۔

وہ دن بڑی تکلیف اور مصیبت کی حالت میں بڑی آہستگی کے ساتھ گذرا۔ بھیانک خیالات اور سیاہ ترین اندیشے ہر لحظہ میرے سینہ میں ہیجان کرتے رہے۔ بارہا میں اپنے دل سے کہتا کہ چارلسٹن کے گرجا کا واقعہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا نتیجہ تھا

مگر فوراً ہی کوئی آواز میری روح کے بطن سے خارج ہو کر جواب دیتی کہ نہیں وہ ایک حقیقت تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا کس بے تابی سے میں نے ایک ایک گھڑی گن کے سارا دن گزارا کس بے چینی کے ساتھ میں نے اس دن کے خاتمہ اور نئے دُکے آغاز کی آرزو کی۔ اور کس طرح جب رات سر پر آ گئی تو میرا دل کسی آنے والی مصیبت کے خیال سے بزور دھک دھک کرنے لگا اپنی اس وقت کی حالت میں میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ کوئی ہیبت ناک واقعہ ضرور پیش آنے والا ہے۔ گو اس کے ساتھ ہی میں نے جس طرح ممکن تھا اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میرے یہ اندیشے فرضی، وہمی اور بے بنیاد ہیں۔

بالآخر رات ہوئی اور ساڑھے دس کا عمل ہو گیا۔ اس وقت سب نوکر رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے بفقط جین جو نجی خادمہ کہلاتی تھی غیر معمولی مصروفیت کی حالت میں کبھی نیچے جاتی اور کبھی اوپر آتی تھی چنانچہ جس وقت سب نوکر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو وہ بدستور باورچی خانہ میں بیٹھی تھی۔ اور آتشدان میں اس طرح آگ روشن تھی گویا اس کا ارادہ فی الحال رخصت ہونے کا نہیں تھا۔ خیال آیا کہ وسط گرما کے دنوں میں آگ جلانا کیا معنی؟ اسے اس کے تاپنے کی حاجت نہ تھی۔ پس یہ آگ غالباً اس خیال سے جلا کر رکھی گئی تھی کہ مریضہ کے لئے گرم پانی یا کوئی اور چیز درکار ہو، تو اس کی تیاری میں مدد مل سکے۔

خیر میں اپنے کمرہ میں چلا گیا لیکن گو رات کافی جا چکی تھی۔ تاہم نیند کی رغبت نہ ہوئی۔ میں نے کپڑے بھی نہ اُتارے۔ اسی حالت میں بیٹھ کر بحرِ تفکرات میں ڈوب گیا۔ وقت گذرا جاتا تھا۔ گیارہ کی آہنی آواز قریبی گرجا سے سنائی دینی شروع ہوئی۔ بس اب ایک ساعت اور تھی۔ اس کے بعد سال کی مہلت پوری ہو جائے گی اور اگر بارہ بجنے کے بعد بھی انیل زندہ رہی تو یقیناً میں یہ سمجھوں گا کہ چارلٹن کے گرجا کا واقعہ محض میرا وہم تھا لیکن میں اس خیال کو تب ہی دل میں جگہ دے سکتا تھا جب آدھی رات گذر جائے اس سے پہلے

نہیں۔ فی الحقیقت آدھی رات کی آمد کے ساتھ ہی میرے وہموں اور اندیشوں نے تقویت حاصل کرنی شروع کی۔ میری پریشانیاں حد انتہا تک پہنچ گئیں۔ میری تشویش روح فرسا ثابت ہونے لگی۔

آدھا گھنٹہ اور گزرا۔ اب موجودہ سال کے ختم میں صرف آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ اس وقت میں نے باہر کا دروازہ کسی قدر سختی کے ساتھ کھلتے اور بند ہوتے سنا۔ گویا وہ شخص جو اس وقت گھر کے اندر آیا یا گھر سے باہر گیا، سخت اضطراب کی حالت میں تھا۔ اس کے فوراً بعد میرے کانوں میں بالمقابل مسٹر ساکنز کی دکان پر کسی کے پُر زور دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نے کھڑکی کے پاس جا کر دیکھا تو معلوم ہوا خود ڈاکٹر یا مفرٹ دواساز کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ دراصل وہ چھجہ جو میری کھڑکی کے آگے بنا ہوا تھا وہ ہر چند سڑک کے زیریں حصہ کے نظارہ کو روکتا تھا تاہم سامنے والے مکان کے دیکھنے میں اس سے کوئی رُکاوٹ پیدا نہ ہوتی تھی۔ میں نے جلدی سے شمع گُل کر دی تاکہ ایسا نہ ہو ڈاکٹر اسے دیکھ کر میرے اس وقت تک جاگنے سے ناراض ہو۔ اس کے باوجود کچھ اس طرح کی بے تابی میرے جی کو تھی کہ میں کمرہ کے اندر نہ ٹھہر سکا۔ اور موم بتی بجھا کر پھر دبے پاؤں کھڑکی کے پاس جا پہنچا۔ اس سُرخ لیمپ کی روشنی میں جو مسٹر ساکنز کے دروازہ پر جلتا تھا۔ میں نے دواساز کو باہر نکل کر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ساتھ ہمارے مکان کی طرف آتے دیکھا۔ باہر کا دروازہ پھر کھلا اور بند ہوا۔ اور اس بیتابی کی وجہ سے جو میرے جی کو تھی میں بھی اپنے کمرہ کا دروازہ کھول کر سیڑھیوں کے پاس کھڑا ہو گیا اور کان لگا کر سننے لگا۔ نیچے سے پیروں کی چاپ اور سرسراتی ہوئی آوازوں کا مدھم شور کانوں میں آ رہا تھا۔ یہ حالت قریباً ایک لمحہ قائم رہی۔ اس کے بعد میں پھر اس خیال سے شرمسار ہوا کہ کسی کی باتیں چھپ کر سننا ذلیل حرکت ہے۔ پس یہ سوچ کر میں اپنے کمرہ میں آ گیا۔ لیکن گھبراہٹ میں دروازہ بند کرنا یاد نہ رہا۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر میں پھر

سارے حالات پر غور کرنے لگا۔ قریباً دس یا پندرہ منٹ اسی حالت میں گذرے ہوں گے، اور اس وقت پھر ایک بار مکان کے پچھلے حصہ میں پیروں کی تیز چاپ پہلے سے زیادہ مضطربانہ حالت میں سنائی دی۔ ایک دفعہ پھر مجھے پر خوف اندیشے لاحق ہوئے اور شدت اضطراب سے میری یہ حالت ہوگئی کہ دماغ قول و فعل کا مختار نہ رہ سکا۔ میں دوڑ کر باہر نکلا۔ کوئی آواز غائبانہ مجھ سے کہتی تھی کہ کوئی سانحۂ عظیم پیش آیا ہے۔ وہ سب ذہنی اندیشے اور فکر آمیز تشویشیں جو پیشتر دل کو لگی ہوئی تھیں، وہ چند شدت سے تازہ ہوئیں۔ میں باہر کھڑا ہو کر سن رہا تھا کہ پہلی منزل سے ملی جلی آوازیں میرے کان میں آنی شروع ہوئیں۔ لیکن اے رحم خدا! ... وہ کیا الفاظ تھے جو مجھ کو سنائی دیئے؟ وہ کیا فقرہ تھا جو میرے کانوں تک پہنچا؟ ...

"ہولی" ایک آواز جسے میں نے فوراً پہچانا مسز پامفرٹ کی تھی، کہتے سنائی دی۔ "غریب بے چاری ..."

"کیا مر گئی؟" یہی کنیز جین نے جو اس موقعہ پر سیڑھیوں پر چڑھتی آرہی تھی چونک کر پوچھا۔

"مر گئی!" اس کے ساتھ ہی تیز چیخ کی صورت میں میرے منہ سے نکلا۔ اور ایسا معلوم ہوا اس لفظ کی آواز صدمہ ذہنی کی شدت سے میرے دماغ پر اثر انداز ہوئی اور تیر کی مانند خانۂ دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ اس کے ساتھ ہی طاقت ضبط نے جواب دیا۔ اور جوش نے اتنا غلبہ کیا کہ دماغ بدن کے فعلوں کا مختار نہ رہ سکا۔ "مر گئی! میرے خدا ایتھل مر گئی!" یہ صدا پر شور آواز سے میرے کانوں میں آتی تھی۔ اور مجھے اس کو سوچنے اس پر غور کرنے کی مہلت نہ تھی۔ اندھا دھند دوڑتا میں سیڑھیوں سے اترا۔ مسز پامفرٹ اور جین نے میرے منہ سے نکلا ہوا جملہ سن لیا تھا۔ اور اس کے بعد میرے دوڑتے ہوئے پیروں کی آواز بھی ان کے کانوں میں پہنچ چکی تھی۔ پس دونوں حیران و ششدر

میرے اس غیر معمولی جوش کو سمجھنے سے قاصر اس مقام پر کھڑی تھیں۔ میں دوڑتا ہوا ان کے پاس ہو کر نکل گیا۔ اُن کے بازو مجھ کو پکڑنے کے لئے بڑھے اور پھیلے ہوئے رہ گئے مگر میں ان کی گرفت سے بچ کر اس دروازہ کی طرف ... جو کھلا تھا اور جس کے اندر شمع کی روشنی جھلملا رہی تھی۔ اس وقت میرے جوش دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ دو بے کس عورتیں تو کیا مردوں کی پوری فوج بھی مجھ کو ... کنے کی طاقت نہ رکھتی تھی۔ بے تحاشہ مجنونانہ دوڑتا میں اس کمرہ میں گھس گیا۔ وہ نشست گاہ کی طرح آراستہ تھا۔ آندھی کی رفتار سے میں اس جگہ سے گزر کر ایک اور کمرے میں جو اس کے پیچھے واقع تھا جا پہنچا یہ خوابگاہ تھی۔ ایک موٹی شمع میز پر جلتی تھی۔ اور ایک بوڑھی عورت جو میرے خیال میں نرس تھی کمرے سے باہر آنے کی تیاری کر رہی تھی۔ ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر ساکنز بھی دروازہ کی طرف آنے لگے تھے... غالباً اس خیال سے کہ دیکھیں اس شور و شر کا کیا مطلب ہے۔ لیکن ہر چیز کو نظر انداز کر کے، کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لا کر مایوسی اور دیوانگی کا شکار بنا ہوا میں ان کے پاس سے دوڑتا اندرونی کمرہ میں گھس گیا۔ وہاں اپنے بستر پر ایک بے جان صورت پڑی تھی جس کے گنجان بھورے بال سپید تکیہ پر بکھرے ہوئے تھے جس کا خوشنما چہرہ حالت مرگ میں سنگ مرمر کی طرح سپید تھا!

"ائیبل! پیاری ائیبل!" میں نے ناقابل برداشت غم کی حالت میں جوش کے ساتھ کہا اور میں اس کے پہلو میں دو زانو ہو کر اس کے نازک ہاتھوں کو جو اس راحت کی نیند سوتی تھی جس سے کبھی کوئی سونے والا بیدار نہیں ہوا۔ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

عین اس وقت پاس کے گرجا سے گھڑیال نے آدھی رات کا گھنٹہ بجانا شروع کیا۔ اور جب اس کی پُرشور آہنی آواز کمرہ میں گونج پیدا کرتی ہوئی میرے کانوں میں داخل ہوئی تو یہ معلوم ہوا گویا چارلٹن کا گرجا ٹھیک اس آواز سے جو ایک سال پیشتر میں نے وسط گرما کی رات کو سُنی تھی اور جس نے وہ ہولناک پیش گوئی کی تھی جو آج اس مہلک

صورت میں پوری ہوئی بج رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بے رحم ہاتھ نے مجھے شانہ کے پاس پکڑا اور ڈاکٹر پامفرٹ کی آواز سختی کے لہجہ میں بعض الفاظ کہتے سنائی دی جن کا مطلب میری سمجھ میں نہ آسکا۔ کیونکہ عین اس وقت میرے دماغ میں چکر آنا شروع ہوا۔ کمرہ اور اس کا سامان میرے چاروں طرف گھومنے لگا۔ لاش بھی حرکت کرتی نظر آئی۔ اور پُرشور کراہتی ہوئی آواز کے ساتھ میں وہیں فرش زمین پر گر کر بے ہوش ہوگیا!

---

# باب ۳

## میرا کمرہ

آنکھ کھلی تو میں اپنے کمرہ میں بستر پر پڑا تھا۔ کپڑے اُترے ہوئے اور دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا گویا ایک دہشتناک خواب تھا جو میں نے سوتے میں دیکھا مگر اس کی نوعیت اور تفصیل فوراً ہی پوری طرح ذہن میں نہ آسکی۔ مگر جلدی ہی ایک بھیانک یاد دل میں پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اور کمرہ موت کا نظارہ حیرت انگیز تیزی کے ساتھ واضح اور صاف آنکھوں کے سامنے پھر گیا میں چونک کر اُٹھا اور اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ گویا میری وہ ایک نگاہ ان سارے اسرار کو جن کا پردہ میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا حل کر سکتی تھی۔ گویا میں اس ایک نگاہ کے ذریعہ سے اس واقعہ کی اصلیت یا فرضیت کا یقین حاصل کر سکتا تھا لیکن اُٹھنے کی کوشش کے ساتھ ہی ضعف عظیم کا احساس غالب ہوا اور میں اس طرح تھک کر پیچھے گر پڑا گویا کسی لمبی اور تکلیف دہ بیماری سے گذرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے سر میں اس شدت کا درد ہونا شروع ہوا کہ آنکھیں بے اختیار بند ہوگئیں

اور ایک ہاتھ بلاارادہ پیشانی کی طرف اٹھا۔ تب میں نے دیکھا کہ کپڑے کی پٹی میرے ماتھے پر بندھی تھی۔ اور جب میرا ہاتھ اس پٹی کے اوپر سے گذرا تو درد کی تیز ٹیسیں کنپٹیوں میں اُٹھنی شروع ہوئیں جس سے فوراً یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ غالباً بیہوشی میں میرے جونکیں لگوائی گئی ہیں۔ خیال کے آتے ہی خوف کی تھرتھری سر سے پاؤں تک بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی اور ہیبت و سراسیمگی کا احساس غالب ہونا شروع ہوا۔ سوچتا تھا کیا یہ سچ ہے؟... کیا واقعی میں اس پلنگ کے پاس جس پر بدنصیب انیبل مردہ پڑی تھی، بیہوش ہو کر گرا تھا؟... کیا سچ مچ اس واقعہ کے بعد شدید بیماری مجھ کو لاحق ہوئی تھی جو ممکن ہے گھنٹوں... اور ممکن ہے دنوں یا ہفتوں لمبی ہوئی ہو۔ پھر اس کے علاوہ چارلٹن کے گرجا میں دیکھے ہوئے نظارہ کی یاد بھی تازہ ہوئی۔ ہیبت ناک خیالات دل میں اُٹھنے شروع ہو گئے۔ ایک عجیب طرح کا ذہنی خوف طاری ہوا۔ گو سچ پوچھئے تو میں اس احساس کو صحیح طور پر خوف بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اگر اس وقت انیبل کی روح میرے سامنے سے گذرتی تو میں بالکل خوفزدہ نہ ہوتا۔

چند منٹ کے عرصہ تک میں اس طرح کی ذہنی حالت میں رہا جس کی تشریح سہل نہیں۔ جی میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کوئی شخص کمرہ کے اندر آئے اور میں اس سے سوالات پوچھوں۔ کیونکہ میرا دل کئی سوالوں کے جواب حاصل کرنے کو بے تاب تھا۔ مثلاً یہ کہ میں کتنی مدت بیمار رہا۔ کیا اس وقت کے بعد جب میں نے انیبل کی بے جان لاش کو مرمری بت کی طرح اس حالت میں بستر مرگ پر پڑے ہوئے دیکھا تھا کہ اس کے گنجان سنہرے بال تکیہ پر بکھرے ہوئے اور چہرہ پر خواب راحت کا سکون طاری تھا چند گھنٹے گذرے تھے یا اس واقعہ کو پیش آئے کئی دن گذر چکے تھے؟ پھر ایک بار میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نہ اٹھ سکا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا جسمانی قوا

شدتِ ضعف سے بالکل جواب دے چکے ہیں۔ میں کمزوری اور نقاہت کی درجۂ انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔ اتنی طاقت بھی میرے اندر نہ تھی، جتنی ایک دودھ پیتے بچّے میں ہو سکتی ہے۔

رفتہ رفتہ آہستگی کے ساتھ شدتِ ضعف سے غنودگی طاری ہونی شروع ہوئی۔ جو چیزیں کمرہ کے اندر رکھی تھیں، دھندلی نظر آنے لگیں۔ حتّٰی کہ بالکل ہی آنکھوں سے چھپ گئیں۔ اور گہری نیند کی محویت غالب آئی۔ اس وقت خواب کی سی حالت میں ایسا معلوم ہوا کہ میرے کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور وہی بوڑھی نرس جسے میں نے بعد مرگ انیبل کے سرہانے بیٹھے دیکھا تھا بڑی آہستگی سے چلتی میرے بستر کی طرف آئی۔ لیکن ... راحم خدا! یہ دوسری صورت جو اس کے پیچھے پیچھے آتی تھی، یہ کس کی تھی؟ ایک نازک اور حسین صورت جس نے سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا... وحشت آمیز خیالات میرے دماغ میں پیدا ہونے لگے اور میں نے دیکھا کہ اس نازنین کے بالوں کی رنگت وہی تھی جو بدنصیب انیبل کے بالوں کی تھی۔ فرق اگر تھا تو محض یہ کہ انیبل کے بال گھومی ہوئی صورت میں گردن کے گرد اور شانوں پر چھائے ہوئے تھے اور اس نازنین کے دو بھاری چوٹیوں کی صورت میں گندھے ہوئے۔ جن میں سیاہ موباف پڑے تھے۔ وہ جس وقت اندر آئی تو میں نے اس کا چہرہ نہ دیکھا تھا مگر اس کے تھوڑی دیر بعد وہ جب میرے بستر کے پاس آ کر ٹھہری اور جھک کر میری طرف دیکھنے لگی تو... اُف! ضعفِ دماغ کی انتہا، یہ کیا خواب تھا جو مجھ کو نظر آیا؟ کیونکہ وہ انیبل کا اپنا چہرہ تھا جو میرے بستر پہ جھکا ہوا ہمدردانہ نگاہ سے میری طرف دیکھتا تھا۔ بے شک یہ وہی صورت تھی۔ گو اس میں شک نہیں اس کے چہرہ کی رنگت یاقوتی ہونٹوں کے سوا جو حسبِ معمول سُرخ تھے بالکل پیلی اور سپید تھی۔ میرے خدا کیا یہ انیبل کی روح تھی جو دوسری دنیا سے میرے ٹوٹے ہوئے دل کو تسکین دینے آئی تھی

یا یہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا فرضی تصور تھا؟ مگر آہ! اس کے فرشتگانہ چہرہ پر درد و غم کے کیسے گہرے آثار نمودار تھے۔ کیسی میٹھی ہمدردانہ نگاہ سے اس کی آنکھیں میری طرف دیکھتی تھیں۔ جی چاہتا تھا بازو پھیلا کر اس خوشنما فرضی صورت کو پکڑ لوں اور حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ مگر آنِ واحد میں وہ نظروں سے چھپ گئی اور اس کے بعد پھر وہی خواب کی تاریکی.... سیاہ تاریکی نظروں کے سامنے پھر گئی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو ایک چھوٹی سی میز پر موم بتی جلتی تھی اور اس کے پاس دوا کی بوتل پڑی تھی۔ میں نے حواس بجا کرنے کی کوشش میں اپنا ہاتھ پیشانی کی طرف اٹھایا اور اس وقت معلوم ہوا کہ وہ پٹی جو پہلے اس پر بندھی تھی اب غائب ہے۔ میں نے کنپٹیوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا، جونکوں کے زخم ان پر موجود تھے اس سے معلوم ہوا کہ میں بہت سخت بیمار رہ چکا تھا۔ شاید میں ہذیان کرتا رہا تھا۔ شاید خطرناک سرسام کی حالت طاری ہو گئی تھی اور اب پہلی مرتبہ مجھے اس بات کا یقین ہوا کہ اس دن کے بعد جب میں انیبل کی لاش کے پاس گر کر بیہوش ہوا تھا۔ صرف چند گھنٹے نہیں بلکہ مسلسل کئی دن گذر چکے تھے جس صورت میں... ہائے افسوس! اس کا نازک لاشہ اس سے بہت پہلے تنگ و تاریک تابوت میں بند ہو کر سرد اندھیری قبر میں دفن ہو چکا ہوگا۔ اور میں اس روئے دلفریب کو پھر کبھی اس دنیا میں نہ دیکھوں گا۔ خیال کے آتے ہی آنسوؤں کے قطرے ٹپ ٹپ میری آنکھوں سے گرنے لگے۔ سسکیوں کی کثرت سے ایسا معلوم ہوا گویا میرا دل ٹوٹتا جا رہا تھا۔ اور انیبل کا نام کلمہ حق کی طرح وردِ زبان ہوا۔ قریباً تین گھنٹے میں اسی حالت میں بستر پر پڑا رہا۔ پاس کے گرجا سے پہلے ایک بجنے کی آواز سنائی دی پھر دو کی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ پھر ایک بار غنودگی طاری ہونے لگی۔ یاد نہیں میں کب تک سویا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک اور نہایت عجیب خواب

نظر آنا شروع ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ دن نکلا ہوا ہے اور میرے کمرہ میں ہر طرف روشنی ہے۔ دروازہ کھلا اور بوڑھی نرس بڑی احتیاط سے دبے پاؤں چلتی نظر آئی۔ اب کی بار پھر وہی دلفریب صورت جو پہلے میں نے دیکھی تھی اور جس کا چہرہ انیبل کے چہرہ سے ملتا تھا سیاہ ماتمی لباس پہنے اس کے پیچھے داخل ہوئی۔ اس دلفریب صورت کو دیکھ کر ایک عجیب طرح کی فرحت مجھ پر طاری ہونی شروع ہوئی۔ مسرور نظروں سے میں نے اس کو دروازہ سے چل کر اس بستر کی طرف آتے دیکھا جس پر میں پڑا ہوا تھا۔ اور جب اس کے بعد وہ کھڑے ہو کر جھک کر میری طرف دیکھنے لگی تو رنج و غم کے ساتھ گہری ہمدردی کے آثار اس کے فرشتگانہ چہرہ پر نظر آئے۔ اب کی بار میں نے اسکی صورت کا بڑے غور سے معائنہ کیا اور مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ شکل و صورت چال ڈھال اور قد و قامت کے اعتبار سے وہ ہر طرح انیبل سے ملتی تھی۔ وہی نازک بدن تھا، وہی خطوخال کی موزونی، وہی مخصوص دلفریبی جو سترہ سال کی دوشیزگی میں پائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ چہرہ کی ساخت، موٹی خوشنما آنکھوں کی نیلگوں رنگت اور سنہرے بالوں کی چمک اور خوشنمائی بھی وہی تھی۔ سیاہ پوشاک کی وجہ سے اس کے بدن کی سپید رنگت اور زیادہ شفاف نظر آتی تھی۔ اور اس کے سارے خطوخال بدنی ساخت کا ہر پہلو اور چہرہ کی ہر ایک خصوصیت انیبل سے پوری طرح ملتی تھی۔ میں اس وقت نیند میں بھی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیوں یہ عجیب و غریب خواب دوبار مجھ کو نظر آیا؟ کیوں ہر مرتبہ وہ اس بوڑھی نرس کے ساتھ آتی دکھائی دی یعنی اس بدصورت عجوزہ کے پہلو میں جس کا جھرّی دار چہرہ اور نیز خط و خال انیبل کی دلفریبی کے مقابلہ میں سخت مکروہ دکھائی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ پھر وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے سے مٹ گیا اور جب اس کے تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو کمرہ خالی اور میں تنہا اپنے بستر پر پڑا تھا۔

دن کی روشنی کمرہ کے اندر پھیلی ہوئی تھی۔ گرجا کا گھڑیال آٹھ بجا رہا تھا۔ میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر کمرہ کے اطراف میں ڈالی۔ وہ مومی شمع جو مجھ کو جلتی نظر آئی تھی اب اس جگہ موجود نہ تھی۔ اور دوا کی بوتل بھی جو میں نے اس کے پاس پڑی دیکھی تھی کسی دوسرے مقام پر رکھی ہوئی تھی۔ اب یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس بوتل کے اندر دوا کی مقدار کافی گھٹ چکی تھی۔ میرے منہ کا ذائقہ بھی کڑوا تھا جس کے باعث میں محسوس ہوا کہ بخار کی پیدا کی ہوئی کڑواہٹ نہیں دوا کا تلخ ذائقہ تھا جو بے ہوشی میں میرے منہ میں داخل کی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص حال میں اس کمرہ کے اندر آیا لیکن کیا وہ بوڑھی نرس تھی جسے میں نے پہلے حالت بیداری میں اور اس کے بعد خواب میں کمرہ کے اندر آتے دیکھا تھا؟ مجھے یہ سوچ کر بڑی حیرت ہوئی۔ کہ کیا یہ میرے دماغ کا فتور تھا کہ جتنی مرتبہ وہ بوڑھی عورت مجھے کمرہ میں داخل ہوتی نظر آئی تو مُردہ انیبل کی ماتمی روح افسردہ وغمناک اس کی پشت پر موجود تھی۔

میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن میں ایک روز پہلے کی نسبت قدرے توانائی پیدا ہو چکی تھی چنانچہ آج جب میں اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھا تو انتہائی ضعف کی وہ کیفیت جو مجھے ایک پل کو بیٹھنے نہ دیتی تھی پیدا نہ ہوئی۔ اس کے باوجود جب میں نے بستر سے فرش زمین پر اُترنے کی کوشش کی تو ایسا نہ کر سکا کیونکہ میرا بدن اب بھی حد درجے کمزور تھا۔ اب میں نے بیدار رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ جس وقت کوئی آدمی کمرہ میں داخل ہو تو میں اس سے وہ سوالات پوچھوں جن کی دریافت کے لئے میرا جی اتنا بے تاب ہو رہا تھا اس کے چند منٹ بعد دروازہ کے باہر کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور وہی بوڑھی نرس پھر ایک بار داخل ہوئی۔ آہ۔ میں بیان نہیں کر سکتا کس طرح دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میں نے اپنی آنکھیں یہ معلوم کرنے کو دروازہ کی طرف پھیریں کہ کیا انیبل کی ماتم پوش روح سیاہ لباس میں سابق کی طرح اب بھی اس کی

پشت پر نظر آئے گی ؟ مگر افسوس میری آرزوؤں کی ناکامی، بوڑھی عورت نے اندر آ کر دروازہ پھیر لیا۔ نہ کوئی دوسری عورت اس کے ساتھ اندر آئی، نہ کسی نے اس کے بعد اندر آنے کے لئے دروازہ کھولا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ وہ اگر سچ مچ انیبل کی روح تھی تو پھر اسے اندر آنے کے لئے دروازہ کھولنے کی کیا حاجت ؟ کیونکہ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ روحوں کی آمد و رفت بند دروازوں، پختہ دیواروں، یا آہنی فصیلوں سے بھی روکی نہیں جا سکتی۔ بڑی دیر تک میں اس کے داخلہ کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن وہ نظر نہ آئی۔ اکیلی نرس ہی میرے کمرہ میں کھڑی تھی۔

اس کو مخاطب کر کے آخر کار میں نے پوچھا۔ "مجھے بیمار رہتے کتنا عرصہ ہو گیا ؟" اور اس وقت خود مجھ کو اپنی آواز کی نقاہت اور کمزوری پر حیرت ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے معلوم کیا کہ الفاظ منہ سے نکالنے میں مجھ کو کتنی کوشش سے کام لینا پڑا۔

"غریب لڑکے۔ کیا آخر کار تم بولنے کے قابل ہو گئے ؟" بوڑھی عورت نے ہمدردانہ نگاہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں نے معلوم کیا کہ گو اس کے خط و خال اچھے نہ تھے تاہم اس کا انداز شریفانہ اور آواز دلِ مجروح کو تسکین دینے والی تھی۔ "تم کو بیمار ہوئے تقریباً دس دن ہو گئے، اور اس عرصہ میں تم بڑی خطرناک حالت سے گذرے ہو بہر حال میں چاہتی ہوں کہ تم اب زیادہ گفتگو نہ کرو۔ کیونکہ بہت کمزور ہو۔ اور ڈاکٹر صاحب کی ہدایت یہی ہے۔"

"آپ کہتی ہیں مجھ کو بیمار ہوئے دس دن ہو گئے۔" میں نے اس طرح کی مری ہوئی آواز سے کہا جو میرے اپنے کانوں کو مشکل سے سنائی دیتی تھی اور اس کے بعد یہ کہتے ہوئے میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ "افسوس! سب کچھ ہو چکا۔ میری انیبل اب کنج لحد میں آرام کی نیند سوتی ہے اور میں اس زندگی میں پھر کبھی اس کو نہیں دیکھ سکوں گا۔"

"غریب جوزف!" نرس نے نیم بے خبری کی حالت میں اس طرح بڑبڑاتے ہوئے کہا گویا اسے بالکل خیال نہ تھا کہ اس کے الفاظ شاید میرے کانوں میں بھی پہنچ جائینگے "جب سے بیمار ہوا ہے اسی نام کی رٹ لگائے جاتا ہے۔"

"مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب میں ہذیان نہیں کرتا اور پوری طرح ہوش میں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ گو اس نے پھر بھی میری طرف رحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ غالباً وہ اپنے جی کو اس بات کا یقین نہ دلا سکتی تھی کہ میں واقعی ہوشمند ہوں۔ مایوسانہ سر ہلاتے ہوئے کہنے لگی "افسوس۔ معلوم ہوتا ہے بخار کا اثر اب تک زائل نہیں ہوا۔"

"نرس۔" میں نے اب اپنی آواز کو جہاں تک ممکن تھا اونچا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یقین کرو۔ جو کچھ میں اس وقت کہتا ہوں وہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا نتیجہ نہیں ہے۔ میرے حواس اب بجا ہیں۔ جو کچھ ابھی آپ نے مجھ سے کہا ہے میں اس کا مطلب پوری طرح سمجھتا ہوں۔ اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ میں دس دن تک بیمار رہا ہوں اور میرے جونکیں لگائی گئی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے دونوں ہاتھ کنپٹیوں کی طرف اٹھائے۔

"عزیز لڑکے۔" نرس نے کسی قدر خوش ہو کر کہنا شروع کیا "اگر تم واقعی صحتیاب ہو گئے ہو تو اس واقعہ کی سب سے زیادہ خوشی میرے اپنے دل کو ہے۔ کیونکہ سچ جانو۔ تم بہت سخت بیمار رہے ہو۔ بہرحال اب تمہاری صحت یابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ نہ تم جوش میں آؤ اور نہ گذرے ہوئے واقعات کو یاد کرو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

میں اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ پچھلے دنوں کس طرح میں نے عجیب و غریب خواب دیکھے تھے۔ اور کس طرح اس کی پشت پر میں نے اینیل کو کمرہ میں اُڑتے دیکھا تھا۔ مگر میں اس خیال سے جرأت نہ کر سکا کہ اسے میرے وہم اور دماغی کمزوری پر محمول کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ میں اس تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی اتنا تھک گیا تھا کہ مجبوراً چپ ہو جانا پڑا۔ اتنے میں نرس کہنے لگی "میں اب جا کر ڈاکٹر صاحب کو تمہاری بیداری کی خبر دیتی ہوں میں ان کو تمہاری اصلاح یافتہ حالت سے بھی مطلع کروں گی۔ اور یہ پوچھوں گی کہ آئندہ تمہیں کیا غذا دی چاہیئے۔" اس کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ بڑی نیک اور رحمدل عورت ہے۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعدازاں صحت یاب ہونے پر مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ کسی زمانہ میں بڑی آسودہ حال عورت تھی۔ مگر بعض مصیبتوں کی وجہ سے اس کو نرس کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔

اس کے رخصت ہو جانے کے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر پامفرٹ حسب معمول پھولدار ریشمی گون پہنے میرے کمرہ میں آئے۔ شروع میں جب مجھے ان کے پاؤں کی آواز کمرہ کے باہر سنائی دی۔ تو میں اس خیال سے ڈر گیا کہ شاید وہ مجھے اس بات پر سختی سے تنبیہ کریں گے کہ کیوں میں نے اس رات جس سے میری موجودہ بیماری کا آغاز ہوا تھا۔ پہلی منزل کے کمرہ میں گھسنے کی کوشش کی تھی۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ جب اندر آئے تو چہرہ پر تبسم اور منہ میں حوصلہ افزائی کے الفاظ تھے۔ اس طرح کی حالت میں گویا انہوں نے میرے اندیشوں کو پہلے ہی اچھی طرح سمجھ لیا تھا اندر آتے ہی اپنے معمولی نرم لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "جوزف۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ میں تم کو فہمائش کرنے نہیں آیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا ہے اس کے بارے میں ایک لفظ تک کہنا نہیں چاہتا۔"

انہوں نے کرسی کھینچ کر میری چارپائی کے پاس رکھ لی۔ پھر اس پر بیٹھ کر میری نبض دیکھی۔ مختصر لفظوں میں کیفیت پوچھی۔ اور آخر کار کہا "اب تم پہلے کی نسبت اچھے ہو اور امید ہے جلد شفایاب ہو جاؤ گے۔ مرض اس میں شک نہیں خطرناک تھا تاہم اندیشہ کی حالت گذر گئی۔ اور اب کسی بات کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر تم کو رغبت ہو تو میں تھوڑا سا

خشک توس ادر چائے تمہارے لئے بھجوا دوں گا" انہوں نے اس موقعہ پر اس قابلِ یاد رات کے واقعات کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا۔ اور نہ ہی مجھ سے پوچھا کہ تم اس بد نصیب مرنے والی سے کیونکر واقف ہوئے؟ ان کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ حتیٰ کہ جو شخص ان کے عادات وخصائل سے واقف نہ ہوتا وہ یہی سمجھتا کہ ان کے لفظوں میں ہمدردی اور دلسوزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ تمہیں جس چیز کی حاجت ہو فی الفور مہیا کر دی جائے گی۔ اور ضرور تم بہت جلد شفایاب ہو جاؤ گے۔ میں جواب میں شکریہ کے چند الفاظ کہنا چاہتا تھا۔ مگر انہوں نے جلدی سے مجھے یہ کہہ کر روک دیا کہ" اپنی موجودہ حالت میں تم جتنا کم بولو اچھا ہے"۔ اور اس کے بعد کمرہ سے رخصت ہو گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد نرس میرے لئے کھانے کی وہ چیزیں لے کر حاضر ہوئی جن کا وعدہ ڈاکٹر صاحب نے کیا تھا۔ انہیں کھا پی کر مجھے ایک نئی طرح کی فرحت حاصل ہوئی۔ اور اس کے بعد جلدی ہی آنکھ لگ گئی۔

پھر ایک بار گو میں نہیں جانتا کتنے لمبے وقفہ کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر از سرِ نو وہی کیفیت طاری ہونے لگی ہے جس میں خوشگوار خواب عجیب وغریب صورتوں سے ملے ہوئے مجھ کو نظر آتے تھے۔ معلوم ہوا جس وقت میری آنکھ کھلی تو دن نکلا ہوا تھا اور سورج کی روشنی پوری آب وتاب کے ساتھ کھڑکیوں سے داخل ہو تی تھی۔ دفعتاً کمرہ کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور میری امید کے برخلاف نرس کی بجائے وہ پُر اسرار روحانی صورت داخل ہوئی جو آنجہانی اینیل سے حیرت انگیز مشابہت رکھتی تھی اس موقعہ پر بھی اس نے وہی ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔ مجھے اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی۔ حتیٰ کہ اس کے پاؤں کی چاپ بھی میرے کانوں میں دبی ہوئی آواز کے ساتھ آئی۔ وہ آہستگی سے چلتی میرے بستر کے پاس پہنچی۔ اور پھر ایک بار جھک کر نرم اور غمگین ہمدردانہ طریق پر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میں اس سے دریافت

حال کی خواہش رکھتا تھا مگر افسوس زبان بند تھی۔ انتہائی کوشش کے باوجود الفاظ منہ سے نہ نکل سکتے تھے۔ اس اثناء میں اس کا خوشنما چہرہ میرے اوپر جھکا ہوا حیرت انگیز طریقہ پر میری بے تاب روح کو مسکن کر رہا تھا اور دلفریب شرمیلی آنکھیں چہرہ پر لگی ہوئی سینہ کو منور کرتی تھیں۔ پھر ایک بار میں نے آواز نکالنے کی کوشش کی اور آخر کار بڑی مشکل سے اس طرح کی مری ہوئی آواز میں جو میرے کانوں کو پولی اور عجیب معلوم ہوتی تھی اس قدر کہنے میں کامیاب ہوا۔

"انیبل۔ سچ بتا۔ کیوں تو مجھ کو خواب کی مانند دکھائی دیتی ہے؟ کیا تو دوسری دنیا کی پیغامبر ہو کر آئی ہے؟ یا اس دنیا کی کوئی بات ایسی ہے جو تو مجھ سے کہنا چاہتی ہے انیبل تو خوش ہے یا ناشاد؟ کیا حالت تجھ پر گذری ہے؟ اس نئی دنیا میں تیرے اوقات کیونکر بسر ہوتے ہیں؟ افسوس۔ تو نہیں جانتی کہ جب تو اس دنیا میں ذی حیات تھی تو کتنی گہری محبت مجھے تجھ سے تھی۔ سچ جان تو مجھے بہنوں سے بڑھ کر عزیز تھی اور میں بھائی کی طرح تجھ پر جان نثار کرتا تھا بے شک کچھ غلطیاں تجھ سے ہوئیں مگر ان سے میری بے پار محبت میں فرق نہیں آیا۔ انیبل کیوں تو چپ ہے۔ کس لئے تو میری باتوں کا جواب نہیں دیتی۔ کیوں تو اس سے نہیں بولتی جس کو ہمیشہ تجھ سے ناقابل بیان گہری محبت تھی..."

"جوزف۔ پیارے جوزف" ایک بہت میٹھی آواز جو میرے کانوں کو پہچانی ہوئی معلوم ہوتی تھی سنائی دی۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ دوسری دنیا سے آنے والے فرشتوں کی اپنی آواز ہے۔

"اوہ۔ انیبل شکر ہے تو نے زبان کھولی۔" میں نے خوش ہو کر کہا اور اپنا ایک ہاتھ جلدی سے اس کی طرف بڑھایا۔

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مجھے اس کے نرم ہاتھ کا دباؤ اچھی طرح محسوس ہوا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ لاش کی طرح سرد نہیں۔ زندگی کی حرارت

سے گرم تھا... اے پاک خدا کیا یہ سچ مچ عالم بیداری تھا؟ کیا یہ ہستی جو میرے پہلو میں کھڑی تھی اینیل کی اپنی تھی؟ یعنی زندہ اور صحیح سلامت گوشت اور پوست کی بنی ہوئی اینیل کی، جو محض اس کی روح نہ تھی... حیرت اور حد سے زیادہ بڑھی ہوئی خوشی کے مشترک احساس نے میرے کمزور دماغ پر شراب تیز کا اثر پیدا کیا۔ اور ایک دفعہ پھر مجھے غش آگیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو وہی بوڑھی نرس میرے بستر کے پاس بیٹھی تھی۔ میں نے اینیل کی تلاش میں کمرے کے اندر چاروں طرف نظر ڈالی۔ لیکن افسوس وہ اب کہیں نظر نہ آتی تھی۔ جس سے مجھ کو جلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ یہ سب اسی اگلے سلسلہ کا ایک اور دلکش خواب تھا۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار میری آنکھوں سے بہنے لگے۔ آہ۔ کتنا راحت انگیز خواب اور یہ اس کی حقیقت! مانا کہ وہ مجھے نیند میں آکر مل گئی اور اس نے خواب میں گفتگو بھی کی مگر اس سے حاصل کیا؟ وہ بہر حال اس دنیا میں زندہ نہ تھی کیونکہ میں اس کی دلفریب پیاری صورت کو اپنی آنکھوں سے بے جان پڑا دیکھ چکا تھا لیکن... ممکن تھا وہ حالت جسے میں نے غلطی سے موت سمجھا تھا عالم سکرات ہو، اور کسی معجزۂ غیبی کی مدد سے وہ پھر زندہ ہو گئی ہو۔ مگر اس صورت میں بھی سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے ماتمی لباس پہننے کی کیا وجہ تھی؟ اپنی موجودہ حالت میں معاملہ میرے لئے حد فہم سے باہر تھا۔

"جوزف۔ عزیز لڑکے نہ رو۔" دفعتاً بوڑھی نرس نے بڑے نرم مسکن لہجہ میں مجھ سے کہا۔ "تم جلدی ہی پھر اسے دیکھو گے..."

"میرے خدا!" میں نے اس کے لفظوں سے چونک کر جوش آمیز لہجہ میں پوچھا۔ "کیا تم میرے دل کے حال سے واقف ہو؟ کیا تم ان خوابوں کے حال سے واقف ہو، جن میں وہ مجھ کو نظر آیا کرتی تھی...؟"

"میرے عزیز۔ جو کچھ تم نے دیکھا وہ خواب نہ تھا۔" نرس نے جلدی سے قطع کلام کرکے کہا۔ "دراصل جسے تم نے دیکھا تھا وہ زندہ اور صحیح سلامت موجود ہے۔"

"کیا!... انیبل زندہ اور صحیح سلامت ہے؟" میں نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی شدت جوش سے پھر ایک بار اپنے تکیہ پر گر پڑا۔

"ہاں وہ زندہ ہے۔" نرس نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "انیبل لینوور زندہ ہے۔ وہ جو مر گئی اس کی توام بہن وایولٹ تھی!"

"وایولٹ۔ انیبل کی توام بہن! اُف میرے خدا! کتنی گہری بھول اور کتنا عظیم انکشاف! جس طرح بجلی کی چمک سیاہ ترین بادلوں سے نکل کر آنِ واحد کے لئے گرد و نواح کی ہر چیز کو روشن اور نمایاں کر دیتی ہے۔ اسی طرح اس اطلاع نے میرے خانۂ دماغ میں روشنی پیدا کرکے ان گہرے اسرار کو جو اس وقت تک ناقابل فہم تھے۔ پوری طرح حل کر دیا۔ وایولٹ۔ انیبل کی بہن!... اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جس کو میں نے پُر گناہ سمجھ کر اتنی ذہنی تکلیف اُٹھائی، درحقیقت اب بھی پاکباز، بے داغ اور اتنی ہی معصوم تھی جتنی اس زمانہ میں جب میری اس سے بار اوّل ملاقات ہوئی۔ اور اب اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد صدہا باتیں جو پیشتر ناقابل فہم تھیں بالکل واضح اور صاف ہو گئیں۔ مثلاً جب میں نے وایولٹ کو تھیٹر میں دیکھا اور اس کو انیبل سمجھ کر ملاقات کی کوشش کی تھی تو کیوں اس نے مجھ سے سرد مہری اور ناواقفیت کا سلوک کیا تھا؟ اس کے بعد جب ایک بار اصلی انیبل کو اکسیسٹر کے بازار میں دیکھ کر میں اس کے چند گھنٹے بعد مرٹل لاج کی طرف جاتے ہوئے ایک چھوٹے سے شراب خانہ کے پاس ٹھہرا تھا تو اس جگہ سر ملکم ڈبونیہم کی گاڑی میں وایولٹ کو بیٹھے دیکھ کر کیوں مجھے اس بات کا دھوکا ہوا تھا کہ وہ انیبل ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان ساری تفصیلات کو از سرِ نو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح وہ لاتعداد واقعات جو اپنے گہرے اسرار کی

وجہ سے میرے لئے باعث وحشت ثابت ہوئے تھے اب اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد واضح ہو گئے۔ اس میں شک نہیں انیبل کی خاطر مجھے اس کی اس عزیز بہن کی موت کا غم تھا جس سے اپنی طبعی فیاضی کی وجہ سے وہ اس کی لاتعداد دکمزوریوں اور خام کاریوں کے باوجود یقیناً وہ گہری محبت کیا کرتی تھی۔ تاہم اس کے ساتھ ہی کتنی بڑی خوشی مجھے یہ معلوم کرکے ہوئی کہ وہ سارے واقعات جو میں نے بصورت خواب دیکھے تھے صحیح ثابت ہوئے یا یوں کہنا چاہیئے کہ وہ خواب نہیں اصل حقیقت تھی۔ میں جس وقت بخار کی حالت میں نیم بے ہوش پڑا تھا تو ایک سے زیادہ موقعوں پر میں نے حقیقی اور اصلی انیبل کو جو محبت اور عنایت کی راہ سے میری حالت دیکھنے آیا کرتی تھی، دیکھا تھا۔ اور ایک بار اس سے گفتگو بھی کی تھی۔

"نرس" آخر کار میں نے کہا "جو الفاظ اس وقت آپ نے کہے ہیں انہوں نے میرے زخم دل پر مرہم کا کام کیا ہے۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ اب میری بیماری دیرپا نہ ہوگی۔"

"جوزف۔ میں بمنت تم سے کہتی ہوں کہ فی الحال جوش میں نہ آؤ۔" بیکدل بوڑھی عورت نے کہا۔ "ورنہ صحت یاب ہونے کے بدلے بیماری کے طول پکڑ لینے کا اندیشہ ہے۔"

"نہیں نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "جب تک مس لیینور اس مکان پر موجود ہے میرے بیمار ہونے کا اندیشہ باقی نہیں۔ لیکن آپ مہربانی سے اس کو جاکر کہیں ..."

اور اتنا کہہ کر رک گیا کیونکہ خیال آیا گو اس حالت میں جب میں بیمار پڑا تھا وہ بہنوں کی طرح محبت کی راہ سے خود بخود میری حالت دیکھنے آجایا کرتی تھی تاہم میرے لئے اپنے منہ سے اس کو طلب کرنا اور اسے اپنے کمرہ میں آنے کے لئے کہنا یہ نامناسب اور آداب تہذیب سے بعید تھا۔ پھر اس کے علاوہ ایک اور خوفناک خیال میرے دل میں یہ بھی پیدا ہوا کہ ممکن ہے اس کا باپ خوفناک کبڑا جسے میں طوعاً وکرہاً اپنا ماموں

کھنے اور تسلیم کرنے پر مجبور تھا، انیبل کے ساتھ اسی جگہ ڈاکٹر ہامفرٹ کے مکان پر ٹھہرا ہوا ہو۔ جس صورت میں نہ معلوم کون سی نئی آفتیں اور مصیبتیں میرے لیئے پیدا ہو جائیں۔

"نرس" دفعتاً میں نے اس نئے خیال کے زیر اثر کہا۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ دہشت جو میرے جی کو لگی ہوئی تھی ضرور کسی حد تک چہرہ کے آثار سے ظاہر ہو گئی ہو گی۔ مہربانی سے یہ بتاؤ۔ کیا مس لینوور کے والدین بھی اس کے ساتھ آئے ہیں؟"

"نہیں" اس نے جواب دیا "مس لینوور ہی یہاں آئی تھی۔ وہ اپنی بہن کے انتقال سے دوسرے دن آپہنچی۔ میرا خیال ہے کہ اس کی ماں لندن میں ٹھہری ہوئی ہے مگر اس کا باپ کسی ضروری کام کے لیئے یورپ گیا ہوا ہے۔"

اس آخری اطلاع کو پاکر میرے جی کو گہرا اطمینان ہو گیا اور خیال ہے کہ یہ ان آثار اطمینان کی وجہ سے ہی تھا جو میرے چہرہ پر نمودار ہوئے۔ کہ اس کے بعد نرس بھی کسی حد تک مطمئن نظر آنے لگی۔

"جوزف۔ تم کو چاہیئے" اس نے بدستور عنایت آمیز لہجہ میں کہا "اپنی طرف سے جہاں تک ممکن ہے جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو۔ اگر تم اپنے آپ کو جوش سے بچاؤ گے تو مجھ کو پوری امید ہے کہ جلد صحت پا جاؤ گے۔ مس لینوور کو کل یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ مگر جانے سے پہلے وہ ضرور تم سے ملے گی۔" اور اس کے بعد میرے چہرہ کے تبدیل ہوتے ہوئے آثار دیکھ کر اس نے کہا "پھر تم جوش میں آنے لگے ہو۔ آخر کیوں میری نصیحت پر عمل نہیں کرتے؟"

"لیکن میں کیا کروں، مجبور ہوں" میرے منہ سے اس طرح بے اختیاری میں نکلا۔ گویا بوڑھی عورت اس گہری محبت سے واقف تھی جو میں اپنے سینہ میں انیبل کے لیئے رکھتا تھا۔ "تاہم" میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "اگر آپ مجھ کو چپ

رہنے کے لئے کہتی ہیں تو میں اس مضمون پر اور کچھ نہ کہوں گا۔ لیکن مہربانی سے اس بات کا وعدہ کیجئے، کہ مس لیبنوور سے میری ملاقات جس قدر جلد ممکن ہو سکے گا کرا دی جائے گی"

"ہاں۔ ہاں۔ میں اس کا فوراً انتظام کر دوں گی" نیک دل بوڑھی عورت نے کہا۔

میں نے پھر ایک بار نگاہ سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے چند منٹ بعد وہ انیبل کو ساتھ لے کر آ گئی۔ مگر اس وقت اس کو دیکھ کر جو میرے جان و دل کی مالک تھی اور جس کی یاد میں ایک لحظہ کے لئے بھی سینہ سے نہ نکال سکتا تھا۔ کچھ ایسی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی کہ ایک لفظ تک منہ سے نہ نکلا اور خوشی کے آنسو بے اختیار رخساروں پر بہنے لگے۔ انیبل نے پاس آ کر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ جس کو میں نے پاک محبت کا بوسہ دیا۔ اور چونکہ اس نے فوراً ہی اس کو ہٹانے کی کوشش نہ کی اس لئے میں بڑی دیر تک اس کو دیوانہ وار چومتا رہا۔ حتیٰ کہ شرماتے اور لجاتے ہوئے آخر کار اس نے نرمی اور آہستگی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے نکالا۔ اس دوران میں بوڑھی نرس وہیں کمرہ کے اندر کھڑی رہی۔ گو میں دست بہ دعا تھا کہ وہ کسی طرح باہر چلی جائے کیونکہ کئی باتیں مجھے انیبل سے کہنی تھیں اور اس کی موجودگی میں میں ایک لفظ تک منہ سے نکالنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

"جوزف!" آخر کار اس نازنین نے میرے بستر کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ کر مدھم سرسراتی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا۔ "تم کو معلوم ہو گا کہ میں نے حال میں کتنا بھاری صدمہ اٹھایا ہے۔ یعنی اس بہن کی موت کا جو مجھ کو بے حد عزیز تھی۔ اور میں جس کو اتنا چاہتی تھی کہ اس کی ..."

وہ کہتے کہتے رک گئی اور شفاف آنسوؤں کے چند قطرے اس کے رخساروں پر

بہ نکلے۔ اس کا رونا مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ اس کے باوجود کوئی لفظ تسکین کا میرے منہ سے نہ نکلا۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس دردناک موقعہ پر اگر میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو اس سے اس کے رنج وغم میں اور اضافہ ہوگا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں پونچھیں اور غمناک نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگی: "میں جانتی ہوں کیا خیالات تمہارے دل میں پیدا ہو رہے ہیں۔ کئی مضمون ایسے ہیں جن پر ہمیں ایک دوسرے سے باتیں کرنا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی کئی وجوہ ان کے ذکر میں مانع بھی ہیں۔ میں کل لندن کو واپس چلی جاؤں گی لیکن جانے سے پہلے میرا ارادہ بعض کاغذات کی نقلیں چھوڑ جانے کا ہے جن کو میں پہلے ہی تیار کر چکی ہوں۔ بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی کہ ان کاغذات کو پڑھ کر وہ اسرار جو اس وقت تک تمہارے لئے ناقابل فہم تھے پوری طرح واضح اور صاف ہو جائیں گے۔"

"اینبل۔ کیا تم اتنی جلدی رخصت ہو جاؤ گی؟" میں نے غمناک لہجہ میں کہا۔ "اور اس کے بعد پھر کب مجھ سے ملو گی؟"

"اس کا جواب افسوس میں نہیں دے سکتی۔" اس نے اس طرح کی تھرائی ہوئی آواز سے کہا جس سے پایا جاتا تھا کہ اگر حالات اجازت دیتے تو وہ خود مجھ سے جلد مل کر خوش ہوتی "اس کا فیصلہ حالات ہی کر سکتے ہیں یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔"

"اوہ اینبل۔" میں نے اس طرح کی ہلکی سرسراتی ہوئی آواز سے کہا کہ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بہ مشکل بوڑھی نرس کے کانوں تک پہنچ سکتے تھے۔ "کیا تم مجھے اپنی گہری محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے معاف کر دو گی؟ اور اس کے ساتھ یہ کہنے کے لئے بھی کہ خواہ کچھ ہو اور حالات کیسی ہی صورت اختیار کریں اس گہری محبت میں جو مجھے تم سے ہے کبھی فرق نہ آئے گا۔ پیاری اینبل۔ اپنے منہ سے کہہ دو کہ تم مجھ سے راز دل کہنے کی جرأت کی وجہ سے ناراض نہیں ہو۔ شاید حالات موجودہ میں" اور یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے سیاہ

مائی لیا اس کی طرف دیکھا۔" مجھے اس طرح کی گفتگو نہ کرنی چاہیئے تھی مگر تم چونکہ کل رخصت ہو رہی ہو اور اس کے بعد معلوم نہیں کب ہم ایک دوسرے سے ملیں' اس لیئے جدا ہونے سے پہلے میں تمہارے اپنے منہ سے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے خفا نہیں ہو۔"

اس کے چہرہ پر شرم کی سُرخی پھیل گئی۔ ایک طرف کو منہ پھیرتے ہوئے اس نے پھر ایک بار اپنا ہاتھ مجھ کو پیش کیا جو اتنا خوشنما چھوٹا اور سپید تھا کہ میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ پھر ایک بار میں نے اس کو ہونٹوں سے لگایا اور گو اس کے بعد انیبل نے بڑی آہستگی سے رفتہ رفتہ اس کو اپنی طرف کھینچا تاہم وہ اتنا عرصہ میرے ہونٹوں سے لگا رہا کہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے خفا نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ اس بات کا بھی کہ میرا جوش محبت بے تاثیر نہیں۔

"وہ اب جوزف" اس نے جھکی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا۔" میں ایک تکلیف دہ ذکر چھیڑنے پر مجبور ہوں۔" میرے والد" اور یہ کہتے ہوئے وہ ایک اس طرح کے سنگدل بے رحم شخص کو جیسا کہ خوفناک کبڑا تھا اس نام سے موسوم کرنے کے لیئے شرم و ندامت محسوس کیئے بغیر نہ رہ سکی۔" عنقریب لندن واپس آجائیں گے شاید ہفتہ عشرہ یا پندرہ دن کے عرصہ میں جس کے بعد ممکن ہے تمہارے اس جگہ رہنے کے واقعہ کی خبر کسی طرح ان کو پہنچ جائے۔ گو میں تم کو یقین دلاتی ہوں کہ اس طرح کی اطلاع میرے ذریعہ سے کبھی ان کو نہ پہنچے گی۔ بہر حال جیسا تم سمجھ سکتے ہو" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز اچھی طرح دبالی۔" میرے لیئے ڈاکٹر یا مسز پامفرٹ سے یہ کہنا غیر ممکن ہے کہ وہ تمہاری موجودگی کا ذکر پوشیدہ رکھیں۔ یہ بات ان کو پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ تم میرے پھوپی زاد بھائی ہو اس لیئے ممکن ہے والد کے نام کسی طرح کا خط لکھتے ہوئے وہ تمہارے اس جگہ ملازمت کرنے کا حال اس میں لکھ دیں اور میں ان کو ایسا کرنے سے

اس لئے منع بھی نہیں کر سکتی کہ میرے لئے اپنے والد کے برخلاف کوئی بات کہنا غیر ممکن ہے ....."

"انیبل ۔ پیاری انیبل" میں نے جلدی سے کہا۔ "چونکہ یہ مضمون تمہارے لئے باعث تکلیف ہے اس لئے اس ذکر کو یہیں تک رہنے دو۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ تم کو دیکھ لینے اور سارے حالات جاننے کے بعد میری تکلیفیں دور ہو گئی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ اب میری صحت یابی کی رفتار تیز ہو گی۔ جو نصیحت تم نے کی ہے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ اور جلدی ہی اس جگہ سے رخصت ہو کر کسی دوسری جگہ نوکری کرنے چلا جاؤں گا۔"

"جوزف۔ میں التجا کرتی ہوں کہ ضرور ایسا کرنا" انیبل نے اس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ گویا میری سلامتی اور بہتری کی اس کو سب سے زیادہ فکر تھی۔ اس سے وہ رنجیدہ خیالات جو میرے سینہ میں اس خیال سے پیدا ہو سکتے تھے کہ اب مجھے اس ملازمت کو بھی چھوڑ کر روزی کمانے دوسری جگہ جانا پڑے گا بڑی حد تک دب گئے۔ تاہم میں نے کہا۔ "پیاری انیبل۔ کیا تم مجھے گاہ بگاہ طویل وقفہ کے بعد خط لکھنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہو؟ زیادہ نہ سہی۔ تم مجھے ایک آدھ خط لکھنے کی اجازت ضرور دو۔"

"جوزف۔ افسوس یہ ناممکن ہے۔" اس نے جواب دیا "کیونکہ اگر وہ خط میرے والد کے ہاتھ آ گیا... لیکن نہیں میں اس مضمون پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتی کیونکہ وہ ہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہے۔"

اس موقعہ پر نرس نے ان اختیارات سے جو ایک بیمار کی حفاظت کے بارے میں اسے حاصل تھے۔ نرمی سے کام لیتے ہوئے اس ملاقات کو ختم کرنے کی کوشش کی اور اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا کہ یہ گفتگو پہلے ہی کافی لمبی ہو چکی ہے۔ البتہ مس لینوڈ نے اس نے کہا: "اگر آپ رخصت ہونے سے پہلے پھر ایک بار رات کو ملنا چاہیں تو اس کا

انتظام کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نازنین نے جو پہلے ہی اپنے حسن جہاں تاب کی وجہ سے میری محبوب تھی مگر جس کا میں سارے حالات جاننے کے بعد اور بھی زیادہ عقیدت سے پرستار بن چکا تھا۔ رخصت ہونے پہلے پھر ایک بار مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد نرس نے مجھ کو دوا پلائی۔ اور سو جانے کا حکم دیا۔ اور جب میں نے اس بات کا وعدہ کر لیا کہ میں اب ضرور سونے کی کوشش کروں گا تو وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے رخصت ہو گئی۔ لیکن جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں میرے خیالات کی الجھن اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود میں عرصہ دراز تک نہ سو سکا۔ مجھے انیبل سے کئی ایک باتیں کہنی تھیں جن کا فی الحال موقعہ نہ ملا تھا۔ وہ ان سارے واقعات سے لاعلم تھی جو ہماری آخری ملاقات کے بعد مجھ کو پیش آئے تھے۔ اور خود مجھ کو بھی ان واقعات کا حال معلوم نہ تھا جو اس کو اس قابل یادداشت کے بعد پیش آئے تھے۔ جب اس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر مجھے اپنے زنانہ لباس میں باپ کے گھر سے رخصت کیا تھا۔ بڑی دیر تک میں ان خیالات کی الجھن میں پھنسا رہا۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ پھر ایک بار آنکھ لگ گئی۔ گو یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ خواب میں انیبل کی ہی تصویر شاداں و فرحاں نظروں کے سامنے پھرتی رہی۔

آنکھ کھلی تو رات ہو گئی تھی۔ ایک شمع میرے پہلو میں جلتی تھی اور نرس پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کے سوال پر میں نے بیان کیا کہ اب میری طبیعت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔ اس نے میرے لئے کچھ کھانا تیار کر کے رکھا ہوا تھا جو اب پیش کیا۔ اور جب میں اسے کھا کر فارغ ہوا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگی "اب میں تمہاری بہن کو الوداع کہنے کے لئے بلاتی ہوں"۔ اس کے چند منٹ بعد انیبل پھر میرے کمرہ میں آ گئی۔ لیکن نرس اس کے بعد بھی اس کمرہ میں بیٹھی رہی اور میں اسے یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکا کہ وہ دوسرے کمرہ میں چلی جائے۔ کیونکہ ڈر تھا وہ شاید خفا نہ ہو جائے اور اس کے حسن

سلوک کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں اسے ناراضگی کا موقعہ دینا نہ چاہتا تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ میرے لئے انیبل کی جُدائی کا صدمہ شاق تھا خصوصاً اس لئے کہ مستقبلِ قریب میں پھر ہمارے ایک دوسرے سے ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اس کے باوجود مجھے خدا کی عنایت پر پورا بھروسہ تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ وہ اپنے بعید از فہم طریقوں پر خود ہی سارا انتظام ٹھیک کر دے گا۔ میری طرح انیبل بھی اس موقعہ پر بڑی غمگین تھی۔ بہت کم گفتگو ہمارے درمیان ہوئی کیونکہ گو لاتعداد باتیں تھیں جن کے متعلق میں اس سے دریافت حال کرنا چاہتا تھا تاہم کوئی نہ کوئی رنجدہ پہلو ان میں سے ہر ایک میں پایا جاتا تھا اور میرے لئے یہ بات سراسر ناممکن تھی کہ اپنی گفتگو کے ذریعہ سے انیبل کو غم زدہ اور ملول ہونے کا موقعہ دوں۔

"جوزف"! آخرکار اس نے کہا "میں نے واقعاتِ گذشتہ کی توضیح کے لئے بعض کاغذات کی نقلیں چھوڑ جانے کا وعدہ کیا تھا۔ میں اس وعدہ کو بھولی نہیں ہوں نقلیں تیار ہیں لیکن تمہاری موجودہ کمزوری اور خرابیٔ صحت کی وجہ سے میں فی الحال ان کو تمہارے حوالے کرنا نہیں چاہتی۔ میں نے ان کو سربمہر لفافہ میں بند کر کے ڈاکٹر پامفرسٹ کے سپرد کر دیا ہے اور تمہاری صحت یابی کے بعد وہ اس لفافہ کو تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ بس اب جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو۔ تاکہ جو تشویش حالاتِ پُراسرار کے بارے میں تمہارے دل کو لگی ہوئی ہے رفع ہو جائے۔ اپنی موجودہ حالت میں تم اس لئے ان کاغذات کے مطالعہ کے ناقابل ہو کہ جوش کی وجہ سے مرض کے دوبارہ عود کر آنے کا اندیشہ ہے۔ بس اب میں کل صبح رخصت ہو جاؤں گی اور جانے سے پہلے پھر تم سے نہ مل سکوں گی۔"

"لیکن پیاری انیبل"! میں نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے لگاتے ہوئے کہا "آخر کب ہم ایک دوسرے سے ملیں گے؟"

"حوصلہ رکھو جوزف. خدا مسبب الاسباب ہے" اس نے جواب دیا مگر میں نے دیکھا کہ رُکے ہوئے جوش کی وجہ سے اس کی آواز میں ہلکی تھرتھراہٹ پائی جاتی تھی۔ پھر جلدی سے منہ پھیر کر اس نے اپنی آنکھوں کو رومال سے ڈھک لیا۔

"مگر وعدہ کرو کہ تم مجھے بھول نہ جاؤ گی" اس کے میری طرف منہ پھیرنے کے بعد میں نے پھر ایک بار کہا۔

"میں تم کو بھول جاؤں!... نہیں جوزف یہ ناممکن ہے" اس نے لہجہ استقلال میں جواب دیا "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ایسی عورت نہیں ہوں جس کے ظاہر و باطن میں فرق ہو"

"پیاری انیبل" میں نے جلدی سے کہا "میں بدگمان نہیں ہوں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ محبت جو مجھے تم سے ہے، تمہارے دل میں اثر کئے بغیر نہیں رہی"

اس نے میرا ہاتھ جو اس کے ہاتھ میں تھا کسی قدر زور سے دبایا۔ پھر اس کے ہونٹ ایک ثانیہ کے لئے میری پیشانی سے چھو گئے۔ اس کے بعد وہ تیز چلتی کمرہ سے رخصت ہو گئی۔

لیکن آہ وہ بوسہ! ہر چند وہ اتنا خفیف تھا جس طرح تتلی کا پھول کی پتّی سے مس کرنا۔ تاہم اس کی حرارت، اس کی تاثیر، اس کی پیدا کی ہوئی حدت عرصہ دراز تک مجھ کو محسوس ہوتی رہی۔ اور اس سے میرے سینہ میں پاک ترین احساس پیدا ہوئے۔ اب مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ انیبل کو مجھ سے محبت ہے اور میرا عشق اس کے سینہ میں اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہا۔ اس قدر وضاحت کے ساتھ جو اس کی باحیا شرمیلی طبیعت کے حسب حال تھی۔ یا جس کی اجازت اس کی شان اجازت دے سکتی تھی۔ اس نے مجھ سے اقرار محبت کر لیا تھا۔ اور گو وہ اقرار دبا ہوا اور خفیف تھا تاہم میری غم زدہ اور افسردہ روح کو اتنے ہی سے تسکین حاصل ہو گئی تھی۔ اب مستقبل کی مصیبتیں اور

آزمائشیں میرے لئے کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ اور دنیاوی جدوجہد اور کشمکش کا مجھے کیا اندیشہ تھا جس صورت میں انیبل کی محبت کا سہارا مجھ کو حاصل تھا۔ میں جب اس کو مُردہ تصوّر کر چکا تھا اس کا زندہ ثابت ہونا، میں جب اس کو گنہگار خیال کرتا تھا اس کا مجسم نیکی پایا جانا، یہ جاننا کہ اب وہ میری ہے اور میری ہو کر رہے گی اور مل کر ہم دونوں بہتر ایام کی آمد کا انتظار کر سکیں گے۔ اوہ۔ یہ سارے خیالات دردِ فراق اور رنجِ علیٰحدگی کو کم کرنے اور دبانے کے لئے کافی تھے۔

لیکن میں اپنی داستان کے اس حصّہ کو بے ضرورت طول دینا نہیں چاہتا۔ مختصر یہ کہ اس کے دوسرے دن انیبل رخصت ہو گئی۔ اور رخصت ہونے سے پہلے جیسا اس نے کہا تھا پھر مجھ سے نہ ملی۔ البتہ نیکرل نرس کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ جب رخصت ہوئی تو مجھ کو یاد کر رہی تھی۔ اس کے بعد کئی دن گزر گئے۔ میری حالت رفتہ رفتہ اصلاح پذیر ہوتی گئی، حتیٰ کہ آخر کار میں اس قابل ہو گیا کہ اب لگا تار گھنٹوں بیٹھ سکتا تھا اور انیبل کی رخصت کے پندرہ دن بعد تو میں پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ ڈاکٹر پامفرٹ ہر روز دن میں دو بار میری حالت دیکھنے کے لئے آتا۔ چنانچہ پندرہ دن کے بعد اس نے میری بدلی ہوئی حالت دیکھ کر بیان کیا کہ کاغذات کا ایک پیکٹ تمہارے لئے میرے پاس امانت رکھا ہے اور وہ میں کل صبح تمہیں دوں گا۔ اس طرح وہ گھڑی جس کا مجھ کو انتظار تھا آخر کار آ گئی۔ لفافہ میرے حوالہ کیا گیا۔ اس پر انیبل کی پہچانی ہوئی تحریر میں میرا نام درج تھا۔ اور جب اس کے بعد خلوت نصیب ہوئی تو میں نے فوراً اسے کھولا۔ اس میں دو طرح کے کاغذات تھے۔ ایک پر انیبل کی اپنی بیان کردہ کیفیتیں درج تھیں۔ دوسرے میں اس خط کی نقل تھی جو بدنصیب وائیولٹ نے مرنے سے چند دن پیشتر اپنی ماں مسز لینوڈر کے نام لکھا تھا۔ اور جس کے سلسلہ میں انیبل ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آئی تھی۔ غالباً یہ وہی خط تھا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈالا تھا۔

اور جس کے سرنامہ کو دیکھ کر یہ غلط یقین میرے دل میں جاگزیں ہوا تھا کہ جو عورت ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آکر ٹھہری وہ انیبل ہی تھی۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ نہ صرف دونوں بہنوں کے خط و خال اور قامت و انداز میں پوری مشابہت تھی، بلکہ ان کا رسم الخط بھی ایک دوسرے سے ملتا تھا۔ اور یہ اس آخری مشابہت کا ہی نتیجہ تھا کہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر رہتے ہوئے میں اس غلط فہمی میں اور بھی زیادہ شدت سے مبتلا ہوا کہ وایولٹ اور انیبل ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں اور درحقیقت ان میں کوئی بھید نہیں۔

لیکن اب میں ان تصریحات کو زیادہ طول نہ دے کر وہ حالات قلمبند کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جو وایولٹ اور انیبل کی شخصیتوں کے بارے میں مجھ کو ان کاغذات سے معلوم ہوئے جو انیبل نے لفافہ میں بند کر کے میرے لئے چھوڑے تھے اور جن کو میں اب آخر کار انتظار بسیار کے بعد دیکھنے کے قابل ہوا تھا۔

پورا حال مندرجہ ذیل ہے۔

---

# باب ۳۳

## دو بہنوں کا راز

وایولٹ اور انیبل دو توام بہنیں تھیں جن کا بچپن ویسٹ اینڈ لندن کے ایک عالی شان آراستہ اور خوشنما مکان میں بسر ہوا تھا۔ ان کی اولین یاد راحت و آرام کی زندگی سے وابستہ تھی، جس میں دولت تھی اور عشرت ... بہر حال کسی تکلیف یا بے آرامی کی شکایت ان کو نہیں تھی۔ اور ان کا باپ مسٹر ٹلینوور فراغت اور آسودگی کی زندگی

بسر کرتا تھا۔ اس کی عام حالت ظاہر کرتی تھی کہ وہ بے شمار دولت کا مالک ہے۔ چھوٹی عمر سے ہی ان کو باپ سے سخت دہشت اور ماں سے گہری محبت تھی اور جہاں تک ان کا حافظہ مدد دے سکتا تھا وہ دونوں اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور تھیں کہ شروع سے ہی ان کے باپ کا سلوک ان کی ماں سے سخت وحشیانہ تھا مگر آخرالذکر ان ساری سختیوں اور بدسلوکیوں کو عیسائیت کے سچے استقلال اور تسلیم و رضا سے برداشت کیا کرتی تھی۔ حالات سے پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں مسٹر لبنوور کا لندن کے لومبرڈ سٹریٹ میں ایک ساہوکارانہ کوٹھی سے حصہ دارانہ تعلق تھا اور وہ اپنی کاروباری مصروفیتوں کے سلسلہ میں دن کا بیشتر حصہ گھر سے باہر رہا کرتا تھا۔ اس کی غیر حاضری میں لڑکیاں بے خوف و خطر کھیلتیں یا جس طرح ان کا جی چاہتا، رہتیں لیکن رات کو جیسے ہی باپ گھر واپس آتا، ان کو یا تو جلدی سے خواب گاہ میں دھکیل دیا جاتا یا کمرۂ نشست میں چپ چاپ بیٹھے رہنے پر مجبور کیا جاتا لیکن اس زمانہ میں مسٹر لبنوور کی سختی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی بچہ بھولے سے بھی ہنستا یا قہقہہ لگاتا تو نہ صرف اس کو سختی سے ڈانٹا جاتا۔ بلکہ بعض اوقات نوبت زدوکوب تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ جب وہ لڑکیاں بڑی ہوئیں اور ان کے دماغ حالات کو جاننے اور سمجھنے کے قابل ہونے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ اُن کا باپ ان کی ماں سے سخت بے رحمی کا سلوک کرتا تھا اور گو وہ عام حالات میں بچوں کے سامنے ضبط سے کام لیتی۔ تاہم گاہ بگاہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ جب دونوں لڑکیاں یکایک اس کے کمرہ میں داخل ہوتیں تو اس کو زار زار روتا ہوا پاتی تھیں۔ ان لڑکیوں کا سوسائٹی سے بہت کم میل جول تھا۔ اپنے عادات شکل وصورت اور طور واطوار کی وجہ سے مسٹر لبنوور کو مجلسی اختلاط کی بہت کم رغبت تھی۔ اور مسز لبنوور اگر کسی سے میل جول رکھنا چاہتی یا کسی کو مدعو کرنا پسند بھی کرتی تو اپنی بے بسی کی وجہ سے کچھ نہ کر سکتی تھی۔ بس بہت کم لوگ، جو ان کے مکان پر آتے وہ یا تو خستہ حال امیر یا اس طرح کے مسرف شریف ہوتے تھے جو مسٹر

لیونور کے مقروض تھے۔ اور جن کو مجبوراً اس سے میل جول رکھنا پڑتا تھا۔

دونوں لڑکیوں کی عمر قریباً سات سات سال کی تھی کہ اس ساہوکارہ کی کوٹھی کا جس میں ان کا باپ حصّہ دار تھا، دیوالہ نکل گیا۔ اور حالات ایسے پیش آئے، کہ متعدد قرض خواہوں نے حصّہ داروں کے برخلاف دھوکہ بازی کا فوجداری مقدمہ دائر کر دیا کیونکہ جب کا یہ ذکر ہے اس زمانہ میں دیوالہ کا قانون آج کل کی نسبت زیادہ سخت تھا۔ مقدمہ میں تو خیران لوگوں کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اور اس طرح دیوالیہ حصّہ دار سزائے قید سے بچ گئے، لیکن تجارت کی ناکامی نے مقدمہ بازی سے مل کر اُن کی حالت سخت زار کر دی۔ ذلیل و خوار الگ ہوئے۔ اور ساکھ علیحدہ ماری گئی۔ مسٹر لیونور چونکہ اس کوٹھی کا سب سے زیادہ سرگرم کارکن تھا اور اسی کی پُر پیچ تدبیروں سے دیوالہ کی نوبت آئی تھی اس لیئے باقی حصّہ داروں کے مقابلہ میں اسی کو سب سے زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔ فی الحقیقت اس کے لئے دوگونہ رنج و عذاب کا سامنا تھا۔ خلق عامّہ کا الزام الگ اور حصّہ داروں کی بدگمانی جُدا۔ کیونکہ وہ اس تباہی اور بربادی کی ساری ذمّہ داری اسی کے سر ڈالتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ سے رستگاری حاصل کرنے کے باوجود وہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ دوست اوّل تو پہلے ہی کم تھے مگر جو تھے بھی وہ وقت مصیبت میں دسترخوان کی مکھیوں کی طرح اُڑ گئے۔ چنانچہ اس کے مکان کا سارا بیش قیمت سامان چاندی کے برتن، قیمتی شرابیں حتیٰ کہ بیوی کے زیورات تک نیلام ہوئے۔ اور ان بدنصیبوں کو حصّہ ویسٹ اینڈ کی سکونت ترک کر کے ایک نہایت ادنیٰ کرایہ کے مکان میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ ایک بدنام دیوالیہ کی حیثیت میں جس کا نہ کوئی مونس تھا نہ مددگار۔ نہ مشفق نہ ہمدرد۔ مسٹر لیونور کو تنہا دنیا کی سختیوں کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سخت حیران کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔ یکے بعد دیگرے اصلاح کی کئی ترکیبیں سوچیں، مگر کچھ ایسا شکل وقت سر پر سوار تھا کہ بہتری اور آسودگی ایک طرف۔ روز بروز یہ لوگ ذلّت

اور ضلالت کی دلدل میں پھنستے گئے۔ بہنوں کو جہاں تک یاد تھا نہ کبھی ان کے باپ اور نہ ماں نے کسی رشتہ دار کا ذکر کیا تھا۔ کم از کم یہ بات یقینی ہے کہ کبھی کوئی شخص ان سے ملنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ بھی انہوں نے اپنے والدین کی زبانی نہیں سُنا کہ ان کا جداگانہ طور پر کس کنبہ یا خاندان سے تعلق تھا۔ ان حالات میں بدنصیب ماں اور دونوں لڑکیوں کو مسٹر لینوور کی بداعمالیوں سے جس آفت اور مصیبت کا شکار ہونا پڑا وہ نہایت رنجدہ اور باعث تکلیف تھی۔ اس کے باوجود اس نیک عورت کے استقلال کی داد دینی پڑتی ہے۔ جس نے کبھی حرف شکایت منہ سے نہیں نکالا۔ اور ہمیشہ ہمت و استقلال سے کام لیتی رہی۔ یہاں تک کہ جب نوبت فاقہ کشی تک پہنچی تو اس نے گذارہ کے لئے سوزن کاری شروع کردی۔ ہاں اس ہمت ور خاتون نے جس کی عمر کا بیشتر حصّہ ناز و نعم میں گذرا تھا اپنے ہاتھ سے کام کرکے اپنے شوہر اور بیٹیوں کے لئے روزی کمانی شروع کی۔

اسی طرح تین یا چار سال گذر گئے۔ اس دوران میں ان لوگوں کو روح اور بدن کا تعلق قائم رکھنے کے لئے محنت شاقہ کرنی پڑتی تھی۔ مگر اس پر بھی وہ ہمت ور عورت برابر روزی کماتی اور ساتھ ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بھی وقت نکالتی رہی۔ بہرحال یہ زمانہ ان کے لئے سخت آفت اور مصیبت کا زمانہ تھا جس میں بارہا اُن کو نہ صرف افلاس بلکہ احتیاج کا بھی شکار ہونا پڑا۔ کئی موقعے اس طرح کے پیش آئے جب مسز لینوور کو کوئی کام نہ ملتا تھا۔ یا اگر ملتا تو اس کی مزدوری محض برائے نام دی جاتی تھی۔ زیادہ مصیبت یہ ہوئی کہ اتنی محنت اور مشقت کرنے پر بھی شوہر کا سلوک اس سے ذرا ہمدردانہ نہ ہوا۔ نہ کبھی اس نے اس کی محنت کی داد دی، نہ اس کا شکریہ ادا کیا۔ مصیبت اس کے مزاج میں حلم پیدا کرنے کی بجائے اس کو زیادہ غصیل بنانے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ اور جو نئی آفات اس خاندان پر نازل ہوئیں انہوں نے اس کے مزاج کو زیادہ برہم کردیا۔ چنانچہ جن اوقات میں بے چاری مسز لینوور کام تلاش کرتی، جگہ جگہ جاتی اور بازاروں میں پھرا کرتی، تو

واپسی میں ذرا سی دیر ہو جانے پر وہ جھٹ اس پر برسنے لگتا۔ کئی کئی طرح پر ملامتیں کرتا اور کئی طریقوں سے بُرا بھلا کہتا تھا۔ اور جب آخر کار کوئی کام اُسے ملتا تو جو تھوڑی سی نقدی وہ اس کے ذریعہ سے کما کر لاتی تھی اس کا شوہر اسے کسی دوسری جگہ صَرف کر دیتا۔ اور یہ سب اس طریق پر ہوتا کہ بیوی بے چاری مُنہ تکتی رہ جاتی اسے کچھ معلوم نہ ہوتا کہ اس کا محنت اور مشقت سے کمایا ہوا روپیہ کدھر ضائع ہو گیا۔

اس کے تھوڑا عرصہ بعد جب بہنوں کی عمر دس گیارہ سال کے قریب ہو گئی۔ تو مسٹر لینو ور نے کسی نامعلوم ذریعہ سے کچھ روپیہ حاصل کر کے ایک چھوٹا سا دفتر کھولا جہاں وہ محاسب ایجنٹ اور ہُنڈی کے دلال کا کام کرتا تھا۔ مگر اتنی سخت بدنامی اس کی ہو چکی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود اس کا یہ نیا کام بھی اچھی طرح سے نہ چل سکا حتیٰ کہ اس کے کچھ عرصہ بعد دفعتًا اس کو کسی ذریعہ سے زائد روپیہ ہاتھ آ گیا۔ اور اس وقت اس نے اپنی سکونت گریٹ رسل سٹریٹ میں بدل لی۔ مگر اس دوران میں اس کی بدنصیب بیوی کی صحت خراب ہونی شروع ہو چکی تھی۔ اب وہ سوزن کاری سے معذور تھی۔ گو خوش قسمتی سے اب اس کام کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ ہنڈی کے دلال کی حیثیت میں مسٹر لینو ور کا کاروبار کسی حد تک چمک گیا۔ اور اس کے مالی حالات پھر ایک بار تبدیل ہونے شروع ہوئے۔ تو بھی یہ زمانہ فراغت و آسائش کا نہیں ابتلا اور کش مکش کا تھا اور قریبًا دو سال یہی حالت رہی۔ اس اثناء میں مسز لینو ور اپنی بیٹیوں کو خاطر خواہ تعلیم دیتی رہی چونکہ خود سلیقہ مند اور ہنرمند عورت تھی اس لئے بیٹیوں کو تعلیم و تربیت دینے کی بہتر اہلیت رکھتی تھی۔

اس جگہ یہ بات واضح کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ گو دونوں بہنوں کی صورت ایک دوسری سے بالکل ملتی تھی تاہم سیرت کے اعتبار سے اُن میں اختلاف عظیم تھا۔ انیس شرمیلی باحیا اور ڈرپوک تھی۔ وہ اپنے باپ سے خوف زدہ رہتی اور کسی معاملہ

یں ناراضگی کا ذرا سا موقعہ دینا نہ چاہتی تھی۔ اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اپنی زود رنج طبیعت کی وجہ سے مسٹر لینوور ذرا سی بات پر فوراً بھڑک اٹھتا ہے۔ پس وہ اس سے دور دور رہتی اور کسی حالت میں بھی اس کے غصّہ کو بھڑکانے کا ذریعہ نہ بنتی تھی۔ لیکن وایولٹ کا مزاج اس سے جُدا تھا۔ وہ بڑی خود سر شوخ و شنگ لڑکی تھی اور جب اس پر ذرا بھی سختی کی جاتی تو جھٹ مقابلہ کو اُٹھ کھڑی ہوتی تھی۔ چنانچہ تیرہ سال کی عمر میں اس نے اپنے طرزِ عمل سے یہ بات واضح کرنی شروع کردی کہ وہ باپ کی سختیوں کو چُپ چاپ جھیلنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ مقابلہ کی عادت نے یہ صورت اختیار کرنی شروع کی کہ اگر کسی موقعہ پر باپ اسے مارنے کو اُٹھتا تو وہ جو چیز ہاتھ میں آتی اسے لے کے کھڑی ہو جاتی۔ تاکہ اگر اس کی طرف سے ذرا بھی پیش دستی ہو تو یہ فوراً اینٹ کا جواب پتھر سے دے۔ بے چاری ماں بار ہا اس کو سمجھاتی اور منتیں کر کے کہتی کہ جس طرح ممکن ہو تو اپنی آتشی طبیعت کو روکنے کی کوشش کر۔ مگر لڑکی میں خود سری کا مادّہ اتنا غالب تھا کہ نہ باپ کی سختی اور نہ ماں کی نرمی کوئی چیز اس کو راہ راست پر لانے کا ذریعہ بنتی تھی۔ اس طبعی اختلاف سے قطع نظر وہ ایک بڑی با محبت اور پابند فرض لڑکی تھی۔

دونوں بہنوں کی عمر چودہ سال سے کچھ اوپر تھی کہ ایک واقعہ پیش آیا جس نے بلحاظ نتائج دور رس ثابت ہونا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مسٹر لینوور کو معمول سے بہت زیادہ غصّہ چڑھا اور اس نے وایولٹ کو سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کرنی شروع کی۔ اس نے بھی جیسی اس کی عادت تھی مقابلہ شروع کیا۔ چونکہ اس موقعہ پر وایولٹ کا اپنا غصّہ حد سے زیادہ بھڑکا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اپنے قول و فعل کی مختار نہ رہ سکی اور اس نے غصّہ کے جوش میں والد کو اس کی گذشتہ بد اعمالیوں، اس کی تباہی اور بدنامی اور اس مقدمہ فوجداری کے طعنے دیئے جو اس کے برخلاف عائد ہوا تھا۔ مسٹر لینوور ان

باتوں کو سن کر جھلا گیا۔ وہ کسی وحشی حیوان کی طرح بپھرا ہوا اس کی طرف دوڑا۔ اور وائیولٹ کو جوش سے فرش زمین پر دے مارا۔ لیکن وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں شعلہ بار تھیں۔ رخسارے سرخ اور بدن شدتِ جوش سے کانپتا تھا۔ اور تو کوئی چیز اس کے ہاتھ نہ آئی جلدی سے ایک کتاب اُٹھا کر مسٹر لینوور پر دے ماری۔ حالت خوفناک تھی اور ایک وقت ایسا بھی تھا جب بے چاری مسز لینوور اور انیبل دونوں اس خیال سے سہمی جاتی تھیں کہ شاید مسٹر لینوور اس کو جان سے مار ڈالے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ البتہ مسٹر لینوور نے حالتِ جوش میں وائیولٹ کو حکم دیا کہ تو اسی وقت گھر سے نکل جا اور آئندہ کبھی اپنی صورت مجھ کو نہ دکھانا۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ تو میری اولاد نہیں۔ اگر کوئی رشتہ تیرا مجھ سے تھا تو آج میں نے اس کو منقطع کر دیا۔ بعدازاں نہ معلوم ماں کی منت سماجت سے یا خود ہی اپنے دل میں پشیمان ہو کر مسٹر لینوور نے اپنے سابقہ فیصلہ میں یہ تبدیلی کی کہ وائیولٹ کو فوراً ہی ایک بورڈنگ اسکول میں بھیج دیئے جانے کا حکم دے دیا۔ اس نے اس کا انتظام مسز لینوور کے سپرد کیا اور اسے تاکید کر دی کہ وائیولٹ کو تین دن کے اندر اندر گھر سے باہر بھیجدو اور اس تین دن کے عرصہ میں بھی وہ کبھی میرے سامنے نہ آئے۔ الگ کمرہ میں رہا کرے۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وائیولٹ اس انتظام سے کسی طرح ناخوش یا اپنی درازدستی پر نادم تھی اس کے برعکس اُسے یہ سوچ کر خوشی تھی کہ وہ اس گھر سے رخصت ہو رہی ہے جہاں اس کو ہر وقت باپ کے قہر و عتاب کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ مسز لینوور نے حسبِ وعدہ تین دن کے اندر اندر اس کے لئے اسکول کا بندوبست کر دیا اور چونکہ مسٹر لینوور کی عائد کردہ شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ وائیولٹ کے لئے جو درسگاہ منتخب کی جائے وہ لنڈن سے دور ہونی چاہیئے۔ اس لئے سوتھمپٹن کا ایک اسکول اس مطلب کے لئے پسند کیا گیا۔ وائیولٹ اس جگہ چلی گئی لیکن جانے سے پہلے وہ ماں اور بہن سے مل

کم بہت روئی۔ تاہم باپ نے رخصت کے وقت بھی ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے چلے جانے کے بعد انیبل اور اپنی بیوی کو سختی کے ساتھ حکم دیا کہ آئندہ اس کا نام کبھی میرے روبرو نہ لیا جائے۔ میں از روئے حلف اس کو عاق کر چکا ہوں اور میں اس حلف کو ضرور پورا کروں گا۔ البتہ اتنی رعایت میں کر سکتا ہوں کہ جب تک وہ سکول میں زیر تعلیم رہے میں اس کا خرچ ادا کرتا رہوں گا۔ مگر یہ باتیں کہتے ہوئے بھی اس کی حالت مارے غصہ کے اتنی خوفناک تھی کہ اس کی صورت دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ چنانچہ کئی طرح کی گالیاں کھا کر اور دے کر اس نے پھر کہا کہ اگر آج کے بعد اس کی بیوی یا انیبل نے وایولٹ کا نام گھر کی چار دیواری میں لیا یا کبھی اس کا ذکر فریق ثالث سے کیا تو ان سے اس قدر سختی کا برتاؤ کیا جائے گا الفاظ جس کو بیان نہیں کر سکتے۔ یہ کہنا لا حاصل ہے کہ اس طرح کا غصہ اور جوش اس آدمی کی طبیعت کے عین حسب حال تھا جو ایک لمحہ کے اندر اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لئے جدا کرنے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔

یہ واقعہ یعنی وایولٹ کو گھر سے باہر نکال دینے کا ۱۸۳۶ء کے ابتدائی حصہ میں پیش آیا تھا۔ اس کے سات یا آٹھ ہفتے بعد ماہ ستمبر میں مجھ کو حالات کی مجبوری سے اس گھر میں رہنا پڑا۔ یعنی اس زمانہ میں جب مسٹر لینوور مجھے ڈیلمر میز سے نکال کر اس جگہ لایا تھا۔ ڈیڑھ مہینہ میں اس کے گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر رہا اور اس دوران میں وایولٹ کا نام نہ کبھی انیبل اور نہ مسز لینوور کے منہ سے سنا گیا۔ کم از کم میرے روبرو انہوں نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ ممکن ہے خلوت و تنہائی میں جب ماں بیٹی ایک دوسرے کے پاس بیٹھتی تھیں تو وہ مسٹر لینوور کے جابرانہ احکام کی خلاف ورزی کر لیتی ہوں گی۔ اور مری ہوئی سرسراتی ہوئی آواز سے اس کا ذکر کر کے جو ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو چکی تھی، اس کی یاد میں رنج و غم کے آنسو بہاتی ہوں گی۔ تاہم کئی وجوہ ایسی تھیں جن سے وہ اس کا نام کبھی میرے روبرو نہ لیتی تھیں

ایک تو یہ کہ انہیں ڈر تھا مسٹر لینوور کو اپنے احکام کی خلاف ورزی کا حال معلوم نہ ہو جائے۔ دوسری یہ کہ ان کا دل قدرتی طور پر اس بدنصیب کا ذکر کر کے دکھتا تھا، جو مجبوراً ان کے جدا کر دی گئی تھی۔ اور تیسری وجہ یہ بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ ماں بیٹی دونوں جہاں تک ان کے بس میں تھا مسٹر لینوور کی شیطانی سیرت کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اگر وایولٹ کا ذکر کرتیں تو انہیں اس کی عدم موجودگی کا کوئی عذر بھی ضرور پیش کرنا پڑتا۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ وہ مجھ سے اصلی راز چھپانے کی کوشش کرتیں اور یہ ساری باتیں جو نہایت تکلیف دہ اور ذلت بخش تھیں ماں بیٹی دونوں کے دلوں میں تلخ احساس پیدا کرنے والی ہوتیں۔ پس یہ ان حالات کے مجموعہ کا نتیجہ تھا کہ اپنے ڈیڑھ ماہ کے قیام میں کبھی ایک مرتبہ بھی میں نے وایولٹ کا نام نہیں سنا اور اس طرح میں اس کی ہستی سے بالکل ہی لاعلم رہا۔

اب میں اس یادگار رات کا ذکر کرتا ہوں۔ جب میں انیبل کی وساطت اور تحریک سے اس مکان سے فرار ہوا جہاں میرے لئے لاتعداد خطرات پوشیدہ تھے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس موقعہ پر مجھے میرے ہی کمرہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ اور جب اس کے بعد گھر کے سب آدمی سو گئے تو مجھے انیبل کے اپنے کمرہ سے پوشیدہ طور پر باہر نکلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ معلوم ہوتا ہے اس نے بعض الفاظ جو میرے حق میں دھمکی کا اثر رکھتے تھے اپنے باپ کے منہ سے نکلے ہوئے اس کی بے خبری میں سن لئے تھے اور ان سے اس کے دل میں یہ خوفناک اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس کا باپ مجھ جوزف ولمٹ کی جان کے درپے ہے۔ چنانچہ جب اس کے بعد شب مذکور کو اس کے باپ نے ایک آدمی کو پُراسرار حالات میں مکان کے اندر داخل کیا تو اس نے صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اس کمرہ کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر وہ گفتگو سننے کا خطرناک ارادہ کر لیا جو اس کے باپ اور اس آدمی میں ہو رہی تھی۔ جیسے اس نے پوشیدہ طور پر مکان میں

داخل کیا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے دبی ہوئی آواز میں باتیں کرتے تھے جن کے صرف چند ٹوٹے پھوٹے ہوئے فقرے انیبل کو سنائی دیئے۔ بہرحال ان بے جوڑ فقروں سے ہی یہ بات اس پر واضح ہو گئی کہ دونوں آدمی یعنی مسٹر لینوور اور اس کا ساتھی مجھے کسی نامعلوم مقام پر بھگا لے جانا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے دوران میں یہ بھی اس نے سُنا کہ شخص مذکور کا نام ٹیڈی ہے۔ اور چونکہ کچھ حال اس آدمی کا میں اس سے پہلے انیبل سے بیان کر چکا تھا اس لئے اس کو معلوم تھا کہ میں اس آدمی کو اگر اپنا دشمن جانی نہیں سمجھتا تو بھی اس کو گہری نفرت اور دہشت سے ضرور دیکھتا ہوں، پس ان کی باتیں سُن کر اور یہ معلوم کر کے کہ اس کا باپ ایک مسلّمہ بدمعاش کی مدد سے مجھ جوزف ولمٹ کو اغوا کرنا اور اس کے بعد مروا ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کم سن بھولی لڑکی کے دل میں جس کی عمر اس زمانہ میں پندرہ سال کی تھی گہرا اضطراب پیدا ہو گیا۔ اس کا خون سرد ہونے لگا اور وہ عالمِ دہشت میں بڑی دیر تک صورتِ تصویر دروازہ کے ساتھ لگی ہوئی کھڑی رہی لیکن پھر دفعتاً اس کو یاد آیا کہ اس طرح کے خوفناک ارادوں میں مجھ جوزف ولمٹ کی حالت کتنی خطرناک ہے۔ اور اس وقت دفعتاً وہ گہرا استقلال اور ہمت آمیز ارادہ جس کی ایک ایسی کم سن لڑکی سے بہت کم امید ہو سکتی ہے اس کے اندر پیدا ہو گیا۔ وہ دبے پاؤں اس کمرہ کے دروازہ سے رخصت ہوئی جس میں میرے خلاف ایک جرم سنگین کی تجویزیں سوچی جا رہی تھیں۔ اور سیدھی اپنی ماں کے پاس گئی جہاں اس نے یہ دہشت ناک حکایت تفصیل کے ساتھ بیان کی۔ پہلے تو مسز لینوور کو اس بیان کی حقیقت پر یقین نہ آیا لیکن پھر جب اس نے سوچا کہ انیبل ایسی لڑکی نہیں ہے جو کبھی جھوٹ بولے تو اس نے خود بھی استقلال سے کام لیا اور اپنی نیک سیرت بیٹی کی قابلِ تعریف مثال کی تقلید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی خواہ کچھ ہو اور ان ماں بیٹی کو کیسا ہی خطرہ پیش آئے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ جوزف ولمٹ کو بچانا ان کا فرض تھا مگر اس کے آگے سوال پیدا ہوا کہ کس طرح ؟ میرے

کپڑے مسٹر لینوور نے استر والے تھے اور وہ انہیں اپنے ساتھ اپنے ہی کمرہ میں لے گیا تھا۔
پھر اس کے علاوہ میرے کمرہ کا دروازہ بند اور باہر سے مقفل تھا اور اس کی کنجی بھی اسی کے پاس تھی آخر بڑی دیر سوچنے کے بعد کپڑوں کے متعلق ایک تجویز ان کے ذہن میں آ گئی۔ یعنی انہوں نے سوچا کہ مجھے زنانہ کپڑے پہنا کر ایک نوجوان عورت کی صورت میں رخصت کر دیا جائے۔ لیکن بڑی مشکل دروازہ کھولنے کی اب بھی باقی تھی۔ کنجی مسٹر لینوور کے پاس تھی اور اس کے بغیر دروازہ کھولنا محال تھا۔ دفعتاً اینبل کو یاد آیا کہ ٹیڈی کی آمد سے پیشتر اس کا باپ باہر کی بیٹھک میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ممکن ہے اپنے ساتھی کو دروازہ کھولنے کے لئے باہر جاتے ہوئے وہ کنجی اس کے ہاتھ سے وہیں میز پر رکھی رہ گئی ہو، اس خیال کے پیدا ہونے پر وہ پھر ایک بار دبے پاؤں نیچے گئی اور جب اس کو وہ کنجی اس کمرہ میں پڑی ہوئی مل گئی۔ تو اس سے جو خوشی اس کے دل کو ہوئی اس کا اندازہ تصور میں ہی بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی ماں کے پاس گئی۔ وہ روح کی طرح بے آواز چلتی سیڑھیوں سے اُتری مگر اس خیال سے تھر تھر کانپتی تھی کہ اگر کوئی آواز مسٹر لینوور کے کانوں میں پہنچ گئی یا وہ ان کے ارادوں سے واقف ہو گیا تو پھر قیامت ہی آ جائے گی۔ مسز لینوور نے میرے خرچ کے لئے کچھ روپیہ اینبل کو دیا اور چونکہ خود بیماری کی وجہ سے چارپائی سے نہ اُٹھ سکتی تھی اس لئے میرے فرار کی تجویز مکمل کرنے کا فرض بیٹی کے ہی سپرد کیا۔ اس کے بعد جن حالات میں میں اس جگہ سے فرار ہوا اور وہ فرار خود میرے حق میں جن پیچیدگیوں کا موجب بنا اس کا حال ناظرین کو پہلے ہی معلوم ہے میں اس کو دُہرانا نہیں چاہتا۔

میرے رخصت ہونے کے بعد اینبل پھر ایک بار دبے پاؤں اپنی ماں کے کمرہ میں گئی اور اس جگہ دونوں نے بیٹھ کر روح فرسا رنج اور تلخ آنسوؤں کے ساتھ اس

سوال پر غور کرنا شروع کیا کہ اب انہیں اس واقعہ کے انکشاف کے بعد مسٹر لیونورڈ کے جوش غضب سے محفوظ رہنے کی کیا ترکیب کرنی چاہیئے۔ کنجی کو دوبارہ اس بیٹھک میں رکھ دینے کا سوال جہاں سے انہیں اس کو لائی تھی خارج از بحث تھا کیونکہ اگر مسٹر لیونورڈ کا اس بارے میں اطمینان ہونا ممکن بھی ہوتا کہ جوزف ولمٹ کسی نامعلوم طریقہ پر بند دروازہ کے کمرہ سے بھاگ گیا تو پھر بھی سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کپڑوں کے بغیر کیونکر بھاگا؟ نہیں اس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ گھر کے کسی آدمی نے ضرور اس کام میں اس کی مدد کی۔ نوکروں پر شک کرنا خارج از بحث تھا۔ کیونکہ ان کو میری ذات سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ پس یہ ایک فیصلہ شدہ بات تھی کہ اس کے شبہات براہ راست ماں بیٹی کی طرف جائیں گے۔ پہلے انہوں نے سوچا کہ ہم بھی اس مکان سے رخصت ہو جائیں کیونکہ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ مسٹر لیونورڈ ٹیڈی ایسے بدمعاش سے مل کر ایک ایسے جرم سیاہ کا مرتکب ہو سکتا ہے جیسے اغوا یا قتل بے گناہ، یہ کس طرح ممکن تھا کہ ان میں سے ایک اسے اپنا شوہر اور دوسری اپنا باپ تصور کر سکتی۔ لیکن بدقسمتی سے مسز لیونورڈ دائم المریض تھی، اس کے لیے چارپائی سے ہلنا محال تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہ خیال بھی اس کے دل میں پیدا ہوا کہ ہم اگر اپنی موجودہ حالت میں اس جگہ سے رخصت ہو جائیں تو پھر گذارہ کی صورت کیا ہوگی؟ دونوں بے زر اور بے امداد تھیں اور یہ ایک خارج از بحث سوال تھا کہ اس طرح کا واقعہ پیش آنے کے بعد مسٹر لیونورڈ ان کو گذارہ یا وائیولٹ کو جو زیر تعلیم تھی خرچ دینا جاری رکھے گا۔ وہ ان ہی فکروں میں بیٹھی تھیں کہ انہیں دو شخصوں کے سیڑھیوں پر چڑھنے کی آواز سنائی دی اور فوراً خیال آیا کہ وہ مسٹر لیونورڈ اور ٹیڈی کے پیروں کی آواز ہے۔ پھر اس کمرہ کا دروازہ جس میں میں پیشتر بند تھا بے آواز کھلا اور دونوں آدمی اندر گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے کمرہ کو خالی اور مجھے غائب پایا تو جو وحشت اور غصہ ان کے دلوں میں پیدا

ہوا ہوگا اس کا صحیح اندازہ سہل ہے۔ خیر وہ اس کے چند منٹ بعد پھر نیچے اترے اور پاؤ گھنٹہ کے عرصہ میں اکھٹے باہر چلے گئے۔ رات کا باقی حصّہ مسٹر لینو ورنے گھر سے باہر ہی گذارا۔ گو اس کا حال کسی ذریعہ سے نہیں جانا جا سکتا کہ وہ تنہا یا اپنے ساتھی کے ہمراہ تلاش کرتا پھرا یا ان کا وقت مشوروں میں گذرا یا وہ کسی اور کام میں مشغول رہے مختصر یہ کہ وہ رات ان ماں بیٹی نے بڑے قلق و اضطراب میں بسر کی۔ آخر جب دن نکلا اور ناشتہ کا وقت ہوا۔ تو وہ آ پہنچا۔ مگر نہ اس نے واقعہ پیش آمدہ کے بارے میں کچھ کہا نہ اس کی طرف اشارہ کیا۔ فی الحقیقت اس موقعہ پر اس نے میرا ذکر بالکل ہی نہیں چھیڑا۔ تاہم انیبل کی طرف اس کا رویہ بالکل اس وحشی حیوان سے ملتا تھا جو غصّہ سے بھرا ہوا مگر بے بس اور چپ ہو۔ آخر کئی دن کے بعد وہ اپنی بیوی کے کمرہ میں گیا کیونکہ وہ ان دنوں سخت بیمار تھی اور اپنے ہی کمرہ میں رہتی تھی۔ بہر حال جب اس کے بعد وہ صحت یاب ہو کر اپنے کمرہ سے نکلنے اور بیٹھک میں آنے کے قابل ہو گئی تب بھی وہ خاموش رہا۔ لیکن گو ظاہرا چپ تھا تاہم دبے ہوئے غصّہ کی وجہ سے اس کی حالت بارود کی اس سرنگ سے ملتی تھی جسے بھک سے اڑا دینے کے لئے صرف ایک چنگاری درکار ہوتی ہے۔ شاید وہ اس لئے چپ تھا کہ اس کو معلوم تھا میری نسبت اس کے ارادوں کا حال جانا جا چکا ہے اور بے رحم اور بدقماش ہوتے ہوئے بھی وہ کوئی اس قسم کا لفظ کہتے ہوئے ڈرتا تھا جس کی بنا پر اس کی بیوی اور بیٹی کو یہ کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ تم قاتل ہو۔ اور روئے فعل نہ سہی نیت اور ارادہ کی رو سے ضرور قاتل ہو۔ بہر حال صحیح وجہ کچھ ہی ہو امر واقعہ یہ ہے کہ وہ کئی دن تک بالکل خاموش رہا اور اس نے اس واقعہ کے بارے میں ایک لفظ تک اپنے منہ سے نہیں نکالا۔

اس طرح کئی دن گذر گئے اور اس گھر میں میرا ذکر اعلانیہ، اشارتًا یا کنایتًہ

بالکل نہیں ہوا۔ لیکن ان ہی دنوں ایک اور نئی مصیبت مسز لینوور اور انیبل پر یہ نازل ہوئی کہ سوتھمپٹن کے جس سکول میں وایولٹ زیر تعلیم تھی، وہاں سے ایک چھٹی اس مضمون کی آ گئی کہ وایولٹ عدم پتہ اور مفرور ہے اور شک کیا جاتا ہے کہ دو جوان عورتیں جن سے ایک روز پیشتر اس کو گفتگو کرتے دیکھا گیا تھا اس کو بھگا کر لے گئی ہیں۔ وہ عورتیں کون تھیں اس کا حال نہ اس خط میں درج تھا اور نہ اس بارے میں مدرسہ کی مہتمم عورت کو کسی طرح کے حالات معلوم تھے۔ البتہ یہ بات خط میں لکھی ہوئی تھی، کہ ایک روز پیشتر وایولٹ کو ان عورتوں کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھنے کے بعد سختی سے فہمائش کی گئی تھی اور سزا کے طور پر حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ہی کمرہ میں رہے اور بلا اجازت باہر نہ نکلے۔ اس واقعہ کے بعد وہ رات رات کے عرصہ میں کہیں غائب ہو گئی اور تلاش بسیار کے باوجود اس وقت تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس اطلاع کو پاکر مسز لینوور اور انیبل کے دل کو جو صدمہ پہنچا اس کا حال تصور ہی میں جانا جا سکتا ہے۔ پھر جب اس کے بعد وہ خط مسٹر لینوور کو دکھایا گیا تو اس نے اپنا غصہ نکالنے کی اور کوئی راہ نہ دیکھ کر ان ہی پر برسنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ان بے چاریوں کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ خود اس کے باعث سخت پریشان تھیں۔ اس موقعہ پر مسٹر لینوور نے طیش میں آ کر یہ بھی کہا کہ سارا قصور ماں کا ہے ورنہ وایولٹ کو گھر سے باہر بھیجنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اس کو لازم تھا کہ شروع میں ہی اس کی خود سری کو روکتی اور اس کے مزاج کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتی۔ جس صورت میں نہ وہ مقابلہ پر آمادہ ہوتی نہ اُسے سوتھمپٹن بھیجنے کی ضرورت پیش آتی۔ بیوی کو لعنت ملامت کرنے کے بعد وہ انیبل کی طرف مڑا۔ اور اس سے بھی اس بارے میں بہت کچھ سخت سست کہا کہ اس نے اپنی نرمی سے وایولٹ کا مزاج بگاڑا ہے۔ گویا خوفناک کبڑے نے جو کچھ پیش آیا تھا اس کی ذمہ داری

اپنے سر سے ٹال کر اُن دو نا کردہ گناہ عورتوں کے گلے باندھنے کی کوشش کی۔ اس وقت جوش میں بکتے ہوئے یہ بھی اس نے کہا کہ میرا ارادہ چھ مہینے کے بعد وایولٹ کو گھر واپس لے آنے کا تھا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ اب ان لڑکیوں کے جوان ہو جانے پر ان کے لئے موزوں بر تلاش کرنا۔ بعد ازاں وہ وایولٹ کی گمشدگی کا حال تحقیق کرنے اور اس کا سُراغ لگانے کی غرض سے خود سوتھمپٹن گیا اور قریباً پندرہ روز غائب رہا۔ اس دوران میں اس نے ایک بھی خط انیبل یا اس کی ماں کے نام نہیں بھیجا۔ جس سے وہ دونوں نہایت فکر و تشویش کی حالت میں رہیں۔ واپس آیا تو انہوں نے اس کے لہجہ اور طور و اطوار سے معلوم کیا کہ اس کی تلاش بے سود ثابت ہوئی ہے ایک مرتبہ پھر اس نے ان بے گناہوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ بہرحال جیسا سمجھا جا سکتا ہے وایولٹ کی گمشدگی کا واقعہ اس کی ماں اور بہن دونوں کے لئے بہت روح فرسا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ کہاں گئی ہے۔ کئی کئی طرح کے خیالات اور اندیشے ان کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے اور وہ اس طرح کی ذہنی اذیت میں مبتلا تھیں جس کا حال تحریر میں واضح نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ داستان کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے کچھ حال وایولٹ کی گمشدگی کا واضح کیا جائے یعنی وہ کن حالات میں فرار ہوئی اور اس کے فرار نے آگے چل کر کیا صورت اختیار کی۔ بات دراصل یہ ہے کہ وہ جس مدرسہ میں تعلیم پاتی تھی وہاں لڑکیوں کے لئے بہت سخت ضبط انتظام تھا جو بعض حالتوں میں جور و تشدد کی صورت اختیار کر لیتا تھا چونکہ وایولٹ جیسی خودسر لڑکی کسی کی حکومت سہنا برداشت نہ کر سکتی تھی اس لئے قدرتی طور پر اس جگہ رہتے ہوئے اس کی بے صبری اور بے تابی نے اور ترقی کی۔ اس کو نت نئی مشکلات کا سامنا ہونے لگا اور چونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے والدین کو خط لکھ کر واپسی کی خواہش کی تو وہ ضرور انکار

کر دیں گے اس لئے اس کو اور بھی زیادہ مصیبت کا سامنا ہوا۔ اول تو وہ خود ہی اس قسم کی درخواست کرنا باعثِ ذلت سمجھتی تھی لیکن اگر وہ ایسا کرتی بھی تو اس کی ماں چونکہ اس معاملہ میں بالکل بے بس تھی اس لئے کسی نتیجہ کی بہت کم امید ہو سکتی تھی۔ وایولٹ کی عادت تھی بارہا اسکول کے قواعد کے برخلاف باغ کی سیر کرتی ہوئی گردونواح کے کھیتوں میں چلی جاتی۔ کئی بار اس کو ان حرکات کے لئے سزا بھی دی گئی تھی مگر اس کے جی کو آزادی کی لگن لگ گئی تھی۔ سزا و سرزنش سے اس کا حوصلہ کم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھتا تھا۔ اسی طرح پھرتے پھراتے ایک بار اس کو دو عورتیں ملیں جو کسی ناٹک کمپنی میں نوکر تھیں جو اُن ایام میں سوتھمپٹن ٹھہری ہوئی تھی۔ ان میں گفتگو شروع ہوئی تو دونوں عورتوں نے ناٹک کی زندگی کا حال بڑے دلکش پیرایہ میں بیان کرنا شروع کیا۔ یعنی کس طرح عجیب و غریب نظارے دیکھنے میں آتے تھے۔ کس طرح تماشائیوں کی داد تحسین حاصل ہوتی تھی۔ کس طرح جگہ جگہ پھرنے سے زندگی کا لطف دوبالا ہوتا تھا۔ یہ اور ایسی ہی کئی باتیں ان عورتوں نے مبالغہ آمیز پیرایہ میں اس سے بیان کیں۔ وایولٹ ہرچند ایک خودسر لڑکی تھی تاہم دنیاوی تجربہ سے بالکل محروم تھی۔ اس کی ہمت بے شک بلند تھی اور طبیعت پُرجوش۔ مگر ان خطروں کا حال بالکل اسے معلوم نہ تھا جو ایک ناتجربہ کار لڑکی کو دنیا میں پیش آسکتے ہیں اس نے دونوں ایکٹریسوں کے بیان کردہ الفاظ کو لفظ بہ لفظ صحیح سمجھا اور اس طرح کی آزاد زندگی کی جو دلفریبیاں انہوں نے بیان کی تھیں خود بھی ان کا لطف حاصل کرنے پر آمادہ ہو گئی مگر اس کے ساتھ ہی اس کے خیالات کی رَو گھر کی طرف گئی۔ اسے اپنی ماں اور عزیز بہن یاد آئی اور ان کی کشش نے عارضی طور پر اسے اس فعل سے روک دیا جس پر وہ آمادہ تھی۔ پس اس پہلے موقعہ پر اس نے دونوں ایکٹریسوں کو کوئی فیصلہ کن جواب نہیں دیا۔ محض ان سے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ کل دوبارہ تم

سے ملوں گی۔

دوسرے دن وہ پھر خفیہ طور پر مدرسہ سے نکلی اور مقام مقررہ پر جہاں اس نے دونوں عورتوں سے ملنے کا وعدہ کیا تھا جا پہنچی۔ وہ پہلے سے اس جگہ موجود تھیں۔ اور وایولٹ نے دیکھا کہ اس موقعہ پر ایک مرد بھی ان کے ساتھ تھا جس نے ایک عجیب طرح کا بھڑکیلا لباس پہنا ہوا تھا۔ دونوں عورتوں نے بیان کیا کہ وہ ناٹک کمپنی کا منیجر ہے معلوم ہوتا ہے عورتوں نے کل کی ملاقات کی بنا پر وایولٹ کے حسن و دلفریبی کی تعریف غیر معمولی لفظوں میں اس سے کی تھی اور وہ ان کے ہمراہ یہ دیکھنے کے لئے آیا تھا کہ ان کا بیان کس حد تک درست ہے اور کہاں تک مبالغہ آمیز۔ لیکن جب اس نے وایولٹ کو دیکھا جب اس کی نگاہ اس کے نیم غیور، پیکر آتشیں اور جلوۂ بے پناہ کی طرف گئی۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ اس کے حسن و جمال کی خراماں تصویر ہے جس کا لہجہ رقیق، آواز نقرئی اور ہر ادا جاں ستانی سے پُر ہے تو وہ فوراً اس کا مداح اور دونوں قاصد عورتوں کا ہمخیال بن گیا اس نے معلوم کیا کہ ایک ایسی کافر جمال عورت کسی اور وجہ سے نہیں۔ تو اپنے روئے آتش رنگ اور بانکی چتون کی کشش سے ناٹک کمپنی کے لئے سرمایۂ عظیم ثابت ہوگی۔ دوسری جانب وایولٹ نے بھی جو تھیٹر کی ظاہری دلفریبیوں کے پول سے ناواقف تھی۔ اس شخص کے بھڑکیلے لباس اور بے حقیقت سامانِ آرائش کی بنا پر یہ سمجھا کہ وہ صاحبِ حیثیت آدمی ہے۔ اور اس کے مصنوعی اخلاق، نمائشی تبسم اور مبالغہ آمیز اندازِ تقریر کو اس کی تہذیب و شرافت پر محمول کیا۔ مدرسہ میں رہ کر وہ فن رقص میں پوری دستگاہ حاصل کر چکی تھی۔ کیونکہ قاعدہ ہے ذہن جس چیز کا آرزومند ہو، دماغ اس پر بہت جلد قادر ہو جاتا ہے۔ جب منیجر اور دونوں ایکٹریسوں کو اس کی مہارت کا حال معلوم ہوا تو وہ اور بھی زیادہ خوش ہوئے اور ایک ایسی دلفریب شخصیت کو اپنی کمپنی میں شامل کرنے پر بشوق آمادہ ہو گئے۔ مختصر یہ کہ وایولٹ ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار

ہو گئی اور اس نے ان کی پیش کردہ تجویزیں منظور کرلیں۔ اس میں شک نہیں اس موقعہ پر بھی ماں اور بہن کی یاد اس کے سینہ میں کسک پیدا کرتی ہوئی تازہ ہوئی۔ اور ان کی محبت نے اسے اس نئے دور زندگی سے باز رکھنے کی کوشش کی تاہم اس کے ساتھ ہی اس دوسری خوفناک اور قابلِ نفرت ہستی کی بدنما تصویر فوراً ہی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور اس نے اتنا گہرا اثر اس کے دل پر کیا کہ ہر طرح کے تامل کے باوجود وہ ہاں کہنے پر مجبور ہو گئی۔

اس کے دوسرے دن دونوں ایکٹریسیں پھر ایک بار اس سے ملنے کے لئے آئیں مگر اس موقعہ پر کمپنی کا منیجر ان کے ساتھ نہ تھا۔ اب کی بار وہ اس سوال کا فیصلہ کرنا چاہتی تھیں کہ فرار کے لئے کیا ترکیب سوچی جائے۔ تھوڑی دیر ان میں باتیں ہوتی رہیں جس کے بعد دونوں عورتیں پختہ وعدہ کر کے رخصت ہوئیں۔ اس ملاقات کے بعد جب وایولٹ مدرسہ میں واپس گئی تو اس جگہ کی مہتمم عورت اجنبی شخصوں سے میل جول رکھنے کی بنا پر بہت خفا ہوئی۔ اور سزا کے طور پر بات سے اپنے ہی کمرہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا لیکن وایولٹ کو اب ان ملامتوں کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ نہ اسے اس سزا کا خوف تھا۔ جو اس کی خطاؤں کے لئے دی گئی تھی۔ کیونکہ اب وہ اپنے آپ کو منزلِ آزادی کے بالکل قریب پہنچا ہوا سمجھنے لگی تھی۔ فی الحقیقت اس سرزنش اور سزا نے رہا سہا تامل اس کے دل سے دور کر دیا اور اگر کوئی کسر خواہش فرار کی تکمیل میں باقی تھی تو وہ اس ذریعہ سے پوری ہو گئی۔ اس رات وہ نصف شب کے قریب تنہا مدرسہ سے باہر نکلی... وہ پندرہ سال کی ناتجربہ کار کمسن لڑکی جو اس وقت تک دنیا کے سرد وگرم سے ناواقف تھی۔ اور دونوں عورتیں جو مقام مقررہ پر اس کی منتظر تھیں۔ اس کو دیکھتے ہی پاس آگئیں۔ ایک چھوٹی سی بند گاڑی تھوڑے فاصلہ پر تیار کھڑی تھی۔ وایولٹ اور اس کی ساتھی عورتیں اس پر سوار ہو گئیں اور اس طرح پندرہ یا سولہ میل

کا وہ فاصلہ طے ہوا جو سوتھمپٹن سے اس مقام کا تھا جہاں ناٹک کمپنی اس روز مقیم تھی۔

یہاں سے وایولٹ کی تھیٹر کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ منیجر کے کہنے سے اس نے اپنا پہلا نام یعنی وایولٹ برقرار رکھا کیونکہ اسے یقین دلایا گیا کہ یہ بہت پیارا نام ہے البتہ اصلاح کے طور پر اپنا دوسرا نام بدل کر مارٹیمر رکھ لیا۔ وہ اس وقت تک سٹیج پر نمودار نہ ہوئی تھی کہ ناٹک کمپنی سوتھمپٹن سے قریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب اس کا باپ مسٹر لیبنوورا اس کی تلاش میں سوتھمپٹن گیا تو سعی بسیار کے باوجود اس کا پتہ نہ پا سکا۔ کمپنی کا منیجر شادی شدہ آدمی تھا اور اس کی بیوی عزت دار خاتون تھی۔ انہوں نے وایولٹ کو کمپنی کے باقی آدمیوں سے علیحدہ اپنے پاس رکھنا شروع کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مناسب وقت گذرنے پر تربیت حاصل کرنے کے بعد اس کی موجودگی کمپنی کے لئے فائدہ عظیم کا باعث ہو گی۔ پس وہ جہاں تک ممکن تھا اسے اپنے ہی پاس رکھنا اور اس طرح کے میل جول سے روکنا چاہتے تھے جو ممکن تھا زمانہ آئندہ میں اسے اس کمپنی سے علیحدہ کر کے کسی دوسری کمپنی کی شمولیت پر آمادہ و تیار کرتا۔ یا ممکن ہے اسے اپنے پاس رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ منیجر کی بیوی ایک اس طرح کی ناتجربہ کار کمسن لڑکی کی جسے وہ بھگا کر مدرسہ سے نکال لائے تھے ذاتی طور پر اخلاقی حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہو اس میں شک نہیں، ناٹک کمپنی میں شریک ہونے کے بعد بھی وایولٹ کی بڑی سختی سے نگرانی اور حفاظت کی جاتی رہی۔ اور چونکہ وہ کمپنی سے علیحدہ منیجر اور اس کی بیوی کے پاس رہتی تھی اس لئے نہ تو اسے ان تکلیفوں کا احساس ہوا۔ جو ناٹک کی زندگی میں ہر نئے ایکٹر کو عموماً پیش آیا کرتی ہیں۔ اور نہ وہ فوراً ہی ان مخرب اخلاق اثرات سے متاثر ہوئی، جو اس زندگی کا خاصہ ہیں۔

چونکہ اسے سٹیج پر کامیابی حاصل کرنے کا شوق تھا اس لئے وہ دو ہی تین ہفتوں

کی تربیت کے بعد اپنا پارٹ ادا کرنے کے قابل ہو گئی۔ کم از کم اس عرصے کے بعد وہ اس قابل ضرور تھی کہ دیہاتی سٹیج پر باقاعدہ طور پر نمودار ہو۔ اور واقعی جب وہ پہلی مرتبہ سٹیج پر ظاہر ہوئی تو اسے غیر معمولی کامیابی حاصل ہونی شروع ہوئی۔ یعنی نہ صرف تماشائی پبلک نے ہی داد تحسین دی بلکہ اخبارات نے بھی اس کی تعریف میں بہت کچھ لکھا۔ چنانچہ جلدی ہی وہ اپنے حسن بے نظیر، خط و خال کی موزونی، قامت کی درازی اعضا کی دلکش ساخت اور چال کی لچک اور دلفریبی کے باعث جو بڑی حد تک قدرت کے اپنے عطا کئے ہوئے اوصاف تھے۔ ایک سٹار ایکٹریس کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اور اس کی دھوم چاروں طرف پھیلنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منیجر کی آمدنی بہت زیادہ بڑھ گئی۔ اور اس نے اپنی بڑھی ہوئی آمدنی کی وجہ سے اس کے لئے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کرنی شروع کر دیں۔ گویا جو امیدیں مدرسہ سے فرار ہونے کے وقت نئی زندگی کے بارے میں وائیولٹ کو دلائی گئی تھیں وہ بڑی حد تک پوری ہوئیں۔

لیکن گو شروع میں منیجر اور اس کی بیوی کی بڑھی ہوئی حفاظت نے وائیولٹ مارٹمر کو ہر طرح کی بری ترغیبوں سے محفوظ رکھنے میں مدد دی۔ تاہم رفتہ رفتہ جب وہ نئی زندگی کے اذن و لطف سے بہتر واقف ہو گئی تو یہ حفاظتی تدبیریں بھی کمزور ثابت ہونے لگیں۔ چنانچہ وقت آ گیا کہ وہ جب اسٹیج سے رخصت ہو کر پردوں کے پیچھے جاتی تو عاشق تن رسیا نوجوان اور عیش و عشرت کے دلدادہ امیر اس سے ملتے اور تخریب اخلاق کی کوششیں کرتے۔ چونکہ ایسے ہی شخصوں کی سرپرستی سے منیجر کا کاروبار چلتا تھا اس لئے وہ ان کی آمد و رفت روکنے کے ناقابل تھا۔ وائیولٹ نے بارہا ان لوگوں کو دوسری ایکٹریسوں سے میل جول کرتے دیکھا تھا اس کے کانوں نے اس قسم کے الفاظ بھی سنے تھے جو اس کے اپنے خیالات کی پاکیزگی کو زائل کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ نتیجہ یہ کہ اس کو ناٹک کی زندگی شروع کئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ اپنی کم سنی کے باوجود اسے

ایک بالغ عورت کا تجربہ حاصل ہو گیا۔ گو اس میں شک نہیں وہ اب تک داغ معصیت سے پاک تھی۔ بہرحال داستان کے اس رنجدہ حصّہ کو طول دینا نہیں چاہتا۔ مختصر یہ کہ اس طرح کے حالات میں یہ کمپنی ڈیون شائر کے اس قصبہ میں پہنچی جہاں مجھ کو بار اوّل دایولٹ کو سٹیج پر دیکھنا اور غلط فہمی سے اس کو ایتیل تصوّر کرنا تھا۔ جنوری ۱۸۳۷ء کے آخری ایّام تھے کہ مدرسہ کے فرار سے تین مہینے بعد دایولٹ اس قصبہ میں ایک ایکٹرس کی حیثیت میں سٹیج پر نمودار ہوئی۔ بعدازاں اس موقعہ پر جب میں کمپنی کا کھیل دیکھنے گیا تو جو واقعات پیش آئے تھے ان کی تفصیل پہلے ہی درج ہو چکی ہے۔ اس لئے اسکے اعادہ کی حاجت نہیں تاہم بعض تصریحات ضروری ہیں۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ کس طرح دایولٹ کو جھیل کے سین میں پریوں کی سردار بن کر رقص کرتے دیکھنے کے بعد میں جب پردہ کے پیچھے گیا تو میں نے اس کو سر ملکم دیونہم کی عاشقانہ گفتگو سنتے ہوئے دیکھا تھا دراصل یہ دوسرا موقعہ تھا کہ وہ اس سے ملنے وہاں آیا۔ اس سے پہلی رات کو ان کا ایک دوسرے سے تعارف ہو چکا تھا اور اس نے چھپے ہوئے لفظوں میں بعض باتیں اس سے کہی تھیں لیکن اس دوسرے موقعہ پر اس کا رویہ زیادہ دلیرانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی بیشمار دولت کا ذکر کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اگر تم میرا کہا مانو گی تو میں دنیا بھر کی نعمتیں تمہارے لئے فراہم کر دوں گا۔ دوران گفتگو میں اس نے رسم شادی کی تحقیر کی۔ اور کہا یہ ایک نہایت فضول رشتہ ہے جس کی پابندی انسان کے لئے سوائے تکلیف کے کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ آزاد تعلق کی حالت میں محبت دیرپا اور دائمی ہوتی ہے۔ لیکن نکاح کی پابندیاں مرد کے جوش کو جلدی سرد کر دیتی ہیں۔ اور یہ رشتہ اس آہنی زنجیر کی طرح ثابت ہوتا ہے جس کا بوجھ عشق کے احساس نزاکت کو تلف کرنے میں سم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔ دایولٹ چپ چاپ اس کی باتیں سنتی رہی۔ اس کی گفتگو نے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی تھی تاہم اس نے فوراً ہی کوئی فیصلہ کن جواب نہ دیا۔ اس نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

جس کے بعد وہ رخصت ہوگیا۔ چنانچہ یہی وہ موقعہ تھا جب میں اس کو انیبل سمجھ کر اس سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ میں نے اس کو انیبل ہی کے نام سے مخاطب کیا اور وہ اس لفظ کو سُن کر بڑے زور سے چونکی۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اس کی آنکھوں سے نکل آئے اور وہ تیز دوڑتی ایک طرف کو چلی گئی۔ اس کی وجہ گو میں کچھ اور سمجھی تاہم واقعہ میں یہ تھی کہ اپنی اس بہن کا نام سُن کر جس سے وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھی۔ وہ مارے درد کے بے تاب ہو گئی اور صد ہا خفتہ جذبات اس کے سینہ میں بیدار ہو گئے۔ ماں اور بہن کی وہ صورتیں جن کو وہ لوح دل سے محو کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ رنج و یاس اور شرم و ندامت کا احساس تازہ ہوا اور سینہ میں یہ تیز خواہش پیدا ہوئی کہ پھر ایک بار اپنی پیاری ماں اور عزیز بہن کو دیکھے۔ مجھ سے رخصت ہو کر وہ تیز چلتی تبدیل لباس کے کمرہ میں چلی گئی۔ اور جب اس کے بعد مینیجر کی تحریک پر میں نے ایک اور ایجرمالیس کی معرفت اپنا نام کہلا کر بھیجا اور اس سے دوبارہ ملنے کی درخواست کی تو گو لمحہ بھر کے لئے اس کے جی میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ وہ میری درخواست منظور کر کے مجھ سے ملے اور پوچھے کہ میں اس کی عزیز بہن سے جس کے نام سے میں نے اس کو مخاطب کیا تھا کیونکر واقف ہوا؟ کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ میرے اس کو انیبل کے نام سے مخاطب کرنے کی اصلی وجہ یہی ہے کہ میں نے غلط فہمی سے اس کو اس کی بہن سمجھا تھا۔ لیکن مجھ سے ملنے کی یہ خواہش جو ایک لحظہ کے وقفہ قلیل کے لئے اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی فوراً ہی دب گئی۔ اس نے سوچا کہ قسمت کا پانسہ پھینکا جا چکا اور میرے لئے اس دورِ زندگی سے جو اب شروع ہو چکا ہے پیچھے ہٹنا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ نظر فریب وعدے جو ہیرونٹ نے حال میں اس سے کئے تھے اس شخص کی طرح اس کے نیک ارادوں کو باطل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئے ہوں لیکن صحیح حالت کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس

شخص سے نہ ملوں گی جو عہد ماضی کی گفتگو کر کے اس زمانہ کی تلخ یاد تازہ کرے گا یعنی اس عہد ماضی کی جس کا خیال بھی وہ اپنے دل میں نہ لانا چاہتی تھی۔ اور جس سے نظر ہٹا کر وہ مستقبل کو دیکھنا ہی کافی سمجھتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ اس نے اس ایکٹریس کی معرفت انکاری پیغام بھیجا اور کہلا دیا کہ میں جوزف ولمٹ نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں جو سچ پوچھیے تو امر واقعہ تھا۔

اس کے دوسرے دن وہ سر ملکم دیونیہم کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اور کمپنی کا منیجر اور اس کے آدمی حیران و ششدر رہ گئے۔ بیرونٹ اس کو دیونیہم پارک کی کوٹھی میں لے گیا۔ جس کا فاصلہ موضع چارلٹن سے بہت زیادہ نہ تھا اور وہاں لے جا کر اس نے اپنا وہ وعدہ جو اس نے اس کے لئے ہر طرح کا سامان عشرت جمع کرنے، اسے مالکہ مکان بنانے، اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہشات پوری کرنے اور اسے بیش قیمت ملبوسات و جواہرات سے آراستہ کرنے کے بارے میں کیا تھا حرف بحرف پورا کیا۔ اس نے اسے زین سواری کی تربیت دی اور خصوصیت سے اس کے استعمال کے لئے قیمتی گھوڑے خریدے مگر ان سب باتوں کے باوجود وایولٹ ناخوش تھی۔ فی الحقیقت جو خوشی اس ذریعہ سے اس کو حاصل ہوئی وہ ایک اس طرح کا خلاف فطرت جوش تھا جو مختلف اوقات میں اس کے اندر پیدا ہو جاتا۔ مگر جس کے فوراً بعد مراجانہ اثرات ظاہر ہونے لگتے تھے۔ بارہا اس کے خیالات اپنی ماں اور بہن کی طرف جاتے۔ دنیاوی حالات سے بہتر واقف ہونے کی وجہ سے اسے اپنی عظیم غلطیوں کا احساس ہونے لگتا۔ اور وہ سوچتی کہ کیوں میں سب سے پہلے گھر سے اور اس کے بعد مدرسہ سے رخصت ہوئی۔ اور کس لئے آخر کار اپنے آپ کو سر ملکم کے حوالہ کیا؟ بارہا وہ اپنی ماں یا اینبل کے نام خط لکھنا چاہتی مگر جرأت نہ کر سکتی۔ حیران تھی کہ ان کو کیا لکھے۔ کیا اپنی ذلت کا حال؟ یا اس باطل خوشی کی کیفیتیں جو اس نے اتنی مہنگی حاصل کی تھیں؟ یا اپنی اخلاقی بربادی کا واقعہ جو ان کے لئے جگر پاش

ثابت ہوگا نہیں، اس سے یہی بہتر تھا کہ وہ اس کے حالات سے لاعلم رہیں۔ ان کی فکر و تشویش اس روح پاش، جاں فرسا یقین سے ہر حال میں بہتر تھی جو اس قسم کی تحریر کے ذریعہ ان کو حاصل ہوتا۔ ان کا اس کو مُردہ تصوّر کرنا اس اطلاع سے ہزار درجہ بہتر تھا کہ وہ زندہ مگر پُر معصیت ہے لیکن سچ پوچھئے تو وایولٹ کے ناخوش اور ناشاد رہنے کی وجہ محض اپنی عزیز ماں اور عزیز تر بہن کی یاد ہی نہ تھا۔ سر ملکم کے پاس جانے کے چند ہی ہفتہ بعد اوّل یہ احساس اس کے لئے باعثِ تکلیف ہونا شروع ہوا۔ کہ جو کچھ اس نے کیا وہ نامناسب اور نازیبا تھا۔ اور اس کے بعد یہ دریافت کہ سر ملکم اس سے باوفا نہیں ہے کئی ایسے واقعات اس کو معلوم ہوئے جن سے پایا جاتا تھا کہ بیرونٹ کی عیش پسند طبیعت اس کو جا بجا اُڑائے لئے پھرتی ہے اور گو وہ اب بھی وایولٹ کو آرام و آسائش کے ساتھ رکھتا۔ اس کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتیں پوری کرتا اور اس کے لئے سامان عشرت مہیا کرنے سے دریغ نہ کرتا تھا۔ تاہم اس کے لئے اس ہیبت ناک حقیقت کو نظرانداز کرنا غیر ممکن تھا کہ وہ تنہا اس کی محبت پر قابض نہیں۔ وہ ایک مرد عیاش اور ہر دبگی چھچہ تھا۔ جس کے تلوّن کی کوئی انتہا نہ تھی حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کی زندگی میں بھی وہ وقت آنے لگا جب کوئی اُمرد کسی خوبصورت داشتہ کو اس کی محبت کی خاطر نہیں بلکہ محض اپنے حلقۂ احباب میں اس کے حُسن کی نمائش کرنے کے لئے اپنے پاس رکھتا ہے۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وایولٹ ایسی نرم طبیعت کی عورت نہ تھی کہ وہ بیرونٹ کی بیوفائیوں کو آسانی سے نظرانداز کر دیتی اس نے بڑی سختی سے اس کو لعنت ملامت کی جس کے جواب میں سر ملکم نے بیان کیا، کہ جو الزامات تم مجھ پر لگاتی ہو غلط ہیں۔ اور تم یہ سب کچھ محض اپنے بے جا حسد اور جوشِ رقابت کی وجہ سے کہتی ہو۔ مجبوراً وایولٹ کو چپ ہو جانا پڑا۔ تاہم اپنے دل میں اس بات کا عہد کر لیا کہ اب میں اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کر کے اس طرح کا ناقابلِ تردید ثبوت مہیا کر دوں گی کہ اس کو جواب دیتے بن نہ پڑے۔

داستان اب ۲۳ جون ۱۸۳۸ء کی قابل یاد منزل پر پہنچتی ہے۔ جب ڈاپولٹ کو سر ملکم کے پاس رہتے پانچ مہینے گذر چکے تھے ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس روز جب بدنصیب کیٹ ایلن اور مس ڈیلمیر کے بارے میں دریافت حال کرنے موضع چارلٹن میں گیا تو سر ملکم اور ڈاپولٹ کو گھوڑوں پر سوار ایک سائیس کے ہمراہ پاس سے گذرتے دیکھا تھا چونکہ میں اس وقت تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ انیبل ہے اس لئے میں نے یہی نام لے کر اس کو آواز دی اور گو اس وقت میرا خیال تھا کہ اس نے میری آواز نہیں سُنی۔ تاہم اب انیبل کے چھوڑے ہوئے لفافہ سے معلوم ہوا کہ واقعہ میں ڈاپولٹ نے میری آواز سُن لی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات اس نے معلوم کرلی تھی کہ میں وہی نوجوان ہوں جو تھیٹر میں اس سے ملا تھا۔ لیکن وہ یہ ظاہر کئے بغیر کہ اس نے مجھے دیکھا یا میری آواز سُنی ہے پاس سے گذر گئی۔ بلکہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے سر ملکم کے ساتھ بدستور ہنس ہنس کر باتیں بھی کرتی رہی۔ گو اپنی بہن کا نام سُن کر پھر ایک بار اس کے سینہ میں ندامت اور پشیمانی کا احساس تازہ ہوگیا۔ اور اس کے دل میں درد کی تیز ٹیسیں اُٹھنے لگی تھیں۔

ڈیوانہیم پارک میں پہنچ کر اس نے ایک چٹھی کے ذریعہ سے جو سر ملکم کے سہو سے اتفاقاً پڑی ہوئی رہ گئی تھی۔ نیز اس پیغام کو سُن کر جو اس نے ایک وفادار خادم کے ذریعہ بھیجا تھا معلوم کیا کہ اسے یعنی سر ملکم کو اس رات موضع چارلٹن میں کسی نئے شکار سے ملنا ہے اس سے ڈاپولٹ کے جی کو جو رنج ہوا اور جو صدمہ اس کی محبت کو پہنچا اس کا حال بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے تاہم اس نے ایک لفظ تک اس بارے میں منہ سے نہ کہا اور نہ اپنی کسی حرکت سے یہ بات ظاہر ہونے دی کہ وہ اس بارے میں ذی علم ہے یا کوئی ترکیب اختیار کرنا چاہتی ہے۔ بہرحال اس نے سر ملکم کی نقل وحرکت کی نگرانی کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اور اپنے جی میں یہ فیصلہ کیا کہ اس کو بے نقاب کرنے اور ایک معمولی دیہاتی لڑکی کے عشق میں پھرنے کے واقعہ پر ملامت کرنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ ڈاپولٹ نے اس سے یہ بہانہ کیا تھا کہ میں ایک

دوست کے ہاں کھانا کھانے جاتا ہوں اور خیال ہے کہ رات کو اسی کے ہاں ٹھہروں گا۔
وایولٹ اس پر بھی نہ بولی اور بیرونٹ اس بات سے لاعلم کہ وہ اندرونی حالات سے واقف ہے رخصت ہو گیا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ نمائش کی خاطر وہ اس دوست کے ہاں ضرور جائے گا اور ممکن ہے کھانا بھی وہیں کھائے جس کے بعد غالباً رات کے دس بجے وہ اس کے مکان سے اس عشقیہ مہم پر روانہ ہو گا جس کی خاطر یہ ساری حیلہ سازیاں کی گئی تھیں۔
اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد وہ خود بھی دس بجے کے قریب دیونیہم پارک سے رخصت ہوئی۔ خوشنما نکھری ہوئی رات تھی اور آسمان پر لاتعداد تارے چمک رہے تھے۔ یہ وسط گرما کی وہی نہ بھولنے والی رات تھی جب میں چارلٹن کے گرجا میں گیا تھا۔ چونکہ موسم خوشگوار تھا۔ اس لئے وایولٹ نے وہی گرمائی لباس پہنے رکھا جو اس نے زین سواری کے بعد زیب بر کیا تھا۔ بلکہ جو شال اس نے اوڑھا وہ بھی ہلکے رنگ کا تھا۔ مخفی نہ رہے کہ یہ سارے حالات مجھے وایولٹ کی اس تحریر سے معلوم ہوئے جو انیبل کے چھوڑے ہوئے لفافہ میں بند تھی۔ اور سچ پوچھئے تو اسی سے وہ باقی حالات بھی جانے گئے ہیں جن کی بنا پر میں اس داستان کو اس کی مکمل صورت میں پیش کرنے کے قابل ہوا ہوں۔

رات کے قریباً بارہ بجے تھے کہ وہ موضع چارلٹن میں پہنچی اور چونکہ دیونیہم پارک سے اس جگہ کا فاصلہ بہت زیادہ نہ تھا اس لئے وہ سہولت سے سیر کرتی اس جگہ جا پہنچی وہاں پہنچ کر اس نے اس مکان کی نگرانی شروع کی جس میں اسے سر ملکم کے داخل ہونے کی امید تھی۔ لیکن وقت گذرتا گیا اور وہ نہ آیا۔ واقعہ دراصل یہ تھا کہ وہ جس دوست کے ہاں کھانا کھانے گیا۔ وہاں احباب کے تقاضوں سے اس نے بوتل کا استعمال اس کثرت سے جاری رکھا کہ وہیں نیند آ گئی اور جس دوسرے مقام پر اسے جانا تھا اس کا خیال ہی دل سے اتر گیا۔ اس طرح جب آدھی رات گذر گئی۔ اور وہ نہ آیا تو وایولٹ کو مجبوراً واپسی کا ارادہ کرنا پڑا۔ اس کو معلوم تھا کہ ایک سہل رستہ قبرستان سے ہو کر جاتا ہے اور چونکہ

وہ طبعاً دلیر عورت تھی اور کسی طرح کے اندیشے اس کے دل میں بالکل نہ تھے اس لئے وہ اسی راہ سے ہولی - لیکن اس دنیا میں کون ایسا گنہگار انسان ہے جو قبرستان میں جائے اور اس کا دل اس مقام کی حسرت ناک خاموشی سے متاثر نہ ہو، قدرتی طور پر وایولٹ کے اپنے دل میں بھی اس جگہ قدم رکھتے ہی کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے ایبل کا نام جو تھوڑی دیر پیشتر اس نے میری زبانی سنا تھا پھر ایک بار یاد آیا - اور یہ سوچ کر کہ وہ کتنی پاک اور میں کس قدر گناہ آلودہ ہوں اس کو بے اختیار پشیمانی کا احساس ہونے لگا - اس کے خیالات اپنی ماں کی طرف بھی گئے - پھر جب اس نے بکھری ہوئی قبروں اور ان کے لوح مزار کو دیکھا تو ناقابل بیان جذبات اس کے سینہ میں پیدا ہونے لگے - اور اس کو خیال آیا کہ میرے مدرسہ سے فرار ہونے کے بعد یہ اندیشہ کہ میں اب کس حالت میں ہوں یا یہ دریافت کہ میں کس نوبت تک پہنچ چکی ہوں، یقیناً میری ماں اور بہن کو دل شکستہ کر چکی ہوگی - کیا معلوم وہ اس غم میں گھل گھل کر کس حالت کو پہنچ چکی ہوں - اس خیال کے آتے ہی وہ بے اختیار رونے لگی اور وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گئی - اس وقت اس کی روح سخت تکلیف میں تھی - اپنا گذرا ہوا زمانہ یاد کر کے اس کے سینہ میں درد کی تیز لہریں اٹھتی تھیں - اور اگر کسی طرح اس زمانہ کی واپسی ممکن ہوتی تو یقیناً وہ اس کے لئے دنیا کی ساری دولت دے دینے کے لئے تیار ہو جاتی - پھر جب یہ خیال اس کے دل میں پیدا ہوا کہ میں نے اپنے آپ کو اس مرد بے وفا کے لئے تباہ کرنا منظور کیا - جس نے میری محبت اور ایثار کی ذرا بھی قدر نہ کی - اور جس نے اس کے معاوضہ میں انتہائی ناشکرے پن کا ثبوت دیا - تو اس کے سینہ کی جلن اور بھی تیز ہو گئی - بیٹھے بیٹھے اس کو دعا کی خواہش ہوئی اور اس زور سے ہوئی کہ پہلے عرصہ دراز سے نہ ہوئی تھی - وہ اسی حالت میں تھی، کہ اس نے دو شخصوں کو قبرستان کی طرف آتے دیکھا جن کے ہاتھوں میں تعمیر کے آلات تھے - وہ اسے آدھی رات کے وقت قبرستان میں بیٹھا دیکھ کر ڈر گئے - کیونکہ اس کا

ہین سپید لباس لے انسان سے بہت زیادہ روح کا ہمشکل بنا تا تھا مگر اس نے ان کو رُکتا دیکھ کر آواز دی اور انہوں نے آواز سے پہچانا کہ یہ وہ نوجوان خاتون ہے جو دیونیم پارک والے مکان پر رہتی تھی۔ بعد ازاں ان شخصوں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ ایک ان میں سے گورکن اور دوسرا معمار تھا اور وہ اس وقت گرجا کے تہ خانوں میں سے ایک کو کھولنے آئے تھے جس میں دوسرے دن اسی خاندان کے ایک شخص کا تابوت رکھا جانا تھا جس کے لئے وہ تہ خانہ محفوظ تھا۔ معلوم ہوا کہ جنازہ ایک روز بعد اٹھنا تھا لیکن کسی مصلحت سے گھر والوں نے اسے ایک دن پہلے دفن کر دینا ضروری سمجھا اور اس تبدیلی کی اطلاع گورکن کو رات کے وقت دی گئی۔ اتفاق سے وہ جب اس معمار کو تلاش کرنے گیا جو اس طرح کے موقعوں پر اسے مدد دیا کرتا تھا تو وہ فوراً ہی اس کو نہ ملا۔ یہی وجہ تھی کہ جب یہ لوگ گرجا میں پہنچے تو آدھی رات کا وقت تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ یہ سب باتیں وایولٹ کو باتونی گورکن کی زبانی معلوم ہوئی تھیں اور جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں یہ واقعہ ٹھیک اس وقت گرجا کے دوسری جانب پیش آرہا تھا جب میں وسطِ گرما کی رات کے وہم کی آزمائش کے لئے اس کے دوسری جانب کھڑا تھا۔

وایولٹ عجیب و غریب طبیعت کی لڑکی تھی اور اس کے خیالات مختلف اوقات میں مختلف انتہاؤں تک پہنچا کرتے تھے۔ بعض اوقات ہفتوں یا مہینوں اسے دعاء کی خواہش نہ ہوتی تھی۔ لیکن جب اس طرح کے موقعہ پر جیسا کہ اب درپیش تھا ایسی خواہش ہوتی تو وہ اسے ضبط نہ کر سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ دعا کرنے سے ہی میرے دکھی دل کو تسکین حاصل ہوگی۔ اور اس طریقہ پر میں اپنی ان غلطیوں پر جو ماں اور بہن کی صحبت سے جدا ہونے کے بعد مجھ سے ہوئی ہیں، کافی طور پر اظہار ندامت کر سکوں گی۔ اس کی ماں نے ہمیشہ اسے مذہب اور نیکی کی تعلیم دی تھی۔ اور گو اس تربیت کے نیک اثرات عارضی طور پر اس کی نئی زندگی کے پرشور ہنگامہ میں دب گئے تھے۔ تاہم اب ان کے

پھر ایک بار تازہ ہونے پر وہ خیال کرنے لگی تھی کہ میں اس ذریعہ سے دوبارہ اپنی ماں
کی نیک تلقین پر عمل کر سکوں گی۔ پس اس نے گورکن کے ساتھ گرجا میں جانے کی خواہش
ظاہر کی۔ اور چونکہ اس کے ساتھ ہی اس نے تھوڑی سی نقدی اس کے ہاتھ پر رکھ
دی تھی اس لئے اگر کوئی کلمۂ اعتراض گورکن کے منہ سے نکلا بھی چاہتا تھا لیکن نہ نکلا
غالباً اس نے اسے اس خاتون کا وہم سمجھا کہ وہ آدھی رات کے وقت ویران گرجا میں
دعا کرنا چاہتی ہے۔ لیکن صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس کی طرف سے بہر حال کسی طرح کا اعتراض
وارد نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اس نے گرجا کا دروازہ کھول دیا اور وایولٹ اس کے اندر داخل
ہوئی۔ ہر چند ولیئیہم پارک کی عمارت اس گرجا سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہ تھی تاہم اس
کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ وہ اس جگہ آئی اتنے میں چاند نکل آیا تھا۔ اور اس کی روشنی
کھڑکیوں سے داخل ہو کر گرجا کے اندرونی حصوں کو پوری طرح نمایاں کر رہی تھی چنانچہ
جب گورکن اور اس کا ساتھی گرجا کے ایک پہلو میں گئے تو وایولٹ دوسری طرف کو روانہ
ہوئی۔ لیکن دکھنی حصہ میں پہنچ کر اس نے معلوم کیا کہ کوئی آدمی کھڑکی سے منہ لگائے اندر
کی طرف دیکھتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کون ہے اور کیوں اس جگہ کھڑا ہے۔ وہ کھڑکی
کی طرف بڑھی۔ اور یہی وہ موقعہ تھا جب ٹھیک آدھی رات کو میں نے اسے ہلکے سپید لباس
میں اپنی طرف آتے دیکھ کر اسے انیل کی ہیولانی صورت سمجھا تھا۔ وایولٹ کا اپنا خیال
یہ تھا کہ اس کے کھڑکی کی طرف آنے پر شخص مذکور نے دہشت کی چیخ ماری اور بھاگ
گیا۔ حالانکہ واقعہ میں میں اس کو دیکھنے کے بعد چیخ مار کر وہیں فرش زمین پر گر پڑا۔
اور بیہوش ہو گیا تھا۔ خیر اس نے اس واقعہ کو سرسری سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا، اور
تھوڑا عرصہ گرجا میں ٹھہرنے اور دعا کرنے کے بعد ولیئیہم پارک کو واپس چلی گئی۔ اس
کے دوسرے دن اس نے سر ملکم سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے پیچھے گاڑی گئی تھی۔
اور یہ اس نے اس لئے کہا تھا کہ ایسا نہ ہو گاؤں والوں کی زبانی اسے اس واقعہ کا

حال براہ راست معلوم ہو جائے۔ اور وہ اس کا کچھ اور مطلب سمجھے بہرحال اس نے اپنے وہاں جانے اور اس کی نگرانی کا حال اس سے بیان کر دیا۔ اور یہی وہ موقعہ تھا جب پیرونٹ نے زیادہ شراب پی کر بیہوش ہوئے اور وہ رات اپنے دوست کے مکان پر بسر کرنے کا واقعہ اس سے بیان کیا۔

داستان کا منظر پھر ایک بار لندن میں تبدیل ہوتا ہے۔ کئی مہینے اس واقعہ کو گذر چکے تھے۔ اور اس دوران میں نہ وایولٹ کے رشتہ داروں کو اس کے سوتھمپٹن کے مدرسہ سے غائب ہونے کے بعد کا حال معلوم ہوا اور نہ ہی پیا سکے باوجود وہ اس کا کوئی پتہ سراغ پا سکے۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ وایولٹ کے عدم پتہ ہونے کے بعد مسٹر لینوور اور انیبل کو سخت تشویش لاحق تھی۔ یہاں تک کہ کئی بار ان کو خیال آتا کہ شاید وہ اب زندہ بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ کبھی کوئی خط ان کو وایولٹ کی طرف سے موصول نہ ہوا تھا اور نہ مسٹر لینوور کو اپنی تحقیقات میں کسی طرح کی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ستمبر ۱۸۳۷ء کے ایام تھے کہ مسٹر لینوور نے ایکدم انیبل سے سفر کی تیاری کے لئے کہا اور یہ بھی اس سے کہہ دیا کہ میں کل ہی رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ اور تمہیں میرے ہمراہ چلنا ہوگا۔ یہ اطلاع اس طریقہ پر دفعتاً بغیر کسی تفصیل کے دی گئی کہ انیبل اور اس کی ماں کو نہ صرف حیرت بلکہ دہشت بھی ہوئی۔ مسٹر لینوور نے جیسا کہ اس کی عادت تھی اس اطلاع کے بعد گھر میں ٹھہرنا غیر ضروری سمجھا اور ٹوپی اوڑھ کر کسی طرف کو چلا گیا۔ انیبل کی ماں ان دنوں سخت بیمار تھی۔ فی الحقیقت اس زمانہ کے بعد جب دو بھاری صدمے اس کو پہنچے تھے ایک یہ معلوم کرنے کا کہ اس کا شوہر جرم قتل کا ارادہ کر رہا ہے اور دوسرا وایولٹ کی گمشدگی کا۔ اس کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ پس اپنی شدید بیماری کی وجہ سے اگر اس کو سفر کرنے کے لئے کہا بھی جاتا۔ تو وہ یقیناً سفر نہ کر سکتی تھی مگر اس سے کہا ہی نہیں گیا۔ تنہا انیبل کو ہی ہمراہ چلنے کے لئے کہا گیا۔ قدرتی طور پر ماں بیٹی یہ سوچ

کر سخت حیران ہو رہی تھیں کہ اس عجیب و غریب سفر کا کیا مقصد ہے؟ مگر وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں۔ اور یہ بات تو ہر حال میں ناممکن تھی کہ ایبل اپنے باپ سے کہتی کہ فی الحال میری ماں چونکہ سخت بیمار ہے اور میرا اس کی تیمار داری کے لئے پاس رہنا ضروری ہے۔ اس لئے آپ فی الحال مجھے اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ نتیجہ یہ کہ اسے طوعاً و کرہاً ہمراہ چلنے پر آمادہ ہونا پڑا۔ چنانچہ اس سرائے میں پہنچ کر جہاں سے سفری گاڑی روانہ ہوتی تھی مسٹر لینوورڈ نے اکسیٹر کے دو ٹکٹ خریدے اور باپ بیٹی اس گاڑی پر سوار ہو گئے جو اکسیٹر جاتی تھی۔ سارا راستہ مسٹر لینوور نے اس سفر کے بارے میں کوئی ذکر ایبل سے نہیں کیا۔ اور اس طرح پر وہ بالکل معلوم نہ کر سکی کہ اس عجیب و غریب سفر کا مدعا کیا ہے۔ اکسیٹر پہنچکر دونوں ایک درجہ دوم کے ہوٹل میں ٹھہرے۔ مسٹر لینوور نے ایبل کو اپنا بہترین لباس پہننے کا حکم دیا اور اس کے بعد کہا کہ تم میرے ساتھ چلو میں تمہارا ایک دوست گھرانے سے تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد دونوں چل دیئے اور بازار میں پہنچ کر ایک بساطی کی دکان کے سامنے ٹھہرے جو کافی خوشنما اور آراستہ تھی اور جس کے دروازہ پر موٹے سنہری حرفوں میں مالک دکان کا نام ڈابنز دیج تھا۔ مسٹر لینوور نے ایبل کو تھوڑی دیر کے لئے دروازہ کے باہر ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور خود اس کے اندر چلا گیا۔

اس موقعہ پر جب ایبل اپنے باپ کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی اتفاقاً میری اس سے وہ ملاقات ہوئی جس کا حال اس سے بہت پہلے قلمبند ہو چکا ہے۔ وہ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ اور چونکہ میں اس وقت تک ایبل اور وایولٹ کی تفاوت سے بے خبر تھا اس لئے میں نے اس کو ان عجیب لفظوں میں مخاطب کیا جو پیشتر اپنے موقعہ پر درج ہو چکے ہیں اور جن کا ماحصل یہ تھا کہ تو ہر حال میں مجھ کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ قدرتی طور پر وہ میرے اس عجیب بیان سے بہت متحیر ہوئی اور میرے الفاظ

کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکی اور اس کے بعد اور بھی زیادہ حیرت اس کو میرے اس فقرہ سے ہوئی کہ کیا تو نے بالکل ہی... فقرہ نا تمام ہی رہ گیا تھا کیونکہ میں اسے پورا کرنے اور یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکا کہ کیا تو نے بالکل ہی سر ملکم ڈیونیہم سے قطع تعلق کر لیا ہے. گو میرا خیال تھا کہ وہ اس نا تمام فقرہ کا مطلب خود ہی سمجھ گئی ہو گی لیکن اس نے نہیں سمجھا اور سچ پوچھئے تو وہ کیونکر سمجھ سکتی تھی؟ اس نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور ایک ایسی نگاہ مجھ پر ڈالی جس کا مطلب اس وقت میرے لئے بعید از فہم تھا. اس کے ایک لمحہ بعد مجھے حالتِ اضطراب میں اس جگہ سے رخصت ہو جانا پڑا کیونکہ انیبل نے اپنے باپ کو دکان سے باہر آتے دیکھ لیا تھا. اسی رات میں جب نئی ملازمت کے سلسلہ میں مرٹل لاج جا رہا تھا تو راستہ میں وایولٹ کو بیرونٹ کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایک سرائے کے باہر دیکھا اور اس خیال سے کہ انیبل سر ملکم کے پاس واپس جانے کے لئے پھر اپنے باپ کے پاس سے بھاگ آئی ہے رنج و حیرت کے الفاظ میرے منہ سے نکلے. وایولٹ نے اس موقعہ پر بھی مجھے دیکھ اور پہچان لیا تھا تاہم وہ میرے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکی کیونکہ ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ گویا میں نے انیبل کو تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا. اتفاق سے ٹھیک اسی وقت جب مسٹر لیبنووڈ اور انیبل اکسیٹر گئے ہوئے تھے، بیرونٹ اور وایولٹ بھی اسی جگہ گئے تھے. مگر نہ دونوں بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، نہ ان کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی. اور وہ اس بات سے بالکل لاعلم رہیں، کہ وہ ایک دوسرے سے اتنی قریب تھیں.

یہاں پر اس سلسلہ تفریحات کی تکمیل کے لئے کچھ حال انیبل کا بیان کرنا ضروری ہے جسے ہم نے مسٹر ڈابنز بساطی کی دکان سے باہر کھڑے چھوڑا تھا. میرے وہاں سے چلے آنے کے فوراً بعد یعنی اپنے باپ کو باہر آتا دیکھ کر اس نے فوراً سکون قائم کر لیا اور یہی وجہ تھی کہ مسٹر لیبنووڈ نے باہر آ کر اس کے چہرہ پر کسی طرح کے آثار اضطراب نہیں دیکھے

خیر اس نے اس کو دکان کے اندر چلنے کے لئے کہا اور وہ اس کے ہمراہ اندر گئی۔ مسٹر ڈابنز کے بیٹھنے کا کمرہ دکان کے پچھلے حصہ میں واقع تھا جب دونوں باپ بیٹی اس جگہ پہنچے تو دیکھا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے چہرہ کے آثار قابل نفرت اور آنکھوں کا انداز بھیانک تھا ایک چوڑی میز کے پاس بیٹھا ہے۔ انیبل سے بیان کیا گیا کہ یہی اس دکان کا مالک مسٹر ڈابنز ہے۔ اس پر شخص مذکور نے عجیب طرح کی تیز متجسس نظروں سے انیبل کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ جس سے اس کو شرم اور بے تابی محسوس ہونے لگی۔

مسٹر ڈابنز اور مسٹر لیونوڈ میں اس موقعہ پر جو گفتگو ہوئی وہ بے تہ اور رسمی تھی۔ کم ازکم کوئی کاروباری معاملہ ان میں زیر بحث نہیں آیا۔ انیبل نے اس گفتگو میں بہت کم حصہ لیا اور چونکہ وہ صرف ان ہی موقعوں پر بولتی تھی جب وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو۔ اس لئے اس کا باپ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد عجیب طرح کی گھورتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگتا۔ گویا یہ جتلانا چاہتا تھا کہ تم کو زیادہ خلیق اور ملنسار بننا چاہیئے۔ ملاقات قریباً آدھا گھنٹہ ہوئی اس کے بعد مسٹر لیونودر انیبل کو پھر ایک بار اسی ہوٹل میں لے گیا جس میں وہ ٹھہرے تھے۔ اس کے دوسرے دن ان دونوں نے مسٹر ڈابنز کے ہاں کھانا کھایا اور اس موقعہ پر معلوم ہوا کہ وہ رنڈوا اور کئی بچوں کا باپ ہے۔ جو سب کے سب بالغ ہو کر اپنے کام دھندوں پر لگ چکے ہیں۔ قریباً ایک ہفتہ یہ لوگ یعنی انیبل اور اس کا باپ اکیسٹر میں رہے اس کے بعد پھر مسٹر لیونودر نے دفعتاً بیٹی سے رخصت کی تیاری کرنے کے لئے کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ آخر کار اپنے مکان پر واپس آئے تو انیبل کو قطعاً معلوم نہ تھا کہ کیوں اس کا باپ اسے اپنے ساتھ اکیسٹر لے گیا اور کیوں وہ اسے لے کر اتنے دن وہاں ٹھہرا۔

اس کے بعد وقت گذرتا گیا حتیٰ کہ ختم سال کے ایام قریب آئے اور بڑے دن کا سیزن شروع ہوا۔ اس دوران میں وابولٹ نے کئی طریقوں پر معلوم کر لیا کہ سر ملکم ڈیونیم

کی بیوفائی روز افزوں ترقی پر ہے اور اس سلسلہ میں یہ نئی دریافت بھی اس کے کانوں تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے اکسیٹر سے تھوڑی دور تنہا مقام پر ایک مکان کرایہ لے رکھا ہے اور اپنی ہوس پرستی کے سلسلہ میں اکثر وہاں جاتا ہے اس سے اس کے دلِ پُرغرور کو جو صدمہ پہنچا اس کا اندازہ بہت دشوار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس نے اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس مرد اوباش کی سیہ کاریاں بے نقاب کر کے اس سے ایسا بدلہ لوں کہ یاد کرے۔ انہی ایام میں سرملکم کو ایک کام کے لئے اکسیٹر جانے کی ضرورت پیش آئی اور وہ وائیولٹ کو بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا اس موقعہ پر وہ اپنی گاڑی کے علاوہ زین سواری کے گھوڑے بھی ساتھ لے گئے مگر اکسیٹر پہنچنے کے بعد اسی دن سرملکم نے، جو کچھ بہانہ کر کے باہر گیا تھا جلدی میں لکھا ہوا ایک رقعہ سرِشام وائیولٹ کے نام بھیجا جس میں تحریر تھا کہ اتفاقاً مجھے ایک دوست مل گیا جس کا مکان یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہے اور وہ بہ اصرار مجھ سے کہتا ہے کہ رات کا کھانا میرے ہاں کھانا۔ میں اب میں کل ہی تمہارے پاس آؤں گا۔ وائیولٹ نے اس خط کو پڑھا تو جان گئی کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ اس نے پیش کردہ عذرات کو حیلہ سازی پر محمول کیا اور فوراً آمادہ تحقیق ہو گئی۔ سواری کا لباس پہن کر اس نے سائیس کو اپنا گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا اور ہوٹل کے نوکروں سے اس مکان کا پتہ پوچھ کر جو تنہا مقام پر واقع تھا اور جس کے بارے میں اس کو افواہاً معلوم ہوا تھا کہ سرملکم کی عیش پرستیوں کا مرکز ہے اکیلی اس طرف کو چل دی جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے وہ عین وقت پر اس مکان میں جا پہنچی اور غریب چالٹ ہرے کو سرملکم کے پنجۂ ہوس سے بچانے میں کامیاب ہوئی۔ اس شخص کی بیوفائیوں کا یہ بیّن ثبوت دیکھنے کے بعد جس کی خاطر اس نے اپنی عصمت، اپنا شباب اور اپنا حال و مستقبل سب کچھ برباد کیا تھا۔ اس کے جی کو سخت صدمہ پہنچا اور اس نے اس

بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو میں اب ضرور اس کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ سر ملکم کو جب اس کے ارادہ کا حال معلوم ہوا تو بڑی منت سماجت کی۔ کئی کئی طریقوں پر اپنے اقرار وفا کو تازہ کیا اور آئندہ کوئی ایسا فعل نہ کرنے کا عہد بھی کیا جو اس کی دلآزاری کا موجب ہو۔ مگر ڈالرولٹ کا دل اب بجھ چکا تھا۔ وہ دور معصیت کی بے تہ عارضی خوشیوں سے پوری طرح جرعہ کش ہو کر سیر ہو چکی۔ اور اب اس جام کی تلچھٹ سے نفور تھی۔ بس اس کو نہ ماننا تھا نہ مانی۔ اور جو بات اس نے کہی تھی اس کو پورا کر کے رہی مگر سر ملکم سے قطع تعلق کرتے وقت اس نے اس کے دیئے ہوئے زیورات جو لاتعداد اور بیش قیمت تھے سب کے سب واپس کر دیئے۔ اور محض ضرورت کے پارچات اور گذارہ لائق نقدی ساتھ لے جانے پر کفایت کی۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے یہ کارروائی اس کی مغرور طبیعت کے عین حسب حال تھی جس کے بعد وہ اکسیٹر سے چند میل فاصلہ پر ایک چھوٹے سے گاؤں کی تنہائی میں سکونت پذیر ہو گئی۔ اور وہیں غریبانہ حالات میں نیکی کی زندگی بسر کرنے لگی۔ سر ملکم سے جدا ہوتے وقت چالیس پچاس پونڈ کے قریب نقدی اس کے پاس تھی اور وہ کفایت سے کام لے کر چند مہینے اس پر گذران کرتی رہی لیکن ان ہی ایام میں معلوم ہوا کہ وہ بدنصیب قدرت کی اس عظیم ذمہ داری کو جو عورت کے حصہ میں آ سکتی ہے اپنے اوپر لینے پر مجبور ہے یعنی وہ حاملہ ہو چکی ہے اور اس وقت نازک کے لئے اخراجات قریب الختم ہیں۔ حیران تھی کہ کیا کرے۔ سر ملکم کے روبرو دست سوال پھیلانے کا خیال ہی باعث استکراہ تھا مگر جب اس نے سوچا کہ وہی اس بچہ کا باپ ہے جسے وقت مناسب پر عدم سے وجود میں آنا ہے اور اسے اس کی ذمہ داریوں میں برابر کا حصہ دار ہونا چاہیئے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہو گئی۔ کہ اس طرح کی حالت میں اپنی اور اس بچہ کی حفاظت کے لئے اس کو سر ملکم سے امداد حاصل کرنے میں کسی طرح کا تامل نہ ہونا چاہیئے اب تک سر ملکم سے جدا ہوئے اس کو قریباً پانچ مہینے گذر چکے تھے۔ اور اس نے اپنا مقام

سکونت اس سے پوشیدہ رکھا تھا۔ فی الحقیقت علیحدگی کے وقت سے اب تک ان میں کسی طرح کی خط و کتابت بالکل نہ ہوئی تھی لیکن اب اس نے دیونیہم پارک کے پتہ پر سر ملکم کے نام ایک چٹھی لکھی۔ کئی دن گذر گئے لیکن خط کا جواب موصول نہ ہوا۔ اس سے یہ رنج افزا خیال اس کے دل میں پیدا ہونا شروع ہوا کہ شاید وہ اس خط کو پا کر قصداً چپ ہو گیا۔ اور اس کا جواب دینا نہیں چاہتا۔ یہ خیال جتنا غم انگیز تھا اور وایولٹ ایسی غیور لڑکی کے جذبات کو اس سے جیسی ٹھیس لگ سکتی تھی اس کا اندازہ اس داستان کے پڑھنے والے خود ہی بہتر کر سکتے ہیں مگر عین اس وقت جب وہ بالکل مایوس ہونے لگی تھی ایک خط اس کو موصول ہوا جس پر سالسبری کی مہر لگی ہوئی تھی اور جس میں لکھا تھا کہ میں ایک ماہ سے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اور تمہارا خط تبدیل پتہ کی وجہ سے دیر میں مجھ کو ملا ہے۔ خط کا لہجہ امید سے بہت زیادہ نرم اور محبت آمیز تھا اور اس میں لکھا تھا کہ آنے والے واقعہ کے سلسلہ میں جس قدر آسائش مہیا کرنی ممکن ہے کر دی جائے گی۔ اور میں اس بارے میں تفصیلات طے کرنے کو فوراً تم سے ملوں گا۔ چنانچہ اس کے دوسرے دن وہ آ پہنچا اور آتے ہی اپنی پرانی محبت تازہ کرنے لگا۔ مگر وایولٹ نے سرد مہری سے جواب دیا۔ کہ اب ٹوٹے ہوئے دل کا جڑنا محال ہے۔ ہمارے درمیان جو رشتۂ نازک قائم تھا منقطع ہو چکا۔ آئندہ زیادہ سے زیادہ ہم دوست بن کر رہ سکتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ جو خطائیں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں میں ان پر بہت نادم ہوں اور آئندہ ان کی تلافی کے لئے اپنی زندگی توبہ و استغفار میں بسر کرنا چاہتی ہوں۔ اس کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر سر ملکم نے بیان کیا کہ میں نے تمہاری سکونت کا انتظام سالسبری کے ڈاکٹر پامفرٹ کے ہاں کر دیا ہے۔ اور گو یہاں سے اس مقام کا فاصلہ بہت ہے تاہم میں اپنی سفری گاڑی تمہارے لئے بھیج دوں گا اور وہ آسان منزلوں سے تمہیں اس جگہ پہنچا دے گی۔ وایولٹ نے یہ تجویز منظور کی اور اس کے دو یا تین دن بعد وہ رات کے وقت ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر پہنچ گئی۔ یہ اوائل ماہ

جون کا ذکر ہے۔ اس کے پندرہ دن بعد وسط گرما کی وہ قابل یاد رات آگئی جس کے ایک سال پیشتر میں نے اسے چارلسٹن کے گرجا میں دیکھا تھا معلوم ہوتا ہے سرکلم دیونیہم نے اپنے سارے عیبوں کے باوجود اس سے بہت اچھا سلوک کیا۔ یعنی اس سے وعدہ کرلیا تھا کہ میں تمہارے پیدا ہونے والے بچہ کے گذارہ کے لئے ایک معقول رقم وقف کردوں گا چنانچہ اپنے نیک ارادہ کے ثبوت میں اس نے روپیہ کی ایک کافی بڑی رقم ڈاکٹر پامفرٹ کے یہاں جمع کرادی اور اسے حکم دے دیا کہ وایولٹ کی آسائش کا ہر ممکن طریقہ پر پورا خیال رکھا جائے۔ اور اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن جب اس نے گاہ بگاہ دریافت حال کے لئے ڈاکٹر کے مکان پر آنے کی اجازت چاہی تو وایولٹ نے سختی سے انکار کردیا۔ اور کہا کہ ہمارا میل جول جتنا بھی کم ہو بہتر ہے۔ وہ چونکہ اس معاملہ پر بضد تھی اس لئے بیرونٹ کو اس کی مرضی کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہونا پڑا۔

اس طرح کئی دن گذر گئے۔ اس دوران میں مسز پامفرٹ اپنے وقت کا بیشتر حصہ وایولٹ کی صحبت میں گذارتی اور اپنی گفتگو سے اس کا جی بہلایا کرتی تھی۔ مگر اس گفتگو میں کبھی یہ ذکر نہ آیا تھا کہ جوزف ولمٹ نام کا ایک نوجوان اسی گھر میں نوکر ہے یہی وجہ تھی کہ وایولٹ میری موجودگی کے بارے میں لاعلم رہی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جاچکا ہے۔ چونکہ اس کے وقت کا بیشتر حصہ اپنے ہی کمرہ میں گذرتا تھا اور وہ کبھی باہر نہ آتی تھی اس لئے ہمیں ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق بھی نہ ہوا لیکن آخرکار جب وہ وقت قریب آنے لگا . . . . . جو عورت کی زندگی کا سب سے کڑا اور آزمائش زمانہ سمجھا گیا ہے تو ماں اور بہن کی صورتیں اکثر وایولٹ کو یاد آئیں اور اس کی نظروں کے سامنے پھرا کرتی تھیں۔ اسے ان کو خط لکھنے کی خواہش ہوتی اور بارہا یہ اندیشے بھی پیدا ہوتے تھے کہ ممکن ہے میں دوبارہ اُن کی صورتیں دیکھے یا ملے بغیر ہی اس دنیا سے گذر جاؤں۔ یہ خیال بارہا اس کے سینے میں ہیجان کیا کرتا تھا اور آخرکار اسی کے زیر اثر

ایک دن اس نے بیٹھ کر ایک بہت لمبا خط اپنی ماں کے نام لکھا جس میں اس نے وہ سارے واقعات جو سوتھمپٹن کے مدرسہ سے فرار کے بعد پیش آئے تھے تفصیل کے ساتھ قلمبند کیے۔ اور چونکہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر رہتے ہوئے اسے کوئی خاص مصروفیت در پیش نہ تھی۔ اور وقت فرصت کافی تھا اس لئے اس نے ہر ایک واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا۔ اس کے علاوہ جیسا اس نے اپنے خط میں تحریر کیا تھا اس سے اس کے جی کو اطمینان بھی بہت ہوا۔ بہر حال یہ خط صحیح معنوں میں اس کے اس زمانہ کے خیالات، محسوسات، جذبات اور حرکات کا نہایت مفصّل نقشہ تھا۔ جو سوتھمپٹن سے روانہ ہونے کے وقت سے تادم تحریر گذرا۔ اس خط کی تحریر کئی دنوں میں مکمّل کی گئی۔ اور آخر کار ۲۰ جون کو وہ لفافہ جس میں یہ خط بند تھا ڈاک میں ڈالنے کے لئے ڈاکٹر پامفرٹ کی وساطت سے میرے ہاتھوں میں پہنچا۔ گو جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے وایولٹ کو بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ اس کا خط میرے ہاتھوں سے گذرے گا۔ عام حالات میں اس خط کو دوسرے دن یا زیادہ سے زیادہ تیسرے دن مسز لینوور کو مل جانا چاہیئے تھا مگر ڈاکخانہ کے کسی نامعلوم نقص کی وجہ سے وہ خط ۲۳ تاریخ کی صبح کو منزل مقصود پہ پہنچا۔ مسٹر لینوور کسی کاروباری مصروفیت کے سلسلہ میں جس کا حال اینیل یا اس کی ماں کو بالکل معلوم نہ تھا (کیونکہ وہ اپنے راز ہمیشہ ان سے چھپا کر رکھا کرتا تھا) ان ایام میں یورپ گیا ہوا تھا۔ بہر حال جس وقت وایولٹ کی خطاؤں، کمزوریوں اور گناہوں کا حال اس کی ماں اور بہن کو معلوم ہوا تو جو حالت ان کے دلوں کی ہوئی وہ بہ آسانی سمجھی جاسکتی ہے۔ گو سچ پوچھیے تو وہ ایک حد تک کسی ایسے واقعہ کے لئے ناتیار بھی نہ تھیں۔ کیونکہ دو سال بیشتر اس کا سوتھمپٹن کے مدرسہ سے فرار ہونا کسی ایسے ہی واقعہ کا پیش خیمہ سمجھا جاسکتا تھا۔ لیکن اگر اس مصیبت میں کوئی وجہ اطمینان کی پیدا ہو سکتی تھی تو وہ اس خیال سے کہ اب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے عہد گذشتہ کی تلافی کے لئے، توبہ و استغفار پہ آمادہ

تھی۔ مسز لینو ور چونکہ شدید علالت کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتی تھی اس لئے وہ تو سفر پر روانہ نہ ہوئی۔ البتہ انیبل کو اس نے یہ پیغام دے کر اس کی بہن کے پاس بھیجا کہ میں تمہاری خطاؤں کو تہِ دل سے بخش چکی۔ اور اگر ایک ماں کا درگزر کسی گنہگار ہستی کیلئے ذریعۂ شفاعت ہو سکتا ہے تو کیا تعجب خدا تمہاری خطاؤں کو بخش دے لیکن افسوس جب انیبل ۲۴ تاریخ کی صبح کو ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر پہنچی تو وایولٹ اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکی تھی۔ کیونکہ ۲۳ اور ۲۴ تاریخ کی درمیانی رات کو وہ ایک مردہ بچے کی ولادت میں دردِ زہ سے ہلاک ہو گئی۔

انیبل کو اس واقعہ کی خبر پا کر جو رنج اور ذہنی تکلیف ہوئی اس کا حال بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ گھنٹوں وہ شدتِ غم سے بے حال رہی۔ لیکن چونکہ ہر ایک صدمہ کی کوئی انتہا ضرور ہے اس لئے رفتہ رفتہ اس کی طبیعت سکون پذیر ہونے لگی اور اس کے بعد بتدریج اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ میں جوزف ولمٹ اس مکان میں ٹھہرا ہوا ہوں وہ پُر وحشت نظارہ جو وایولٹ کی موت کے چند منٹ بعد پیش آیا تھا اور جس میں میں فرطِ رنج و غم سے نڈھال ہو کر دہیں اس کی لاش کے پاس گرا تھا اس کا حال بھی اس سے بیان کیا گیا۔ جس کے بعد وہ سارا حال سمجھ گئی۔ اور اس نے گھر والوں سے بیان کیا کہ وہ میرا اپنا ہی خالہ زاد بھائی ہے چونکہ وایولٹ کے بستر کے پاس بے ہوش ہو کر گرتے ہوئے میں نے انیبل کا نام لیا تھا۔ اس لئے وہ فوراً میری غلط فہمی سے واقف ہو گئی یعنی اس نے سمجھ لیا کہ میں نے وایولٹ کو غلطی سے انیبل سمجھا اس موقعہ پر وہ میری اس عجیب گفتگو کا راز بھی سمجھ گئی۔ جو میں نے اکسیٹر میں اس وقت اس سے کی تھی جب وہ مسٹر ڈابنز کی دکان کے باہر باپ کی واپسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اس کے بعد وہ بیتابی سے اس وقت کا انتظار کرنے لگی جب میں ہوش میں آنے کے بعد اصل حقیقت جان کر اسکی بے گناہی سے واقف ہو سکتا۔ میری بیماری کے ایام میں ڈاکٹر پامفرٹ اور اس کی بیوی کا نرمی سے پیش آنا جو نرس

وایولٹ کے لئے رکھی گئی تھی اس کا میری تیمارداری کے لئے رہ جانا، ڈاکٹر کا مجھے اس قابل یاد رات کے واقعہ کیلئے کسی طرح کی سرزنش نہ کرنا اور انیبل کا گاہ بگاہ میری بے ہوشی کے ایام میں میرے کمرہ میں آنے کے قابل ہونا ان ساری حالتوں کا راز اب یہ جاننے کے بعد رفتہ رفتہ حل ہو گیا۔ کہ انیبل نے ڈاکٹر پامفرٹ سے بیان کر دیا تھا کہ میں اس کا اور اس کی متوفی بہن وایولٹ کا بہت قریبی رشتہ دار ہوں۔ بدنصیب وایولٹ کے دفن کئے جانے کے بعد انیبل چند روز ڈاکٹر کے مکان پر ٹھہری اور جب اس کے بعد اس نے مجھے رو بصحت ہوتے دیکھا تو اس خیال سے چند دن اور بھی ٹھہر گئی کہ ہوش میں آنے کے بعد وہ مجھ سے گفتگو کر کے رخصت ہونا چاہتی تھی۔ اب صرف یہ بیان کرنا باقی ہے کہ وایولٹ کی موت کی اطلاع مناسب وقت پر سرملکم ڈیونیہم کو جو چارلٹن کے قریب اپنی کوٹھی میں ٹھہرا ہوا تھا دی گئی مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی اس کو کہلا دیا گیا کہ وایولٹ کی بہن چونکہ ہمارے مکان پر ٹھہری ہوئی ہے۔ اس لئے آپ اس کے جنازہ میں شریک ہونے کی زحمت نہ کریں۔ اور کفن دفن کے سارے انتظامات ڈاکٹر پامفرٹ کے ذمہ رہنے دیں۔ ۔ اس تجویز کو سرملکم نے منظور کیا اور یہ بات کہ اس نے ڈاکٹر پامفرٹ کو نہایت فیاضی سے نہایت معقول معاوضہ ادا کیا۔ اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ خود اس کا اور اس کی بیوی کا سلوک انیبل سے اور اس کے سلسلہ میں مجھ سے بھی نہایت اچھا اور اخلاق آمیز تھا۔

---

# باب ۳۴

## اسیر عشق

جیسا کہ پیشتر لکھا گیا تھا یہ داستان جو اوپر درج ہوئی ہے ان کاغذات کی بنا پر

مرتب کی گئی ہے جنہیں انیبل نے ایک سربمہر لفافہ میں بند کر کے اس ہدایت کے ساتھ ڈاکٹر پامفرٹ کے حوالہ کیا تھا کہ میری صحت یابی کے بعد وہ لفافہ اسی صورت میں میرے سپرد کر دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ موقعہ نہیں ہے کہ میں ان جذبات و محسوسات کو بیان کروں جو انیبل کا وہ خط یا وایولٹ کی وہ چٹھی پڑھ کر جو اس نے اپنی ماں کے نام لکھی تھی۔ میرے سینہ میں پیدا ہوئے۔ تو بھی سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ سارے حالات پڑھ کر میں اپنے جی میں یہ سوچے اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ کس طرح بدنصیب وایولٹ وسط گرما کی اس قابل یادرات کے پورے ایک سال بعد جب میں نے اسے چارلٹن کے گرجا کی کھڑکی سے دیکھا تھا، موت کے آغوش میں چلی گئی۔ اس میں شک نہیں گرجا میں اس کی موجودگی حقیقی اور اصلی تھی۔ کم از کم اس میں کسی طرح کے وہم کو دخل نہ تھا یعنی جسے میں نے گرجا کے اندر دیکھا وہ گوشت اور پوست کی بنی ہوئی وایولٹ تھی نہ کہ اس کی روح۔ تو بھی حالات پیش آمدہ میں میرے لئے اس خیال کو ذہن سے خارج کرنا غیر ممکن تھا کہ اس کی صورت کا وسط گرما کی رات کو گرجا کے اندر نظر آنا اور اس کے بعد پورے ایک سال کے عرصہ میں ٹھیک اسی رات کو بارہ بجے کے گجر پر ہلاک ہونا ظاہرا یہ واقعہ کتنا ہی رسمی کیوں نہ ہو ایک عجیب طرح کی فوق الفطرت خصوصیت سے خالی نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ وہم جو ڈیون شائر کے دیہات میں پھیلا ہوا تھا، پورا تو ہو گیا۔ لیکن ایک اور طریقہ پر۔ ممکن ہے اس داستان کے پڑھنے والے اس واقعہ کو محض اتفاقی تصور کریں۔ لیکن میرے لئے اس میں کچھ نہ کچھ غیبی اثر ضرور شامل تھا۔ اور گو اب ایک مرد بالغ کی حیثیت میں دنیا کے سرد و گرم دیکھنے کے بعد میرے خیالات میں گو کئی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں تاہم اس واقعہ کو میں اب بھی اسی رنگ میں دیکھتا ہوں۔ جس میں اس زمانہ میں دیکھا تھا۔ جب میرا عہد شباب تھا اور رومان کا اثر میری طبیعت پر غالب تھا۔

اس مختصر کیفیت کے بعد میں پھر ایک بار سلسلہ داستان شروع کرتا ہوں ناظرین بھولے نہ ہوں گے کہ میں نے اڈیبل سے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ صحت یاب ہونے کے فوراً بعد جس قدر جلد ممکن ہوگا ڈاکٹر باعفرٹ کی ملازمت ترک کرکے کسی دوسری جگہ چلا جاؤنگا چنانچہ میں اب نہ صرف اس وعدہ کے ایفا کی غرض سے بلکہ اپنی سلامتی کے خیال سے بھی یعنی اس خیال سے کہ سالسبری رہتے ہوئے میں پھر اپنے ماموں خوفناک مسٹر لیونور کے ہاتھوں میں نہ جا پڑوں۔ اس جگہ سے جلد از جلد رخصت ہوجانا چاہتا تھا۔ اس لئے جب میری صحت بحال ہوئی تو میں نے سب سے پہلی فرصت میں ڈاکٹر باعفرٹ سے ترک ملازمت کا ذکر چھیڑا۔ قدرتی طور پر اس نے یہ سمجھا کہ میں اس کے مکان سے اس لئے رخصت ہونا چاہتا ہوں کہ وہاں میری ماموں زاد بہن کی موت کا دردناک سانحہ پیش آیا تھا اور میں نے بھی اس غلط فہمی کو رفع کرنے اور یہ جتلانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ دراصل بعض اور حالات میری رخصت اور روانگی کے متقاضی ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم ایک مہینہ کے بعد جانا چاہتے ہو یا فوراً؟ جس کے جواب میں میں نے ایام علالت میں اس کے عنایت آمیز سلوک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آخری صورت پر زور دیا۔ اس نے پوچھا کہاں جاؤگے؟ مگر میرے پاس چونکہ اس سوال کا کوئی جواب تیار نہ تھا اس لئے میں نے ٹالنے کو کہہ دیا کہ ڈیون شائر واپس جاؤں گا۔ جہاں میرے دوست ہیں جو امید ہے مجھے تلاش ملازمت میں مدد دے سکیں گے۔ میں نے اس سے نیک چلنی کی تحریری سند مانگی۔ جس کے لئے وہ فوراً آمادہ ہوگیا۔ کیونکہ غریب وایولٹ کی سکونت کے سلسلہ میں جو معقول معاوضہ سر ملکم نے اسے دیا تھا اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ مجھ سے اس کے پھوپھی زاد بھائی کی حیثیت میں اچھا سلوک کرنا اپنا فرض خیال کرتا تھا۔ علاوہ بریں اس قسم کی عنایت اس کے لئے کسی غیر معمولی صرفہ کا موجب نہ تھی اور میں یوں بھی اس سند کا ہر طرح حقدار تھا۔

غرض انیبل کے چھوڑے ہوئے خطوط کے مطالعہ کے دو دن بعد میں نے ڈاکٹر اور مسز پامفرٹ نیز گھر کے باقی نوکروں کو الوداع کہی۔ اور اپنا اسباب اٹھوا کر گاڑیوں کے اڈہ کی طرف ہو لیا۔ جی میں سوچتا تھا کہ مجھے کدھر جانا چاہیئے۔ مگر عقل اس سوال کا کوئی جواب نہ دیتی تھی۔ میرے لئے شمال، جنوب، مشرق، مغرب سب سمتیں برابر تھیں۔ فی التحقیقت میری حالت عہد قدیم کے ان سیحی مسافروں اور مذہبی گداگروں سے ملتی تھی۔ جو زمین پر ڈنڈا کھڑا کر کے اسے اپنے آپ گرنے دیتے تھے اور وہ جس طرف کو گرے اسی سمت میں چل دیتے تھے۔ تاہم ایک بات کا ارادہ میں نے اپنے جی میں پختہ کر رکھا تھا یعنی خواہ کچھ ہو، ڈیون شائر نہ جاؤں گا۔ اس لئے کہ میں ڈرتا تھا اگر کبھی مسٹر لیونور میری تلاش میں ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آیا اور اس سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ میں ڈیون شائر گیا ہوں تو ضرور وہیں مجھ کو جا پکڑے گا۔ اس کی طرف سے میرے دل میں پہلے ہی کچھ کم خوف نہ تھا اور اب انیبل کی داستان پڑھ کر تو وہ میری نظروں میں سچ مچ درجۂ ابلیس حاصل کر چکا تھا۔ پس میں نے جہاں تک ممکن تھا اس کی گرفت سے بچنے اور اس سے دور پہنچ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور جب گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک سفری گاڑی چلٹنہم جانے کو تیار ہے تو میں بلا تامل اس پر سوار ہو گیا۔

اس مشہور تفریحی مقام پر پہنچ کر میں نے ایک کم کرایہ کے لیکن خاصے آرام دہ مکان میں رہنا شروع کیا۔ جس کی سفارش راستہ میں گاڑیبان نے مجھ سے کی تھی اور تلاش ملازمت سے پہلے دو ہفتے بحالی صحت کے خیال سے آرام کرنے لگا۔ میرے پاس گذارہ لائق کافی روپیہ موجود تھا۔ اس لئے اوّل تو یوں ہی مجھ کو فوری ملازمت کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرے اپنی موجودہ زرد رنگت اور کمزور بدن کے ساتھ میں اس تلاش میں کسی کامیابی کی امید بھی کم کر سکتا تھا۔ بہر حال پندرہ دن کے آرام نے میری

صحت پوری طرح بحال کردی۔ رنگت بھی پھر گئی۔ اور اعضا میں از سرِ نو توانائی بھی آنی شروع ہو گئی۔ اس وقت میں گھر سے باہر نکلا اور بعض اچھی دکانوں کا پھیرا کرنے کے خیال سے بازار کی طرف ہو لیا۔

دوپہر کا وقت تھا اور میں شہر کے بارونق بازار سے گذر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں ایک خوشنما ڈاگ کاٹ (چھوٹی سی دو پہیہ گاڑی) چلی آ رہی ہے ایک خاتون اس کو چلاتی تھی۔ اور ایک کمسن اور خوش پوش لڑکا سائیس کی حیثیت میں دوسری نشست پر بیٹھا تھا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ خاتون لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس ہے اس نے بھی مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فوراً گاڑی روک دی۔ میرے لئے ٹھہر کر ٹوپی اٹھانے اور مؤدبانہ سلام کہنے کے سوا کیا چارہ تھا۔ تو بھی میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ خلاف امید ملاقات اگر نہ ہوتی تو بہتر تھا۔ میں نے شریفانہ وضع کا سادہ لباس پہنا ہوا تھا اور اس حالت میں کوئی اجنبی شخص مجھے دیکھ کر بالکل نہ سمجھ سکتا تھا کہ گھر کی ملازمت کرنے والا معمولی نوکر ہے۔ میرے سلام کے جواب میں لیڈی کیلنتھ نے یہ کہتے ہوئے "مسٹر ولمٹ میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوئی ہوں" اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ ایسا کرتے ہوئے اس کی موٹی سیاہ آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی۔ اور شرم کی سرخی چہرہ کو خوش رنگ کرتی ہوئی پھیل گئی۔ پھر سائیس کی طرف مڑ کر وہ کہنے لگی "اوہ۔ میں بالکل ہی بھول گئی۔ تم ذرا دوڑ کر اس بساطی کی دکان پر جاؤ اور کہدو کہ دن میں کسی وقت چٹھی لکھنے کا کاغذ، لفافے اور مہر لگانے کی لاکھ ہمارے ہاں بھیجدے۔"

لڑکے نے جسے اس بات کا مطلق وہم نہ تھا کہ لیڈی کیلنتھ کی یہ فرمائش محض در پردہ گفتگو کی غرض سے چند لمحوں کی علیحدگی حاصل کرنے کے لئے تھی، فوراً تعمیل کی۔ وہ گاڑی سے کود کر نیچے اترا۔ اور ٹوپی کو مؤدبانہ چھو کر دوڑتا ہوا اس دکان

کی طرف گیا جدھر اس کی مالکن نے اشارہ کیا تھا۔

"جونہی وہ اس کے چلے جانے کے بعد لیڈی کیلینتھ نے میری طرف مڑتے ہوئے جلدی سے کہا "میں تم سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ اور چونکہ یہ ملاقات اشد ضروری ہے اس لئے میں بہ منت کہتی ہوں کہ آج رات کو نو بجے ان درختوں کے پاس جو سامنے دکھائی دیتے ہیں ضرور مجھ سے ملنا۔ میں پھر تاکید کرتی ہوں کہ ضرور آنا۔ کیونکہ مجھے علیحدگی اور تنہائی میں چند ایک باتیں کہنی ہیں اور خدا کے لئے میری اس درخواست کو ناشائستہ نہ سمجھنا۔ اب جاؤ۔"

میں اس کا اشارہ پاکر ایک طرف کو چلنے لگا۔ مگر کچھ ایسا اضطراب اس فوری ملاقات سے مجھے لاحق تھا کہ اعتراضاً ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ میں اس وقت اپنے فعلوں کا مختار نہ تھا۔ اتنے میں سائیس لیڈی کا سٹیشنری والے کی دکان سے واپس آچکا تھا اور جب میں نے چند قدم جاکر پیچھے کی طرف دیکھا تو گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب میرا اضطراب قدرے کم ہوا تو یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ کیا مجھے لیڈی کیلینتھ کے کہنے کے مطابق اس سے ملنا چاہیئے یا نہیں؟ ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش میرے سینہ میں تھی۔ ایک طرف میں اس بات کو یقینی سمجھے ہوئے تھا کہ انیبل میری ہو چکی۔ فی الحقیقت وہ اب ایک طرح پر میری منگیتر تھی کیونکہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر ہماری آخری ملاقات میں جو گفتگو ہوئی۔ وہ اپنی معنوی اہمیت سے یہی ثابت کرتی تھی کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کے ہو چکے بے شک کوئی اس طرح کا فیصلہ زبانی ہمارے درمیان نہ ہوا تھا تو بھی دلوں میں جو خیالات موجود تھے وہ یہی ثابت کرتے تھے کہ اب کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ ان حالات میں میرا لیڈی کیلینتھ سے خفیہ طور پر ملنا اور اس سے تنہائی میں باتیں کرنا صحیح معنوں میں انیبل سے میری بے وفائی کے مترادف تھا لیکن دوسری جانب یہ

خیال بھی دامنگیر ہوا کہ ممکن ہے خاتون مذکور کو جذبات عشق کے اظہار کے علاوہ کوئی اور بات مجھ سے کہنی ہو۔ یعنی وہ ان وجوہ کو بیان کرنا چاہتی ہو جن کی مجبوری نے اسے میری اس چٹھی کا جواب دینے سے روکا تھا۔ جو میں نے ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان سے اس کے نام لکھی تھی۔ یا ہو سکتا تھا کہ وہ اس خط کے مضمون پر تبادلہ خیالات کرنا چاہتی ہو۔ اور باب عشق میں میرے عرصہ دراز تک چپ رہنے کے متعلق ملامت کرتے ہوئے مجھے اپنی معافی کا یقین دلانا چاہتی ہو۔ دیر تک میں اس سوال کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ اور آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں چونکہ اپنا دل انیبل کی نذر کر چکا اس لئے نا ممکن ہے کہ میں اب لیڈی کیلنتھ سے مل کر اس سے بے وفائی کر سکوں۔ نہیں۔ یہ میرا قصد مصمم تھا۔ اور ایک کیا لیڈی کیلنتھ ایسی ایک سو ایک حسینوں کا اصرار بھی مجھ کو اپنی انیبل سے برگشتہ خاطر نہ کر سکتا تھا۔ حالانکہ مقابلہ میں میرا اس کی درخواست نا منظور کرنا اور اس سے ملنے کے لئے نہ جانا نہ صرف آداب تہذیب اور شائستگی کے خلاف تھا۔ بلکہ اندیشہ تھا گستاخی اور نا شکرے پن پر محمول کیا جائے گا۔ پس سارے پہلو سوچ کر میں نے بڑی حد تک یہ ارادہ پختہ کر لیا کہ ضرور اس سے ملنے جاؤں گا۔

مگر حالات کی اس تبدیلی نے مجھ کو تلاش ملازمت کی کوشش سے نہیں روکا۔ چنانچہ جلدی ہی ایک جگہ معلوم ہوا کہ ایک بیوہ خاتون کو جو پاس ہی ایک محلہ میں رہتی تھی میری عمر کے نوکر کی خدمات درکار ہیں۔ میں اس کی طرف ہو لیا۔ ایک خوش وضع نوکرانی نے باہر کا دروازہ کھولا۔ اور وہ مجھے اپنے ساتھ اوپر کی منزل پر ایک خوشنما اور آراستہ کمرہ میں لے گئی۔ جہاں وہ خاتون مسز ڈابسن جس کا نام تھا بیٹھی تھی۔ اس کی عمر تیس سال سے قدرے زیادہ ہوگی۔ مگر بیوہ ہونے کے باوجود اس کا لباس ماتمی نہ تھا بلکہ اس کے برعکس میں نے دیکھا اس کے کپڑے ہر لحاظ سے فیشن ایبل تھے۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوا کہ اس کے شوہر کا انتقال بہت عرصہ پہلے ہوا

ہوگا۔ عورت قبول صورت نہ تھی۔ زرد رو، زرفام، دائم المرلفی اور ضعف ونقاہت کی تصویر، جس کی گفتگو اور نگاہ میں ایک عجیب طرح کا کسل پایا جاتا تھا، اور گو وہ بعض اوقات شان حکومت اختیار کرلینے کی کوشش کرتی تھی۔ تاہم مجموعی طور پر میں نے دیکھا کہ وہ ایک عجیب طرح کی افسردہ و پژمردہ، مضمحل اور مایوس عورت تھی۔ جو اپنی کمزوری کو ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ اور اپنی کاہلی کا عذر معقول بنانا چاہتی تھی۔ دو چھوٹی لڑکیاں جن میں سے ایک کی عمر آٹھ اور دوسری کی دس سال کے قریب تھی ایک طرف بیٹھی گڑیوں اور کھلونوں سے کھیلنے میں مشغول تھیں۔ مگر وہ بھی زرد رو اور بیمار۔ اپنی ماں کا عکس بکسر۔ حتیٰ کہ ان کے چہرے بھی اپنی ماں کے چہرہ سے ملتے تھے۔

مسز دابنسن نے مجھ سے معمولی طرز کے چند سوالات پوچھے۔ یعنی عمر کتنی ہے؟ اس سے پہلے کہاں کہاں نوکری کی؟ اور کیا تنخواہ لوگے؟ وغیرہ۔ میں نے ان باتوں کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ اور جو سندات میرے پاس تھیں پیش کیں۔ جن سے اس خاتون کا ہر طرح اطمینان ہوگیا۔ پھر جب میں نے اس کی تسلی کی غرض سے یہ کہا کہ اگر آپ کو مزید حالات دریافت کرنے ہوں تو مرٹل لاج کے مسٹر ٹائیوڈنٹ کو خط لکھ کے کرسکتی ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس کی حاجت نہیں۔ میں اس کے بغیر ہی تمہیں اپنی ملازمت میں لینے کے لئے تیار ہوں۔"

"مگر میں ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں۔" اس نے آگے چل کر کہا: "مجھے عنقریب جلیٹہم سے رخصت ہوجانا ہے۔ کیونکہ اس جگہ کی آب و ہوا میرے ناموافق ہے۔ اس کے علاوہ میں تنگ کرایہ کے مکانوں میں نہیں رہ سکتی۔ اپنی جگہ یہ بھی خاصے اچھے ہیں۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے حسب معمول انداز کسل سے خوشنما آراستہ کمرہ میں ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی۔ "مگر ان میں گھر کی سی آسائش کہاں؟ میرا شوہر غریب کرنیل

رابنسن دو سال گذرے ہندوستان میں فوت ہوا تھا۔ اس کی زندگی اس ملک کی ناقص آب و ہوا نے ضائع کر دی۔ یعنی وہ ایک طرح پر اپنے ملک کی خدمت کرتا ہوا مر گیا ...."

یہ کہتے ہوئے اس نے رومال آنکھوں سے لگا لیا اور اس کے بعد چند منٹ سکوت رہا۔

"اب ڈاکٹروں نے مجھ کو یہ مشورہ دیا ہے۔" آخر کار اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "کہ جزیرہ وائٹ کی معتدل آب و ہوا شاید میرے موافق ہو۔ پس میں ایک دو دن کے اندر وہاں چلی جاؤں گی۔ وہیں میرے وکیل نے قصبہ سائڈ کے پاس ایک خوشنما آراستہ کوٹھی کرایہ پر لے دی ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ ہمارے جانے پر وہاں ہر ایک چیز تیار ہوگی۔ چونکہ میرے گھر میں کوئی دوسرا مرد نوکر نہیں ہے اس لئے تمہیں کو سارا کام کرنا پڑے گا۔ یہ بات میں شروع میں ہی واضح کر دینی چاہتی ہوں۔"

میں نے ساری باتوں کا موزوں جواب دیا اور اس کے بعد ملازمت کی شرطیں طے ہو جانے پر کام پر آ جانے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا۔ مگر میں جس وقت سیڑھیوں سے اتر رہا تھا تو ایک سیاہ فام عورت کو سامنے سے آتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے ایک سفید سوتی چادر عجیب انداز سے بدن کے ہر حصہ پر لپیٹی ہوئی تھی۔ جو بادی النظر میں مجھ کو لاش کے گرد لپٹے ہوئے کفن سے مشابہ معلوم ہوئی۔ صرف اس کا سیاہ فام چہرہ ننگا تھا۔ عمر اس کی چالیس سال کے قریب تھی اور وہ ایک بہت بدصورت عورت تھی۔ میری موجودگی کو نظر انداز کر کے وہ تیز چلتی میرے پاس سے گذر گئی۔ مگر جب اس کے بعد میں مکان کے دروازہ سے باہر نکل رہا تھا تو وہ خادمہ جو مجھے اس جگہ تک چھوڑنے آئی تھی اس طرح کے پُر اسرار لہجہ میں گویا کوئی خاص راز ظاہر کرنے لگی ہو کہنے لگی "یہ عورت جو تم نے دیکھی مسز رابنسن کی آیا ہے۔"

"آیا!" میں نے اس لفظ کو پہلی مرتبہ سن کر انداز حیرت سے پوچھا۔

"ہاں اس کی ہندوستانی خادمہ، وہ ایک عجیب طرح کی عورت ہے جو فقرا چاول

کھاتی اور اس قسم کی شکستہ انگریزی بولتی ہے کہ بارہا اس کی گفتگو سمجھنا دشوار ہوجاتا ہے۔"

میں جب مسز رابنسن کے مکان سے رخصت ہوا تو یہ دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ کیا یہ جگہ میرے حسب منشا ثابت ہوگی؟ آخر کار میں جس نتیجہ پہ پہنچا وہ اس لحاظ سے اس نئی ملازمت کے حق میں تھا کہ اپنے عادات کے اعتبار سے مسز رابنسن ایسی عورت نہ تھی جو نوکروں کے کام میں دخل اندازی کرے۔ پھر اس کے علاوہ جزیرہ رائٹ جہاں اس کو جانا تھا۔ اس کا فاصلہ لنڈن سے کافی دور تھا۔ اور میرے دل کو یہ سوچ کر اطمینان ہوا کہ مسٹر لیونورا اگر میری تلاش میں کسی طرح کی کوشش بھی کرے تو امید نہیں کہ اس دور افتادہ مقام میں مجھے پا سکے۔ پھر اس کے علاوہ میرے لئے یہ خیال کچھ کم باعث اطمینان نہ تھا کہ مجھے اتنی جلدی نئی ملازمت مل گئی۔ چنانچہ میں جب اس مکان پہ جس میں میں ٹھہرا ہوا تھا پہنچا تو بحیثیت مجموعی مطمئن و مسرور تھا۔ ایک دفعہ پھر میرے جی میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے وقت مقررہ پر لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس سے ملنا چاہیئے یا نہیں؟ لیکن جوں جوں وقت ملاقات قریب آیا میرے ارادہ کی کمزوری رفع ہوتی گئی۔ مرٹل لاج میں رہتے ہوئے میں نے بارہا اس سے عنایات حاصل کی تھیں پس میں نہ چاہتا تھا کہ اس موقعہ پر اپنی خود سری کی وجہ سے اس نیک دل اور فیاض خاتون کے جذبات کو مجروح کردوں۔

نو میں چند منٹ باقی تھے۔ جب میں لیڈی کیلنتھ سے ملنے کے لئے جائے مقررہ کے پاس پہنچا۔ ایک سیدھی دیوار کی پشت پر تنگ راستہ بنا ہوا تھا جس کے اطراف میں اونچے درخت تھے۔ دیوار کے پیچھے خانہ باغ تھا اور درختوں کے نیچے جہاں میں اس وقت کھڑا تھا سیاہ تاریکی چھائی ہوئی تھی جیسے کسی دور افتادہ لیمپ کی روشنی کم کرنے کی بجائے زیادہ نمایاں کرتی تھی۔ اگست کا مہینہ اور نکھری ہوئی رات تھی۔ قریباً پاؤ گھنٹہ میں ان درختوں کے نیچے ٹہلتا پھرتا رہا۔ مگر لیڈی کیلنتھ نہ آئی۔ حتیٰ کہ آخر کار

میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ کسی خاص رُکاوٹ کی وجہ سے نہیں آسکی لیکن میں اس واقعہ سے خوش تھا کیونکہ لیڈی کیلنتھ کے روبرو آنے اور اس کی باتیں سننے سے سبکدوش بھی ہو گیا۔ اور اس کی ملاقات سے بھی محفوظ رہا اور چونکہ اس کو میرا پتہ معلوم نہ تھا اس لئے آئندہ وہ میرے نام خط بھی نہیں لکھ سکتی تھی اور اس ایک دو روز کے عرصہ تک جو مجھے چلینہم میں گذارنا تھا میں نے اس بات کا پورا خیال رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ بلاضرورت بازار میں نہ نکلوں گا تاکہ نہ وہ مجھے دیکھے نہ پھر ملنے پر مجبور کرے۔ مگر میں ان باتوں کو سوچ کر خوش ہو ہی رہا تھا کہ دفعتاً میری پشت پر باغ دیوار میں ایک تنگ دروازہ کھلا اور لیڈی کیلنتھ کی میٹھی آواز سرسراتے ہوئے لہجہ میں کہتے سنائی دی۔ "جوزف"

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہی تھی۔ اس نے رات کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ایک بڑھیا شال شانوں پر اور تنکوں کی بنی ہوئی ٹوپی سر پر تھی۔ اور جب میں نے قریبی لیمپ کی روشنی میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے خوشنما چہرہ پر راحت و اضطراب کے ملے ہوئے آثار موجود تھے۔

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور باغ کی طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔ "اس طرف" پھر اس دروازہ کو بند کر کے جس کی راہ سے وہ باہر نکلی تھی۔ وہ ایک پختہ روش کی راہ سے مجھ کو درختوں کے ایک دور اُفتادہ کُنج میں لے گئی جہاں سے قریباً پچاس گز کے فاصلہ پر ایک خوشنما عمارت واقع تھی۔ اس جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے سے اس بات کا احتمال نہ تھا کہ ہماری آوازیں گھر والوں کے کانوں تک پہنچیں گی۔ یا کوئی شخص انہیں سن لے گا۔

ہم جب اس جگہ پہنچ کر اس بنچ پر جو درختوں کے نیچے بچھی ہوئی تھی۔ آرام کے ساتھ بیٹھ گئے اور اس نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے تو بولی "پیارے

جوزف سب سے پہلے تم میرے اس سوال کا جواب دو کہ کیوں تم اتنی مدت چپ رہے؟ اور مجھے ایک خط تک نہ لکھا۔ افسوس تم کو معلوم نہیں کہ میں نے اس دوران میں فکر و تشویش سے کتنی تکلیف اُٹھائی ہے ... "

" مگر بانو۔ میں نے ایک خط آپ کے نام لکھا تھا ... "

" بانو! " اور یہ کہتے ہوئے اس نے جلدی سے میرے ہاتھ چھوڑ دیئے " آہ! پہلے ہی میرا خیال تھا کہ آج دن کی ملاقات میں تم نے مجھ سے ویسا سلوک نہیں کیا جس کی مجھے امید تھی۔ تمہاری نگاہ اور انداز سے ایک عجیب سرد مہری ظاہر ہوتی تھی تم کو مجھے دیکھ کر اس سے دسواں حصہ خوشی حاصل نہیں ہوئی جتنی مجھے ہوئی تھی حتیٰ کہ میں اپنے احساس کو اس سائیس لڑکے کی نظروں سے بھی نہ چھپا سکی جو گاڑی پر میرے ساتھ تھا۔ جوزف کیا یہ ظلم و بے انصافی نہیں ہے؟ کیا تم واقعی ان تکلیفوں سے لاعلم ہو جو میں نے تمہاری خاطر اُٹھائی ہیں؟ "

یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز بے اختیار بھرا گئی۔ اور تاروں کی اس روشنی میں جو مدہم پہلی دھاگوں کی مانند درختوں کے پتوں سے چھن کر آتی تھی میں نے دیکھا کہ بہتے ہوئے آنسوؤں کے قطرے اس کے رخساروں پر چمک رہے تھے۔

" آہ جوزف۔ میں نے بہت تکلیف اُٹھائی ہے " اس نے پھر ایک بار جوش آمیز لہجہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا اور اس طرح ان الفاظ کو جو میرے منہ سے نکلا چاہتے تھے روک دیا " لیکن مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں کیونکہ وہ سب تکلیفیں اور اذیتیں جو میں نے اب تک سہی ہیں اپنی مرضی سے دلیری اور استقلال کے ساتھ برداشت کی گئی ہیں اپنے باپ کا غصہ، ماں کی تلخ ملامت، بہن بھائیوں کے طعنے اور تضحیک، یہ سب کچھ میں نے اس عشق کی خاطر جو مجھے تم سے ہے بخوشی برداشت کیا ہے۔ بڑی مشکل سے پچھلے چند ہفتوں میں ان لوگوں نے مجھے تھوڑی سی چین لینے دی ہے اور وہ بھی شاید اس لئے کہ ان کے

خیال میں اتنے زمانہ کے ساتھ میرا جوش سرد ہو چکا ہے۔ ان دنوں ہم لوگ اس سامنے والے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور اس ایک واقعہ سے تم بہ آسانی سمجھ سکتے ہو، کہ میں نے تم سے ملنے کو کیسے عظیم خطرہ کا سامنا کیا ہے۔ مجھے ڈر تھا شاید باہر آنے کا موقعہ نہ ملے گا۔ تاہم بڑی مشکل سے درد سر کا بہانہ کر کے میں ذرا سی دیر کے لئے باہر نکلی ہوں۔ لیکن خیر ان باتوں سے کیا حاصل۔ تم سے ملنے کو میں اگر ضرورت پیش آئے تو اس سے دس ہزار گنا بڑے خطروں کا مقابلہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن ... تم خاموش ہو! جوزف کس لئے تم خاموش ہو؟"

"بانو میں در اصل ... میں اس وقت سخت پریشان ہوں ... میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں ..."

"جوزف سچ بتاؤ" اس نے پر جوش آواز سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "کیا واقعی تم نے میرے نام کوئی خط لکھا تھا؟ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر پایا جاتا ہے کہ وہ خط راستہ میں روک لیا گیا ..."

"میں قسم کھا کے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں نے سالسبری سے ایک مفصل خط آپ کے نام لکھا تھا۔ مرٹل لاج سے رخصت ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام جو کیا یہی تھا اور اس خط کے لفافہ پر آپ کے حسب ہدایت ڈاکخانہ انفیلڈ کا پتہ لکھا تھا ..."

"اس صورت میں یقیناً اس خط کو راستہ میں روک لیا گیا" کیلیتھ نے جس کا اپنے رشتہ داروں کے خلاف سخت غصہ تھا جوش کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے انہیں پہلے سے اس بات کا شبہہ ہو گیا تھا کہ ہم خط و کتابت کا کوئی ذریعہ پیدا کر لیں گے اس لئے انہوں نے .....

لیکن جوزف یہ بتاؤ تم نے اس خط میں کیا تحریر کیا تھا؟ یقیناً تم نے یہی لکھا ہو گا کہ تم کو بھی مجھ سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی مجھے تم سے ہے۔ کیونکہ سچ جانو مجھے تم سے وہ بے پناہ محبت ہے جو کبھی کسی عورت کو مرد سے نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری تصویر

ہر وقت میرے سینہ میں بستی ہے۔ تو بھی کتنی تکلیف میں نے اس فکر و تشویش کی وجہ سے اٹھائی تھی۔ جو تمہارا خط نہ آنے سے مجھے لاحق ہوئی۔ دن ہفتوں میں بدل گئے ہفتوں نے مہینوں کی صورت اختیار کی لیکن تمہارا خط نہ آیا۔ جوزف کیا تم نے اس خط میں یہ لکھا تھا کہ تم کو بھی مجھ سے ناقابل بیان گہری محبت ہے؟ تم کو بھی ... "

" میں نے اس خط میں اصل کیفیت قلمبند کر دی تھی " میں نے بڑی مشکل سے حوصلہ کر کے جواب دیا۔" دراصل میں نے اس میں صاف صاف لکھ دیا تھا ... "

" پیارے پیارے جوزف " کیلنتھ نے ناقابل ضبط خوشی کی حالت میں جلدی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اپنے نرم بازو میری گردن میں ڈال دیئے۔ اور اس کے ہونٹ میرے رخساروں سے لگ گئے۔ پھر اس کے ایک منٹ بعد وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگی " آہ کیوں تم مجھ سے اتنی سرد مہری کرتے ہو؟ کیوں تم میرے پیار کا جواب نہیں دیتے؟ جوزف میں تمہاری بدلی ہوئی حالت سے متحیر ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تبدیلی کا کیا باعث ہے؟ "

" ہاں۔ درحقیقت مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ شروع سے اب تک آپ کو ایک عجیب غلط فہمی رہی ہے " میں نے اس خیال کو نظر انداز کر کے کہ میرے اس بیان سے اس کو کتنا رنج پہنچے گا جی کڑا کر کے کہا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت میں اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ سب حال صاف صاف اس سے کہہ دوں گا کیونکہ انیبل سے میری وفا کا یہی تقاضا تھا کہ جو کچھ میرے دل میں ہو اسے ایمانداری کے ساتھ اس کے روبرو ظاہر کر دوں۔

" کیا! مجھ کو غلط فہمی ہوئی ہے؟ " کیلنتھ نے سراسیمگی کی حالت میں دفعتاً پیچھے ہٹتے ہوئے کہا " یعنی کیا مطلب؟ ..... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے میری محبت کی دانستہ تحقیر کی ہے؟ بولو تو جواب دو۔ چپ کیوں ہو؟ " اس نے لہجۂ پرغرور میں غضبناک

ہو کر جلدی سے کہا۔

"خدا کے لئے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں!" میں نے التجائی لہجہ میں کہا۔ "بات یہ ہے کہ میں... لیکن اگر وہ خط جو میں نے لکھا تھا آپ نے دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ میں..."

"آہ جوزف۔ اب میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی۔" اس نے جلدی سے پیرایہ لہجہ بدل کر کہنا شروع کیا "معاف کرو کہ میں نے ایک لحظہ کے لئے تم سے بدگمانی کی لیکن اب میری سمجھ میں اچھی طرح آ گیا کہ تم نے اس خط میں کیا حالات لکھے تھے۔ یقیناً تم نے اس میں یہ تحریر کیا ہو گا کہ فی الحال ہمارا آپس میں رشتہ قائم کرنا محال ہے لیکن کیا تم نہیں جانتے ہو کہ محبت امید و اعتقاد کا دوسرا نام ہے؟ سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مستقبل پر امید اور بھروسہ رکھا جائے۔ اور یہ سب امیدیں اور بھروسے میرے سینہ میں موجود ہیں۔ تمہاری محبت کی خاطر میں ایک یا دو سال کا ذکر کیا، ابد تک انتظار کر سکتی ہوں۔"

"تاہم سنیئے" میں نے دوبارہ وہی غلط فہمی پیدا ہوتے دیکھ کر مضطربانہ کہا "جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں آپ اس کو اچھی طرح سن لیں۔ کیونکہ نہ صرف آپ کے بلکہ اپنی ذات کے متعلق بھی میرے فرض کا تقاضا یہ ہے کہ آپ..."

"آہ۔ کیوں تم مجھے میرے نام سے مخاطب نہیں کرتے؟" لیڈی کیلنتھ نے جلدی سے کہا۔ اور میں نے درختوں کی راہ سے داخل ہونیوالی تاروں کی روشنی میں دیکھا کہ اس کی خوشنما آنکھوں میں دبے ہوئے غصہ اور جوش کی چمک موجود تھی "تاہم بیان کرو میں سنتی ہوں مجھ سے بے شک غلطی ہوئی کہ تمہارا قطع کلام کر دیا۔"

"بانو۔ اگر آپ عہد ماضی کو یاد کریں" میں نے پھر ایک بار نرمی سے کہنا شروع کیا۔ کیونکہ میں نے دیکھا وہ اس وقت سخت جوش کی حالت میں تھی۔ اور میں اس کی ذہنی حالت

کو واقعی قابل رحم تصور کرتا تھا۔" اگر آپ ان واقعات کو یاد کریں جو مرٹل لاج میں پیش آئے تھے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میری طرف سے کبھی کسی موقعہ پر..."

"او جوزف۔ ہمارے پاس اتنا وقت کہاں ہے اور کس کا صبر اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ان سارے واقعات کی یاد از سر نو تازہ کی جائے۔" اس نے بے صبری کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تاہم میں اس بات کو بھولی نہیں ہوں کہ مرٹل لاج ہی میں سب سے پہلے میں نے تمہیں دیکھا اور وہیں تم سے محبت کرنا سیکھا تھا..."

"مگر لیڈی کیلنتھ..."

"کیوں تم مجھے صرف کیلنتھ نہیں کہتے؟ آخر اس تکلّف کا کیا مطلب ہے؟ تمہیں نہیں میں کوئی جواب سننا نہیں چاہتی۔ وہ گہری محبت جو ہمیں ایک دوسرے سے ہے اس طرح کی رسمی باتوں کو گوارا نہیں کر سکتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ محبت میری زندگی کا سہارا اور جوش طوفان میں گھرے ہوئے راحت دل کے جہاز کا لنگر ہے... لیکن اُف میرے خدا یہ کیا!"

ہم دونوں چونک گئے۔ اور لیڈی کیلنتھ نے دہشت سے دونوں بازو میری گردن میں ڈال دیئے۔ معلوم ہوا کوئی سخت لہجہ کی مردانہ آواز اس کا نام لے لے کر پکار رہی تھی۔

"یہ میرے باپ کی آواز ہے۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "جوزف اب تم جاؤ... جلدی کرو۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے نرمی سے باہر کی طرف دھکیلنا شروع کیا۔ "اب ہم پھر کسی وقت ملیں گے۔" اور اس کے بعد دبی ہوئی پر جوش آواز میں "آئندہ چند روز کے عرصہ میں میں ایک خط تمہارے نام لکھوں گی..."

"مگر میں عنقریب چلٹنہم سے رخصت ہو جاؤں گا۔" میں نے جلدی سے کہا اور کچھ ایسا اضطراب اس وقت مجھے لاحق تھا کہ معلوم نہ کر سکا میں کیا کہہ رہا ہوں۔

"کیا! تم چلٹنہم سے رخصت ہو جانا چاہتے ہو؟" اس نے مضطربانہ پوچھا۔ "اس

صورت میں یہ بتاؤ کہ تم کس جگہ جاؤ گے تاکہ میں تمہارے نام وہیں ایک خط لکھ سکوں۔"

وہاں یہ بہتر ہے آپ ایک خط میرے نام لکھ دیں اور میں اس کے جواب میں سارا حال تحریر کر دوں گا۔ کیونکہ حقیقت میں مجھے کئی ایک باتیں آپ سے بیان کرنی ہیں۔"

"مگر تم کہاں جانا چاہتے ہو؟" اس نے بے صبری سے پوچھا۔

"رابنسن نام کے ایک گھرانے کے ساتھ جو یہ دو مٹ میں وہاں ان کا مکان قصبہ سائڈ کے پاس واقع ہے۔۔۔"

اس موقعہ پر اس کے باپ نے پھر ایک بار کیلتھ کا نام لے کر آواز دی اور اندھیرے میں ایسا معلوم ہوا کہ وہ ہماری سمت میں آتے ہوئے اب زیادہ قریب پہنچ گیا ہے۔

"جوزف یہ وہ دروازہ ہے" نوجوان خاتون نے سابق کی طرح دبی ہوئی آواز میں کہا۔ "پیارے جوزف" اور یہ کہتے ہوئے وہ ناقابلِ بیان جوشِ محبت سے مجھ کو لپٹ گئی۔ "الوداع پیارے جوزف" اور اس کے ایک لمحہ بعد میرے باہر نکل آنے پر دروازہ بند کر دیا گیا۔

## دوسری جلد کا پہلا حصہ ختم ہوا

# گردشِ آفاق

دوسری جلد

دوسرا حصّہ

# باب ۳۵

## گہرا راز

لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس سے جدا ہو کر میں جب باغ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا پھرتا ہوئے درختوں کے نیچے پھیلی ہوئی تاریکی میں پہنچا تو جی سخت بے تاب تھا کیونکہ وہ سب آرزوئیں اور امیدیں جنہیں لے کر میں اس جگہ آیا تھا دل کی دل ہی میں رہ گئی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ ابکی بار اس سے مل کر میں اپنے راز دل کو پوری طرح ظاہر کر دوں گا بلکہ اس سے بھی زیادہ میں اپنی اگلی کوتاہیوں اور خاموشیوں کی بوجہ احسن تلافی کرنا چاہتا تھا۔ مگر افسوس اس کا موقعہ اب بھی نہ ملا۔ ایک اور ملاقات ہو چکی لیکن مدعائے دل پھر بھی ظاہر نہ ہو سکا یعنی ارادہ رکھتے ہوئے بھی میں اپنے خیالات کو حالات کی مجبوری سے لیڈی کیلنتھ کے روبرو ظاہر نہ کر پایا۔ تو بھی جس طرح انسان ہر نئی ناکامی میں اپنے دل کو ڈھارس دینے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی یہ کہہ کر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ کم از کم اس مرتبہ جو کچھ ہوا وہ میری اخلاقی کمزوری کی وجہ سے نہ تھا۔ اور اگر لیڈی کیلنتھ کے باپ لارڈ مینڈیول کی آوازیں ہماری ملاقات کو قبل از وقت ختم نہ کر دیتیں تو یقیناً میں اپنا راز دل اس پر ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جاتا

مگر صحیح وجہ کچھ بھی ہو، اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل تھا کہ لیڈی کیلنتھ جس غلط فہمی میں شروع سے مبتلا چلی آتی تھی وہ اب بھی زائل نہ ہوئی یعنی وہ اب تک یہی سمجھے جاتی تھی۔ اور آئندہ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا رہے گی کہ جتنی محبت اس کو مجھ سے تھی اتنی ہی مجھے بھی اس سے ہے۔ اصل حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس جذبۂ پُرجوش کو آئندہ بھی اپنے سینہ میں محفوظ رکھے جائے گی۔ اور اس کا انجام... افسوس اسکی راحت اور مستقبل کے حق میں کتنا تباہ کن ثابت ہوگا۔ بدقسمتی سے اب میرے پاس کوئی ذریعہ اس غلط خیال کو اس کے دل سے نکالنے کا بھی نہ تھا اس کے علاوہ اب تک مجھے اپنے رضاروں پر اس کے بوسوں کی گرمی، اپنے ہونٹوں پر اس کے مرطوب ہونٹوں کا احساس اور جس جگہ اس کے ہاتھ اور بازو میرے بدن سے لپیٹے تھے وہاں ان کی لذت اب بھی محسوس ہوتی تھی۔ ان سب باتوں کو یاد کر کے میں بے اختیار یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ جو کچھ ہوا وہ فائدہ سے خالی مگر انیل کے حق میں میری انتہائی 'بے وفائی' کا بیّن ثبوت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں جس وقت درختوں کے سایہ میں چل رہا تھا تو لاتعداد پریشان کن خیالات جی میں ہیجان کرتے تھے۔ ملامت کی آوازیں روح کے بطن سے اُٹھ کر میرے عہدِ وفا کی نوحہ خوانی کرتی سنائی دیتی تھیں۔ اور میں حالات سے، خود اپنے آپ سے اور سارے انتظام کائنات سے انتہا درجے ناراض تھا۔ بے خبری میں چلتے ہوئے میرے قدم بازار کی طرف پھر گئے۔ شاندار رئیسی گاڑیاں، فیشن ایبل لباس کے مردوں اور زیورات سے ڈھکی ہوئی خاتونوں کو لئے دعوتی جلسوں اور تفریحی مقاموں کی طرف جارہی تھیں۔ اور ان کی نہ تھمنے والی کھڑکھڑاہٹ میرے دماغ کے بڑھتے ہوئے اضطراب میں اور اضافہ کرتی تھیں۔ خلقت کی خوش پوشی، بازاروں کی چہل پہل اور خوشی اور خوش عیشی کی آوازیں میرے دل کا ہیجان بڑھاتی تھیں۔ کس طرح اپنے جی کو سکون دینے کی خاطر میں آبادی سے ہٹ کر کسی تنہا اور علیحدہ مقام کی طرف جہاں خاموشی اور اندھیرا ہو، چلنے لگا۔ کیونکہ اسی طرح زندگی کی

دلچسپیوں اور دلفریبیوں سے جدا ہو کر میں اپنے گھبرائے ہوئے دل کو آرام دے سکتا تھا حالتِ موجودہ میں سب سے زیادہ مجھے اس سکونِ کامل اور اس امن اعظم کی تلاش تھی جو کسی بے تاب روح کو علیحدگی اور تنہائی میں ہی نصیب ہو سکتا ہے۔

کسی مدعائے خاص کے بغیر چلتا میں جلدی ہی ایک ایسے مقام پہ پہنچ گیا۔ جہاں تاریکی اور سناٹا تھا اور اس جگہ اونچے درختوں کے سایہ میں دل کی بڑھی ہوئی الجھن کم کرنے کی کوشش کرتا۔ حالتِ اضطراب میں میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ لیکن گو میں نے اپنی بے تابی رفع کرنے اور جی کو چین دینے کی بہت کوشش کی۔ تاہم کیلنتھ کی اِس ملاقات نے اثرِ مابعد کے طور پر میری روح میں ایک اس طرح کا احساسِ پشیمانی پیدا کر دیا تھا جس کو میں سعی عظیم کے باوجود رفع نہ کر سکا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب میں انیبل کی پاک محبت کے قابل نہیں رہا۔ گو خدا شاہد ہے کہ میں نے بالارادہ اپنے آپ کو اُس مستِ عشق امیر زادی کی جوش آمیز پیش دستیوں کے حوالہ کرنا منظور نہ کیا تھا۔ میں اسی حالت میں بے مدعا ٹہلتا پھر رہا تھا کہ دفعتاً ایک آدمی اندھیرے سے نکل کر میری طرف آتا نظر آیا۔ میری موجودگی کی بے خبری میں وہ چند قدم آگے بڑھا اس کے بعد مجھے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور اب ایک دور اُفتادہ لیمپ کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ اس کی عمر تیس سال کے قریب تھی۔ صورت شکل اور چہرہ پر تکبر و نخوت کے آثار نمودار تھے۔ اسی ہلکی روشنی میں یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ انتہا درجہ زرد تھا جیسا کہ کثرتِ مے نوشی یا سخت اندرونی جوش کی حالت میں ہوا کرتا ہے اس کی نگاہ انداز تجسس سے میرے چہرہ پر پڑی اور اس طرح جم کر رہ گئی گویا وہ اس ذریعہ سے میری روح کی گہرائی تک پہنچنے اور دل کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی قامت دراز، لباس فیشن ایبل اور چہرہ پر مردمی اور مردانگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ تو بھی جس طریقہ پر اس نے اپنے کوٹ کے بٹن ٹھڈی تک بند کئے ہوئے اور ٹوپی پیشانی تک جھکا کر اوڑھی ہوئی تھی اس سے پایا جاتا تھا کہ اس ویران مقام

کی طرف آتے ہوئے جہاں اس کو خلوت و تنہائی کی امید تھی اور جہاں سچ پوچھئے تو میری حاضری محض ایک امر اتفاقی تھی وہ اپنے آپ کو دیکھنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

یکایک آگے بڑھ کر اس نے ایک ہاتھ میرے شانہ پر رکھ دیا اور اسے اس زور سے پکڑا کہ میں تکلیف محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے بعد اس نے کہا: "نوجوان آدمی سارا حال معلوم ہو چکا۔ پس بہتر ہے کہ چپ چاپ میرے ساتھ چل دو۔"

میں حیران و ششدر رہ گیا۔ اپنا تو خیر مجھے کوئی ڈر نہ تھا۔ تاہم بدنصیب کیلینتھ کی مصیبت کا خیال سوہان روح ہونے لگا کیونکہ اس کو دیکھتے ہی خیال آیا کہ یہ شخص یا تو اس کے بھائیوں میں سے ایک ہے یا اس کا قریبی رشتہ دار۔ کیونکہ اسی صورت میں وہ اس معاملہ کی طرف جس کا اس نے مبہم ذکر کیا، اس قسم کا اشارہ کر سکتا تھا۔

"تم کو ضرور چلنا پڑے گا۔" اس نے میرے شانہ کو بدستور پکڑے ہوئے پھر ایک بار کہا: "اور میں ہدایۃً تم سے کہہ دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چلتے ہوئے جتنا کم بولو اچھا ہے۔"

"تاہم معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ مجھے کس مطلب کیلئے ساتھ لیجانا چاہتے ہیں؟" میں نے اپنے ابتدائی اضطراب پر غالب آ کر لہجۂ استقلال میں پوچھا۔

"حیلہ سازیاں بے سود ہیں۔" اجنبی نے غصہ میں بھر کر کہا: "کیونکہ سارا حال ظاہر ہو چکا اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی تاہم اگر اب بھی کسی توضیح کی حاجت ہو تو میں اس بدنصیب کا حوالہ دے کر جس کے ناجائز عشق نے ہمارے خاندان کے ماتھے پر بدنامی کی کالک لگائی ہے، تم سے ساتھ چلنے کو کہتا ہوں۔ بس اب بولنے کی حاجت نہیں۔ یہ بات اگر پہلے تم کو معلوم نہ تھی تو اب یقیناً جان گئے ہو گے کہ میں اسی سوختہ قسمت کا بھائی ہوں جس نے اپنی خاندانی عزت کو خاک میں ملایا ہے۔۔۔ ایک ایسا بھائی جو اس کے نازیبا طرز عمل سے پہلے ہی نیم دیوانہ بنا ہوا ہے۔ پس میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ سیدھی طرح چل دو تو

بہتر ورنہ بصورت انکار یہ پستول میرے پاس ہے اور میں اسی وقت تم کو گولی مار کر ہلاک کر دوں گا کیونکہ میں آپے میں نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے میرے بدن کو زور سے ہلایا اور ایک ہاتھ سے بدستور میرا شانہ پکڑے ہوئے دوسرے سے پستول نکال کر دکھانے لگا جس کی نالی تاروں کی مدھم روشنی میں جو درختوں سے چھن کر آتی تھی مجھ کو چمکیلی اور خوفناک دکھائی دی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لئے میں واقعی اس پستول کو دیکھ کر ڈر گیا۔ لیکن جلدی ہی اوسان بحال کر کے میں نے کہا: "مائی لارڈ... غالباً یہی خطاب ہے جس سے مجھے آپ کو مخاطب کرنا چاہیئے... میں دھمکیوں سے نہیں ڈرتا۔ تو بھی میں اس لئے آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں کہ مجھے بعض تشریحات عرض کرنی ہیں۔ اور میرے خیال میں فریقین کی بہتری اسی میں ہے کہ سارا حال جلد از جلد واضح ہو جائے۔"

"تشریحات!" نوجوان امیر نے میرے ہی لفظ کو تلخ لہجہ میں دہراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد جلدی جلدی دیگر جیسا میں نے پیشتر کہا تھا مناسب ہوگا کہ مکان تک جاتے ہوئے ہمارے درمیان کسی طرح کی گفتگو نہ ہو۔ یہ باتیں وہیں چل کر ہوں تو بہتر ہے۔"

"اس صورت میں آپ اپنا پستول جیب میں ڈال لیں۔ اور گرفت ہٹا لیں۔ کیونکہ میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ تاہم یاد رکھئے میں اپنی مرضی سے چلتا ہوں۔ رعب میں آکر نہیں۔" یہ الفاظ میں نے اس طرح کے لہجہ وقار میں اس قدر بے خوفی کے ساتھ کہے کہ خود مجھے اپنی جسارت پر حیرت ہوئی۔

اس کے بعد ہم چل دیئے۔ اس نے پستول جیب میں رکھ لیا۔ اور اپنی زنبور آہنی سے ملتی ہوئی گرفت بھی ہٹالی۔ مگر ہم چند ہی قدم گئے تھے کہ دفعتاً ایک اور آدمی اندھیرے سے باہر آتا دکھائی دیا۔ میرا خیال تھا وہ لیڈی کیلینتھ کا دوسرا بھائی ہوگا۔ مگر کسی نامعلوم وجہ سے وہ ہمیں دیکھ کر فوراً ہی اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا

کہ میرے ساتھی کو اس واقعہ سے کسی قدر حیرت ہوئی۔

یکایک اس نے سختی کے لہجہ میں جس میں تعجب بھی شامل تھا مجھ سے پوچھا "کیا تمہیں اس جگہ کسی دوست سے ملنے کی امید تھی؟"

"مجھے؟ بالکل نہیں!" میں نے جواب دیا اور میں اس سوال پر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا کیونکہ جیسا بیان کیا گیا ہے مجھے اس آدمی پر جو نظر آ کر غائب ہوا اس کا دوسرا بھائی ہونے کا گمان تھا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ظاہر ہے اس جگہ میری آمد بھی محض اتفاقی تھی۔

"خیر کوئی بات نہیں؟" اس نے لاپروائی سے کہا۔ "وہ کوئی ایسا آدمی ہوگا جو کسی مصلحت سے سامنے آنا نہ چاہتا ہو۔"

اس کے بعد پھر ایک بار ہم چپ چاپ چلنے لگے۔ بہرحال راستہ میں میں نے اپنے دل میں اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ مکان پر پہنچ کر مجھ کو جواب دہی کے سلسلہ میں کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ بات کہ لارڈ مینڈ بول کا مکان ہماری منزل مقصود تھا ہر طرح کے شک و شبہ سے باہر تھی اور ارادہ جو میں نے اپنے دل میں کیا، یہ تھا کہ اس جگہ پہنچ کر میں لیڈی کیلنتھ کے باپ اور بھائیوں کے روبرو صاف صاف کہہ دوں گا کہ میرا دل چونکہ پہلے ہی دوسری جگہ رکا ہوا ہے اس لئے آپ لوگ اطمینان رکھیں کہ میرا خاتون موصوف سے کوئی تعلق ہونا خارج از بحث ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی میں نے ان سے کہہ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ گو میں لیڈی کیلنتھ کی تہ دل سے عزت کرتا ہوں اور اس کی میرے دل میں بڑی منزلت ہے۔ یہاں تک کہ اس کی خاطر میں اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔ تاہم اس سے شادی کا آرزومند نہ میں کبھی پیشتر تھا اور نہ آئندہ ہوں گا۔ اس طرح کے خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا اور اپنے جی میں یہ سوچ کر حیران ہوتا کہ اس نوجوان نے کیونکر اس دور افتادہ مقام پر میرا پیچھا کیا ہوگا۔ میں اس بات سے بالکل لاپرواہ تھا کہ ہم کس طرف کو جاتے ہیں۔ گو اتنا مجھے اس بے خبری میں بھی معلوم ہو گیا کہ اب

کی بار ہم ان بارونق بازاروں سے ہو کر نہیں گذرے جن کی راہ سے میں اس جگہ تک آیا تھا۔ ایک دوبار میں نے گرد و نواح کے منظر کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ مگر اندھیرے میں اس سے زیادہ کوئی بات معلوم نہ کرسکا کہ ہمارا راستہ شہر کے باہر ہو کر گذرتا تھا قریباً پاؤ گھنٹہ اس طرح چلنے کے بعد میرا خیال تھا کہ ہم اس مقام پر پہنچ جائیں گے۔ جہاں لارڈ مینڈیول کا مکان تھا۔ مگر اس کے باوجود میرا ساتھی آگے ہی آگے چلتا گیا۔ اور مجھ کو بھی مجبوراً اس کے ساتھ ساتھ رہنا پڑا۔ ایک دوبار میں نے استفسار کے خیال سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا مگر اس پر سختی غصہ اور قصد مصمم کے ایسے آثار موجود تھے کہ میں بولنے کی جرأت نہ کرسکا۔ اور اس کی اپنی یہ حالت تھی کہ نہ اس نے میری طرف مڑکر دیکھا نہ کچھ کہا۔ بلکہ نگاہ بھی سامنے کی طرف لگائے رکھی۔ جس سے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ایک مغرور امیر زادہ کی حیثیت میں وہ میری ہستی ناچیز کو انتہادرجہ قابل نفرت اور حقارت تصوّر کرتا۔ اور میرے ہمراہ چلنے کو بھی ایک تلخ مجبوری سمجھتا تھا۔

قریباً پانچ منٹ اور اس طرح چلنے کے بعد ہم لوگ ایک لوہے کے پھاٹک کے باہر ٹھہر گئے۔ جو ایک اونچی فصیل کے وسط میں بنا ہوا تھا۔ اس سے پرے ایک کشادہ عمارت کی دھندلی تصویر دکھائی دیتی تھی جس کی متعدّد کھڑکیوں میں لیمپ روشن تھے۔ حیرت و اضطراب کا ایک نیا احساس مجھ پر غالب ہونے لگا۔ کیونکہ جہاں تک میں نے رات کے اندھیرے میں معلوم کیا یہ وہ مکان نہ تھا جسے پون گھنٹہ پیشتر میں نے کیملنیتھ کے ساتھ درختوں کے کنج میں بیٹھتے ہوئے دیکھا تھا لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے وہ راستہ جدھر سے لیڈی کیملنیتھ مجھے اندر لے گئی تھی مکان کے پچھلی طرف واقع ہو اور یہ دروازہ سامنے سے داخل ہونے کے لئے بنا ہوا ہو۔ اس صورت میں عمارت کی ظاہری عدم مشابہت کا راز بھی آسانی سے حل ہو جاتا تھا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے

ساتھی نے جیب سے کنجی نکال کر پھاٹک کھولا، اور ہم اندر چلے گئے۔ مگر سیدھے راستہ سے ہو کر چلنے یا اس گول سڑک پر چلنے کی بجائے جو گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے بنی ہوئی تھی اور جس کے سرے پر ڈیوڑھی میں اس وقت بھی لیمپ روشن تھے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر داہنی طرف کو مڑا اور ایک سایہ دار روش پر چلنے لگا۔ جس کے دو رویہ صنوبر کے پیڑ اُگے ہوئے تھے۔ آگے جا کر پھر ایک بار ہم بائیں طرف مڑے اور عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ ہو لئے اور جس سے یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا کہ جس جگہ میں نے اور کیلینتھ نے بیٹھ کر گفتگو کی تھی وہ غالباً اس روش کے سرے پر واقع ہوگی۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ تھا کہ وہ دروازہ جس کی راہ سے کیلینتھ نے مجھ کو داخل کیا مکان کے پچھلی طرف واقع تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس روش سے آخر تک پہنچتے میرا ساتھی پھر ایک بار مڑا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہم مکان کے پہلو میں بنے ہوئے ایک شیشہ کے دروازہ کے پاس ٹھہر گئے، جس کے اندر گلابی رنگ کے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ کو ان کی راہ سے بھی یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ مدھم روشنی کمرہ کے اندر موجود ہے۔

اس جگہ پہنچ کر میرے ساتھی نے آہستگی سے شیشہ کو کھٹکھٹایا۔ اس آواز کو سُن کر پہلے کسی نے پردہ ہٹایا پھر دروازہ کھول دیا۔ اور میں ایک بظاہر فراخ اور سجے ہوئے کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں صرف ایک موم بتی جلتی تھی اور اس کی روشنی ایک اتنے فراخ کمرہ کے سب حصوں میں پورے طور پر پھیلی ہوئی نہ تھی۔ جس آدمی نے دروازہ کھولا، وہ پستہ قد اور بہت بڈھا تھا۔ کمر میں ہلکا سا خم، چہرہ سُتا ہوا اور اس کی رنگت بالکل سپید تھی اور اس کی بھورے رنگ کی آنکھیں شیشہ کی طرح چمکتی تھیں۔ میں نے دیکھا اس کے ہونٹ زور کے ساتھ بھنچے ہوئے اور چہرہ پر سختی اور دبے ہوئے غصّہ کے ویسے ہی آثار موجود تھے جیسے اس نوجوان کے چہرہ پر جو مجھے اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا لیکن گو ان کی عمروں کا اختلاف عظیم تھا تاہم میرے لئے یہ سمجھ لینا بہت مشکل ثابت نہیں ہوا۔

کہ پہلا شخص جو مجھ کو اس جگہ تک لایا اِس سن رسیدہ آدمی کا بیٹا تھا میرے کمرہ میں پیر رکھتے ہی آخر الذّکر نے اپنی مردشیشہ نما آنکھیں میری طرف پھیریں اور سنجیدہ نظروں سے گہرے تجسس کے ساتھ میری طرف دیکھنا شروع کیا اس کے ساتھ ہی مجھے اس کے ابرو سکڑتے، ہونٹ بھنچتے اور چہرہ کے آثار زیادہ سخت ہوتے معلوم ہوئے جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ بیٹے کی طرح باپ کو بھی مجھ سے سخت نفرت اور حقارت ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ میری ہمت میں فرق آیا نہ پائے استقلال میں لغزش پیدا ہوئی، کیونکہ میرا سینہ صاف تھا۔ میں بخوبی جانتا تھا کہ مجھ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ فی الحقیقت اس وقت تک جتنا بھی اظہار عشق ہوا لیڈی کیلنتھ کی طرف سے ہوا۔ میں شروع سے ہی اس تعلق کے برخلاف اور رفع غلط فہمی کیلئے کوشاں تھا۔ ان حالات میں مَیں نے ایک فرض ناخوشگوار کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا اور میرے ایمان کی سچائی نے میرے اندر وہ طاقت و جرأت پیدا کر دی جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی۔ یہ بات میں اچھی طرح جان چکا تھا کہ یہ مرد کہن سال کیلنتھ کا باپ لارڈ مینڈویل ہے۔ اس کے چہرہ کی خشونت بھی خاتون موصوف کے ان الفاظ کی پوری تصدیق کرتی تھی جو اُس نے دوران ملاقات میں اپنے باپ کی سخت گیری کے بارے میں کہے تھے۔

میں جب کمرہ میں داخل ہو چکا تو اس نوجوان نے جو مجھ کو یہاں تک اپنے ساتھ لایا تھا جلدی سے شیشہ کا دروازہ بند کر دیا اور کھڑکیوں کے آگے پردے چھوڑ دیئے پھر اس کے باپ نے بہ آہستگی کمرہ کو عبور کیا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اپنی شیشہ نما آنکھوں سے میرے چہرہ کو گھورنا شروع کیا لیکن گو اس وقت تک گفتگو کی قسم سے ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکلا تھا تاہم اس کی صورت قہر مجسم اور نگاہ اس آدمی سے ملتی تھی جسے اپنے اس دشمن کو جس کا حال اس نے بارہا غائبانہ سُنا ہو اور جس سے فی الواقعہ

اس کو سخت نفرت ہو، پہلی بار دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو۔ بڑی آہستگی سے اس کی نظر میرے سر سے لے کر بدن کے ہر حصہ کا جائزہ لیتی پیروں تک گئی۔ بہر حال وہ اتنی تیز نگاہ تھی کہ اس ایک منٹ کے عرصہ میں جب تک وہ مجھ پر جمی رہی۔ میں سخت بے تاب ہو گیا اس سرد نگاہ کو دیکھ کر جس کی بے جان سطح کے نیچے بعید از فہم بھیانک اثرات پوشیدہ تھے۔ میرے بدن میں بے اختیار لرزہ پیدا ہوا۔ حیران ہوں کہ اس نگاہ کی مشابہت کس چیز سے دوں؟ شاید کسی لاش میں جادو کے زور سے قوتِ باصرہ پیدا ہو سکے۔ اور وہ آنکھیں پھر ایک بار اسی طرح اظہار نفرت کر سکیں جس طرح زندگی میں کرتی تھیں تو بڈھے امیر کی نگاہ کے اثرات کا کچھ اندازہ ممکن ہو۔ میں جب بہت دیر تک ان آنکھوں کی تاب مقابلہ نہ لا سکا تو میری نگاہ بے اختیار ایک طرف کو ہٹ گئی اور اس وقت پہلی بار میں نے دیکھا کہ اس کمرہ کی دیوار پر ایک بڑی بھیانک تصویر جو شمع کی دھندلی روشنی میں مدھم مگر پھر بھی واضح نظر آتی تھی لٹکی ہوئی ہے صرف ایک بار میں نے اس تصویر کی طرف دیکھا مگر اتنے ہی میں مجھے اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہونے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک بہت بڑا درخت ہے اور اس درخت کی شاخوں میں ایک اژدہا اپنی دُم کو پیچ دے کر بدن کا باقی حصہ نیچے لٹکائے ہوئے ایک سوار کے بدن سے لپٹا ہوا نظر آتا ہے۔ تصویر میں گھوڑے کو دہشت کی وجہ سے پچھلی ٹانگوں کے بل سیدھا اُٹھتا دکھایا گیا تھا اور نظارہ جو غالباً ہندوستان کے کسی جنگل کا تھا اس قدر وسیع پیمانہ پر تیار کیا گیا تھا کہ وہ بادی النظر میں مجھ کو تصویر سے بہت زیادہ اصلی واقعہ معلوم ہوا جو میری نظروں کے سامنے پیش آ رہا تھا لیکن فوراً ہی اپنی دہشت سے نادم ہو کر میں سنبھلا اور اپنی نگاہ پھر ایک بار بڈھے امیر کی طرف پھیری جس نے اس موقعہ پر مجھے ہاتھ سے آگے آنے کا اشارہ کیا۔

"لڑکے"! اس نے سخت آواز میں جس کے اندر شروع میں ہلکی تھراہٹ

موجود تھی لیکن جو اس کے بعد جلدی ہی مستقل اور مضبوط ہو گئی۔ کہنا شروع کیا: "تو نے اپنے فعل سے اس خاندان کے نام پر دھول ڈالی ہے جو آج تک بے عزتی کے نام سے ناواقف تھا پس اب یہ تیرا فرض ہے کہ اس خرابی کی جو تلافی ممکن ہے تو کرے۔ تیرے گناہ کی حصہ دار نے جس کو میں آئندہ کسی حال میں اپنی بیٹی نہیں کہہ سکتا، سارا حال بیان کر دیا ہے۔ اس نے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی تین دن گزرے اس نے سب کیفیت اپنی ماں سے کہہ دی تھی بلکہ اس شخص کا نام بھی ظاہر کر دیا تھا جو اس کی تذلیل کا موجب ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی اس نے کہا تھا کہ تم ان دنوں اسی شہر میں موجود ہو اور آج رات تمہیں اس سے ملنا ہے ..."

"مائی لارڈ!" میں نے اس بیان سے متعجب ہو کر کہنا شروع کیا جس میں نہ صرف تاریخ کی غلطیاں موجود تھیں (کیونکہ کیلنتھ سے میری پہلی ملاقات اسی دن دوپہر کے وقت ہوئی تھی) بلکہ جس سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ بڈھا امیر ان واقعات کو اس سے بھی بہت زیادہ بڑا اہمیت تصور کرتا ہے جتنے کہ وہ درحقیقت تھے۔ "مائی لارڈ ..."

"ٹھہرو، اور میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں سنو۔" بڈھے امیر نے اپنے ہاتھ کا اتنا زوردار اشارہ کر کے اور چہرہ پر اس قدر سختی کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا کہ میں خوفزدہ اور مرعوب ہو گیا۔ "تمہارے بولنے اور جواب دینے کا وقت بعد میں آئے گا لیکن اگر وہ حالات جو میں نے اس کی زبانی سنے ہیں جسے میں کسی زمانہ میں اپنی بیٹی کہا کرتا تھا، صحیح ہوں تو ناممکن ہے کہ تم اپنے جواب میں مزاحمت یا انکار کی کوشش کرو۔ دنیا اب تک اس کی ذلت سے آگاہ نہیں ہے اور تمہارے اور اس بدنصیب کے علاوہ صرف تین شخص اس راز سے واقف ہیں۔ ایک اس کی ماں، ایک میں اور ایک اس کا بھائی، جو تمہارے سامنے کھڑا ہے اور جس کو اس صدمہ نے پہلے ہی نیم دیوانہ بنا رکھا ہے ..."

"لیکن مائی لارڈ" میں نے پھر ایک بار لہجہ پُرزور میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

کیونکہ بیان کردہ حالات اس کیفیت سے جو لیڈی کیلنھ کی زبانی مجھے معلوم ہوئی تھی بالکل مختلف تھے۔ اس نے اپنی بہنوں کے طعن و تضحیک کا ذکر کیا تھا حالانکہ بڈھے امیر کی گفتگو میں بہنوں کا اشارہ تک نہ تھا۔

"چپ! خاموش!" سن رسیدہ نواب نے پھر وہی بے صبری کا اشارہ کر کے کہا "اس طرح تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے فائدہ میرا قطع کلام کرنے کی بجائے تم کو لازم تھا کہ میرے روبرو دوزانو ہو کر معافی کے خواستگار بنتے"... لیکن نہیں ایسا کرنا بے سود ہے۔" اس نے جلدی سے لہجۂ پُر غرور میں کہا۔ "کیونکہ میں کبھی تم کو معاف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اب بھی میں جو کچھ کرنے لگا ہوں وہ تمہارے یا اس سوختہ بخت کے حق میں جس نے تمہاری مہلک محبت کے بس میں ہو کر اپنے آپ کو تباہ و برباد کیا ہے معافی کا درجہ نہیں رکھتا۔ یہ سب میں صرف اس لئے کرتا ہوں کہ وہ اس آخری انتہائی ذلت سے محفوظ رہے جس کا ... افسوس! جس کا خیال بھی میرے لئے آتش سوزاں کا اثر رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے، کہ وہ کسی طرح دنیا کی لعنت، نفرت اور حقارت سے محفوظ رہے۔ اسی خیال سے میں فوراً اپنے روبرو تم دونوں کے ہاتھ ملوا دینا چاہتا ہوں ..."

"مائی لارڈ!" میں نے دفعتاً اس تجویز کی خوفناک اہمیت کو سمجھ کر پُر وحشت انداز سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اینبل کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔

"چپ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں چپ!" نوجوان امیرزادہ نے اب گفتگو کا فرض اپنے اوپر لیتے ہوئے غصہ میں بھر کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے شانوں کو پھر اُسی انداز تشنج سے پکڑا جس طرح اس وقت جب ہماری سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ پکڑا تھا۔ "خدا گواہ ہے اگر تم نے ذرا بھی حیل و حجت کی یا کلمۂ انکار ایک مرتبہ بھی تمہاری زبان سے نکلا۔ تو میں اسی لمحہ کے اندر جو گذر رہا ہے ضرور تمہیں گولی مار کر ہلاک کر دونگا خواہ اس کی سزا میں کل ہی مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھ جانا پڑے۔" اور یہ کہتے ہوئے

اس نے پھر وہی پستول نکال لیا۔

میں آخر انسان ہوں۔ اور ایسا آدمی کون ہے جو حالات کے اثر سے رنج و راحت کا شکار نہ بنے۔ پس مجھے اس بات کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں کہ اس خوفناک پستول کو دوسری بار سامنے آتا دیکھ کر میں حقیقتاً ڈر گیا۔ رات کے واقعات نے جس طرح ناگہاں موجودہ بھیانک صورت اختیار کی تھی اس سے میں تو کیا مجھ سے بہت زیادہ حوصلہ مند شخص بھی سراسیمہ و بے تاب ہوسکتا تھا۔ میرا لیڈی کیلنتھ سے رخصت ہو کر ایک تنہا مقام پر جانا، ایک مرد نامعلوم کا مجھے اس جگہ آنے پر مجبور کرنا، اس پُراسرار مکان میں میرا داخلہ، کشادہ اور فراخ کمرہ کی دھندلی روشنی اور اس میں رکھا ہوا بھاری سامان۔ اس مرد کہن سال کی موجودگی جس کے بال سپید، چہرہ لاش کی طرح زرد اور جس کی مردنی دار آنکھوں کی تہ میں دبی ہوئی آگ پوشیدہ تھی۔ وہ عزم مصمم جو باپ بیٹے دونوں کی گفتگو میں پایا جاتا تھا۔ وہ پُرزور گرفت جو مجھے اپنے شانہ پر محسوس ہوئی تھی، پستول کا بار بار میری نظروں کے سامنے لایا جانا، دیوار پر لگی ہوئی خوفناک تصویر جس کی طرف میری نگاہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اُٹھتی تھی اور جس میں بدنصیب سوار کے بدن پر لپٹا ہوا خوفناک اژدہا ایک عجیب طرح کی قابل نفرت اور بھیانک حقیقت رکھتا تھا۔ یہ ساری باتیں اور جداگانہ طور پر ان میں سے ہر ایک میرے دل میں فکر و بیم اور بدن میں خوف کی تھرتھری پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔

دفعتاً بڈھے امیر کی آواز پھر ایک بار میرے خیالات کے سلسلہ کو قطع کرتی سنائی دی۔ وہ اب کہہ رہا تھا "سب انتظام مکمل ہوچکا۔ شادی کا لائسنس تیار ہے اور پادری چند منٹ تک اس جگہ آجائے گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے سونے کی گھڑی نکال کر دیکھی۔ "پانچ ہزار پونڈ کی رقم پہلے ہی کلکتہ بھیجی جاچکی ہے تاکہ جب تم دونوں ... تم اور وہ بدنصیب جسے عنقریب تمہاری بیوی بننا ہے اس جگہ پہنچو تو تمہارے

گذارہ کی صورت موجود ہو۔ اس کے علاوہ راہداری کے طور پر مزید اخراجات بھی تم کو دے دیئے جائیں گے اور میرا بیٹا جو تمہارے پہلو میں کھڑا ہے۔ تم دونوں کو اس بندرگاہ تک چھوڑنے ساتھ جائے گا۔ جہاں سے جہاز روانہ ہونا ہے۔ اس دور اُفتادہ ملک میں جہاں شادی کے بعد تم دونوں جاؤ گے، تم کو اختیار رہے اپنی مرضی کے مطابق کوئی کاروبار شروع کر لینا۔ جس کے بعد اگر قسمت یاور ہوئی تو ممکن ہے تمہارے لئے دنیاوی ترقی کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ تاہم ایک بات میں بزور تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں یعنی خواہ کچھ ہو تمہاری طرف سے کوئی خط میرے یا میرے گھر کے کسی آدمی کے نام بالکل نہ آنا چاہیئے کیونکہ میں اسے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتا اپنے خاندان سے علیحدہ اور عاق کر چکا ہوں"

"مائی لارڈ" میں اپنے دبے ہوئے جوش کے اظہار کا موقعہ پاکر اس وقفہ سکوت کو قطع کرتے ہوئے جو میری دہشت کی وجہ سے اتنا لمبا ہو گیا تھا کہا "یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں ناممکن ہے اور میں کبھی کسی حالت میں ..."

"بدمعاش!" بڈھے رئیس نے غصہ میں بھر کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "کیا تو اس واحد تلافی سے انکار کر سکتا ہے جو اپنے گناہ کا اثر باطل کرنے کو تیرے اختیار میں ہے؟"

"بدکردار! پاجی!" نوجوان امیرزادہ نے بھی پورے زور سے میرے شانہ کو ہلاتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لڑکھڑا کر فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ اور یقیناً فرش زمین پر گر جاتا اگر اُسے روکنے کے لئے ایک بھاری میز رستہ میں حائل نہ ہوتی۔ کیونکہ میں نے یکایک غصہ میں بھر کر ایک ایسا بھر زور مکا اس کی چھاتی پر رسید کیا کہ وہ پستول بھی جو اس کے ہاتھ میں تھا گر پڑا۔ میں نے جھٹ اسے آگے بڑھ کر اُٹھا لیا۔ اور دو قدم اور آگے جا کر لہجہ استقلال میں کہا: "یاد رکھیئے میں اس بدسلوکی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ نے یہی طریقہ جاری رکھا تو پھر میں بھی اپنی جان کی حفاظت کے لئے اس پستول کے استعمال سے دریغ نہ کروں گا۔ کیونکہ حالت موجودہ میں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ

آپ لوگ میری زندگی کو محض بے حقیقت خیال کر رہے ہیں؟"

پستول کو میرے ہاتھ آتے اور میری طرف سے اس قدر ہمت و استقلال ظاہر ہوتے دیکھ کر بڈھے امیر نے فوراً اپنا لہجہ تقریباً بدل لیا اور اب بہت نرم التجائی آواز سے کہنے لگا بہ نہ بس لڑائی جھگڑے کی حاجت نہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ حجت و تکرار سے زیادہ بحث و استدلال ہی سے ہو سکتا ہے۔"

"مائی لارڈ" میں نے یہ حالت دیکھ کر جلدی سے پستول کو میز پر رکھتے ہوئے کہا "اطمینان فرمائیے۔ میرا دل آپ کے سپید بالوں کی عزت کرتا ہے اور میرا ہاتھ کبھی آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کے بیٹے پر میں یہ بات اچھی طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کا مقابلہ کسی دودھ پیتے بچے سے نہیں ہے اور نہ میں اتنا کم ہمت ہوں کہ اس کی دھمکیوں کے رعب میں آکر کسی فعل ناجائز پر آمادہ ہو سکوں۔ چہ جائیکہ شادی جس کا آپ ذکر رہے ہیں۔"

"آہ بدکیش لڑکے۔" نوجوان امیر نے جس کا چہرہ غصہ سے بگڑا ہوا اور خوفناک تھا۔ اب دفعتاً بہ جوش آواز سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ پستول جسے میں نے ازراہِ حماقت جوش فیاضی میں میز پر رکھ دیا تھا۔ اٹھا لیا۔ "آج تو اس قابل ہو گیا کہ ہم کو تعلیم دے نہیں۔ والد آپ ایک طرف ہٹ جائیے۔ یہ ناہنجار اس طرح نہ مانے گا۔ وہ ہر چند عمر کا چھوٹا مگر دل کا پورا کھوٹا ہے۔ آپ اسے میرے حوالہ کیجئے۔ میں اس کا بہتر انتظام کر سکتا ہوں۔"

"صاحب دیکھئے آپ حالات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔" میں نے پستول کی طرف دیکھ کر لہجۂ استقلال میں کہنے کی کوشش کی۔

"حالات!... اس طرح کے حالات میں جو کچھ کیا جائے۔ بالکل جائز ہے۔" نوجوان نے غصہ میں بھر کر کہا۔ "بس اب دو ہی باتیں ممکن ہیں..."

"چپ! آہستہ! ایسا نہ ہو کوئی اس گفتگو کو سُن لے" بڈھے امیر نے جواب بیتاب نظر آنے لگا تھا مضطربانہ کہا۔

"مائی لارڈ۔ یہ شور میرا پیدا کیا ہوا نہیں ہے" میں نے جلدی سے کہا "فی الحقیقت اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں ..."

"لیکن وہ کیا بات ہے جو تم کہنا چاہتے ہو؟" نوجوان امیرزادہ نے اب پہلے سے دبی ہوئی آواز میں کہا "اور تم کہہ بھی کیا سکتے ہو ... نہیں یہ قصہ اس طرح طے نہ ہوگا۔ مزید اس میں زیادہ سخت طریقوں سے کام لینا پڑے گا۔ اور میں خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے حصول مدعا کے لئے کسی طریقہ کے استعمال سے دریغ نہ ہوگا... بس والد آپ مہربانی سے چپ رہیں کیونکہ ایک بدنصیب بھائی اس مرد بدکردار سے انتقام لینا چاہتا ہے جس نے اس کی بہن کے ذریعہ سے اس کے خاندان کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ ایسا کرتے ہوئے میں کسی ذاتی غرض کو نہیں، بلکہ اپنی، اپنے والدین اور خاندان کے نام نیک کی صفائی کے خیال کو مدنظر رکھنا چاہتا ہوں۔ اور اب سنو" اس نے بدستور پستول ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف بڑھ کر کہا۔ "جو میں کہنا چاہتا ہوں اسے اچھی طرح کان کھول کر سنو۔ اور مجھے روکنے کی کوشش نہ کرو۔ چند منٹ کے عرصہ میں پادری یہاں آجائے گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی تم اپنے گناہ کی اس تلافی سے انکار کروگے جو تمہارے اختیار میں ہے تو یاد رکھو میں قسم کھا کے کہتا ہوں۔ کبھی تم اس گھر کی چاردیواری سے زندہ بچ کر نہ جاؤگے۔ زنہار یہ نہ سمجھنا کہ میں جرم قتل سے ڈرتا ہوں۔ نہیں میں تم کو اسی طرح بے دریغ ہلاک کر سکتا ہوں جس طرح کسی نجس کتے کو۔ اس کے علاوہ یہ جرم نہیں۔ ایک ایسا فعل جائز ہے، کوئی مذہب، کوئی ضابطہ اخلاق، کوئی اخلاقی قانون جس کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ بس اب سنو اور یاد رکھو" اس نے بدستور پستول تانے ہوئے دو قدم اور آگے بڑھ کر کہا "جو وار تم نے بے خبری میں مجھ پر کیا تھا اس نے اگر ممکن سمجھا جا سکے تو میرے غصہ اور جوش کو دوچند کر دیا ہے اس لئے

اگر اب بھی تم نے انکار کیا، اب بھی تم نے تامل سے کام لیا تو پھر کوئی طاقت تم کو میرے جوش انتقام سے محفوظ نہ رکھ سکے گی۔ یہ کمرہ جو قصداً اس مطلب کے لئے چنا گیا تھا مکان کے باقی حصوں سے دُور ہے اس لئے گولی چلنے کی آواز کسی کو سنائی نہ دے گی میں تمہارے دماغ کو نشانہ بنا کر فوراً ہی تمہاری ناپاک لاش کو دیوار کے باہر پھینک دوں گا۔ اس کے بعد میں ایک بار ہوا میں پستول چلاؤں گا۔ تاکہ اس کی آواز سن کر گرد و نواح کے لوگ جمع ہو جائیں۔ ان سے میں یہ کہہ دوں گا کہ شور کی آوازیں باغ کی سمت میں مجھ کو سنائی دی تھیں اس لئے میں نے گولی چلائی تھی۔ اس کے بعد تمہاری لاش دیکھ کر کون اس بات پر شک کرے گا کہ ایک نامعلوم آدمی تھا جو رات کے وقت شاید کسی جرم کی نیت سے مکان میں گھسنے کی کوشش کرتا ہوا مارا گیا؟"

میں دہشت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کے منہ کو حیرت سے تکنے لگا۔ کس سکون و سرد مہری کے ساتھ وہ میری ہلاکت کی خوفناک اور شیطانی تجویز پیش کر رہا تھا۔ میرے دماغ میں بے اختیار چکر آ گیا۔ اور جب میں نے لڑکھڑاتے ہوئے اپنے گرد و نواح میں دیکھا تو میری نگاہ پھر ایک بار اسی خوفناک تصویر کی طرف گئی اور اپنے خیالات کی الجھن میں مجھ کو سچ مچ ایسا معلوم ہوا گویا وہ خونخوار اژدہا جس کی تصویر میری نظروں کے سامنے تھی اچھل کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

"جلدی کرو... ہاں یا نہیں!" اس نے پھر ایک بار پستول کی نالی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں اب بہت دیر انتظار نہیں کر سکتا..."

"بوجین ذرا ٹھہرو" بڈھے امیر نے اس موقع پر جلدی سے قطع کلام کر کے کہا "ایک تجویز اور میں نے سوچی ہے۔ یعنی تم اپنی بہن کو اس جگہ لے آؤ۔ اس کے بعد ناممکن ہے کہ اس کی موجودگی میں یہ شخص اس فعل انصاف سے انکار کرے جو اخلاقاً اسے کرنا چاہیئے۔ اور جو اس کے اختیار میں ہے۔"

"اچھا میں اسے یہ آخری موقعہ دینے کے لئے بھی تیار ہوں" بیرن نے جس کا نام اب پہلی مرتبہ مجھے معلوم ہوا تھا جواب دیا۔ "لیکن آپ ہی تکلیف کر کے جایئے اور اسے اپنے ساتھ لے آیئے۔ میں اس کی حفاظت کے لئے اس جگہ ٹھہرتا ہوں۔ کیونکہ ڈر ہے شاید میرے بعد یہ بھاگنے کی کوشش کرے۔"

اس کے بعد بڈھا امیر رخصت ہو گیا۔ اور وہ قریباً تین منٹ کمرہ سے باہر رہا۔ اس دوران میں ہم دونوں یعنی میں اور یوجین بالکل خاموش تھے۔ کوئی لفظ کسی کے منہ سے نہیں نکلا۔ اور وہ مجھ سے تھوڑی دور کھڑا ہو کر بدستور کڑی نظروں سے دیکھتا رہا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری حرکت کی نگرانی کرتا اور اس بات کا خیال رکھنا چاہتا ہے کہ میری طرف سے فرار یا مقابلہ کی ذرا بھی کوشش ہو تو اس کا جھکا ہوا پستول فوراً سیدھا ہو جائے۔ میں انداز اضمحلال سے دیوار کے ساتھ لگ گیا اور پھر ایک بار میری نگاہ اسی بھیانک تصویر کی طرف گئی۔ جس کی لمبائی کا کچھ اندازہ اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ وہ فرش سے دو فٹ اونچی اور چھت سے اسی قدر نیچی تھی۔ اس کے ساتھ ہی لاتعداد خیالات میرے دماغ میں وحشت پیدا کرنے لگے۔ سوچتا تھا اس قصۂ پر اسرار کا انجام کیا ہوگا؟ کیا میری شادی لیڈی کیلنتھ سے جبراً کر دی جائے گی؟ اور وہ امید جو میرے دل میں کبھی نہ کبھی دقت انیبل سے شادی کرنے کی تھی اس طرح آنِ واحد میں تلف ہو جائیگی لیکن پھر خیال آتا کیا خود کیلنتھ اس طرح کی شادی پر آمادہ ہو گی جس میں پستول کی نالی دکھا کر رضامندی حاصل کی گئی ہو؟ نہیں جس قدر حالات مجھے اس کی فیاض وغیور طبیعت کے معلوم تھے ان کی بنا پر قطعی امید نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ وہ ہرگز ہرگز اس طرح کی جبری شادی پر رضامند نہ ہو گی۔ میرے دل کی بیتابی بڑی حد تک گھٹ گئی۔ اور زائل ہوتا ہوا استقلال پھر ایک بار اصلی حالت پر آ گیا۔

تین منٹ کے بعد دروازہ کھلا۔ اور سن رسیدہ امیر ایک نوجوان خاتون کو ساتھ

لئے کمرہ کے دور افتادہ حصّہ سے آتا نظر آیا۔ شمع کی دھندلی روشنی میں جو اس مقام تک بمشکل پہنچ سکتی تھی میں نے فقط اس قدر دیکھا کہ خاتون کی نگاہ فرش زمین پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ نہ میں اس کی صورت کو اچھی طرح دیکھ سکا اور نہ کوئی اور کیفیت ہی معلوم کر سکا۔ وہ اپنے بڈھے باپ کے بازو کا سہارا لئے بڑی آہستگی سے چلتی تھی۔ رفتہ رفتہ قریب آ کر وہ اس مقام پر پہنچی جہاں شمع کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس وقت پہلی مرتبہ یہ ہیبت ناک اور سراسیمہ کرنے والا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ وہ جس کو میں اپنے روبرو دیکھ رہا ہوں دراصل کیلینتھ نہیں ہے! حیرت کی چیخ میرے منہ سے نکل گئی۔ جس کو سن کر وہ نوجوان خاتون بھی چونکی۔ اور نظر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اب پہلی مرتبہ مجھے اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں شک نہیں اس کے چہرہ پر حسن و شباب کے دلفریب آثار موجود تھے۔ تاہم ان سے ملی ہوئی فکر و غم کی اُداسی بھی پائی جاتی تھی۔ اور اس کا چہرہ انتہا درجے زرد تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ لارڈ مینڈیول کی دختر کے سیاہ بالوں اور مست کالی آنکھوں کی بجائے اس کے بالوں کی رنگت سنہری اور آنکھوں کی نیلوفری تھی اور اب ان خوشنما آنکھوں میں حیرت اور دہشت کے آثار پائے جاتے تھے۔ ایک چیخ اس کے اپنے منہ سے بھی نکلتی سنائی دی اور وہ یقیناً گر جاتی اگر اس کا باپ اس کو سہارا دینے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا۔

"گرٹروڈ کیا ہوا؟ اس چیخ کا کیا مطلب ہے؟" اس کے باپ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"اور وہ چیخ جو تمہارے منہ سے نکلی، کیا معنی رکھتی ہے؟" بڈھے جین نے میری طرف مڑ کر انداز حیرت سے دریافت کیا۔

"یہ وہ نہیں کوئی اور ہے" نوجوان خاتون نے باپ کی طرف مڑتے ہوئے ذہنی تکلیف کی دردناک آواز سے کہا۔ "ہائے افسوس یہ ذلت! ... یہ رسوائی!"

ایک لحظہ کے عرصۂ خفیف کے لئے باپ بیٹا دونوں تصویر حیرت بنے ہوئے چپ رہے۔ نہ ان کے منہ سے کوئی لفظ نکلا، نہ ان کے اعضا نے کوئی حرکت کی۔ "والد! آپ اُسے اپنے ساتھ دوسرے کمرہ میں لے جایئے۔" اور جب اس کے بعد بڈھا امیر اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر رخصت ہوگیا۔ تو اس نے میری طرف مڑ کر جلدی سے پوچھا "تم کون ہو؟ اور کیوں اس جگہ گئے تھے؟" میں نے دیکھا اب اس کے لہجہ میں بڑھی ہوئی تندی اور بے تابی پائی جاتی تھی۔

"میرا نام جوزف دلمٹ ہے۔" میں نے جواب دیا "اور میں اتفاقاً اس جگہ دم لینے کو ٹھہرا ہوا تھا۔"

"اتفاقاً!" اس نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "لیکن یہ کس طرح ممکن ہے؟ تم میری ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھتے رہے ہو..."

"مائی لارڈ۔ اگر آپ سوچیں تو یاد آجائے گا۔" میں نے فوراً جواب دیا "کہ آپ نے مجھ سے مل کر محض اتنا کہا تھا کہ چپ چاپ میرے ساتھ ساتھ چل دو۔"

"لیکن میں نے تم سے اس بدنصیب کا حوالہ دے کر ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا جس کے ناجائز عشق نے ہمارے خاندان کے ماتھے پر بدنامی کا کلنک لگا دی ہے۔"

"آہ! بیشک مجھ کو یاد ہے۔" میں نے جلدی سے تسلیم کیا "لیکن بات یہ ہے کہ... میرے اور آپ کے حالات میں... ایک عجیب طرح کی مشابہت پائی جاتی تھی۔ لیکن نہیں، میں اس کے متعلق کوئی اور حال بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ راز میرا اپنا نہیں۔ اس لئے میں اسے ظاہر کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے علاوہ میں اب تک نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں اور آپ کے والد کا نام کیا ہے۔ نہ اس وقت سے پہلے کبھی میں نے آپ کی بہن کو دیکھا تھا...."

یوجین کی سراسیمگی میرے ہر ایک بیان سے بڑھتی جا رہی تھی۔ تاہم اس کی نظریں

اب بھی مشکوک تھیں اور وہ سخت بے تابی کی حالت میں کمرہ کے اندر ٹہلتا پھر رہا تھا. اتنے میں وہی دُور کا دروازہ پھر کھلا اور اس کا باپ دوبارہ داخل ہوا. اس کے ساتھ ہی کسی نے باہر سے شیشہ کے دروازہ پہ ہلکی دستک دی. جس کو سنتے ہی یوجین اس طرف کو چلا گیا. قریباً ایک منٹ کے بعد وہ کمرہ میں واپس آیا تو میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ جس شخص نے دروازہ پہ دستک دی وہ پادری ہو گا. غالباً یوجین نے یہ کہہ کر اُسے واپس بھجدیا تھا کہ فی الحال اس کی خدمات درکار نہیں ہیں .

"میں اب تک نہیں سمجھا کہ معاملہ کیا ہے ؟" بڈھے امیر نے اس موقعہ پہ کہا: "یہ راز میری سمجھ سے باہر ہے. کون یہ نوجوان ہے اور کیونکر اس غلط فہمی کا آغاز ہوا ؟"

"یہ اپنا نام دلمٹ بیان کرتا ہے." یوجین نے جواب دیا "اور یہ بھی کہتا ہے کہ محض حسنِ اتفاق سے وہ اس جگہ چلا گیا تھا. جہاں مجھ کو کسی اور سے ملنے کی امید تھی..."

"آہ ! میں سمجھ گیا." دفعتاً میں نے ایک فوری خیال کے زیر اثر کہا "کیا آپ کو یاد ہے کہ جب ہم اس طرف کو آ رہے تھے تو ایک شخص درختوں کے سایہ سے پہلے باہر نکلا. اور اس کے بعد ہمیں دیکھ کر فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا ؟"

"بے شک مجھے یاد ہے." یوجین نے جواب دیا "اور وہ یقیناً وہی ہو گا" پھر اپنے باپ کی طرف مڑ کر اس نے کہا "افسوس کتنی بھاری اور افسوسناک غلطی ہوئی."

"لیکن اگر آپ لوگ مجھے بولنے اور کچھ کہنے کی مہلت دیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی." میں نے جلدی سے کہا "اس صورت میں نہ آپ کو اور... نہ آپ کو شرمسار ہونا پڑتا." میں نے باری باری دونوں کی طرف مڑتے ہوئے کہا "مگر اندھا جوش آپ کے سروں پر سوار تھا اور آپ ہر بات میں بے جا حکومت سے کام لیتے تھے چنانچہ ایک ایک لمحہ کے بعد آپ ہلاکت کی دھمکیاں دے رہے تھے..."

"آہ نوجوان آدمی !" بڈھے امیر نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "اگر تم کو

سارا حال معلوم ہوتا تو مجھ کو پوری امید ہے کہ تم یقیناً ہمارے طرز عمل کو قابل معافی خیال کرتے۔"

"سارا حال معلوم ہوتا!" یوجین نے باپ کے لفظوں کو تلخ لہجہ میں دُہراتے ہوئے کہا! "کیا اب کم حالات اس کو معلوم ہیں؟ کیا وہ ہماری ذلت سے پہلے ہی واقف نہیں ہو چکا؟ افسوس! افسوس! اب کیا کیا جائے؟"

"لیکن یہ بتاؤ تم کون ہو اور کس جگہ رہتے ہو؟ باپ نے دبے ہوئے غصہ اور جوش کی حالت میں مجھ سے پوچھا؟ "کس گھرانے سے تمہارا تعلق ہے؟ اور تم کیا کام کرتے ہو؟ سارا حال بیان کرو۔"

"مائی لارڈ اگر حالات اس سے مختلف ہوتے" میں نے چبھتے ہوئے لہجہ میں جواب دیا "تو اس شرمناک سلوک کے بعد جو آپ لوگوں نے مجھ سے کیا ہے میں یقیناً آپ کے سوالوں کا جواب دینے سے انکار کر دیتا۔ تاہم میں آپ کے غصہ اور جوش کو قابل معافی خیال کرتا ہوں۔ اور یقین کیجئے مجھے اس بات کا سخت رنج و افسوس ہے کہ ایک اس طرح کا راز جس کا آپ کے خاندان کی عزت سے اتنا گہرا تعلق ہے۔ اتفاقاً مجھ کو معلوم ہوا۔"

"جو تم کہتے ہو صحیح ہے۔" بڈھے امیر نے پرُخیال انداز سے جواب دیا۔ "اور سچ پوچھو تو اسی لئے میں نے اس قدر سوالات تم سے پوچھے تھے۔ بے شک اب ہمارے خاندان کی عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔۔۔"

"اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ عزت میرے ہاتھوں میں ہر وقت محفوظ رہے گی۔" میں نے اقرار کیا۔ "اپنے بارے میں میں اسی قدر کافی سمجھتا ہوں کہ ایک بے کس اور بے مددگار یتیم لڑکا ہوں۔ اور اپنی محنت سے روزی کما کر کھاتا ہوں۔ رہ گئی میری مجلسی حیثیت تو وہ اس سے بہت ادنیٰ ہے جتنا آپ خیال فرما سکتے ہیں۔"

"مگر تم بہت نیک لڑکے ہو۔" بڈھے امیر نے شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اور تمہیں اپنی تکلیف کا کچھ نہ کچھ معاوضہ ضرور ملنا چاہیئے۔"

"معاف کیجئے، میں اس کا خواہشمند نہیں ہوں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا اور مجھے اس خیال سے رنج بھی ہوا کہ اس وقت تک جو بدسلوکی باپ بیٹے نے مجھ سے کی تھی اس کے متعلق معافی کا ایک لفظ تک ان میں سے کسی کے منہ سے نہ نکلا تھا۔

"تاہم ٹھہرو۔" باپ نے جلدی سے اپنا بٹوہ جیب سے نکال کر چند نوٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "میں امید کرتا ہوں یہ رقم وقت ضرورت تمہارے کام آئے گی۔"

"کیا! آپ مجھے چپ رکھنے کو روپیہ کا لالچ دینا چاہتے ہیں؟" میں نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں مائی لارڈ۔ میں یہ آپ کی دی ہوئی نقدی وصول نہیں کر سکتا کیونکہ اگر میں آپ کے ہاتھ سے یہ چپ رہنے کی رشوت لینا منظور کر دوں تو خود آپ کو میری نیک نیتی اور ایمان کی درستی پر شبہ ہونے لگے گا۔ اور چونکہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کی بیٹی ہر وقت اس خیال سے سہمی رہے کہ اس کا راز نہ معلوم کب افشا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی دیانتداری کا بہترین ثبوت اس طرح پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ سے کسی طرح کی رشوت یا انعام لینا منظور نہ کروں۔"

"تاہم جوزف ولمٹ ... تم اس بات کا حلفاً وعدہ کرو کہ جو واقعات آج رات پیش آئے ہیں تم ان کا کسی سے ذکر نہ کرو گے۔" بڈھے امیر نے سنجیدہ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مائی لارڈ۔" میں نے اب لہجۂ وقار میں جواب دیا۔ "میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ بے فائدہ کسی کے معاملات میں دخل دیتا پھروں۔ نہ میں خوش گپیوں کا عادی ہوں نہ اس شہر میں میرا کسی سے میل ہے۔ میں آپ کے نام سے واقف نہیں۔ اور نہ ہی مجھ کو معلوم ہے کہ یہ مکان کس جگہ اور شہر کے کس حصہ میں واقع ہے۔ پھر اس کے علاوہ

مجھے ایک دو روز تک یہاں سے رخصت ہوجاتا ہے اور شاید پھر کبھی واپس نہ آتا ہو تاہم اگر یہ باتیں آپ کے لئے ذریعۂ اطمینان نہ ہوں تو پھر میں اس بات کا سچے دل سے وعدہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں کہ انکشاف راز کا تو ذکر کیا ہیں کبھی یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کروں گا کہ کون اس مکان میں رہتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنے مختصر قیام میں یعنی جب تک میں اس شہر میں ٹھہرا ہوا ہوں اگر کبھی گھر سے باہر نکلنے کا اتفاق ہوگا تو میں اس سمت میں بھی نہ آؤں گا جس میں آپ کا مکان واقع ہے۔ اور اگر کبھی راستہ میں آپ سے یا... ان سے" میں نے بیٹے کی طرف اشارہ کرکے کہا "ملنے کا اتفاق ہوگا تو میں اس طرح پاس سے نکل جاؤں گا گویا آپ سے بالکل ناواقفیت ہے۔ اس قدر بیان کرنے کے بعد میرے خیال میں آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں جو کبھی اپنے وعدہ سے منحرف یا کسی کمینہ حرکت کا مرتکب ہونا منظور کروں۔"

"بیشک! بیشک!" بڈھے امیر نے جو اب بھی مضطرب اور بے چین نظر آتا تھا۔ گو اب اس کے مزاج میں پہلے کی نسبت بہت تبدیلی ہوچکی تھی جلدی سے کہا "تاہم کچھ نہ کچھ ضرور تمہاری امداد کرنی چاہیئے"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے پھر ایک بار وہ نوٹ مجھ کو دکھلائے جو اب تک اس کی کانپتی ہوئی انگلیوں میں پکڑے ہوئے تھے۔

"نہ مائی لارڈ۔ میں ان کے بغیر ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مجھے ان کی حاجت نہیں ہے"۔ اور یہ کہہ کر میں شیشہ کے دروازہ کی طرف بڑھا۔

یوجین مجھے چھوڑنے کو ساتھ ساتھ ہولیا۔ لیکن اب کی بار ہم زیادہ سیدھے راستہ سے پھاٹک کی طرف گئے۔ اس جگہ نوجوان امیرزادہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور رخصت کرتے ہوئے کہنے لگا "میں امید کرتا ہوں تم اپنے دل میں میری طرف سے کوئی کدورت نہیں رکھوگے"۔

"مائی لارڈ" میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے سرد مہری سے جواب دیا۔ "یہ ناممکن ہے کہ ان خوفناک دھمکیوں کے بعد جو آپ نے مجھے دی تھیں اور جو ظاہر کرتی تھیں کہ آپ سیاہ ترین جرم کے مرتکب ہو سکتے ہیں میں کبھی آپ کی نسبت کوئی اچھی رائے قائم کر سکوں۔ تاہم... خیر"

میں اتنا کہہ کر رخصت ہوا اور ایک طرف کو چلنے لگا۔ بڑی دور آگے جا کر یاد آیا کہ مجھے بالکل معلوم نہیں کہ میں کس طرف جاتا ہوں۔ اور یہاں سے میرے مکان کا راستہ کدھر ہے۔ یہ عمارت شہر کے کسی ایسے حصہ میں یا اس کے باہر کسی ایسے مقام پر واقع تھی جس کا حال مجھے بالکل معلوم نہ تھا۔ تاہم میں نے جس قدر جلد ممکن ہو سکا آبادی میں پہنچنے کی کوشش کی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگوں سے راستہ پوچھتا شہر کے اس حصہ کی طرف ہولیا۔ جدھر میرا مکان واقع تھا۔ حتیٰ کہ رات کے گیارہ بجے تھے جب میں اس جگہ جا پہنچا۔ میرے خیال میں یہ بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ بستر پر لیٹتے ہوئے مجھ کو یہ سوچ کر بہت خوشی ہوئی' کہ حالات نے آخر کار بہتری کی صورت اختیار کر لی ورنہ شروع میں جو ناگوار صورت پیش آنے لگی تھی اس سے میری بہترین امیدوں' اور آرزوؤں کے خاتمہ کے بدترین اندیشے میرے دل میں جاگزیں ہو چکے تھے۔

بڈھے امیر اور اس کے بیٹے کے ساتھ جن کے نام مجھے بالکل معلوم نہ تھے' جو وعدہ میں نے کیا تھا اس کو میں نے حرف بحرف پورا کیا۔ یعنی نہ میں نے ان کے متعلق کسی سے دریافت حال کی کوشش کی۔ نہ کبھی سیر کرتا اس طرف گیا جدھر اُن کا مکان واقع تھا۔ پُراسرار واقعات کی اس نہ بھولنے والی رات کے بعد دوسرے دن میں جب بازار میں نکلا تو مجھے ان میں سے کسی سے ملنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا اور نہ خوش قسمتی سے لیڈی کیلینتھ ہی کہیں نظر آئی' لیکن اگر وہ مجھے دور سے بھی دکھائی دے جاتی' تو میں یقیناً وہ راستہ چھوڑ کر کسی اور طرف کو چلا جاتا۔ کیونکہ میں اپنے دل میں اس بات

کا پختہ عہد کر چکا تھا کہ آئندہ خیال میں بھی انیبل سے بے وفائی نہ کروں گا۔ حالانکہ کیلینتھ کے روبرو جا کر میں عموماً بے بس ہو جاتا تھا۔

اسی روز سہ پہر کو مسز رابنسن کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ لسے دوسرے دن سہ پہر کو چلٹنہم سے رخصت ہو جانا ہے اور مجھے اس کے ساتھ جانے کو تیار رہنا چاہیئے اس کی ہدایات کے مطابق دوسرے دن صبح کو میں وقت مقررہ پر گاڑیوں کے اڈہ پہ پہنچ گیا۔ معلوم ہوتا ہے میری نئی مالکن بہت آسودہ حال نہ تھی کیونکہ نہ اس کے پاس سفر کرنے کو ذاتی گاڑی موجود تھی نہ اس نے کوئی خاص گاڑی کرایہ کی۔ بلکہ ایک معمولی سفری گاڑی میں وہ خود، اس کی آیا اور دونوں لڑکیاں اندرونی حصہ میں بیٹھ گئیں اور میں اور اس کی خادمہ چھت پر سوار ہو گئے۔ مگر جس وقت گاڑی شہر کے بازاروں سے گذر رہی تھی تو دفعتاً میں نے دیکھا ایک خوش پوش عورت ایک طرف کھڑی اپنا رومال زور زور سے میری طرف ہلا رہی تھی۔ معلوم ہوا چارلٹ مرے ہے۔ وہ اس وقت غیر معمولی خوبصورت اور چہکی ہوئی نظر آتی تھی۔ اور اس کے چہرہ کے آثار ظاہر کرتے تھے کہ اس کو مجھے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے لیکن گاڑی چونکہ خاصی تیز رفتار چل رہی تھی اس لئے وہ جلدی ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی اور ہمیں ایک دوسرے سے ایک لفظ تک کہنے کا موقعہ نہ ملا۔

---

# باب ۳۶

## اُستانی

رائڈ کا چھوٹا سا قصبہ پورٹ سمتھ کے سامنے جزیرہ وائٹ کے شمالی ساحل پر۔

بڑی دلفریبی سے واقع ہے۔ اور اس کے اور خشکی کے قطعہ عظیم کے درمیان سپٹ ہیڈ کا رود بار بہتا ہے۔ اس خوشنما جزیرہ کی پر فضا کیفیت یا اس کے سبزہ و کہسار کی خیال انگیز محویت کے بیان کا نہ یہ موقعہ ہے اور نہ مجھے اس کی فرصت۔ مختصر یہ کہ اس فردوس نما جزیرہ کو دیکھ کر جہاں مجھ کو بار اول جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ دل کو بڑی فرحت ہوئی۔ اور میں اس کی بندرگاہ میں جس کا نظارہ مضافات رائڈ کی اس کوٹھی سے جس میں مسز رابنسن کی سکونت تھی۔ جہازوں کی بکثرت آمد و رفت دیکھ کر خوشی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا جو ایسے مناظر سے لازماً پیدا ہوتی ہے۔ خود مسز رابنسن کی تنگ مالی حالت کے بارے میں جو اندازہ میں نے شروع میں قائم کیا تھا حالاتِ مابعد کی بنا پر صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ رائڈ میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ نہ صرف وہ مکان جس میں ہمیں رہنا تھا بہت چھوٹا بلکہ اس کے نوکروں کا عملہ بھی حد درجہ مختصر یعنی ایک خادمہ، ایک آیا، ایک باورچن اور ایک میری اپنی ذات پر مشتمل تھا اور ان ہی کو حصہ رسدی گھر کے سب کام کرنے پڑتے تھے۔ اس کے علاوہ میرا یہ خیال بھی صحیح نکلا کہ مسز رابنسن گھر کے دھندوں یا نوکروں کے اشغال سے بڑی حد تک بے تعلق تھی کیونکہ اس سرزمین مشرق کی سکونت نے جہاں اس کی عمر کا بڑا حصہ گذرا تھا۔ اس کی طبیعت میں کاہلی اور سستی پیدا کر دی تھی۔ اس کا کسل واقعہ میں فرضی یا مصنوعی نہ تھا، اور وہ کسی مرض خاص میں مبتلا نہ ہونے کے باوجود قریباً ہر وقت بیمار نما رہتی تھی قصبہ کی حدود سے اس کے مکان کا فاصلہ اندازاً آدھا میل تھا۔ ایک وسیع قطعہ اراضی اس کی پشت پر فقط ترکاریوں کی کاشت کے لئے مخصوص تھا۔ اور ایک چھوٹا سا باغیچہ سامنے۔ اندرون جزیرہ میں نیوپورٹ کو جانے والی سڑک اسی باغ کے پاس سے ہو کر جاتی تھی ہفتہ میں تین بار ایک مالی آ کر ہر دو قطعات کی سیرابی اور نلائی کے فرائض ادا کر جاتا تھا لیکن چونکہ یہ شخص نہ اس مکان میں رہتا اور نہ اس میں کھانا کھاتا تھا۔ اس لئے میں اس کو گھر کے باقاعدہ نوکروں میں شامل نہیں کر سکتا۔

تاہم بعد ازاں معلوم ہوا کہ مسز رابنسن اس جگہ آتے ہوئے رائڈ کے بعض اونچے گھرانوں کے نام چند معرفی خطوط ساتھ لائی تھی یہی باعث تھا کہ ہماری آمد سے تھوڑا عرصہ بعد کئی اصحاب اور خاتونیں اس کی ملاقات کو آنی شروع ہوئیں۔ مگر اس طرح کا میل جول اس کو طبعاً ناپسند تھا۔ وہ بہت کم کسی سے ملتی۔ شاذ حالتوں میں کسی کے ہاں شریک دعوت ہوتی اور بہت ہی کم اپنے ہاں کسی پارٹی کا اہتمام کرتی تھی۔ رائڈ آنے کے بعد اس کا ارادہ اپنی لڑکیوں کو کسی مدرسہ کے بورڈنگ ہاؤس میں داخل کرا دینے کا تھا مگر اپنی وہمی طبیعت کی وجہ سے یہ خیال اس کے دل میں جاگزیں ہو گیا کہ وہ بیمار اور کمزور ہیں اور مدرسہ میں ان کی نگہداشت کا ویسا انتظام نہ ہو سکے گا جیسا واجب اور انسب تھا۔ پس اس نے ان کی تعلیم کا گھر پر انتظام کرنا ہی بہتر سمجھا۔ اور اس مطلب کے لئے اس کو ایک استانی کی تلاش ہوئی۔ مگر اس طرح کی عورت جزیرہ کی تنگ حدود میں چونکہ مشکل سے دستیاب ہو سکتی تھی اس لئے یہاں آنے کے قریباً ایک ہفتہ بعد اس نے ضرورت کا ایک چھوٹا سا اشتہار لندن کے ایک دو اخباروں میں درج کرایا جس میں قابل تعلیم لڑکیوں کی عمر، استانی کے اوصاف اور قریبی تنخواہ جو دی جا سکتی تھی۔ لکھنے کے بعد یہ ہدایت شامل کی کہ درخواستیں بذریعہ ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائیں۔

| |
|---|
| مسز رابنسن<br>اودل ولا<br>رائڈ (جزیرہ وائٹ) |

چند دنوں کے عرصہ میں جگہ جگہ سے چٹھیاں آنی شروع ہوئیں جن کے پتے زنانہ تحریر میں لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ انہی ضرورت کے اشتہارات کی

جوابی چٹھیاں تھیں جو درج اخبار ہوئے تھے۔ لیکن یہ سب خطوط چونکہ بند کی بند حالت میں مسز رابنسن کو پہنچا دیئے جاتے تھے اس لئے میں شاید کبھی اس بات سے واقف نہ ہوتا کہ ان میں سے کس کس میں کیا لکھا ہے اگر اتفاقاً مجھے وہ گفتگو سننے کا موقعہ نہ مل جاتا، جو ایک رات مسز رابنسن اور دو خاتونوں میں ہوئی، جو ہمارے ہاں کھانا کھانے آئی تھیں۔ میں اس موقعہ پر کھانے کی اشیاء لانے لے جانے اور دسترخوان پر چننے کا فرض ادا کرتا تھا اس لئے خواہش نہ رکھتے ہوئے بھی ان کی گفتگو سننے پر مجبور ہو گیا۔ ضمناً میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں (گو اس کا سلسلۂ داستان سے کوئی تعلق نہیں ہے) کہ مسز رابنسن کے ہاں زیادہ تر تیز مسالہ کی چیزیں پکا کرتی تھیں یعنی سبزی کا شوربہ تو جو پڑا۔ گوشت تو مسالہ دار اور کڑھی جو ہندوستانیوں کا من بھاتا کھاجا ہے کسی نہ کسی صورت میں شراب وہ بہت ہی کم پیتی تھی۔ البتہ بوتلوں میں بند ایل پینے کی عادت جو اس نے ہندوستان میں رہ کر حاصل کی تھی اب تک قائم تھی۔ حالانکہ سرزمین ہند کی گرم آب و ہوا کا انگلستان کے پالے میں کُرۂ ہوائی سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

وہ دو عورتیں جو کھانے میں شریک ہوئیں۔ مسز اور مس براؤن لو، ماں اور بیٹی تھیں۔ دونوں طبعاً نیک مگر قسام ازل کی بے رحمی نے ان دونوں کو ذہنی اور دماغی اوصاف سے بڑی حد تک محروم رکھا تھا۔ اکثر کمزور دل و دماغ کے آدمیوں کی طرح وہ بھی ہر ایک بات پر جو اُن کے روبرو کی جائے ہاں کہہ دینا کافی سمجھا کرتی تھیں۔ یعنی ذاتی طور پر ان کی اپنی کچھ بھی رائے نہ تھی۔ یا اگر تھی تو وہ اسے دوسرے شخص کے روبرو از راہ تردید پیش کرنا خلاف تہذیب تصور کرتی تھیں۔ لیکن سوئے اتفاق سے فیصلہ کی یہ کمزوری ہی مسز رابنسن کے اس ارادہ کی تائید اور تصدیق کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ جو اس نے استانی کے بارہ میں پہلے سے کر رکھا تھا۔

"کئی چٹھیاں" اس نے ماں بیٹی سے دوران گفتگو میں کہا: "میرے اس اشتہار کے

جواب میں موصول ہوئی ہیں اور جہاں تک میری بیماری اور کمزوری اجازت دیتی تھی۔ میں نے ان کو جستہ جستہ دیکھا ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ کسی میں ضرورت سے بہت زیادہ اُمید دلائی گئی ہے..."

"سچ ہے۔ اس طرح کی حالتوں میں عموماً یہی ہوتا ہے۔" مسز براؤن لو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"اور کسی میں ضرورت سے بہت کم۔"

"یہ بھی ان لوگوں کا دستور ہے۔" مس براؤن لو نے اپنی طرف سے اظہار رائے کرتے ہوئے بیان کیا۔

"پھر اس کے علاوہ بعض میں۔" مسز رابنسن نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "اس سے بہت زیادہ تنخواہ مانگی گئی ہے جتنی میں دے سکتی ہوں۔ گو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ہم اپنی کارکردگی کی بنا پر اس سے زیادہ کی مستحق ہیں..."

"میں سمجھی۔" مسز براؤن لو نے کہا۔ "تاہم آپ اس دھوکے میں آنے والی نہیں ہیں۔"

"اور اس کے علاوہ" بیٹی نے اپنی باری پر بولتے ہوئے کہا۔ "جب ایک بار اس بات کا فیصلہ ہوگیا کہ کیا تنخواہ دی جانی ہے..."

"درست ہے۔" مسز رابنسن نے تسلیم کیا۔ "جب ایک بار فیصلہ ہوگیا تو کوئی کسی کے کہنے سے تبدیلی نہیں کر سکتا۔ تاہم بعض نے اپنی چٹھیوں میں یہ لکھا ہے کہ ہم ان بچوں کی پوری نگہداشت اپنے ہی ذمہ لے لیں گی۔ مگر میں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

"اور آپ کا فیصلہ صحیح ہے۔ میں اس سے پوری طرح متفق الرائے ہوں۔" مسز براؤن لو نے جواب دیا۔

"بس سندات کے عمدہ ہونے کے باوجود میں اس طرح پابند ہونا نہیں چاہتی۔" مسز رابنسن نے بیان کیا۔ "اور اس کے علاوہ سندات کے بارے میں یہ کیونکر جانا جاسکتا ہے کہ وہ

کس حد تک جھوٹی ہیں اور کہاں تک سچی؟"

"آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے۔" مس براؤن لو نے کہا۔ "ایسی سندات عموماً جعلی ہوا کرتی ہیں۔"

"پس میں نے فیصلہ کیا ہے۔" مسز رابنسن نے پھر کہا۔ "کہ درخواست کرنے والی کی خوبیوں کا اندازہ اس کی سندات کی بجائے عرضی کے نفسِ مضمون سے کرنا چاہیئے۔"

"بہت مناسب۔" مسز براؤن لو نے تسلیم کیا۔ "بھلا ایک ایسی دور اندیش خاتون جیسی آپ ہیں جھوٹی اور فرضی سندات کو کیونکر وقعت دے سکتی ہیں۔ آپ بڑی آسانی سے ان کے بغیر ہی درخواست بھیجنے والے کی خوبیوں کا صحیح اندازہ کر سکتی ہیں۔"

"میں خوش ہوں کہ آپ میری ہمخیال ہیں۔" مسز رابنسن نے جواب دیا۔ "کیونکہ جس درخواست نے میرے دل پر سب سے اچھا اثر ڈالا ہے اور جس کو پڑھ کر میں اس نتیجہ پہ پہنچی ہوں کہ دونوں لڑکیوں کی تعلیم اس کے سپرد کرنی چاہیئے۔ وہ ایک ایسی ہی جوان عورت کی بھیجی ہوئی ہے جس کے پاس پیش کرنے کو کسی طرح کی سندات موجود نہیں۔"

"اپنے بارے میں مَیں یقین کے ساتھ کہتی ہوں۔" مسز براؤن لو نے پھر کہا۔ "کہ اگر کوئی ایسی ضرورت مجھ کو درپیش ہوتی تو وہی طریقہ اختیار کرتی جو آپ نے از راہِ دور اندیشی پسند فرمایا ہے۔"

"بس تو میں اس کے نام خط لکھ دوں گی۔" مسز رابنسن نے کہا۔ "وہ درخواست میٹلڈا پامر نامی ایک عورت کی بھیجی ہوئی ہے۔ جس نے لکھا ہے کہ اس کی عمر بیس سال سے کم ہے اس کے والدین چند برس پیشتر فوت ہو گئے تھے اور تب سے وہ ایک بڈھی خالہ کے پاس رہتی تھی لیکن چونکہ حال میں اس خالہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے اس لئے اس کو اپنے گذارہ کے لئے ملازمت تلاش کرنی پڑی ہے۔ وہ میری بیان کردہ شرطوں پر لڑکیوں کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لینے کو تیار ہے۔ اور وہ لکھتی ہے کہ میں ان کو ہر طرح خوش رکھوں گی۔ یہ بھی

اس نے لکھا ہے کہ میں ہر ایک بات میں آپ کی مرضی اور خوشنودی کو مقدم سمجھوں گی۔ اور لڑکیوں کی تعلیم کے معاملہ میں ہمیشہ آپ سے مشورہ لیتی رہوں گی۔ ذاتی طور پر میں ان جھگڑوں میں حصہ لینے سے گھبراتی ہوں کیونکہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے میں اس طرح کی دردسری مول لینا نہیں چاہتی تو بھی میں خوش ہوں کہ اس نے اپنی درخواست میں میری شخصیت کو نظرانداز نہیں کیا۔ بلکہ ہر بات میں حفظ مراتب کا پورا خیال رکھا رکھا ہے۔ درخواست کے آخر میں تحریر ہے کہ میرے پاس کو پیش کرنے کے لئے کسی طرح کی سندات موجود نہیں۔ تاہم اگر آپ ازراہ فیاضی میری خدمات قبول کریں تو پوری امید ہے کہ میں اپنے فرض کو محنت اور تندہی سے پورا کرتی رہوں گی۔"

"بہت خوب" مسز براؤن لو نے اس تقریر کے خاتمہ پر کہا۔ "ہر چند آپ نے اس عورت کی درخواست کا محض خلاصہ پیش کیا ہے تاہم میں اس کوشش کر اس کے حق میں رائے رکھنے لگی ہوں۔ میرے خیال میں آپ کی نظرِ انتخاب کا اس کی طرف جانا بالکل واجب اور قدرتی تھا۔"

"پھر اس کے علاوہ"، مس براؤن لو نے کہا۔ "ایک بے کس یتیم لڑکی کی مدد کرنا یوں بھی ہر رحمدل انسان کا فرض ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ بے چاری اپنی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر تعلیم کے فرض کو محنت اور جانفشانی سے پورا کرتی رہے گی۔"

"میں آپ دونوں کے مشورہ کی قدر کرتی ہوں۔" مسز رابنسن نے جو اس لمبی چوڑی بحث سے ظاہرا تھک گئی تھی کہا۔ "یوں تو میں پہلے ہی میلڈرا پامر کے حق میں تھی مگر اب آپ کے اتفاق رائے کرنے کے بعد تو میری صلاح بالکل ہی پختہ ہو گئی ہے۔ پس میں کل ہی ایک خط اسے لکھدوں گی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو آجائے۔"

اس کے بعد یہ گفتگو ختم ہو گئی اور پھر ادھر ادھر معاملات پر باتیں ہونے لگیں تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس انتخاب کے بارے میں مسز رابنسن کا طرز عمل یا تو اس کی

انتہائی سادہ لوحی کی دلیل تھا۔ یا اس سے پایا جاتا تھا کہ وہ نہایت معمولی احتیاطوں کو بھی ملحوظ رکھنا نہیں چاہتی۔ اپنی رائے میں وہ محض اس لئے اس عورت کو استانی منتخب کرنا پسند کرتی تھی کہ اپنی کاہلی کے باعث وہ ان لوگوں کے نام چٹھیاں لکھ کر جن کی سندات پیش ہوں، دریافت حال کی زحمت گوارا کرنا نہ چاہتی تھی۔ لیکن صحیح وجہ کچھ بھی ہو۔ اس کے دوسرے دن اُس نے ایک بند لفافہ ڈاک میں ڈالنے کو میرے حوالہ کیا جس پر مس پامر کا نام اور کیمڈن ٹون لنڈن کے کسی محلّہ کا پتہ درج تھا۔

اس کے تین دن بعد دوپہر کے وقت میں کسی کام کو شہر جانے کے لئے باغ کے پھاٹک سے نکل رہا تھا۔ کہ معلوم ہوا ایک مفلوک الحال لڑکا کسی قدر فاصلہ پر میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ ایک دو بار میں نے اس کی موجودگی کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ کسی مدعائے خاص کے لئے میرے ساتھ ہی ساتھ چلا آتا ہے۔ ایک دفعہ میں چلتے چلتے ٹھہرا تو وہ بھی ٹھہر گیا۔ اور جب میں دوبارہ چلنے لگا، تو وہ بھی آگے کو چل دیا۔ آخر کار میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ وہ کسی نامعلوم وجہ سے میرے ہی ساتھ لگا آتا ہے تنگ آکر میں ٹھہر گیا۔ اور اس کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھا "کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

اس نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ ہم اب مکان سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اس کے بعد پُراسرار لہجہ میں کہنے لگا۔ "کیا آپ ہی کا نام جوزف ڈلمٹ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور یہ سوچ کر حیران ہوا کہ یہ لڑکا کون ہے اور مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

"تو لیجئے۔ یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک رقعہ میرے ہاتھ میں دے دیا اور اس کے بعد غیر معمولی تیز رفتاری سے دوڑتا شہر کی طرف چلا گیا مشکل سے اپنی حیرت پر غالب آکر میں نے اس رقعہ کو دیکھا اس پر مسٹر ڈلمٹ کا نام لکھا تھا

اور رسم الخط کی قصدی تبدیلی کے باوجود ایک عجیب طرح کی نزاکت اور روانی اس میں پائی جاتی تھی۔ میں نے حرف پہچاننے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ دیر تک میں کسی نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر رہا۔ لیکن اس کے بعد یہ سوچ کر دفعتاً میرے دل کو خوشی کا احساس ہونے لگا کہ ممکن ہے یہ خط انیل کا بھیجا ہوا ہو۔ اس خیال کے آتے ہی کچھ ایسی خوشی میرے دل کو ہوئی کہ میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ انیل کو رسم الخط بگاڑنے کی کیا حاجت تھی؟ خیر میں اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ اس کا مضمون عجیب تھا جس نے میری حیرت کو دو چند کر دیا۔ یعنی لکھا تھا:-

۷ راکتوبر ۱۸۳۸ء

استانی جس کا انتظار تھا آج رات کو آپ کے مکان پر آجائے گی۔ ہر چند حالات خاص نے اس کو ایک فرضی نام اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے تاہم آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں۔ خیر اب مدعائے تحریر یہ ہے کہ اسے دیکھ کر اور پہچان کر نہ آپ کسی طرح کی حیرت ظاہر کریں نہ کسی سے کچھ کہیں۔ اس معاملہ میں آپ کی طبعی فیاضی سے مکرر درخواست کی جاتی ہے کہ فی الحال پورے محتاط رہیے۔ پھر کبھی موقع و محل آنے پر پوری تشریح آپ سے کر دی جائے گی۔ سر دست اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ راقمہ سطور کی عزت آپ کے ہاتھ میں ہے اور اگر آپ نے اپنے قول فعل یا نگاہ سے اس راز کو ظاہر کیا تو پھر یقیناً اس کو اسی وقت مسز ولمنسن کی ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ آخر میں پھر ایک بار درخواست کی جاتی ہے کہ اپنے جذبات پر قابو رکھیے۔ اور اس سے مل کر کسی طرح کی حیرت نہ ظاہر کیجیے۔

حیران و ششدر میں اس خط کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ راقمہ کا نام اس پر کہیں درج نہ تھا۔ اور نہ مدعائے تحریر ہی کسی طرح واضح ہو سکا۔ رائیڈ کی طرف جاتے ہوئے بارہا میں نے سوچا کہ وہ عورت کون ہو گی جس نے یہ خط میرے نام لکھا؟ ایک ایک کر کے میرا خیال ان ساری جوان عورتوں کی طرف گیا جن کی عمر مس پامر کی عمر سے ملتی جلتی تھی۔

اور گو کئی ایک ایسی تھیں جن پر شبہہ کرنا ممکن تھا۔ تاہم ایسی عورت ایک بھی ان میں نہیں تھی جس کے واقعات زندگی اُن حالات سے ملتے ہوں - جو میں نے نئی استانی کے بارے میں مسز رابنسن کی اس گفتگو سے معلوم کئے تھے جو اس کے اور مسز ڈمس براڈن بو کے درمیان ہوئی تھی۔ لیکن خیال آیا کہ ممکن ہے وہ حالات بھی اسی طرح فرضی اور مصنوعی ہوں جیسے اس کا نام۔ غرض انتہائی کوشش کے باوجود میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا کہ ایسی عورت کون ہوگی جو اس طرح پوشیدہ رہنا چاہتی تھی - پھر ایک بار میں نے اس رقعہ کی تحریر سے راقم کی شخصیت تحقیق کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس قدر بدلی ہوئی تھی کہ سعی عظیم کے باوجود میں یہ معلوم نہ کر سکا کہ میری جانی ہوئی عورتوں میں سے وہ کس کی تحریر ہے۔

اور اس کے بعد رفتہ رفتہ کئی اور خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے ذاتی طور پر میں شروع سے ہی کسی ایسی ایک استانی کے نوکر رکھے جانے کے خلاف تھا جو کسی طرح کی سندات پیش نہ کر سکتی ہو۔ لیکن اب اس رقعہ کو پڑھ لینے کے بعد ایک نئی سوچ یہ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے اس طرح کی دھوکہ بازی میں شریک ہونا چاہیئے؟ ہر چند میرے لئے فی الحال یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ کونسا راز اس رقعہ کی تہ میں پوشیدہ ہے؟ کیوں اتنی پردہ داری ہے؟ اور اس اخفا کا آخری انجام کیا ہونے والا ہے؟ تو بھی فوری اہمیت کا سوال یہ تھا کہ اس موقعہ پر میرا اپنا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے؟ پہلے جی میں آیا تھا کہ یہیں سے کوٹھی کو لوٹ چلوں اور یہ خط بجنسہٖ مسز رابنسن کو دکھلا دوں لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے وہ ایتھیل کا لکھا ہوا ہو... ممکن ہے وہ اپنے باپ کے ناقابل برداشت مظالم سے تنگ آ کر گھر کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوئی اور اب اپنی محنت مشقت سے روزی کمانے کی فکر کر رہی ہو لیکن پھر اس سلسلہ میں ایک خیال اور بھی ذہن میں پیدا ہوا یعنی اگر وہ اس خط کی راقمہ ہوتی تو اس طرح کا پُر اسرار لہجہ کیوں اختیار کرتی؟ صرف ایک

صورت البتہ تھی۔ یعنی ممکن تھا اسے اس لڑکے پر جس کے ہاتھ اس نے خط بھیجا تھا بھروسہ نہ ہو اور اس لئے اس نے نقصداً محتاط پیرایہ برتا ہو۔ یہ اور ایسے ہی کئی خیالات دل میں پیدا ہوئے لیکن سارے پہلو سوچ کر آخری فیصلہ جو میں نے کیا یہ تھا کہ مالکن سے کوئی بات کہنے سے بیشتر مجھے استانی کی آمد کا انتظار کر لینا چاہیئے۔ خط کی تحریر کے مطابق اسکو اسی رات آجانا چاہیئے تھا پس اس عرصہ قلیل ہی میں میری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہیئے۔ جس پر ممکن تھا بعد ازاں مجھ کو پشیمان ہونا پڑے۔ بس میں نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ استانی کے آجانے کے بعد ہی میں اس راز سے واقف ہو کر کہ وہ کون ہے اور اس تحریر کے بارے میں کیا عذرات پیش کرنا چاہتی ہے اس سوال کا فیصلہ کروں گا کہ مجھے اس کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔

اس فیصلہ کے بعد میں تیز چلتا قصبہ رائٹ کی طرف ہو لیا۔ لیکن اگر میں اس ذریعہ سے اس لڑکے کو پانا چاہتا تھا جس نے یہ پُراسرار خط لا کر مجھے دیا تھا تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مجھے اس کوشش میں ناکامی ہوئی۔ یعنی وہ کہیں نظر نہ آیا۔ خدا معلوم وہ اس رقعہ کو میرے حوالہ کرنے کے بعد کدھر غائب ہو گیا۔ خیر جو کام مجھے کرنا تھا اس سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار گھر کی طرف چلا اور اس جگہ پہنچ کر رات ہونے تک دن کا باقی حصہ بڑی فکر و تشویش میں گزارا۔ بہر حال اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے اپنی بے تابی کو گھر کی مالکن اور نوکروں سے چھپانے کی کوشش کی اور کسی کو میرے دلی اضطراب کا حال نہ معلوم ہو سکا۔ چونکہ استانی کی آمد کی اطلاع پہلے ہی بذریعہ ڈاک مل چکی تھی۔ اس لئے ایک کمرہ اس کے لئے تیار کرا دیا گیا تھا اور نوکر آپس میں اس سوال پر کھسر پھسر باتیں کر رہے تھے کہ وہ کس طرح کی عورت ثابت ہوگی جوان یا بدصورت؟ حلیم یا کٹ کھنی۔ اور میری اپنی تشویش کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی دروازہ پر دستک سنائی دیتی میں دھڑکتے ہوئے دل سے جھٹ اسے کھولنے جاتا

رہ رہ کر یہ خیال جی میں ہیجان کرتا تھا کہ کیا میں عنقریب اینیل سے ملوں گا یا وہ کوئی دوسری ہی عورت ہوگی جسے میٹلڈا یا مرکا فرضی نام اختیار کر کے اس جگہ آنا تھا۔

اس رات نو بجنے میں تھوڑی دیر باقی تھی کہ ایک گاڑی سامنے والے باغ کے پاس آکر ٹھہری۔ وہ ٹھیک اس طرح کی کرایہ کی گاڑی تھی جیسی قصبہ بائڈ میں عموماً چلا کرتی ہیں۔ میں جلدی سے باہر نکلا تو معلوم ہوا گاڑی بان ایک بکس اُتارنے میں مشغول تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا اور اندھیرے میں (کیونکہ باغ کے پھاٹک کے پاس کوئی اس طرح کا لیمپ موجود نہ تھا جو گاڑی کے اندرونی حصہ کو روشن کر سکتا) میں نے دیکھا ایک سیاہ پوش جوان عورت نے موٹی نقاب چہرہ پہ ڈال رکھی تھی۔ خیر وہ میرے بازو کا سہارا لے کر نیچے اتری۔ مگر ایسا کرتے ہوئے جب اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر زور سے بلکہ یوں کہنا چاہیئے پُرجوش سرگرمی سے دبایا تو بے اختیار میرے بدن میں تھرتھری پیدا ہوگئی۔ کیونکہ حقیقت کا شبہہ آن واحد میں پہلی مرتبہ اس طرح میرے دل میں پیدا ہوا جس طرح بجلی کی چمک بادلوں کی تاریکی کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے اس کے بعد جب گاڑی بان بکس اُٹھائے آگے آگے مکان کے دروازہ کی طرف جا رہا تھا تو اس نے گھونگھٹ اُٹھا دیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کا نہ بھولنے والا دلکش چہرہ تھا!

اب اس شبہہ کی جو ایک لحظہ پیشتر میرے دل میں پیدا ہوا تھا پوری تصدیق ہوگئی۔ تاہم... میرے خدا یہ کیا حماقت تھی! حیران و ششدر اضطراب و بے تابی کی حالت میں میں اس کے منہ کو تکنے لگا۔

"جوزف پیارے جوزف!" کیلنتھ نے پھر ایک بار میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پیار کرتے ہوئے دبی آواز میں کہا" یہ سب کچھ میں نے فقط تمہاری خاطر کیا ہے "!

لیکن میرے منہ سے جواب میں ایک لفظ تک نہ نکلا۔ تقریر کے دفتر میری

زبان پسند کئے ہوئے تھے۔ بیان کی آندھی فہمائش و ملامت کی صورت میں چلنے کو تیار
تھی مگر حیرت و بدحواسی کے سہرنے ہونٹوں کو بند اور زبان کو بے تعلق بنا رکھا تھا اتنے
میں گاڑیبان ٹرنک کو ڈیوڑھی میں چھوڑ کر واپس آگیا۔ لیڈی کیلنتھ نے کرایہ ادا کیا
اور اس کے بعد کھلے ہوئے دروازہ کی طرف بڑھی۔ ڈیوڑھی میں خادمہ کھڑی تھی اس
کی موجودگی میں نہ وہ کوئی اور لفظ مجھ سے کہہ سکی نہ میں ہی بولنے کی جرأت کر سکا،
کیونکہ اول تو میں فرط حیرت سے خاموش تھا لیکن اگر بولنے کے قابل بھی ہوتا تو یہ
وقت مصلحتاً چپ رہنے کا تھا۔ ڈیوڑھی میں لٹکے ہوئے لیمپ کی روشنی میں میں نے دیکھا
کہ کیلنتھ نے صاف اور سادہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے کپڑے بالکل اس
طرح کے تھے جیسے کسی پیشہ ور داستانی کے ہونے چاہئیں۔ تاہم اس کے چہرہ کی رنگت
زرد تھی اور گو کسی ایسے شخص کو جو محض سطحی نظروں سے دیکھے اس کی صورت میں کوئی
خاص بات نظر نہ آتی تھی۔ تاہم میری متجسس نگاہ یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکی کہ ایک
گہرا اضطراب اور دبا ہوا جوش اس کے چہرہ کے سکون میں چھپا ہوا تھا جس کو حالات
پیش آمدہ کا قدرتی نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔ نوکرانی سب سے پہلے اسے اس کے اپنے کمرہ
میں لے گئی پھر اس کے بعد کمرۂ نشست میں مسز دابنسن کے پاس۔ مگر میں اس خیال سے
کہ میرا بڑھا ہوا اضطراب نوکروں کو نظر نہ آجائے۔ بیماری کا بہانہ کر کے فوراً ہی اپنے
کمرہ میں چلا گیا۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ ظاہری سکون قائم رکھنے کی انتہائی کوشش
کے باوجود میرے جی کا اضطراب کسی نہ کسی حد تک چہرہ کے آثار سے ظاہر ہو رہا تھا۔
اپنے کمرہ میں پہنچ کر بھی میں بڑی دیر تک اس ذہنی سکون کو حاصل کرنے کی
بے سود کوشش کرتا رہا۔ جو کسی صحیح فیصلہ پہ پہنچنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کیلنتھ
کے ان الفاظ سے جو اس نے گاڑی سے اترتے وقت دبی آواز میں مجھ سے کہے تھے
صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ احمقانہ حرکت اس مجنونانہ محبت کا نتیجہ تھی جو اس کو صحیح

یا غلط طور پر مجھ سے پیدا ہو چکی تھی۔ بار بار میں اپنے آپ کو اس حماقت اور اخلاقی کمزوری کے لئے کوستا تھا جس کا اظہار شروع سے ہی اس معاملہ میں میری طرف سے ہوا تھا۔ خیال آیا کہ کیوں نہ مرٹل لاج ہی میں میں نے اپنے دل کی صحیح حالت اس کے روبرو ظاہر کر دی؟ یا اگر تب موقعہ نہیں ملا تھا تو کیوں نہ اس کے بعد چلٹنہم والی ملاقات میں اس کا تصفیہ کر دیا؟ اگر ان موقعوں سے کسی پر صحیح حال اس کی غلط فہمی اور اپنی دلی کیفیت کا اس سے بیان کر دیا جاتا تو یہ حماقت اور دیوانگی یا یہ مجنونانہ حرکت جس کی وہ مرتکب ہوئی تھی کبھی سرزد نہ ہوتی۔ تاہم جو ہوا ہو گیا اب یہ میرا فرض تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سب حال اس سے کہہ دوں۔ کیونکہ اب میں بہر حال اس کے لئے تیار نہ تھا کہ اپنے آپ کو کیلینتھ کے مجنونانہ عشق کا نشانہ بنا کر لاز سر نو انیبل سے غائبانہ بے وفائی کرتا لیکن ... یہاں تک پہنچنے کے بعد اس خیال نے بے اختیار بدن میں لرزہ پیدا کر دیا کہ جس وقت میں اپنے آپ کو اس کی محبت کے نااہل اور ناقابل ظاہر کروں گا اور اپنی بھاری غلط فہمی کا علم بار اول اس کو ہو گا تو کس قدر مایوسی ... کتنی ذلت اور مایوسی لارڈ مینڈیول کی دختر کے غیور دل کو ہوگی۔ جب اس کو معلوم ہو گا کہ میں اس کی محبت اور ایثار کی کوئی قدر نہیں کرتا اور وہ عیارانہ ترکیب جو اس نے مجھ سے ملنے کے لئے کی تھی میری نظروں میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ تو میرے خدا کتنی پریشانی اس کو ہوگی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنی مایوسی اور ناکامی پر کتنا غصہ اُسے آئے گا۔ ممکن ہے اس داستان کے پڑھنے والوں میں سے کوئی صاحب میرے اس بیان کو پڑھ کر ہنسیں۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اس رات میں ان باتوں کو سوچ کر اور ان سارے حالات پر غور کر کے بڑی دیر تک ذہنی اذیت کے عالم میں اپنی بے بسی اور مجبوری پر رنج و غم کے آنسو بہاتا رہا۔ کیلینتھ کی قربانیوں کا نقشہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ اُس کا چپ چاپ اپنے آبائی مکان سے بھاگنا

اپنی سعی عشق میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لانا، اپنی شان امارت کو فرضی نام میں چھپانا ایک غریب استانی کا بھیس بدلنا اور اس حیثیت میں ایک ایسی ملازمت تلاش کرنا جہاں بگڑے دل بد مزاج بچوں کی حکومت (مسز ہابسن کی اولاد ایسی ہی تھی) ہر وقت سہنی ہوتی تھی۔ پھر اس ملازمت کے سلسلہ میں خود اس خاتون کی فہمائشوں اور ملامتوں کا نشانہ بننا سوسائٹی کے اونچے درجہ کو چھوڑنا، عیش و عشرت ترک کر کے راحت و آرام کو قربان کرنا، اس خیال کو بھی نظر انداز کرنا کہ اس کی شادی طبقۂ اعلیٰ میں کسی خطاب یافتہ نوجوان سے ہو سکے گی۔ یہ سب کچھ اس نے محض اس عشق کی خاطر کیا تھا جو وہ از راہِ حماقت مجھ سے کرتی تھی لیکن جس کا میرے پاس سوائے سرد مہری اور نفی کے کوئی جواب نہ تھا۔ اس خیال کے پیدا ہونے سے وہ صدمۂ سخت میرے دل کو ہوا کہ بے اختیار آنکھیں بھر آئیں۔ افسوس اس ہمہ گیر محبت، اس ایثار عظیم، اس ناقابل تلافی مصائب کا معاوضہ میرے پاس کیا تھا؟ کچھ نہیں۔ اسکے برعکس سب سے پہلے الفاظ جو میرے منہ سے نکلیں گے وہ اس بات کا اقرار ہوں گے کہ نہ میں نے آجتک کبھی اس سے محبت کی، نہ اب کرتا ہوں نہ آئندہ کروں گا۔

لیکن میں نہیں چاہتا کہ ناظرین کو ان ہولناک جاں فرسا خیالات کی تفصیل سے پریشان کروں۔ جو کمرہ کی خلوت و تنہائی میں میرے دل میں پیدا ہوئے۔ مختصر یہ کہ بڑی دیر تک مضطرب اور بیتاب رہنے اور کئی پہلو بدلنے کے بعد آخر بڑی مشکل سے میری آنکھ لگی۔ اور جب اس کے بعد میں سویا تو وہ خواب جو مجھ کو نظر آئے بڑے بھیانک اور پریشان کرنے والے تھے۔

دوسرے دن صبح کو میں باورچی خانہ میں گیا تو سب نوکر طبیعت کا حال پوچھنے لگے۔ اس کے بعد ناشتہ کے موقعہ پر ان میں نئی استانی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ہر شخص اس کی غیر معمولی خوبصورتی کا معترف اور مداح تھا اس خادمہ نے بھی جو لیڈی کیلینتھ کو اس کا کمرہ دکھلانے گئی تھی اس کے حسن اخلاق کی تعریف کی اور

اور کہا کہ وہ بڑی نیک اور ملنسار عورت ہے جس میں خودسری یا سرشوری کا شائبہ تک موجود نہیں۔ میں چپ چاپ ان کی باتیں سنتا رہا اور بڑی مشکل سے اس اضطراب کو جو چہرہ سے ظاہر ہونے لگا تھا روکا۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد میں گھر کے کام کاج میں مصروف ہوگیا۔ تاہم کیلینتھ سے ملنے کا اندیشہ ہر وقت جی کو لگا ہوا تھا۔ اپنے جی میں میں نے یہ بات پوری طرح طے کرلی تھی کہ آئندہ اپنے کسی لفظ، اشارہ یا نقل کے ذریعہ سے اس کی محبت کا قدردان یا اس کے عشق کا نشانہ بننا منظور نہ کرونگا کیونکہ اس معاملہ میں میری خاموش اطاعت بھی میری پیاری اینبل کے حق میں بے وفائی کے ہم معنی تھی۔ اب میری واحد آرزو یہ تھی کہ جتنا جلد ممکن ہو کیلینتھ سے مل کر اپنے دل کی صحیح کیفیت کہہ دوں۔ اور اس طرح یہ بات ہمیشہ کے لئے طے ہو جائے کہ آئندہ ہمارے تعلقات کس بنیاد پر کس صورت میں قائم رہ سکتے ہیں۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کیلینتھ نے بجائے خود مجھ سے فوراً ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اس موقعہ پر انتہائی حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ اس دوران میں صرف تین یا چار بار میں نے اسے دیکھا اور وہ بھی ایک آدھ لحظہ کے لئے۔ تاہم جب کبھی وہ میرے پاس سے گذرتی تو گہری محبت کے ناقابل بیان آثار اس کی موٹی سیاہ آنکھوں میں پیدا ہو جاتے۔ گو اس کے بعد فوراً ہی وہ اپنا منہ دوسری طرف کو پھیر لیتی۔ اور اس طرح غمگینی اور ملامت کے اس اشتراک کو جو میرے اپنے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا نہ دیکھ سکتی تھی۔ بہرحال ان ایام میں وہ پوری طرح محتاط رہی۔ نہ کبھی اس نے ہاتھ سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی، نہ ڈیوڑھی میں، یا سیڑھیوں پر میرے پاس سے گذرتے ہوئے ایک لحظہ سے زیادہ ٹھہری جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہماری سابقہ واقفیت کے راز کو دوسرے نوکروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی۔ صبح کو اس کے وقت کا بڑا حصہ ایک کمرہ میں بسر ہوتا تھا

جس میں مسز رابنسن کی دونوں لڑکیاں پڑھا کرتی تھیں۔ پھر وہ بجے وہ ان ہی کے ساتھ کھانا کھاتی اور اس کے بعد ان کو سیر کرانے لے جاتی۔ چھ بجے شام کو وہ تینوں مل کر چائے پیتیں۔ اور جب آخر کار آٹھ بجے دونوں لڑکیاں سو جاتیں تو وہ ایک دو گھنٹے مسز رابنسن کے پاس بیٹھنے کے لئے گول کمرہ میں چلی جاتی۔ لیکن یہ تھوڑا سا آرام بھی جو اسے محنت شاقہ کی اس زندگی سے جسے اس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا، ملتا تھا وہ مسز رابنسن کی منشا و منظوری کے بغیر حاصل نہ کرتی تھی۔ یا دوسرے لفظوں میں مسز رابنسن کے بن بلائے وہ اس کے کمرہ میں نہ جاتی تھی سب جاری مالکن کو اس بات کا کیا علم تھا کہ وہ ظاہرا بے حیثیت اُستانی جس کے لوقات اتنے باقاعدہ، اخلاق اتنے اعلیٰ اور آداب اتنے صحیح تھے، اور جو فرض تعلیم کو اس محنت اور تندہی سے انجام دیتی تھی، یہ طبقۂ اعلیٰ کی امیرزادی سلطنت برطانیہ کے ایک نامی رئیس کی بیٹی اور سوسائٹی کے اس درجۂ افضل کی خاتون ہے جس کی اصلی جگہ فیشن کے آسمان پہ یا امراء کے مذہب کمروں میں تھی مگر جس نے جوش عشق میں ان سب کو لات مار دی۔ جتنا زیادہ اس کے ایثار کی عظمت کو سوچتا اتنی ہی زیادہ اذیت اس خیال سے میرے دل کو ہوتی تھی کہ میں کس منہ سے وہ سب باتیں اس سے کہوں گا جن کو میں صرف موقعہ کے انتظار میں اس وقت تک روکے ہوئے تھا مگر جن کا اظہار ایک ثانیہ کے عرصۂ قلیل میں اس کی بہترین امیدوں اور مشتاقانہ آرزوؤں پر ہمیشہ کے لئے پانی پھیر دے گا۔

بارہا خیال آتا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جو کچھ مجھے اس سے کہنا ہے اسے کاغذ پر تحریر کرکے وہ رقعہ چپکے سے اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ لیکن نہ معلوم کیوں میں اس بات کی خواہش رکھتا ہوا بھی اس تجویز کو عمل میں لانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو (گو بیان کرتے شرم معلوم ہوتی ہے) کہ وہ ضعف اخلاق جو حالات کو اس نوبت تک پہنچانے کا ذریعہ بنا اب تک مجھ میں باقی تھا اور ان لوگوں کی طرح جو منتہائے

مصیبت کو جانتے ہوئے بھی آزمائش و امتحان کے وقتِ آخر کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں بھی اس ساعتِ منحوس کو دور رکھنا چاہتا تھا جو لازمی طور پر مجھے اس کی نظروں میں ذلیل اور اسے اپنی نظروں میں حقیر ثابت کرنے والی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بارہا میں اپنے دل کو سمجھانے کے لئے یہ بھی کہا کرتا کہ اگر اس طرح کا موقعہ ناگاہ پیش آ گیا تو میں تحریر کے مقابلہ میں زبانی اس فرض کو زیادہ عمدگی اور سہولت سے ادا کر سکونگا انصافاً میں تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ یہ ایک طرح کی ذاتی دھوکا بازی اور درجہ اوّل کی ریاکاری تھی۔ جس سے میں اپنی کمزوری کو چھپانے یا اپنی نظروں میں اس کی سنگینی کم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ تاہم یہ ایک امر واقعہ ہے جو میں نے ظاہر کر دیا۔

پندرہ دن گذر گئے اور اس دوران میں نہ کبھی لیڈی کیلنتھ سے تنہا ملنے کا اتفاق ہوا نہ کسی گفتگو کا ہی موقعہ ملا۔ کبھی کبھی یوں ہی پاس سے نکل جانے یا ایک دوسرے کو سامنے سے آتا دیکھنے کا اتفاق ضرور ہو جاتا۔ مگر اس طرح کے موقعوں پر کیلنتھ کی بڑھی ہوئی احتیاط ہمیں ایک لمحہ سے زائد ایکدوسرے کے پاس نہ ٹھہرنے دیتی۔ ان موقعوں پر وہ صرف ایک بار پُر محبت کی نگاہ سے میری طرف دیکھتی اس کے بعد اپنی سیاہ مخملی آنکھوں کو جھٹ دوسری طرف پھیر لیتی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کوئی اس نظری اشارہ کو دیکھ لے اور اس سے اپنے طور پر کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح پندرہ دن ہو گئے اور ہم دونوں ایک ہی گھر میں رہتے۔ اور ایک دوسرے کو جانتے ہوئے بھی بالکل الگ رہے۔ وہ اپنی محبت کے نشہ میں سرشار اور میں اس کی غلط فہمی کی اصلاح کے ناقابل تو بھی جس طرح کی ذہنی اذیت و تکلیف میں مَیں نے یہ دن بسر کئے اُن کو میرا ہی جی جانتا ہے۔

دن بھر باقی نوکر مس پامر کے حُسنِ صورت اور خوبیٔ سیرت کی تعریفیں کیا کرتے۔ حتےٰ کہ سیاہ فام آیا بھی جو انگریزی کی ٹانگ توڑتی تھی ان کی ہمنوا بن جاتی۔ تاہم میں چُپ رہتا اور قصداً ہمیشہ چُپ رہتا۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا کہ وہ لوگ اس بارے میں

میری رائے بھی پوچھتے مگر اس طرح کے موقعوں پہ یا تو میں اپنی بڑھی ہوئی پریشانی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکتا یا کبھی حالتِ بے خبری میں چونک کر کوئی بہم اور بے جوڑ لفظ کہہ دیتا۔ مگر اس سے دوسرے نوکروں کو میرا بڑھا ہوا اضطراب اور بھی اچھی طرح دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ حتیٰ کہ آخر کار ایک دن میری یہ گھبراہٹ جو کیلنتھ کا ذکر آنے سے لازماً پیدا ہو جاتی تھی۔ رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی یعنی مسز رابنسن کی خادمہ نے میری طرف شوخ نظروں سے دیکھ کر از راہِ مذاق ہنستے ہوئے کہا،" کوئی بُرا مانے یا بھلا۔ میں صاف صاف کہتی ہوں کہ جوزف کو خوبصورت مس پامر سے عشق ہے۔"

---

# باب ۳۷

## آزمائش

لیڈی کیلنتھ کو مسز رابنسن کے مکان پہ آئے ہوئے قریباً تین ہفتے گذر چکے تھے کہ ایک دن وہ موقعہ جس کا انتظار تھا مل گیا۔ اکتوبر کا مہینہ قریب الختم تھا۔ سردیاں شروع ہو چلی تھیں اور مسز رابنسن اپنی لڑکیوں کے لئے نئے گرم کپڑے تیار کرانے کی فکر کر رہی تھیں۔ چونکہ وہ طبعاً کاہل تھی اور اپنے فرائض کو جہاں تک ممکن ہو اوروں کے ذمہ ڈالنے کی کوشش کیا کرتی تھی اس لئے یوم مذکور کو اس نے پارچات کی خرید کا کام لیڈی کیلنتھ کے حوالہ کیا اور لڑکیوں کو اس بہانہ سے اپنے پاس رکھ کر کہ وہ مس پامر کے سودا خریدنے کے اوقات میں بہت عرصہ تک ساتھ ساتھ پھرنے سے تھک جائیں گی۔ اس کو تنہا اس مطلب کے لئے شہر روانہ کر دیا۔ بعد دوپہر کا وقت تھا جب کیلنتھ رائنڈ جانے کے لئے رخصت ہوئی۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی دن صبح کو مسز رابنسن کے نام لندن سے ایک خط آیا تھا جس میں شکار کا ایک ٹوکرا روانہ کرنے کی اطلاع درج تھی۔ یہ پارسل اس کی کسی سہیلی نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا جس کی وصولی کا فرض اس نے میرے سپرد کیا اور کیلینتھ کی روانگی کے قریباً پون گھنٹہ بعد میں بھی اس پارسل کو وصول کرنے گھاٹ کی طرف چل دیا۔ راستہ میں میں یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ اب کیلینتھ سے مل کر خیالات دلی کے اظہار کا خوب موقعہ ملے گا۔ کیونکہ رائڈ ایسے چھوٹے سے قصبہ میں ہمارا ایک دوسرے کو مل جانا قدرتی اور یقینی تھا۔ لیکن خوشی کا یہ احساس جلدی ہی ذہنی تشویش اور اختلاج قلب کی صورت میں بدل گیا۔ جب یہ پریشان کن سوال شدت سے دل میں پیدا ہوا کہ کیا میں وہ سب باتیں جو آج تک سوچی ہوئی تھیں کیلینتھ سے مل کر اس کے روبرو کہہ سکوں گا اس خیال کے آتے ہی ضعف جانی نے اتنا غلبہ کیا کہ مجھ کو سر راہ چلتے چلتے ٹھہر جانا پڑا۔ اور میں اونچی آواز میں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو گیا۔ "جوزف دلمٹ۔ کیا تم ایسے ہی بزدل ہو؟" لیکن جلدی ہی حوصلہ کر کے میں نے اسی طرح بلند آواز میں اپنے آپ سے کہا: "نہیں۔ کچھ بھی ہو آج میں اس فرض کو ضرور پورا کروں گا۔" تو بھی جس قدر تکلیف، جس قدر ذہنی اور دماغی تکلیف مجھے ان الفاظ کو منہ سے کہتے وقت ہوئی اس کو میرا ہی دل بہتر جانتا ہے۔ اپنے سوال کا خود ہی جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے میری حالت اس بچہ کی طرح تھی جو کسی کڑوی چیز کو پینے کے وقت زور سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ یہی باعث تھا کہ میں نے شہر تک کا راستہ سخت بے چینی اور اضطراب کی حالت میں طے کیا اور سارا عرصہ اپنی چشم تصور کو اتھیل کی صورت پر جمانے اور اس کی تصویر کو اس کڑی آزمائش سے گذرنے کے موقعہ پر میری رہبری کے لئے فرشتۂ نیک ثابت ہونے کی دعا کرتا رہا۔

شہر پہنچ کر سب سے پہلے میں پارسل کے بارے میں دریافت حال کرنے جہاز کے

دفتر گیا۔ لیکن معلوم ہوا وہ ابھی تک نہیں آیا۔ لیکن گھاٹ کے ایک قلی نے وعدہ کیا کہ جیسے ہی وہ آئے گا میں اسے لے کر خود ہی اودل ولا پہنچ جاؤں گا۔ اس سے فارغ ہو کر میں کیلنتھ کی تلاش میں چلا اور بازاروں سے گذر کر بزازوں کی بڑی بڑی دکانوں کی طرف دیکھتا گیا۔ لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ اس وقت خیال آیا کہ وہ چونکہ مجھ سے بہت پہلے روانہ ہوئی تھی اس لئے ممکن ہے سودا خرید کر واپس جانے لگی ہو۔ پس میں نے بازاروں کے گشت کا قصد چھوڑا۔ اور بیرون شہر کی طرف ہو لیا۔ جلدی ہی وہ مجھے کوٹھی کی طرف جانے والی سڑک پر چلتی نظر آگئی۔ لیکن جس وقت میں تیز قدموں سے اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ تو بیان نہیں کر سکتا کہ میرا دل کس طرح زور سے دھک دھک کرتا اور یہ خیال جی کو پریشان کر رہا تھا کہ نہ معلوم اس ملاقات کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس وقت اد اینیل تیری ہی وہ تصویر تھی جس سے پھر ایک بار میں نے امداد طلب کی۔ اس کے ساتھ ہی سخت غصّہ کی حالت میں مجھ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ آزمائش کے اس لمحہ میں میرے اندر وہ استقلال موجود نہیں جس کی ضرورت تھی۔ اور جس کی میں ہفتوں سے آرزو کر رہا تھا۔

لیڈی کیلنتھ کئی گز آگے آرام و اطمینان کے ساتھ چل رہی تھی۔ نہ اس نے دائیں بائیں کسی طرف کو دیکھا نہ کبھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی حاجت سمجھی اسی طرح ہموار قدموں سے چپ چاپ چلتی گئی۔ گو میں نے اس کے جھکے ہوئے سر سے اندازہ کیا کہ اس کی آنکھیں فرش زمین کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ بظاہر وہ گہری فکر کی حالت میں تھی۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسا ہو تو وہ کون سا مضمون تھا جس پر اس کے خیالات لگے ہوئے تھے؟ آہ۔ کیا اس کی توجہ ان فرضی تصورات پر جمی ہوئی تھی جن کو منتشر کرنا میں نے اپنا فرض سمجھا ہوا تھا؟ پھر ایک بار میں چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ کیا رعنائی اس کی قامت کی درازی، بدن کی موزونیت اور چال کی لچک میں پائی جاتی تھی! بالکل اس طرح کی حالت تھی

گویا کوئی سوگوار پری ہوا میں چل رہی ہو۔ بے اختیاری میں امیل سے گہری عقیدت کے باوجود یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا کہ اس کی سیاہ پوشاک کیلینتھ کے خوشنما بدن پر کتنی سجتی تھی۔ اور اس کے حسن کی دلفریبیاں اس ذریعہ سے کس قدر نمایاں ہوتی تھیں۔ دوسری بار پھر اپنے ہی خیالات سے ناراض ہو کر میں نے ان تصورات کو دل سے نکال دینے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے آپ کو اس لئے بھی ملامت کی کہ کیوں میں حلیتا چلتا ٹھہرا۔ اور کس لئے میں نے اپنے دل کو اس کے حسن کی دلفریبیوں سے متاثر ہونے دیا۔ اپنی روح کو طاقت استقلال دینے اور اپنے فرض کو اس کے ناگوار پہلوؤں کے باوجود پورا کرنے کے خیال سے میں نے پھر اپنی رفتار تیز کی۔ اور جلدی ہی اس کے قریب جا پہنچا میرے پاؤں کی آواز سن کر وہ اس بات سے بے خبر کہ کون پیچھے آتا ہے۔ راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

مجھے دیکھتے ہی اس کے خوشنما زرفام رخساروں پر خوشی کی تیز سرخی پھیل گئی۔ بے اختیاری سے کہنے لگی "جوزف! اوہ۔ کیا خوش نصیبی۔ یہی وہ موقعہ ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ مگر جس کو میں از روئے احتیاط اپنے آپ پیدا نہ کرتی تھی"

"اور میں بھی اسی موقعہ کا بڑی بے صبری کے ساتھ منتظر تھا" میں نے جلدی سے جواب دیا "لیکن کیوں آپ نے بے سوچے سمجھے اس طرح کی حرکت کی؟"

"جوزف" اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر اس طرح کہا گویا اس نے میرے لفظوں کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ یا اس کو میری نگاہ کا اندازہ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے "کیا تم مجھ کو ملامت کرتے ہو؟" اور اس کے چہرہ کی وہ سرخی جو آنِ واحد کے لئے پیدا ہوئی تھی دفعتاً غائب ہو گئی۔ اور مجھے اپنے دل پر منوں بوجھ پڑتا معلوم ہوا۔

"لیڈی کیلینتھ" میں نے پورے استقلال سے کام لے کر کہا "میرے خیال میں

وقت آگیا ہے کہ میں وہ سب باتیں جو آج تک رُکی ہوئی تھیں آپ کے روبرو بیان کر دوں"

"تو آؤ اس طرف چلیں" اس نے ایک تنگ کچے راستہ کی طرف مُڑتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اندیشہ ہے سر راہ ہم کو کوئی نہ دیکھ لے۔ "مگر جوزف وہ کس طرح کی باتیں ہیں جو تم مجھ سے بیان کرنا چاہتے ہو؟ میرے خدا کیا یہ ممکن ہے کہ تم ان ہیبت ناک قربانیوں کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکے۔ جو میں نے تمہارے لئے کی ہیں؟ ذرا اس ماتمی لباس کو دیکھو۔ کیا اس کی موجودگی انتہا درجہ مضحکہ انگیز نہیں ہے۔ کیونکہ واقعہ میں میرا کوئی رشتہ دار فوت نہیں ہوا۔ اور نہ میں ان کے پہننے کی حقدار ہوں۔ جوزف میں اس وقت صحیح معنوں میں ریا کی مجسم تصویر ہوں۔ اور یہ سب کس لئے؟ محض اس محبت کی خاطر جو مجھے تم سے ہے یاد رکھو یہ ساری حیلہ سازیاں محض اس فرضی داستان کی تکمیل کا حصہ تھیں، جو مجھے اس گھر میں پہنچنے کے لئے جس میں تم نوکر تھے، اختراع کرنی پڑیں۔ لیکن حقیقت میں یہ ان قربانیوں کا ایک بہت ہی چھوٹا حصہ ہے جو میں نے کی ہیں۔ ورنہ خفیہ طور پر گھر سے بھاگنا، والدین، بھائی، بہنوں اور رشتہ داروں کو مبتلائے تشویش کرنا اپنے نام نیک کو بھی خاک میں ملانا... جوزف۔ جو کچھ میں نے اب تک کیا ہے اس کا خیال یقیناً میرے لئے جگر پاش ہوتا۔ اگر اس کے ساتھ ہی یہ بات میرے دل کو سہارا دینے کے لئے موجود نہ ہوتی کہ ان قربانیوں کے بعد جو میں نے کی ہیں اور ان تکلیفوں سے گذر کر جو میں نے اب تک اُٹھائی ہیں، میں اس کو پا سکوں گی جو میرے دل و جان کا مالک ہے۔"

"اوہ! لیکن یہ سب کتنا خوفناک ہے!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور وہ سارا استقلال جو میں نے اتنی مشکل سے قائم کیا تھا پانی کی طرح بہ گیا۔

"تم چونکہ میری نسبت طبعاً دور اندیش ہو" کیلنتھ نے محبت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس لئے تم ان باتوں کو سوچ کر زیادہ پریشان ہوتے ہو لیکن نہ ڈرو۔ میں نے سب باتیں پوری طرح سوچ لی ہیں اور وہ ضرور پوری ہوں گی۔ ابھی

ہمارا عہدِ شباب ہے، چند سال کے عرصہ میں ہم دونوں محنت کر کے جو کچھ ممکن ہوگا جمع کر لیں گے۔ اور اس کے بعد جوزف ...۔

"کیلنتھ" میں نے پُر وحشت انداز سے کہا۔ "یقیناً تم مجھے دیوانہ بنا دوگی۔"

وہ اس طرح چونک کر پیچھے ہٹی گویا کسی نے اس پر وار کیا ہو اور اس کی آنکھیں حیرت و خوف کی ملی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگیں۔

"میرے خدا! ... جوزف تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" وہ کانپتے ہوئے بولی۔ "ایک خوفناک شبہہ میرے دل میں پیدا ہوا ہے تم اسے دور کر دو۔ یا اس کی تصدیق کر دو۔ بہترین یا بدترین حالت جو کچھ بھی ہو میں اسے فوراً جاننا چاہتی ہوں۔ اور جوزف اب جو میں چلتنہم کی ملاقات کے موقعہ پر تمہارے لہجہ اور انداز کو یاد کرتی ہوں تو ... لیکن نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ناممکن ہے کہ میں نے تمہاری طرف سے دھوکا کھایا ہو ... بولو جواب دو۔ کیا واقعی ویسا ہے؟ آہ اگر سچ مچ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے تو میں مر جاؤں گی۔ پھر میں زندہ نہ بچوں گی۔"

اس کا لہجہ پُرجوش تھا۔ اور چہرہ پر جس کی رنگت لاش کی طرح زرد تھی اضطراب کے گہرے آثار پائے جاتے تھے۔ میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس نے فکرمند التجائی نظروں سے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنا دل سینہ کے اندر ڈوبتا معلوم ہوا۔ ایک طرف میں اظہارِ حقیقت پر مجبور تھا لیکن دوسری جانب ایسا کرتے ہوئے سخت ذہنی اذیت یعنی عذابِ صلیب سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کرتا تھا۔

"کیلنتھ" میں نے آخر کار جی کڑا کر کے اس طرح کے لہجہ استقلال میں جو خود میرے لئے باعثِ حیرت تھا کہنا شروع کیا۔ "خدا کے لئے اپنے جوش کو روک کر ضبط و تحمل سے کام لیتے ہوئے جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں سنو۔ میں ایک نئی بات تم سے کہتا ہوں۔ تم شاید جس کے سننے کے لئے تیار نہیں ہو۔ تاہم میں چونکہ اس کے ذکر پر مجبور ہوں ..."

"جوزف جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو؟" اس نے مری ہوئی آواز سے کہا "میں سب کچھ سننے کے لئے تیار ہوں۔ سوائے اس ایک جملہ کے کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔"

"کیلنتھ۔ میں تہ دل سے تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تمہاری خدمت گذاری میں اگر مجھ کو اپنی جان بھی دینی پڑے تو میں بخوشی اس کے لئے تیار ہوں۔ تمہاری دوستی میرے لئے باعث فخر و عزت ہے لیکن ... میرا دل ..."

"بس ... کافی ہے!" اتنا کہہ کر وہ بڑے زور سے لڑکھڑائی اور یقیناً گر جاتی اگر میں اس کو بازوؤں میں تھامنے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا۔ کئی منٹ تک وہ غش کی سی حالت میں ضعف جانی سے میرے بازوؤں کے سہارے کھڑی رہی اس کے بعد

"کیلنتھ" میں نے بدستور اس کو سہارا دیتے ہوئے نرم آواز سے کہا "میں تہ دل سے معافی کا خواستگار ہوں کہ یہ حالت اس سے پہلے بیان نہ کر سکا۔ میں نے مرٹل لاج میں بھی موقعے تلاش کئے تھے لیکن افسوس میری کمزوریوں نے کچھ کہنے کی مہلت نہ دی بیشک یہ میری کم ہمتی اور میرے ارادہ کی کمزوری تھی۔ تاہم اگر وہ خط جو میں نے بھیجا تھا تم کو مل جاتا تو سارے حالات یقیناً اس سے بہت پہلے واضح ہو جاتے۔ میں نے اس میں سب باتیں درج کر کے اس کے لئے معافی مانگی تھی کہ میں ان حالات کو پیشتر واضح نہ کر سکا۔ پھر اس کے بعد چلٹنہم میں بھی سب حال بیان کرنا چاہتا تھا اور اگر وہ الفاظ جو میں نے اس موقعہ پر کہے تھے تم کو یاد ہوں تو ان سے واضح ہوگا کہ میں نے ..."

"بس جوزف۔ بس!" اس نے دفعتاً گردن اٹھا کر میرے بازوؤں سے نکلتے ہوئے اپنی طبعی مضبوط روح کی ساری قوتوں کو کام میں لا کر کہا "میں اس بارے میں زیادہ عذرات سننا نہیں چاہتی۔ میرے لئے اس قدر معلوم کرنا ہی کافی ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں جس کا مطلب یہ ہے:" اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ کی رنگت اور بھی پیلی پڑ گئی "کہ تم کسی اور کو چاہتے ہو۔ کیونکہ اگر تمہارا دل کسی اور سے لگا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم میری بے انتہا محبت

سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تاہم وہ کون ہے؟... وہ کس جگہ رہتی ہے...؟

"لندن میں"۔ میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے جواب دیا کہ اسے اس طرح کا سوال پوچھنے کا حق حاصل ہے۔

"لندن میں" کیلنھ نے عجیب طرح کے پریشان لہجہ میں پُرخیال انداز سے میرے ہی لفظوں کو دُہرایا۔ اور اس کے بعد چند منٹ گہری سوچ میں پڑ کر "جوزف" آخر کار اس نے کہا "افسوس تم نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ تو بھی میں اس کے لئے تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتی۔ تم نے اس معاملہ میں وقت پر صاف گوئی سے کام نہیں لیا۔ اور اب تم میرے خیال میں اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ اس وقت تمہارے منہ سے یہ الفاظ سُن کر کتنی ذلت، کتنی پریشانی مجھ کو لاحق ہوتی ہے۔ سچ پوچھو تو نادانستہ تم میری تباہی اور بربادی کا ذریعہ ثابت ہوئے ہو" اور یہ کہتے ہوئے وہ اس طرح زور زور سے کانپنے لگی گویا تیز برفانی لہر اس کے سر سے پاؤں تک گذر رہی ہو۔

"اوہ لیکن میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ تمہاری ان باتوں کا میں کیا جواب دے سکتا ہوں؟" میں نے اس کے ناقابل بیان غم کو دیکھ کر جو میری اخلاقی کمزوری کا نتیجہ تھا اس طرح کے لفظوں میں جو میرے ٹوٹتے ہوئے دل کی آواز تھے، کہا۔

"کچھ نہیں"۔ کیلنھ نے ہلکی اور نرم آواز سے جواب دیا۔ "میں پھر تم سے کہتی ہوں کہ جو کچھ بھی ہو چکا میں اس کے لئے، تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتی۔ اس کے برعکس میں تم کو معاف کرتی ہوں۔ جوزف میں تم کو تہ دل سے معاف کرتی ہوں۔ کیونکہ میری وہ لامتناہی محبت ہے جو غصہ کرنا یا ناراض ہونا نہیں جانتی۔ اس لئے میں سچے دل سے تم کو معاف کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ پیشتر میں نے کیا کم قربانیاں کی ہیں کہ اب اس آخری مصیبت یا عمر بھر دل شکستہ رہنے کی آفت سے گھبرانے کی کوشش کروں۔"

"میرے خدا، کیلنھ" میں نے اپنے آپ کو معاملات کے اس طرح کی صورت اختیار

کرنے کے لئے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے پُر وحشت انداز سے کہا: "کیوں تم اس قدر افسردہ لہجہ میں بولتی ہو؟ کیوں تم اس ذراسی بات کے لئے اتنا غم کرتی ہو؟"

"جوزف۔ تم کو اچھی طرح معلوم ہے۔" اس نے جواب میں کہنا شروع کیا "کہ تمہاری خاطر میں نے اپنے گھر بار، دولت اور منزلت حتیٰ کہ مستقبل کی آرزوؤں تک کو چھوڑ دیا جو تکلیفیں میرے لئے برداشت کرنی ممکن تھیں سب میں نے سہیں۔ لیکن اب اگر اتنا کرنے کے بعد بھی وہ مدعا جو میری نظروں کے سامنے تھا حاصل ہونا محال ہے تو اس کے لئے میرے یا تمہارے گھبرانے اور بیتاب ہونے سے کیا فائدہ؟ نہیں۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دو۔ میں بھی اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔ اور وہ زندگی جو میں نے محض تم سے ملنے، تمہیں اپنی نظروں کے سامنے رکھنے، ہر وقت تم کو دیکھتے رہنے کے لئے اختیار کی تھی جس طرح بھی ممکن ہوگا پوری کروں گی۔ تاہم وہ کتنی عظیم اور کس قدر ناقابلِ بیان راحت کی تجویزیں تھیں جو میں نے اپنے جی میں سوچی تھیں۔ اور کس بے رحمی کے ساتھ وہ اس وقت آنِ واحد میں تلف ہو گئیں۔ آرزو یہ تھی کہ ہم ایک ہی گھر میں رہیں گے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے کو دیکھ لیا کریں گے اور اس وقت تک کہ بہتر حالات ہمارے صبر و استقلال اور تحمل و برداشت کا ثمرہ محبت کی کامیابی کی صورت میں پیش کریں، اتنا ہی کافی سمجھیں گے۔ لیکن افسوس وہ ایک دلکش خواب تھا جو نظر آیا اور مٹ گیا۔ وہ ایک باطل تصور تھا جس کی واقعہ میں کوئی بنیاد نہ تھی۔ فی الحقیقت وہ ایک اتنی روشن اور خوشنما امید تھی جو کسی طرح دیرپا ثابت نہ ہو سکتی تھی۔ اور میرا اپنا یہ فرض تھا کہ شروع سے ہی اس باطل امید کو دل میں جگہ نہ دیتی۔"

اتنا کہہ کر اس نے دوسری طرف کو منہ پھیرا۔ اور رومال آنکھوں سے لگا لیا۔ اُس کا لہجہ نرم اور دبا ہوا اور آواز مؤثر و دردناک تھی۔ اس کی خوشنما سیاہ آنکھوں میں درد اذیت کے ناقابلِ بیان اثرات موجود تھے۔ لیکن اگر سچ پوچھئے تو شاید اس کی حالت مجھ

سے زیادہ ابتر نہ تھی۔ فی الحقیقت یہ ایک بحث طلب سوال ہے کہ جو تکلیف اس وقت اس کے دل کو محسوس ہوئی وہ میری ذہنی تکلیف سے کم تھی یا زیادہ۔ کیونکہ اس کی حالت میں انتہائی رنج کی تہ میں بھی استغنا کی دلیری شامل تھی۔ حالانکہ میرے کمزور دل کو یہ ذریعہ تسکین بھی حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اب جو میں نے اس کو روتے ہوئے دیکھا تو میرے دل میں درد کی تیز ٹیس اٹھی۔ اور میں نے انداز وحشت سے غصہ کے پُر زور لفظوں میں اپنے آپ کو اس کی تباہی اور مصیبت کا ذریعہ ثابت ہونے کے لئے ملامت کرنی شروع کی۔

"جوزف۔ میں پھر کہتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دو" اس نے اپنا غمناک چہرہ میری طرف پھیر کر حوصلہ افزائی کا پھیکا تبسم پیدا کرتے ہوئے کہا "تم دیکھ سکتے ہو کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اس وقت اپنی نظروں میں انتہائی ذلت محسوس کرتے ہوئے بھی میں الفاظ یا افعال کے ذریعہ سے کسی طرح کا غصہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی۔ اگر ہماری قسمت میں بہتر تعلقات قائم ہونا نہ لکھا تھا تو خیر ہم دوست بن کر رہیں گے۔ اور اس دوستی کا پہلا فرض تمہارے ذمہ یہ ہوگا کہ میرے اس راز کو ہمیشہ محفوظ رکھو اور مجھ بدنصیب کی صحیح شخصیت کسی پر ظاہر نہ ہونے دو۔ کیونکہ اگر اس بارے میں کوئی خفیف سا شبہ بھی کسی کو پیدا ہو گیا تو پھر میرا ملازمت سے موقوف کر دیا جانا امر طے شدہ ہوگا۔ گھر سے فرار، ماں باپ سے علیحدگی، احباب کی نظروں میں پائی ہوئی ذلت یہ سب کچھ میں نے اس وقت تک خوشی کے ساتھ سہا ہے لیکن خدا کے لئے ایسا نہ کرنا کہ میں اب روزی کمانے کے واحد ذریعہ سے بھی محروم ہو جاؤں۔"

"اُف میرے خدا" میں نے اس کے آخری الفاظ کی صحیح اہمیت سمجھ کر خوف و سراسیمگی کے لہجہ میں کہا۔ اور یہ سوچ کر میرے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا کہ کس طرح مجھ سیاہ نصیب کے عشق نے اس برگشتہ بخت خاتون کو اس نوبت تک پہنچا دیا۔ "کیا اس واقعہ کے بعد بھی تم اس جگہ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ سارا حال واضح ہو جانے کے بعد اب

تم اپنے گھر کو چلی جاؤ۔"

"لیکن مجھ خانماں برباد کا گھر اب کہاں ہے؟" اس نے حسرتناک لہجہ میں کہا۔

"افسوس افسوس! میں ہی تم کو بے گھر بنانے کا ذریعہ ثابت ہوا ہوں۔" میں نے اس طرح کی پریشانی میں جوش بے اختیاری سے کہا کہ ممکن تھا میں اس وقت جھنجلا کر خودکشی کر لیتا۔" مگر کیلنتھ کیا جو کچھ تم کہتی ہو صحیح ہے؟ کیا سچ مچ آبائی مکان کے دروازے ہمیشہ کے لئے تم پر بند کر دئے گئے ہیں؟"

"جوزف کیا تم بھولے سے بھی یہ خیال دل میں لا سکتے ہو کہ مغرور سخت گیر ارل آف مینڈیول اپنی بدنصیب بھگوڑی بیٹی کو جو اس کی لاعلمی میں گھر سے فرار ہوئی تھی پھر اپنی پناہ میں لینا منظور کرے گا؟ اور بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا اس کی بیٹی اتنی ہی بے غیرت ہے کہ وہ دوبارہ اس مکان پر جانے کی جرأت کرے۔ جہاں اس کی ستم رسیدہ روح کو اور زیادہ کچلنے کے لئے طعن و تشنیع، ظلم و ستم اور تکلیف دہ شبہات کے سوا اور کچھ نہیں ... نہیں جوزف" اس نے سنجیدگی کے لہجہ میں جس کے اندر کسی طرح کی تلخی بالکل موجود نہ تھی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔" اب اپنی غیرت اور نیکنامی کھو دینے کے بعد لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی مغرور شخصیت کو میٹلڈا پامر کے فرضی نام کی تہ میں چھپا کر اپنی شوق سے اختیار کی ہوئی شخصیت کو مجبوراً قائم رکھے۔"

"میرے خدا! کس قدر تباہی اور بربادی میری کمزوری نے پیدا کر دی!" میں نے نیم دیوانگی کی حالت میں اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہا۔

"جوزف تم اپنے آپ کو برا نہ کہو" کیلنتھ نے میٹھی نرم آواز سے کہا۔" کیونکہ میں تم کو قصوروار قرار نہیں دیتی۔ بہرحال اب ہمیں ایکدوسرے سے جدا ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ میں بہت دیر تک گھر سے غیر حاضر نہیں رہ سکتی۔ اور چونکہ تمہاری خوشنودی ہر حال میں مجھ کو منظور ہے اس لئے آئندہ جس طرح تم کہتے ہو ہم دوست بن کر ہی رہیں گے۔ ایک ہی

گھر میں رہتے ہوئے میری طرف سے کبھی کوئی ایسی حرکت نہ ہوگی جو اوروں کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کا موجب ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں ہمیشہ تمہاری بہتری کو مدِنظر رکھوں گی۔ تاہم اتنا میں پھر کہتی ہوں کہ میرے راز کو محفوظ رکھنا۔ بس یہ میری التجا ہے اور اب مہربانی سے اپنے جوش کو دبا کر محتاط بننے کی کوشش کرو اور ایک دفعہ پھر میرے لفظوں کو یاد رکھو کہ میری گذر اوقات آئندہ تمہاری احتیاط پر منحصر ہے"

اس نے اپنا ہاتھ مجھے پیش کیا اور کچھ ایسی وحشت میرے سر پر سوار ہوئی کہ مجھے قطعاً معلوم نہیں کہ میں نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کیا کیا۔ خواب کی طرح اتنا یاد ہے کہ میں نے اس کو ہونٹوں سے لگایا اور وہ میرے بہتے ہوئے آنسوؤں سے بھیگ گیا۔ کیلنیتھ بھی اپنے جوش سے مجبور ہو کر میرے بازوؤں میں گر گئی۔ اور نیم بے خبری کی حالت میں میں نے اس کو چھاتی سے لگا لیا۔ گویا اس ناعاقبت اندیشانہ اظہار جذبات کے ذریعہ سے میں اس رنج و غم کی تلافی کرنا چاہتا تھا جو اس کو میری وجہ سے پہنچا۔ میں نے اس کے رخساروں کو بوسے دیئے جس سے اس کے ہونٹوں پر پھیکا مگر پھیکا تبسم پیدا ہوا۔ گویا اپنے کشت آرزو کی تباہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو میری وجہ سے عمل میں آئی تھی وہ اس آخری الوداعی ہم آغوشی سے بہرہ اندوز ہونا اپنا حق تصور کرتی تھی مگر اس پھیکے تبسم نے میرے رنج و غم کو دہ چند زیادہ کر دیا۔ اگر وہ جوش میں بھر کر مجھ کو بُرا بھلا کہتی غصہ اور نفرت سے پیش آتی یا جھلا کر گالیاں دیتی تو شاید میں اتنا متاثر نہ ہوتا جتنا اب اس کے حلم و بُردباری سے ہوا۔ اس معافی نے جو سچے دل سے دی گئی تھی اس کے نرم رویہ اور اس صبر و سکون سے مل کر جس سے اس نے اپنے عشق کی ناکامی اور مایوسی کو قبول کیا تھا میرے دل پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ میں اس کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"اب میں گھر جاتی ہوں" آخر کار اس نے کہا اور ایک مرتبہ پھر میری طرف دردناک نظروں سے دیکھ کر وہ اپنے خوشنما ہونٹوں پر حسرتناک تبسم پیدا کر کے تیز چلتی

رخصت ہوگئی۔

قریباً پاؤ گھنٹہ اور میں اس کے دور نکل جانے کے انتظار میں اسی جگہ ٹھہرا رہا۔ اور اس وقت پھر ایک بار میں اپنے دل میں محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اب بھی جو کچھ میری طرف سے ہوا تھا انیبل کے حق میں بیوفائی سے کم نہ تھا مگر اس بارے میں فوراً ہی صد ہا عذرات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر سمجھانے کی کوشش کی کہ میرا کیلینتھ سے بغلگیر ہونا ایسا ہی تھا جیسا ایک بھائی کا بہن سے۔ اور میں نے اس کے رخساروں کو جو بوسے دیئے وہ جوش نفسانی سے خالی اور بالکل پاک تھے۔ میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کس قدر عنایت آمیز سلوک اس نے مجھ سے کیا۔ حالانکہ مجھ کو معلوم تھا اس کی طبیعت پُر غرور ہے، چنانچہ اب جو میں نے حال کے نظارہ پر ایک نظر بازگشت ڈالی تو میں اس بات پر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ کس لئے وہ اتنی حلیم بنی۔ کیوں اس نے مجھ کو کسی طرح کی ملامت نہ کی؟ اس کے علاوہ یہ بھی میں نے محسوس کیا کہ اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ذلت اور شرمساری میرے اپنے دل کو ہوئی ہے۔ اس کی دوستی قابلِ فخر اور باعثِ عزت تھی اور گو حالات نے مجھے اس سے عشق کرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو بھی وہ ایک ایسی خاتون تھی جس کی منزلت اور تعریف کرنا میرا فرض تھا۔

"تاہم مضائقہ نہیں" میں نے کسی قدر اونچی آواز میں اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ "ایک بھائی کی حیثیت میں اس کی جس قدر خدمت ممکن ہوگی کروں گا اور تازیست اسے بہن کی طرح سمجھوں گا۔ میری خاطر اس نے وہ وہ قربانیاں کی ہیں جو کبھی کسی عورت نے نہیں کیں۔ اس لئے میرا بھی یہ فرض ہے کہ ہمیشہ اس کی بہتری کا خیال رکھوں۔ اس کو تسلی دوں اور اس بارِ غم کو جو اس کی روح کو کچل رہا ہے۔ جہاں تک میرے اختیار میں ہو کم کروں کیلینتھ اس میں شک نہیں میں نے تم کو بہت نقصان پہنچایا ہے تاہم آئندہ میں اس کی تلافی کی پوری کوشش کروں گا۔ اور جب کبھی انیبل مجھ کو ملے گی تو میں سب حال اس سے کہدونگا

واقعات جس جس طرح پیش آئے ہیں اس سے بیان کر دوں گا۔ اور کیلینتھ یقین رکھ۔ وہ ضرور تجھ سے ملے گی۔ اور تم دونوں ایک دوسری کو بہن کی طرح جانو گی۔ اس کے بعد اگر جلدی یا دیر میں حالات کی موافقت نے اس بات کی اجازت دی کہ انیبل سے میری شادی ہو سکے تو اس صورت میں کیلینتھ ہم تجھ کو اپنے ہی پاس رکھا کریں گے۔ ہم تیری زخمی روح کو تسکین دیں گے اور اپنے عنایت آمیز رویہ سے تیری اُن قربانیوں کا جو تو نے میرے لئے کی ہیں تا حد امکان معاوضہ ادا کرنے کی کوشش کریں گے"۔

اس طرح عالم تصور میں پُر وحشت انداز سے کیلینتھ ڈنڈا اس کو مخاطب کرتا میں پہلے کچھ عرصہ سڑک پر ادھر اُدھر گھومتا رہا اس کے بعد جب اندازہ سے معلوم ہوا کہ وہ کافی دور جا چکی ہوگی تو گھر کی طرف لوٹا۔ آخر کار جب رات ہوئی تو میں اس خیال سے بہت خوش تھا کہ اپنے کمرہ کی تنہائی میں پھر ایک بار دل سے باتیں کر کے اس اضطراب کو جو حال کی ملاقات نے پیدا کیا تھا بوجہ احسن رفع کر سکوں گا۔

---

# باب ۳۸

## رچرڈ فرنیکلسن

اس کے بعد ایک مہینہ گذر گیا اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ یوں ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میرا کیلینتھ سے بارہا ملنا ہوتا تھا اور اس طرح کے رسمی اشارے بھی جو دو واقف شخصوں کے ایک دوسرے سے ملنے کے وقت ہوتے ہیں۔ ہو جاتے تھے۔ وہ غمناک پھیکا تبسم بھی جو میرے سینہ میں کسک پیدا کر رہا تھا اس کے ہونٹوں پر ظاہر ہو کر فوراً زائل ہو جاتا تھا لیکن ... اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ ہم میں

کسی طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ نہ ہم دیر تک ایک دوسرے کے پاس ٹھہرتے تھے اور نہ تنہائی کے وہ موقعے ہی پیدا کئے جاتے جو عشاق کی بے تابی کا حصہ ملزوم ہوا کرتے ہیں۔ تاہم ایک بات ایسی تھی جس کو میں انتہائی کوشش کے باوجود نظرانداز نہ کر سکا یعنی ان ایام میں ایک شخص مسٹر فرنیکلسن کا ہمارے گھر میں آنا جانا شروع ہو گیا اس کا تعلق قصبہ راؤنڈ کے ایک معزز گھرانے سے تھا جس سے مسز لابنسن کی بے تکلفی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ راؤنڈ کے طول و عرض میں سب سے گہرا دوستانہ مسز رابنسن کا اسی خاندان سے تھا۔ مسٹر فرنیکلن ہمارے گھر میں عموماً رات کے وقت آٹھ اور دس بجے کے درمیان آیا کرتا تھا۔ عمر اس کی قریباً ۲۲ سال کی تھی اور وہ ایک منہ لگتا خوش رو جوان تھا۔ اس کے بالوں اور آنکھوں کی رنگت سیاہ اور چہرہ کی ساخت عقابی تھی۔ اس کے والدین بہت آسودہ حال تھے اور وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ دوسرے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا حال ہی میں اس کو اور اس کی تین بہنوں کو ایک کنوارے ماموں کی طرف سے معقول جائداد ورثہ میں ملی تھی۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے رچرڈ فرنیکلن کسی خوبصورت جوان لڑکی کے لئے نہایت اچھا بر تھا۔ وہ طبعاً شریف، صاحبِ اخلاق، ٹھہری ہوئی عادت کا مالک اور اس بیجا غرور سے خالی تھا جو مالدار والدین کی اولادوں میں اکثر پایا جاتا ہے، گویا وہ جس لڑکی سے چاہتا حصولِ دولت کی خواہش کے بغیر محض دل کی رہنمائی پر بسہولت شادی کر سکتا تھا۔

غرض یہ شخص تھا جس نے کچھ عرصہ سے ہمارے ہاں اوول ولا میں آنا جانا شروع کر دیا۔ اور جب اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس کی آمد کے اوقات زیادہ تر وہی ہوتے تھے جب کیلنتھ دن بھر کی مصروفیتوں سے فارغ ہو کر مسز رابنسن کے پاس گول کمرہ میں بیٹھا کرتی تھی۔ تو میرا دل ایک وجہ نامعلوم سے جس کی حقیقت کو میں بہرحال تسلیم کرنا نہ چاہتا تھا، بیٹھنا شروع ہو گیا۔ ایک حد خاص تک مجھے اس شخص رچرڈ فرنیکلن سے

نفرت ہونے لگی۔ حالانکہ میرا یہ فعل اس لحاظ سے بالکل نادرست اور ناجائز تھا کہ ہمارے عظیم مجلسی اختلاف کے باوجود وہ ہمیشہ مجھ سے عنایت آمیز سلوک کرتا تھا۔ بارہا میں اس مرد شریف سے جس کی طرف سے میرے لئے کوئی وجہ شکایت پیدا نہ ہوئی تھی' اپنی بڑھتی ہوئی نفرت کی بنا پر خود اپنے آپ سے ناراض ہوتا۔ میں اپنی کج اخلاقی اور کینہ توزی کے لئے خود اپنی ذات سے نفرت کرتا۔ لیکن بہ ایں ہمہ میرے لئے اس امر واقعہ کو نظرانداز کرنا مشکل تھا کہ میں اس کو نہیں چاہتا۔ مجھے اس کی آمد و رفت ناپسند تھی۔ مجھے اس کی صورت اور شخصیت بھی ناپسند تھی۔

ایک رات جب میں کسی کام کے لئے گول کمرہ میں گیا تو دیکھا کہ رچرڈ فرینکلن اور کیلنتھ پاس ہی پاس بیٹھے بعض تصویریں دیکھ رہے تھے جنہیں اول الذکر اس کے دکھانے کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس دوران میں اس نے کسی تصویر کے سلسلہ میں کوئی مذاقیہ فقرہ کہا جسے سن کر کیلنتھ بڑے زور سے ہنسنے لگی۔ مگر اس وقت اس کی وہ ہنسی جو عام حالات میں میرے لئے باعثِ راحت ہوا کرتی تھی۔ پریشانی اور دل گرفتگی کا موجب ثابت ہوئی اس کے ساتھ ہی میں ان کے انداز نشست سے یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ان میں کسی حد تک بے تکلفی پائی جاتی تھی۔ اور گو اس بے تکلفی میں بجائے خود کوئی بات آداب تہذیب کے برخلاف نہ تھی۔ تاہم میں اپنے دل میں یہ محسوس کرنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ بڑھتی ہوئی آزادی اس خاتون کے لئے جس نے حال میں میرے لئے اتنی عظیم قربانیاں کی تھیں' بے جا اور نامناسب تھی مسز رابنسن جیسا اس کا معمول تھا ایک گدے دار صوفے پر نیم درازی کی حالت میں لیٹی تھی۔ اور اسے نہ ان کی گفتگو کی پروا تھی اور نہ میل جول اور بے تکلفی کی۔ تاہم اگر میرے لئے کوئی صورت ممکن ہوتی اور اگر میری حیثیت اس کی اجازت دے سکتی تو یقیناً میں اس کے کان میں یہ بات کہہ دیتا کہ ایک ایسی خوبصورت استانی کو رچرڈ فرینکلن ایسے نوجوان سے میل جول کا موقعہ دینا نہ صرف اس کے حق

میں معزز بلکہ خود آپ کے گھر کی شان ادب کے منافی ہے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے میں ایک بے حقیقت نوکر کیونکر ایسی جرأت کر سکتا تھا؟ پس میں سخت پریشانی اور اضطراب کی حالت میں جس کو دبانا میرے لئے ناممکن ثابت ہو رہا تھا اس کمرہ سے رخصت ہو گیا۔

باورچی خانہ میں دوسرے نوکر رچرڈ فرنیکلن ہی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میں جب پہنچا تو باورچن کہہ رہی تھی۔

"میری اپنی رائے میں یہ کام اگر ہو جائے تو مس پامر کے حق میں بہت اچھا ہے۔"

"مگر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ نوجوان مسٹر فرنیکلن اس پر دارفتہ ہو رہا ہے۔" خادمہ نے جواب دیا: "اور ہر رات باقاعدہ آٹھ بجے یا اس کے تھوڑی دیر بعد ضرور اس سے ملنے آتا ہے۔"

"خدا معلوم مالکن کو بھی اس بارے میں شبہ ہے یا نہیں؟" باورچن نے پوچھا۔

"لیکن ہو بھی تو کیا ہرج ہے۔" خادمہ نے رائے دی "مسٹر فرنیکلن ایک عزت دار نوجوان ہے اور یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی لڑکی کے بڑھتے ہوئے اعتماد سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ نہ نہ۔ آپ اطمینان رکھئے۔ اگر اس کو مس پامر سے عشق ہے تو یقیناً وہ اس سے شادی کی درخواست کرے گا۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ سوگ کا زمانہ گزر جانے کے بعد ان کی شادی ہو جائے لیکن ... کیوں جوزف تم کو کیا ہوا؟"

"نہیں ... میں ... ار ... کچھ نہیں۔ یونہی مجھے دردِ سر کی شکایت ہے۔ دراصل میری طبیعت دو تین دن سے اچھی نہیں۔" اور یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بڑھتے ہوئے اضطراب کو رفع کرنے کی لاحاصل کوشش کرنی شروع کی۔

"میرے خیال میں تو" خادمہ نے یہ کیفیت دیکھتے ہوئے کہا: "جو کچھ میں نے ایک دن ہنسی ہنسی میں کہا تھا، وہ درحقیقت صحیح معلوم ہوتا ہے۔ آپ دیکھئے کیا اس کی حالت صاف ظاہر نہیں کرتی کہ وہ تپِ عشق کا مریض ہے؟ ارے پگلے کیا تو سچ مچ خیال کرتا ہے

کہ مس پامر، گو وہ ایک استانی ہی ہے تجھ سے..."

"مہربانی سے اس طرح کی گفتگو مجھ سے نہ کیجئے۔" میں نے جلدی سے قطع کلام کرکے کہا۔ مگر یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں کسی دوسرے نوکر سے اس طرح کی بدمزاجی سے پیش آیا۔

"جوزف" خادمہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے جو کچھ کہا وہ تم کو ناراض کرنے کے لئے نہیں تھا۔ لیکن اگر انصاف کوئی چیز ہے۔ اور اگر میری آنکھیں طاقتِ دید سے بالکل ہی محروم نہیں تو میں پھر بھی یہی کہوں گی کہ اپنے دل میں تم مس پامر کو ضرور چاہتے ہو۔"

اس بحث کو طول نہ دینے کے خیال سے میں نے ایک موم بتی اُٹھائی اور اپنے کمرہ کی طرف ہو لیا اور اس جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا کہ احتیاط کی انتہائی کوشش کے باوجود مجھ سے کتنی بڑی ناعاقبت اندیشی ہوئی کہ اپنے جذبات کو چہرہ کے آثار سے ظاہر ہونے دیا۔ پھر اس کے علاوہ میرا اس وقت کا طرز عمل کتنا احمقانہ اور میرے اپنے حق میں کس قدر مضحکہ انگیز تھا۔ اگر خادمہ نے ایک بات دل لگی کے طور پر کہی تھی۔ تو مجھے اس سے خفا ہونا لازم نہ تھا اور اس کے بعد میرا دفعتاً کمرہ سے اٹھ کر چلے آنا... یہ ان کے شبہات کو اور بھی تقویت دینے والا تھا۔ میں سخت بے تاب اور بےچین تھا۔ میں اپنے آپ سے، حالات کی رفتار سے۔ کل انتظامِ کائنات سے ناراض تھا اور کوئی صورت اپنے دل کو قرار دینے کی نظر نہ آتی تھی۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں اس خیال کو دل سے خارج نہ کرسکا کہ رچرڈ فرنیکلن اور لیڈی کیلینتھ کا ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا اور بے تکلفانہ ملنا میری نظروں میں سخت معیوب تھا لیکن اس سے آگے سوال پیدا ہوا کہ کیوں ایسا ہے؟ نہ میرا فرنیکلن سے کوئی رشتہ، نہ لیڈی کیلینتھ سے کوئی ناطہ۔ پھر ان کے میل سے میرا کیا واسطہ؟ کیلینتھ میری کیا تھی؟ کچھ نہیں۔ تو

پھر بلا سے، وہ جس سے جی چاہے ملے، جس سے جو سلوک کرنا چاہے کرے۔ مجھے اس کے افعال و حرکات کا نگراں بننے کا کیا حق ہے؟ ... مگر کیا سچ مچ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا؟ کیا واقعی مجھے اس سے محبت نہ تھی؟ ... نہیں۔ میں اپنے جی کی اٹھتی ہوئی ٹیس کو دبانے کی کوشش کر کے کہتا نہیں۔ میرا دل انیبل کا ہو چکا اس لئے مجھے کیلینتھ کے چاہنے والوں کی طرف سے جوش رقابت کیوں ہو؟ اس کے برعکس مجھے اس بات سے خوش ہونا چاہئے کہ اس کی شادی ایک ایسے باحیثیت نوجوان سے ہوگی جو اس کے چھٹے ہوئے گھر اور کھوئی ہوئی منزلت کے بدلے نیا گھر اور نئی عزت دے سکے گا لیکن افسوس۔ جی کو سمجھانے کی کوشش کرنا ایک بات ہے اور اس کا اس جھوٹے استدلال سے مطمئن ہونا دوسری بات، چاہے کچھ ہو۔ میرے لئے رچرڈ فرنیکلین کو پسند کرنا اور اس کے برخلاف جوش نفرت کو دبانا ناممکن تھا اور اس کے ساتھ یہ خیال علیحدہ سوہانِ روح کہ اگر کیلینتھ اپنے عشق کو اتنی جلدی دوسری جگہ منتقل کر سکتی ہے تو اس کے وہ کئے ہوئے وعدے وہ قربانیاں جن کا ذکر اس شد و مد سے ہوا تھا، اور اس عشق کی بنیاد جو اسے مجھ سے تھا کیا بالکل کمزور تھی؟ سخت ذہنی اذیت کی حالت میں میں آخر کار یہ کہتا ہوا بستر پر لیٹ گیا کہ انیبل میری ہے اور میں انیبل کا ہوں۔ اور کیلینتھ میری کچھ نہیں۔ مگر اس کے باوجود میں اس خیال کو دل سے نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا کہ لیڈی کیلینتھ اگر رچرڈ فرنیکلن سے نہ ملتی تو بہتر تھا۔

اس سے اگلی صبح کو جب میں نوکروں کے کمرہ میں گیا تو اپنے دل میں کل کی شکر رنجی کی تلافی کے لئے نوکروں سے اچھی طرح پیش آنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن وہ سب طبعاً نیک دل تھے اور کل کے واقعہ کی یاد اُن کے دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ وہ سب مجھ سے عموماً محبّت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ میرے بدلے ہوئے رویّہ کو دیکھ کر وہ سب بڑے تپاک کے ساتھ ملے اور کسی نے اس واقعہ ناخوشگوار کا ذکر تازہ

نہ کیا۔ مگر ان ساری باتوں کے باوجود وہ کسک جو میرے دل میں رچرڈ فرنیکلن کی طرف سے تھی، نیز اس گفتگو کی یاد جو میں نے نوکروں میں سُنی تھی اب بھی خواب پریشاں کی طرح باقی تھی جی میں آتا تھا آبادی سے دور کسی علیحدہ مقام پر چلا جاؤں۔ اور اس جگہ بے روک اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ جہاں کوئی مجھے دیکھنے والا نہ ہو۔ جہاں کسی کو میرے چہرہ کے آثار سے دلی کیفیات کا حال معلوم نہ ہو سکے۔ اتفاق سے اسی طرح کا موقعہ جس کی مجھ کو تلاش تھی جلدی ہی مل گیا۔ کیونکہ مسز رابنسن نے مجھ کو بلا کر ایک کام کے سلسلہ میں شہر جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد میں جب ٹاؤن کی طرف جا رہا تھا تو اپنے خیالات دلی کی جانچ کرتے ہوئے میں نے اپنے آپ سے پہلا سوال یہ پوچھا "کیا مجھے اب تک انیبل سے عشق ہے"؟ اور اس کا جواب فوراً اونچی آواز سے دیا "ہاں۔ ہے اور ہمیشہ رہے گا"۔ مگر عین اس وقت جب یہ الفاظ منہ سے نکلے تھے تو کیلینتھ کا دلکش چہرہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ مجھے اس کی دلفریب قامت، میٹھی آواز اور اعلیٰ اخلاق یاد آئے اور ہوا میں ملی ہوئی اس کے عنبریں بالوں کی خوشبو مشامِ جان کو تازہ کرتی معلوم ہوئی۔

"تو بھی" میں نے اپنے آپ سے کہا "انیبل زیادہ خوبصورت ہے۔ اس میں کیلینتھ سے زیادہ دلفریبیاں ہیں۔۔۔ لیکن اگر ایسا ہے تو پھر کیوں مجھے کیلینتھ کے فرنیکلن سے ملنے سے اضطراب ہے؟ کس لئے میں ان کی شادی کا ذکر سُن کر گھبراتا ہوں؟ آہ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ کیلینتھ سے برادرانہ محبت رکھتے ہوئے میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھ سے مشورہ کئے بغیر کسی سے شادی کرے۔ لیکن انصافاً دیکھا جائے تو میں اس کا کیا لگتا ہوں کہ وہ اپنی خوشی کے معاملہ میں مجھ سے مشورہ چاہے یا اجازت طلب کرے؟ نہیں، میرا شکوہ فضول ہے وہ اگر رچرڈ فرنیکلن سے شادی کرنا چاہتی ہے تو کرے۔ اور جس قدر جلد کرے بہتر ہے۔ کیونکہ اس کے بعد یقیناً میرے جی کو اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ آہ انیبل پیاری انیبل، میں آئندہ کبھی تجھ سے بے وفائی نہ کروں گا۔ تیری

تصویر ہر وقت میرے سینہ میں بستی رہے گی، یہ دل ہمیشہ تیرا ہی پرستار رہے گا؟
لیکن، ادھر یہ خیالات دل میں پیدا ہوئے اور اُدھر فوراً ہی کیلنتھ اور رچرڈ ڈفرنیکلن کی وجہ سے غصّہ اور جوش کی تیز لہر سینہ میں اُٹھ گئی۔ خود ہی اپنی ذات سے خفا ہو کر میں نے رفتار تیز کر دی۔ گویا اس ذریعہ سے میں خیالات کی اُلجھن اور پریشانی سے بچ سکتا تھا۔ اور بالآخر شہر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ مختلف دکانداروں سے سودا سلف کے بارے میں جو کچھ کہنا تھا کہہ کے میں گھر کو لوٹنا چاہتا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں ایک بازار کے سرے پر رچرڈ ڈفرنیکلن اور لیڈی کیلنتھ بازو میں بازو ڈالے سیر کرتے پھر رہے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر اگر کوئی شبہہ حسد اور جوشِ رقابت کے بارے میں اب تک میرے دل میں باقی تھا تو وہ پوری طرح زائل ہو گیا۔ میں واقعی حاسد تھا۔ میں حقیقتاً اس شخص رچرڈ ڈفرنیکلن کو اپنا رقیب تصوّر کرتا تھا۔ لیڈی کیلنتھ کو اس کے بازو کے سہارے چلنے اور اس سے باتیں کرتے دیکھ کر درد کی تیز لہر میرے سینہ میں پیدا ہوئی، نیم بے خبری کی حالت میں میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس دنیا میں کیلنتھ کو میرے سوا کسی سے میل رکھنے، کسی کے ساتھ چلنے، کسی سے گفتگو کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ لاتعداد تجویزیں دماغ میں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ سوچا تیز چلتا ان کے پاس ہو کر آگے نکل جاؤں اور پھر دفعتاً پیچھے مُڑ کر گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھوں۔ لیکن نہیں۔ مجھ جیسے بے حیثیت نوکر کا یہ رویّہ گستاخی اور بدتمیزی پر محمول کیا جائے گا۔ میرا یہ فرض تھا کہ ٹوپی کو ہاتھ لگا کر چپ چاپ مؤدّبانہ گذر جاؤں اچھا تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میں ان کا پیچھا کروں۔ جس جگہ وہ جائیں چلتا جاؤں، اور دیکھوں وہ کب تک ساتھ رہتے، کیا کرتے اور کدھر جاتے ہیں؟ اور اگر ممکن ہو تو اُن کی نگاہ اور انداز سے ان کی گفتگو کی نوعیت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن اس صورت میں بھی خیال آیا کہ اگر انہوں نے یکایک پیچھے مڑ کر مجھے ساتھ ساتھ آتے دیکھ لیا

تو میں ان کی نظروں میں کمینہ اور ذلیل قرار پاجاؤں گا۔ اس لئے یہ تجویز بھی ٹھیک نہیں۔ اس سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ میں علیحدگی میں کیلینتھ سے مل کر اس بے تکلفی کی وجہ پوچھوں لیکن۔۔۔ اس میں بھی یہ روک مزاحم نظر آئی کہ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ کونسا حق مجھے ایسا کرنے کا حاصل ہے؟ اور کیا اس کی طرف سے میرے اس مطالبہ کا جواب نفرت اور حقارت کے سوا کچھ اور دیا جائے گا؟ نہیں، یہ ترکیب بھی اوچھی تھی۔ ایک ایک کر کے میں نے کئی تجویزیں سوچیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی تسلی بخش نظر نہ آئی۔ سخت حیران کہ کیا کروں؟ کوئی ترکیب ایسی نہ تھی جو قابلِ عمل ہوتی۔

لیکن دفعتاً فرینکلن اور کیلینتھ چلتے چلتے ٹھہر گئے۔ پھر ان میں رخصتی مصافحہ ہوا فرینکلن نے ٹوپی اتار کر کیلینتھ کو سلام کیا اور اس کے بعد یہ تو ایک پارچہ فروش کی دکان میں چلی گئی اور وہ ایک اور سمت میں رخصت ہو گیا۔ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو میں ان سے کم و بیش تیس گز کے فاصلہ پر تھا اور ایسا معلوم ہوا کہ دکان میں داخل ہونے سے پہلے ادھر اُدھر جھانکتے ہوئے اس نے مجھ کو دیکھ لیا۔ خیال آیا کیا وہ اس سے یہ نہ سمجھے گی کہ میں قصداً ان کا پیچھا کر رہا ہوں؟ میں نے دعا کی کہ ایسا نہ ہو۔ کیونکہ میں اس کی نظروں میں ذلیل و حقیر بننا نہ چاہتا تھا۔ خیر میں جلدی سے پیچھے مڑا۔ کیونکہ کیلینتھ کی نظروں کے سامنے، دکان کے آگے سے گذرنا مجھ کو ناپسند تھا اور موڑ سے گھوم کر پاس والے بازار کی طرف چلا گیا جس کے بعد ایک چھوٹا سا چکر کاٹ کے میں اس سڑک پر جا پہنچا جو کوٹھی کی طرف جاتی تھی۔ چند منٹ تک میں نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی پرواہ نہیں کی۔ اور ان حاسدانہ خیالات کو دبانے کی کوشش کرنے لگا۔ جو سینہ میں درد و اذیت پیدا کر رہے تھے۔ میں اپنے خیالات میں درگذر اور فیاضی کا عنصر داخل کرنے کی کوشش کرتا تھا جیسا کہ ہر منصف مزاج انسان کو کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ میں بار بار اپنے خیالات کو اینبل کی تصویر پر لگانے کی کوشش کر رہا تھا

جیسا کہ میرا فرض تھا لیکن بے سود۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔ اگر اس وقت کوئی شخص مجھ سے آکر کہتا کہ انیبل کسی دوسرے آدمی سے شادی کرنے لگی ہے۔ تو میں یقیناً غم وغصہ کے جوش سے دیوانہ ہو جاتا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ کیلینتھ کے فرینکلن سے ملنے اس سے گفتگو کرنے، محبت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھنے کا خیال بھی یکساں روح فرسا تھا۔ خیال آیا کیا میں ان دونوں کو چاہتا اور دونوں سے یکساں محبت کرتا ہوں؟ جواب ملا۔ نہیں ... یہ ناممکن ہے! لیکن اگر ایسا ہے تو کس لئے میں انیبل سے عشق کرتا ہوا کیلینتھ اور رچرڈ فرینکلن کے میل سے اتنا بے چین ہوتا اور اتنا حسد کرتا ہوں؟ اس کا جواب افسوس کچھ نہ ملتا تھا۔

دفعتاً یہ خیال صورتِ القا دل میں پیدا ہوا کہ کیلینتھ میرے پیچھے پیچھے آرہی ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو واقعی وہ تھوڑے فاصلہ پر میری پشت پر چلی آرہی تھی۔ ٹھہرنے کی خواہش ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود میرے پاؤں خودبخود اس کی آمد کے انتظار میں رُک گئے۔ خیال آیا اس سے قصداً پرے رہنا بے تہذیبی کا نشان ہوگا۔ میں نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا اطمینان کی ہلکی بہت ہلکی جھلک اس پر تھی۔ جو شاید میرے نظری دھوکے کا نتیجہ ہو۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس طرح کی خفیف سی جھلک اس کے چہرہ پر ضرور تھی۔ اس کو دیکھتے ہی جوشِ رقابت کے سانپ نے جو اَب تک کُنڈلی مارے بیٹھا تھا پھر ایک بار میرے سینہ میں گردن اُٹھائی۔

"جوزف" اس نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کر کے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کوئی آس پاس ہے تو نہیں، جلدی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا "تم کس کام کے لئے شہر آئے تھے؟" احتیاط ہر چند معمولی تھی۔ تاہم اپنے اس وقت کے بگڑے ہوئے خیالات کی روشنی میں میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر اس وقت میری بجائے رچرڈ فرینکلن ہوتا تو یقیناً وہ اس کی ضرورت نہ سمجھتی۔ اسلئے کہ رچرڈ فرینکلن ایک مرد شریف تھا اور میں ایک ادنیٰ نوکر جس سے

اس کا ہاتھ ملاتے اور گفتگو کرتے دیکھا جانا مناسب اور مستحسن نہ تھا۔

"مسز رابنسن نے مجھے بعض کاموں کی سرانجام دہی کے لئے بھیجا تھا۔" میں نے ذرا سا ہاتھ پیش کرتے ہوئے سرد مہری سے کہا۔

"اور میں اپنے لئے کچھ سامان خریدنے آئی تھی۔" کیلنتھ نے جواب دیا۔ اور میں اس خیال سے پریشانی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اس نے میرے سلوک کی سرد مہری اور مصافحہ کے لئے ہاتھ پیش کرنے کے تامّل کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

"میرا خیال تھا تم اس وقت بچوں کو سیر کرانے جایا کرتی ہو۔" میں نے خشک لہجہ میں کہا۔

"یہ صحیح ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن جب مجھے کوئی سودا خریدنے جانا ہو، تو پھر ان کو ساتھ نہیں لاتی۔ کیونکہ مسز رابنسن کو اُن کے تھک جانے کا احتمال رہتا ہے۔"

"علاوہ بریں" میں نے اپنے لہجہ میں طنز شامل کر کے کہا۔ "تمہیں اس موقعہ پر راؤنڈ میں ایک اور ساتھی مل گیا تھا اس لئے لڑکیوں کو ساتھ لانے کی دردسری بے سود تھی۔"

"آہ۔ تو کیا تم نے ہمیں دیکھا تھا؟" کیلنتھ نے بدستور نرم لہجہ میں پوچھا۔ "بے شک راستہ میں مجھ کو مسٹر فرنیکلن مل گیا تھا اور اس نے از راہ عنایت مجھے اپنے بازو کا سہارا پیش کیا۔"

"جسے تم نے بخوشی قبول کر لیا۔" میں نے ایک اس طرح کے ترش لہجہ میں کہا جس کے لئے مجھے فوراً ہی اپنے دل میں شرمسار ہونا پڑا۔

"ہاں بے شک مجھے اس سے مل کر خوشی ہوئی۔" اس نے بدستور لہجہ پُر سکون میں جواب دیا۔ "کیونکہ بعض اوقات کسی خاتون کا تنہا بازاروں میں نکلنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"اور مجھے پوری امید ہے۔" میں نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ مسٹر فرنیکلن تمہارے لئے بڑا ملنسار ساتھی ثابت ہوا ہوگا۔"

"اس کی شرافت اور حُسنِ اخلاق کا حال ہر شخص کو معلوم ہے" کیلنتھ نے جواب دیا۔ "اور یہ بات تو غالباً تم کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ بڑا شکیل نوجوان ہے۔ کیوں جوزف کیا یہ صحیح نہیں ہے؟"

"ہوگا" میں نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "اور غالباً یہی باعث اس کے تمہاری نظروں میں شرفِ قبول پانے کا ہے۔"

"ہاں ہاں۔ بے شک ہے" کیلنتھ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور سچ پوچھو تو کیوں نہ ہو۔"

اس کی سرمئی آنکھوں کی تیز چمک کے آگے میری اپنی آنکھیں جھک گئیں اور میں چند منٹ تک ہونٹ چباتا چپ چاپ اس کے پہلو میں چلتا رہا۔ مگر اب جو میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے قدم نادانستہ ہم کو پھر اسی کچی سڑک کی طرف لے گئے تھے جہاں ایک مہینہ پیشتر میں نے لیڈی کیلنتھ کو اپنے حالِ دل سے آگاہ کیا تھا۔ میں نہیں جانتا وہ میرے پاؤں تھے جو لیڈی کیلنتھ کو اس طرف لانے کا ذریعہ بنے یا خود وہ اس معاملہ میں میری رہبر ثابت ہوئی۔ مگر صحیح وجہ کچھ ہو۔ امرِ واقعہ یہ تھا کہ پھر ایک بار ہم دونوں اسی درمیانی سڑک پر پہنچ چکے تھے جہاں کوئی شخص ہمیں دیکھنے یا ہماری گفتگو سننے والا موجود نہ تھا اور اب اس سڑک کے منظر نے دفعتاً ان واقعات کی یاد کو پھر ایک بار میرے ذہن میں تازہ کر دیا جو چار ہفتے پیشتر اسی جگہ پیش آئے تھے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں میں نے اپنی دلی کیفیات ظاہر کی تھیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں اس نے اپنی عظیم قربانیوں کا ذکر کیا تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہی وہ جگہ تھی جہاں میں نے اس کی دردناک گفتگو سے رنج اذیت پایا تھا اور اسی راہ میں وہ جگہ تھی جہاں وہ لوٹتے ہوئے پھول کی مانند میری آغوش میں گری تھی۔ اور میں نے اس کے زرد فام رخساروں پر آنسوؤں اور بوسوں کی مدد سے پھر ایک بار رکندنی رنگت پیدا کی تھی۔ خداوندا۔ کیا عورت کا تلوّن اس سے بدتر مثال پیش کر سکتا ہے جیسی اس وقت

میری نظروں کے سامنے تھی؟ ایک مہینہ پیشتر وہ مجھ پر مری جاتی تھی وہ میری خاطر تباہی، گدائی اور روسیاہی سب کچھ منظور کرتی تھی لیکن آج ... آج وہ ایک غیر مرد کی شرافت، حسنِ اخلاق اور حسنِ صورت کی تعریف کر کے اسی منہ سے بھولی بن کر پوچھتی تھی کہ کیا وہ ایسا نہیں ہے؟ لرزہ خیز تیزی کی لہر مجھے اپنے سر سے پاؤں تک گذرتی معلوم ہوئی۔ حسد اور غصہ کا دیو میری نظروں کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایبل کی تصویر فاصلہ کی دھند میں چھپتی اور زائل ہوتی معلوم ہوئی۔ اور میں نے اپنے جوشِ رقابت کو ضبط کرنے کے ناقابل ہو کر چلتے چلتے ٹھہر کر غم و غصہ کی دبی ہوئی گلوگرفتہ آواز سے کہا۔ "کیلینتھ کیا واقعی تم کو رچرڈ فرینکلن سے عشق ہے؟"

ایک نئی طرح کی رونق اس کے اداس چہرہ پر آ گئی۔ جو میرے خیال میں اسی رچرڈ فرینکلن کے ذکر کا نتیجہ تھی۔ جلدی سے پوچھنے لگی "کیوں۔ تم نے کیونکر سمجھا؟"

"میں نے کیونکر سمجھا؟" میں نے اسی کے لفظوں کو طنز سے دہراتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟"

"بالفرض ایسا ہو" کیلینتھ نے پُرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "تو اس میں کسی کا کیا ہرج؟ اور جو ایسا نہ ہو تو پھر کوئی کیوں کسی سے پوچھے؟" اس کا چہرہ اب بھی سرخ لیکن آواز غصہ اور جوش سے پاک تھی۔ فی الحقیقت اس کے مقابلہ میں میں اپنے بڑھتے ہوئے جوش کو دیکھ کر خود ہی شرمسار ہوا جاتا تھا۔

"سچ ہے" میں نے کہا "کیوں کوئی آپ سے پوچھے ... گو میرا اپنا خیال یہ تھا ..."

"بولو جوزف۔ ٹھہر کیوں گئے؟" اس نے تحریک کی۔ "تمہارا اپنا خیال کیا تھا؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے عجیب طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"میرا خیال یہ تھا" میں نے بڑھتے ہوئے جوش کی حالت میں اب تیز تر لہجہ میں تقریر کر کے کہا کہ ہمارے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے ان کی بنا پر میری ناچیز ہستی

آپ کے اعتماد کے بالکل ہی ناقابل نہ تھی...."

"لیکن فرض کرو جوزف مجھے تم سے کسی طرح کا مشورہ کرنا ہوتا" اس نے قطع کلام کرکے نرم لہجہ میں کہا۔ "تو یہ بتاؤ اس آخری ملاقات کے بعد جو اسی جگہ ہوئی تھی اور کونسا موقعہ ہمیں ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کا حاصل ہوا ہے؟"

"آہ۔ وہ ملاقات!" میں نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "بے شک اس کے بعد ہمیں کوئی موقعہ گفتگو کا نہیں ملا۔ تاہم اب جبکہ ملا ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ایک دوست ... ایک بھائی کی مانند سلوک کروگی۔"

"کیوں نہیں" کیلنتھ نے جواب دیا۔ "پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ تمہارے جی میں ہے۔" میں نے کہا۔

"کس بارے میں؟" اس نے دریافت کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ ایک ہلکی تھرتھراہٹ اس کے لہجہ میں پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی آنکھوں کی چمک تیز ہوئی۔ اور چہرہ کی سُرخی نے نمایاں صورت اختیار کرلی۔ "تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو' میں جواب دوں گی۔"

"میرا سوال وہی ہے جو میں نے پہلے تم سے پوچھا تھا یعنی کیا واقعی تم کو رچرڈ فریکلین سے عشق ہے؟" اور جواب کا انتظار کرتے ہوئے میرا دل بے اختیار زور سے دھک دھک کرنے لگا۔

"جوزف۔" اس نے شوخ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے سوال کا جواب اثبات یا نفی کی صورت میں دینے سے پیشتر میں ایک سوال اپنی طرف سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ بالفرض میں نے رچرڈ فریکلین کو سرد مہری سے نہ دیکھا ہو' بالفرض اس کے نیک ارادے میرے لئے باعثِ عزت ثابت ہوئے ہوں۔ بالفرض اپنی عجیب حالت کی وجہ سے میں اس کی درخواست شادی کا جواب صورتِ اثبات دینے پر مجبور رہی ہوں اور بالفرض انہی حالات کی مجبوری سے جن کا ذکر پہلے ہوا ہے میں نے اس کو دیکھتے ہوئے اپنے دل کو

یہ سمجھا کر کہ اس کے پردہ میں میں خود تم کو دیکھ رہی ہوں بدقت اپنی محبت کو تم سے اس پر منتقل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہو... میں کہتی ہوں اگر یہ سب باتیں فرض کرلی جاسکیں تو میں تم سے دریافت کرتی ہوں کہ ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں کیا تمہیں اس واقعہ پہ خوش ہونا چاہیئے یا نہیں؟"

"خوش!... مجھے اس واقعہ پہ خوش ہونا چاہیئے!" میں نے بڑھتے ہوئے غصہ اور جوش سے فرش زمین پر پیر مار کر کہا۔ اور اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ کیلنتھ اپنے گلعذار رخساروں کی سرخی، اپنی مست سیاہ آنکھوں کی چھپی ہوئی بجلیوں، اپنے بھونرا جیسے سیاہ بالوں کی خوشبو اور چمک اور ماتمی لباس کی واضح کی ہوئی سپید رنگت کی دلفریبیوں سے پہلے کی نسبت دہ چند خوبصورت نظر آتی ہے۔ تو میرے دماغ میں اس خیال سے جوش دیوانگی پیدا ہو گیا کہ یہ حسن کی تصویر، یہ پیکر رعنائی کسی دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے گی۔

"ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں" اس نے اس طرح کے پرسکون لہجہ میں جو میرے جوش جذبات سے بالکل غیر متاثر نظر آتا تھا پھر کہا "یقیناً تمہیں اس بات سے خوش ہونا چاہیئے کہ وہ جس کو تم اپنی بہن کہہ چکے ہو اس شادی کے ذریعہ سے دوبارہ ایک بار اپنی کھوئی ہوئی خوشی اور منزلت پاسکے گی۔ اس کے علاوہ کیا ان کیفیات کے بعد جو ایک مہینہ پیشتر تم نے مجھ پر ظاہر کی تھیں، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو ایکدوسرے سے جدا ہو جائیں..."

"کیلنتھ" میں نے ملامت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر جوش کے تھرائے ہوئے لہجہ میں کہا "کیا تم اتنی جلدی بھول گئی ہو کہ ایک مہینہ پیشتر اسی مقام پہ کھڑے ہو کر ہم نے اپنے بوسوں کو آنسوؤں سے آمیز کرکے اس بات کا عہد کیا تھا..."

"جوزف" اس نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آج تمہاری گفتگو اور اس گفتگو کا لہجہ اتنا عجیب ہے کہ میں نہیں جانتی کیا سوچوں اور اس کا کیا نتیجہ

اخذ کروں۔"

"اوہ! کیا تم اب تک نہیں سمجھ سکیں؟" میں نے بڑھتے ہوئے جوش کی حالت میں اس بات سے لاپروا ہو کر کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں اور کیا کہتا ہوں جواب دیا۔ "کیا تم اب تک نہیں سمجھی ہو کہ میں تمہارا کسی اور کی ہو کے رہنا کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کیوں۔ کیا عشق کرنا جرم ہے؟"

"بے شک کسی اور سے۔"

"لیکن کیا تم نے اسی جگہ کھڑے ہو کر نہیں کہا تھا کہ تم بھی کسی اور سے عشق کرتے ہو؟"

"آہ۔ بیشک! بیشک! میں نے کہا تھا... مگر اب... میں اپنے دل کا حال سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میرے خدا! میں سچ مچ نیم دیوانہ بن گیا ہوں۔ مگر کیلنتھ صاف صاف ایمانداری کے ساتھ جواب دو۔ کیا سچ مچ تم کو رچرڈ فرنیکلن سے عشق ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور ان کو زنبور آہنی کی گرفت سے پکڑتے ہوئے اذیت بخش حالت میں اس کی آنکھوں کی سیاہ گہرائیوں کو دیکھا۔

"بالفرض میں کہہ دوں ہاں؟"

"تو پھر میری دیوانگی میں کیا شک ہے؟"

"اور جو میں کہہ دوں نہیں؟"

"تو پھر اس دنیا میں میرے برابر خوش نصیب کون ہے؟"

"مگر جونف تم بتاؤ کیا تم کو مجھ سے عشق ہے؟"

"اتنا کہ میں بیان نہیں کر سکتا... اور اسی لئے میں تمہارا کسی سے ملنا برداشت نہیں کر سکتا۔"

"آہ خوشی!... آہ خوش نصیبی!" اس نے بے اختیار مجھ سے لپٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں جوزف۔ میں رچرڈ فرنیلین کو نہیں چاہتی۔ مجھے اس سے بالکل محبت نہیں ہے۔ میں تمہاری ہوں، میں تمہاری ہوں اور ہمیشہ تمہاری رہوں گی!"

میں نے اس کو سینہ سے لپٹا لیا۔ اور پھر ایک بار ہمارے بوسے آنسوؤں سے آمیز ہوئے۔ گو یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اب کی بار وہ آنسو ناقابلِ بیان راحت اور خوشی کے آنسو تھے۔ افسوس! اب اینبل کو میں بالکل بھول گیا یا نہیں۔ تاہم اس کی تصویر دھند میں لپٹی ہوئی افسردہ و غمناک اب بھی میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔ نیکی کے فرشتے کی مانند جو مجبوراً اس آدمی کا ساتھ چھوڑتا ہے جو اس کے حفاظتی اثرات کے باوجود ارتکاب گناہ سے باز نہیں رہ سکتا۔ اس کی دلکش تصویر یاد آئی اور غمگینی میں بھی دلکش، بتدریج نظروں سے ہٹ کر فاصلہ کے دھند میں چھپتی معلوم ہوئی۔ درد کی تیز ٹیس ایک ثانیہ کے لئے میرے سینہ میں اٹھی۔ مگر جب اس کے بعد وہ سینہ کیلنتھ کے سینہ سے لگ گیا۔ جب اس کا دباؤ دلکش اور راحت بخش معلوم ہوا۔ جب اس کا خوشبودار سانس میرے رخساروں سے اور مرطوب میٹھے ہونٹ میرے ہونٹوں سے لگ گئے۔ جب پہلی پُرجوش ہم آغوشی کی لذات حصہ میں آئیں تو میں اسے بھول گیا۔ میں اپنی اینبل کی پاک دعا کو بھول گیا۔ میں جرم گناہ کی یاد کو، میں اس دنیا اور مافیہا کو بھول گیا۔

"کیلنتھ۔ پیاری کیلنتھ!" اس کے بعد جب میں اپنا بازو اس کی نازک کمر میں ڈالے آہستہ آہستہ اس کے پہلو میں چل رہا تھا۔ جب اس کی جھکی ہوئی گردن میرے شانہ سے لگی تھی اور اُبھرے ہوئے جوبن میرے پہلو سے مَس کرتے تھے۔ "کیلنتھ!" میں نے کہا۔ "سچ بتا۔ کیا تو نے رچرڈ فرنیکلن کی محض اس لئے حوصلہ افزائی کی تھی کہ مجھے حسد ہو؟ آہ! تیرے رخساروں کی لالی اس خیال کی تصدیق کرتی ہے کہ جو میں نے کہا ٹھیک ہے۔"

"پیارے... پیارے جوزف!" اس نے قند سے میٹھی، شہد سے شیریں آواز میں کہنا

شروع کیا: "تم سے میری وہ ہمہ گیر، ہمہ سوز، عالم آشوب محبت ہے جو مایوسیوں سے بجھنا، ناکامیوں سے مٹنا اور رکاوٹوں سے ٹوٹنا نہیں جانتی۔ اپنی اس پُرجوش محبت کی طاقت کا صحیح اندازہ کرکے میں اچھی طرح جان گئی تھی کہ اس کے مقابلہ میں کوئی محبت، اس سے دس ہزار گنا طاقت رکھنے والی محبت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور میرا اپنا جذبِ عشق وہ جذبۂ پُرجوش و پُرخروش جس کا ثانی کبھی کسی عورت کے دل میں مرد کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں۔ جلدی یا دیر میں ضرور رنگ لائے گا یعنی اگر دل کو دل سے راہ ہے تو میرے سینہ کے جوش کا تمہارے سینہ میں پہنچنا قدرتی اور لازمی امر تھا۔ آہ! جوزف سچ جانو، میں تمہارے جذبات کو تم سے بہتر سمجھ سکتی تھی اسلئے جب ایک مہینہ پیشتر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو میں بالکل ہی مایوس نہ تھی۔ وہ بوسے جو تم نے دیئے اور وہ آنسو جو اس وقت بہے تھے میرے لئے غیب کی سرسراتی ہوئی آوازوں کا درجہ رکھتے تھے۔ جن میں ہمت واستقلال اور حوصلہ افزائی کا پیغام چھپا ہوا تھا۔ جوزف میری وہ پُرجوش محبت ہے جو کبھی کسی عورت نے نہیں کی۔ اور اب جب تم نے ہاں کہہ دی ہے تو ایک رچرڈ فرنیکلن کیا، ساری دنیا میری نظروں میں ہیچ ہے۔"

کیلنتھ کی میٹھی آواز، اس آواز کا محبت آمیز لہجہ اور اس لہجہ میں بیان کی ہوئی داستانِ عشق میری نظروں میں ایک نیا بابِ ہستی کھولنے والی تھی۔ آخر میں بھی آدم زاد تھا اور ایسا آدمی کون ہے جس کی سرشت میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں نہ ہوں۔ ایک ایسی عالیشان خاتون کا جیسی ارل آف مینڈیول کی دختر تھی مجھ ایسے مردِ حقیر سے اظہارِ عشق کرنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کا ہر طرح کی قربانیوں پر آمادہ ہونا اور مقابلہ میں راحت و منزلت کے ہاتھ آئے موقعہ کو اس آسانی کے ساتھ چھوڑنا۔ ساری باتوں نے اس کے حُسنِ دل افروز اور جمالِ عالم سوز سے مل کر جس طرح کی خیرگی میری نظروں میں پیدا کی، اس کا اندازہ بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ پس اگر اب بھی کچھ افسوس بھولی ہوئی ایتھل کی یاد

نے دل میں پیدا ہوا تو لیڈی کیلینتھ کے قرب اور اس کی محبت نے فوراً اس کو زائل کر دیا۔

"پیارے جوزف" اس نے کہا: "میں آئندہ کبھی تم کو مسٹر فرنیکلن کی وجہ سے ناراض نہ ہونے دوں گی۔ میں اب تمہاری ہو چکی اس لئے میری نذرِ محبت ہمیشہ تمہیں کو پیش ہوتی رہے گی۔"

پھر ایک مرتبہ بغل گیر ہو کر ہم جدا ہوئے۔ مگر اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ اودل ولا کے نوکروں اور مالکن کے دل میں کسی طرح کا شبہ پیدا نہ کرنے کے خیال سے جہاں تک ممکن ہو اپنے جوش کو دبائیں اور محتاط رہیں۔ اس کے بعد کیلینتھ آگے آگے رخصت ہوئی۔ موڑ کے پاس پہنچ کر صرف ایک ثانیہ کے لئے وہ رومال ہلانے کو ٹھہری۔ اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور میں پھر ایک بار اپنے خیالات کے ساتھ اس سڑک پر تنہا رہ گیا۔ میری حالت اس آدمی کی حالت سے ملتی تھی جو ایک دوبارہ بہت سی شراب پینے کے بعد ہوش میں آکر اس فعلِ بد کے نتیجہ سے بالکل لاپروا ہو جاتا ہے۔ اپنی موجودہ بدلی ہوئی حالت میں انیبل کا خیال میرے لئے سوہانِ روح ضرور تھا۔ اس کی محبت، پاکبازی اور اعتماد کو سوچ کر، اور اس کی بھولی صورت کو یاد کر کے بے اختیار جی چاہتا تھا اپنی اس شرمناک حرکت، اس ایمان فروشی اور ریاکاری پر سینہ چیر کے رکھ دوں۔ لیکن نہیں... میں نے قصداً اس کو نظرانداز کرنے، اس کی تصویر کو خانۂ دل سے نکالنے کی کوشش کی اور اپنے شرمناک طرزِ عمل کی روشنی میں اس کی یاد تک کو دل سے بھلا دیا۔ اس بدمست شرابی کی طرح جس کی مثال اوپر دی جا چکی ہے میں نے نتائج و عواقب سے یکسر لاپروائی اختیار کی۔ اور اس آدمی کی طرح جو اپنی روح کو شیطان کے حوالہ کر کے بے دریغ جرم اور گناہ کا دور شروع کرتا ہے، اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو۔ اب اس دورِ راحت کو جاری رکھنا چاہیئے۔ آج کے مزے آج۔ کل کا حال خدا جانے۔

قریباً بیس منٹ اور اس جگہ ٹھہرنے کے بعد میں نے انیبل کی تصویر کو جہاں تک ممکن تھا خانۂ دل سے نکال کے پرے ہٹا دیا۔ اور اپنی چشمِ تصوّر کو کیلینتھ کے حُسن و دلفریبی اور اس کے محبّت اور پیار کے لفظوں پر جمائے ہوئے اس جگہ سے رخصت ہوا۔ دن کا باقی حصہ اس طرح کی حالت میں گذرا، گویا میں نشے سے سرشار اور میرا دماغ پُر وحشت خیالات کا مرکز تھا۔ دوسرے نوکر مجھے غیر معمولی طور پر خوش و خرّم دیکھ کر متعجّب ضرور ہوئے مگر کسی نے بھی کوئی سوال نہ پوچھا۔ اُس رات مسٹر فرنیکلن حسب معمول کیلینتھ سے ملنے کے لئے آیا لیکن وہ دردِ سر کا بہانہ کر کے اپنے ہی کمرہ میں رہی۔ دوسری رات وہ پھر آیا۔ اس روز کیلینتھ حسب معمول گول کمرہ میں گئی لیکن جب میں نے بہانہ سے اس جگہ جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مسز رابنسن کے پاس صوفے پر بیٹھی تھی اور رچرڈ فرنیکلن اضطراب اور بے چینی کی تصویر بنا ہوا علیحدہ مقام پر بیٹھا ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ تیسری رات کو وہ پھر آیا اور اس روز بھی میں نے دیکھا کہ کیلینتھ کا سلوک اس سے انتہائی سرد مہری کا تھا جس سے صاف پایا گیا کہ اب وہ اس کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہے۔ چوتھے دن وہ خلاف معمول دوپہر کے وقت آیا اور قریباً ایک گھنٹہ مسز رابنسن کے پاس گول کمرہ میں رہا۔ اس کے بعد کیلینتھ کو اس کمرہ سے جہاں وہ لڑکیوں کو تعلیم دیا کرتی تھی طلب کیا گیا۔ اور مسز رابنسن اس کو مسٹر فرنیکلن کے پاس چھوڑ کر چلی گئی اس کے پاؤ گھنٹہ بعد وہ بُرا سا منہ بنائے گھر سے رخصت ہوتا دیکھا گیا اور میں جو اندرونی حالات سے واقف تھا گو بڑی آسانی سے سمجھ گیا کہ معاملہ کی تہ میں کیا بات ہے تاہم مزید تصدیق اس رات کیلینتھ کے اس رقعہ سے ہو گئی جو اس نے موقعہ پا کر چپکے سے میرے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ میں نے علیحدہ میں جا کر اسے پڑھا تو لکھا تھا کہ رچرڈ فرنیکلن مسز رابنسن سے یہ کہنے کے لئے آیا تھا کہ آپ کی اجازت سے میں مس پامر سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اس نے مجھ کو طلب کر کے مسٹر فرنیکلن کے پاس چھوڑ دیا۔ اور میں نے اس

عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر فرنیکلن کی درخواست نامنظور کر دی۔ قدرتی طور پر اس واقعہ نے کیلنتھ کی زنجیر الفت کو اور بھی مضبوطی سے میرے گلے میں باندھ دیا۔ اور میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ سرگرمی سے اس احساس تاسف کو جو انیبل کی یاد سے پیدا ہوتا تھا، دبانے کی کوشش کرنے لگا۔

---

# باب ۳۹

## عشق کی آندھی اور انجام

معلوم ہوتا ہے ان ایام میں نیکی کے فرشتہ نے میری دستگیری بالکل ہی ترک کر دی تھی کیونکہ رفتہ رفتہ ایسا سماں بندھا کہ کیلنتھ کے عشق کا وہ بندھن جو میرے گلے میں پڑ چکا تھا، کمزور ہونے کی بجائے زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ جس روز رچرڈ فرنیکلن نے کیلنتھ سے شادی کی درخواست کر کے کورا جواب پایا تھا اس سے اگلے روز مسز رابنسن کے نام اس کے لندنی وکیل کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی جس میں اس کے آنجہانی شوہر کے مالی معاملات کے سلسلہ میں لندن میں اس کی حاضری اشد ضروری بیان کی گئی تھی۔ مسز رابنسن کی طبیعت میں جیسا پیشتر بیان کیا جا چکا ہے، کاہلی کی عادت اتنا گھر کر چکی تھی کہ وہ ہر طرح کی نقل و حرکت سے گھبراتی تھی۔ اس کے علاوہ اب چونکہ سردیوں کا موسم تھا اور بڑے دن سر پر آ رہے تھے اس لئے وہ سفر کی صعوبتوں سے اور بھی گھبراتی تھی۔ تاہم اس کے وکیل کا پیغام چونکہ ضروری تھا اور لندن میں اس کی حاضری امر لازم۔ اس لئے اس کو جزیرہ وائٹ کے پُر آسائش مکان سے مجبوراً رخصت ہونا پڑا۔ اپنی غیر حاضری کے دنوں میں اس نے دونوں لڑکیوں کو اس خیال سے پیچھے

چھوڑا کہ ان کو ساتھ لئے پھرنا اور زیادہ باعث تکلیف ہوگا۔ اس کے علاوہ چونکہ اسے مس پامر کی طاقت نگہداشت اور دوراندیشی پر پورا اعتماد تھا اس لئے اس نے لڑکیوں کو ساتھ لینا دردسری سمجھا۔ البتہ وہ اپنی خادمہ کو ساتھ لیتی گئی۔ چنانچہ خط کی وصولی کے دوسرے دن وہ دونوں رخصت ہوگئیں۔

جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے مالکن اور خادمہ دونوں کی عدم موجودگی میں میرے کیلینتھ سے ملنے کے موقعوں نے روزافزوں ترقی کی۔ اب بمشکل کوئی دن ایسا گذرتا تھا کہ ہم خفیہ طور پر ایک دوسرے سے نہ ملتے ہوں۔ جو چند نوکر باقی تھے ان کے دلوں میں شبہہ پیدا ہونے سے روکنا چونکہ سہل تھا اس لئے ہم خوب ہی کھل کھیلے۔ میری ان دلوں کی حالت سچ مچ اس شرابی کی حالت سے ملتی تھی جو چند ایک مرتبہ توبہ کرنے کے بعد پوری طرح دخت رز کا شیدائی غلام بن گیا ہو۔ فرق اگر کچھ تھا تو یہ کہ میری حالت میں دخت رز کی جگہ لارڈ مینڈیول کی دختر تھی۔ اس آدمی کی مانند جو ایک قدم غلط اُٹھ جانے کے بعد پوری طرح نتیجہ سے لاپروا ہوکر اندھا دھند اس راہ پر چلتا جاتا ہے جس کی نسبت اس کو معلوم ہے کہ وہ تباہی اور بربادی کی منزل پر ختم ہوگی۔ میں نے ایک بار کیلینتھ کے دام حسن میں اُلجھ کر عاقبت کا خیال بالکل دل سے نکال دیا۔ یا دوسرے لفظوں میں کسی مرد طوفان نوش کی مانند ایک دفعہ کیلینتھ کے جام حسن سے جرعہ کش ہونے کے بعد نتیجہ اور انجام کی پرواکرنی چھوڑ دی۔ دن میں کئی کئی بار ہم مسز رابنسن کے گول کمرہ میں ملتے۔ ایک ملاقات سے دوسری کی خواہش پیدا ہوتی۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ہم نے راتوں کو بھی موقعے نکالنے شروع کردیئے۔ گو اتنا اب بھی تھا کہ ہم دونوں محتاط تھے۔ اور اپنے کسی فعل یا حرکت سے کسی کے دل میں شبہہ پیدا نہ ہونے دیتے تھے۔ مگر جب اس کے بعد حالات نے ایسی صورت اختیار کی کہ مسز رابنسن کو ایک مہینہ کے قریب لندن رہنا پڑ گیا۔ اور اس کی طرف سے کیلینتھ کے نام

(مس پامر کے فرضی نام سے) اس مضمون کی چٹھیاں آئیں کہ میں حالات کی مجبوری سے کچھ دن اور یہیں ٹھہروں گی۔ کیونکہ مجھ سے بار بار سفر کی زحمت برداشت نہیں ہو سکتی اور اب میں اس کام کو ختم کر کے ہی آؤں گی۔ تو متواتر چار ہفتوں کا میل آخر رنگ لائے بغیر نہ رہ سکا۔ کیلنتھ کی طبیعت پُر جوش تھی اور اس کی محبت ہمہ سوز۔ آگ اور گھی کے میل سے آخر وہی نتیجہ نکلا جو نکلنا چاہیئے تھا۔ یعنی (گو لکھتے ہوئے شرم آتی ہے) یہ خفیہ ملاقاتیں گناہ آلود ہو گئیں۔

قریباً چھ ہفتوں کے بعد مسز رابسن لپنے معاملات کا تصفیہ کر کے واپس آ گئی اور پھر ایک بار ہم کو از سرِ نو محتاط بننا پڑا۔ فی الحقیقت اس کی آمد کے بعد ہماری زندگی کی رفتار اسی پہلی راہ پر آ گئی۔ یعنی آنکھ سے آنکھ ملانا یا ایکدوسرے سے رقعے تبدیل کرنا بس اتنا ہی تھا جو ہم کر سکتے تھے۔ اور اب جام معصیت کی تلچھٹ تک پہنچ جانے کے بعد رفتہ رفتہ میری بھی آنکھیں کھلنی شروع ہوئیں۔ اور کھوئے ہوئے حواس پھر راہ پر آنے لگے۔ روز بروز، ساعت بساعت میرا وہ اگلا جوش کم ہونا شروع ہوا۔ اور دماغ میں کیلنتھ کی جگہ انیبل کی تصویر از سرِ نو ظاہر ہونے لگی۔ اب راتوں کو میں واقعاتِ حال کو یاد کر کے خون کے آنسو روتا اور خدا سے رحم و درگذر کی دعائیں کیا کرتا تھا۔ میں انیبل کی تصویر کو چشمِ تصور سے دیکھ کر دست بدعا ہوتا تھا کہ وہ پھر ایک بار مجھ کو نظرِ تبسم سے دیکھ کر میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ یہ میرا سچا پچھتاپ تھا اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ کبھی کسی عابد شب بیدار نے تازیانہ پُر خار سے اپنے جسم کو اتنی اذیت نہ دی ہو گی، جتنی ان ملامتوں کے ذریعہ سے میں نے اپنی روح کو دی۔ اس ذریعہ سے رفتہ رفتہ میرے جی کو سکون حاصل ہونا شروع ہوا۔ اور یہ بھی مجھ کو محسوس ہونے لگا کہ اپنے آپ کو کیلنتھ کے آغوشِ محبت میں ڈالنے اور انیبل سے غالباً نہ بے وفائی کرنے میں جو حماقت اور کورنفسی مجھ سے ہو گئی ہے اس کی تلافی اِن ہی طریقوں پر ممکن ہے

اس کے ساتھ ہی ساتھ میں نے اپنے دل میں کیلنتھ کی خصلت کا مقابلہ اس پری وش حسینہ کی پاک محبت سے کرنا شروع کیا جس کی تصویر کو میں ایک زمانہ میں خضر راہ تصور کرتا اور اپنا محافظ فرشتہ سمجھتا تھا۔ اور بہت جلد مجھ کو اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ جو نسبت جھوٹ کو سچ سے، صنعت کو قدرت سے یا دیئے کی روشنی کو نورِ آفتاب سے ہو سکتی ہے وہی حسن وجمال کے ان دو مظاہر کو ایک دوسرے سے ہے فی الحقیقت میں یہ سوچ کر حیران ہونے لگا کہ کیونکر میں اس جوشِ باطل، ہوسِ کاذب اور خواہشِ بے اصل کا شکار ہوا جس کا سحر مجھ پر ڈالا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ میں یہ سمجھنے کے قابل ہو گیا کہ انیبل کا عشقِ حقیقی در اصل کسی زمانہ میں بھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا حتیٰ کہ پرجمال کیلنتھ کی مست آنکھوں اور اس کے حسنِ پرنور کی دلفریبیوں کے سایہ میں رہتے ہوئے بھی انیبل کا تصور ہر لحظہ میرے سینہ میں موجود تھا۔ اس وقت بار اول میں یہ سمجھنے کے قابل ہوا کہ عشق کی دو صورتوں میں سے سطحی اور پُرخروش کون سی ہے اور دیرپا اور صادق کونسی۔ کہنے والے جوش حیوانی کو بھی عشق کہتے ہیں۔ مگر اس میں اور عشق صادق میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ کیونکہ ایک کا تعلق طبعِ انسانی کے جذبۂ اسفل، اس کی باطنی مکروریوں اور برائیوں سے ہے مگر دوسرے کا ان نزہت ریز امنگوں اور پاک ترین ولولوں سے، جو آدم کے باغ عدن سے نکالے جانے کے وقت کرم ایزدی سے رعایتِ خاص کے طور پر اس کے سینہ میں باقی رہنے دیئے گئے تھے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد میں نے اب پہلی بار سمجھا کہ انیبل کا عاشق صادق ہوتا ہوا بھی کیوں میں کیلنتھ کے مدّاحوں کا حاسد بنا اور کس لئے اس مجنونانہ محبت کا شکار رہا جو اسے مجھ سے تھی۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ ہوس کے اندھے جذبات، انسان کو ایک نہایت ناکارہ چیز کے حصول پر بھی اکسا اور آمادہ کر سکتے ہیں۔ گو خدا شاہد ہے کہ میں یہ آخری فقرہ کیلنتھ کے بارے میں نہیں کہتا کیونکہ محبت کے جوشِ تیز کی دیوانگی کے باوجود اس میں طبعی فیاضی کے کئی اعلیٰ جوہر موجود

تھے۔ بہر حال میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ عشق کاذب کے اسفل جذبات ہر ایسی عورت کے لئے پیدا ہو سکتے ہیں جو حسین، قمر طلعت اور ناک نقشہ سے صحیح ہو۔ ان کا تعلق اوصاف ذہنی سے بہت زیادہ ساق سیمیں، شانہ بلوریں یا دہن شیریں کے ظاہری محاسن سے ہوتا ہے۔ حالانکہ عشق صادق کا روحانی جذبہ اینبل کی ایسی نیک و پاک ہستیوں کے لئے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

لیکن ہر چند ان ایام میں ایک عظیم تبدیلی میرے مزاج میں پیدا ہو رہی تھی۔ اور دیوانگی کا جوش رفتہ رفتہ احساس تاسف میں تبدیل ہونے لگا تھا۔ ہر چند میرا دل ایک بھیانک اور عظیم آزمائش سے گذرنے کے بعد آہستہ آہستہ اُن کثافتوں سے پاک ہونے لگا تھا جو اس کے عمل کی راہ میں حائل تھیں۔ تاہم میں نے کسی طرح اپنے کسی فعل، یا نگاہ کے ذریعہ سے کیلینتھ کو یہ معلوم کرنے کا موقعہ نہیں دیا کہ میری طرف سے اس کی محبت میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ایمان کی پوچھئے تو میں اس خاتون کے دل کو جس کی واحد خطا مجھ سے اندھا دھند اور بے پایاں محبت کرنا تھی اپنے کسی فعل نازیبا سے مجروح کرنا انتہائی کمینگی اور غایت درجہ کی بزدلی پر محمول کرتا تھا۔ پس اب بھی جب کبھی ہم ایک دوسرے سے علیحدگی یا تنہائی میں ملتے اور اس بات کا یقین ہوتا، کہ کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں ہے تو ہر چند نگاہ کے تبادلہ یا اشارہ کے ذریعہ سے اظہار محبت ہو جاتا۔ تاہم اپنے دل میں میں ہر وقت اس سوال پر غور کرتا رہتا تھا کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے میں رفتہ رفتہ اپنے آپ کو اس کے اثرات سے نکال کر علیحدگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں؟ کئی ترکیبیں میں نے سوچیں لیکن ان میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص ضرور دکھائی دیتا تھا۔ آخر بہت کچھ غور و فکر کرنے کے بعد ایک طریقہ نظر آیا جو سب سے موزوں اور سہل تھا۔ یعنی میں نے اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی روز میں کوئی ایسی حرکت کروں گا جس سے

ممکن ناراض ہو کر مجھے نوکری سے برطرف کر دے۔ اس کے بعد ایک بار کیلینتھ سے جدا ہونے میں کامیابی حاصل کر کے میں کوئی نہ کوئی ایسی ترکیب پیدا کر لوں گا کہ نہ اسے میرا آئندہ پتہ معلوم ہو، نہ وہ مجھ کو پلانے میں کامیابی حاصل کر سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں کوئی ایسا فعل بھی نہ کرنا چاہتا تھا جس سے میری سیرت کی نیکی یا ایمانداری پر حرف آئے تاہم میں نے کوشش شروع کی۔ چنانچہ اب میں گاہ بہ گاہ قصداً اور ارادتاً ایسی باتیں کرتا، جو مسز رابنسن کو ناراض کرنے کا موجب ثابت ہو سکتیں۔ لیکن وہ چونکہ بڑی کاہل الوجود مرنجاں مرنج طبیعت کی عورت تھی اس لئے میرے سہو سے واقف ہو کر بھی خفا نہ ہوتی تھی فی الحقیقت وہ تلخ گوئی کو بھی ایک اس طرح کی زحمت سمجھتی تھی جس سے جہاں تک ممکن ہو اس کو بچنا ہی منظور تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ ان سب خطاؤں کو جو مالکوں اور گھر والیوں کو زجر و توبیخ پر آمادہ کرتی ہیں قصداً نظر انداز کر دیتی تھی اور کبھی کسی نوکر سے سخت گوئی نہ کرتی تھی۔ اس کی یہ خوشخصالی جو عام حالات میں میرے لئے باعث مسرت ہوتی صورت موجودہ میں موجب تکلیف ثابت ہونے لگی۔ کیونکہ وہ واحد ترکیب جو میں نے کیلینتھ سے علیحدگی کی صورت پیدا کرنے کے لئے سوچی تھی، ناکام رہی۔ بس پھر ایک بار میں نے کوئی اور ترکیب حصول مدعا کی سوچنی شروع کی اور ان ہی فکروں کی الجھن میں پھنسا ہوا تھا کہ ناگاہ پردۂ غیب سے ایک ایسا واقعہ ظہور میں آیا جس نے خود بخود میری اس پریشانی کا خاتمہ کر دیا۔ یعنی وہ جدائی جس کی مجھے اتنی زبردست آرزو تھی، ایک ایسے طریقہ پر عمل میں آگئی جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ کیلینتھ جو مسز رابنسن کی طرف سے ہر طرح کا سودا سلف خریدنے شہر جایا کرتی تھی، کچھ چیزیں مول لینے قبل دوپہر کو رخصت ہوئی۔ لیکن بڑی دیر تک واپس نہ آئی۔ اس طرح کئی گھنٹے گذر گئے حتیٰ کہ جب مسز رابنسن کی طاقت صبر جواب

دینے لگی۔ تو اس نے اپنے کمرہ کی گھنٹی بجا کر نوکروں سے دریافت کیا کہ کیا مس پامر واپس آگئی اور جب اس کا جواب نفی میں دیا گیا تو وہ سخت بے چین ہونے لگی۔ لیکن میں سہ پہر کے چار بج گئے۔ اور وہ اس وقت تک بھی واپس نہ آئی۔ چار بجے کے تھوڑی دیر بعد کسی نے باہر کا دروازہ کھٹ کھٹایا۔ اور جب میں آواز سُن کر گیا تو دیکھا ایک آدمی جو شکل و صورت سے کسی ہوٹل کا ویٹر معلوم ہوتا تھا دروازہ پر کھڑا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر دبے ہوئے مگر تیز لہجہ میں کہنے لگا "کیا تمہارا نام جوزف وِلمٹ ہے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک عجیب طرح کا اضطراب میرے دل کو ہونے لگا۔ کیونکہ فوراً خیال آیا کہ ضرور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہے۔

"میں یہ کہنے کے لئے آیا ہوں" اس نے سابق کی طرح دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "کہ جس قدر جلد ممکن ہو تم گرینڈ ہوٹل میں پہنچ جاؤ۔ باقی حال اس رقعہ میں لکھا ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک چھوٹا سا تہ کیا ہوا رقعہ میرے ہاتھ میں دے دیا اور رخصت ہو گیا۔

پہلے میرے جی میں آیا کہ دوڑ کر اس کے پیچھے جاؤں اور دریافت کروں کہ معاملہ کیا ہے لیکن پھر اس خیال سے رہ گیا کہ ممکن ہے پوری تفصیل اسی خط کے اندر درج ہو چنانچہ اپنے کمرہ کی علیحدگی میں میں نے جلدی سے اس رقعہ کو کھولا۔ اور اس کا مضمون دھڑکتے ہوئے دل سے پڑھنا شروع کیا۔ یہ عبارت اس میں درج تھی۔

پیارے جوزف

میرے باپ اور ایک بھائی نے مجھے پکڑ کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے مجھے سب حال بیان کرنے پر مجبور کر دیا ہے بجز اس واقعہ... جسے تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔ میں نے ان کے روبرو ظاہر نہیں کیا۔ اور اب بمنت تم سے کہتی ہوں، کہ جس طرح ممکن ہو میری عزت بچاؤ۔ لیکن نہیں میں خود ہی اس بات کا پورا یقین رکھتی ہوں،

کہ تم کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالو گے جو میری عزت و ناموس پر حرف لانے والی ہو۔ وہ لوگ ضرور تم کو دھمکائیں گے اور رعب ڈالنے کی کوشش کریں گے لیکن تم خدا کیلئے وہ بات نہ کہنا جو مجھے عمر بھر کیلئے بدنام اور تباہ کرنے والی ہو۔ بڑی مشکل سے دردِ سر کا بہانہ کر کے میں نے ایک علیٰحدہ کمرہ میں یہ چند سطریں لکھنے کا موقعہ تلاش کیا ہے اور ایک نیکدل خادمہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس رقعہ کو ہوٹل کے اسی نوکر کے ہاتھ بھجوا دے گی جسے تم کو بلانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ پھر کہتی ہوں کہ مسز رابنسن کو اس واقعہ کی بالکل خبر نہ ہو۔

ہمیشہ تم کو چاہنے والی بدنصیب
کیتھلینہ

خط کے انداز تحریر اور حرفوں کی ساخت سے یہ معلوم کرنا سہل تھا کہ اس خاتون نے کسی قدر جوش اور اضطراب کی حالت میں اسے لکھا ہے۔ شروع میں میں بھی اس مضمون کو پڑھ کر گھبرا گیا تھا لیکن جب اچھی طرح غور کیا تو خیال آیا کہ ممکن ہے یہ سب کسی بہتری کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ یعنی اس ذریعہ سے وہ علیٰحدگی جس کی میں ایک عرصہ سے تمنا کر رہا تھا عمل میں آجائے۔ اور اس کے ساتھ ہی کیتھلینہ بھی پھر ایک بار اس غریبی اور مصیبت کی زندگی کو چھوڑ کر اپنے گھر کی آسائش حاصل کرے۔ رہ گیا اس سوا قعہ کا اظہار جو اس کی نسوانی کمزوری ثابت کرنے والا تھا تو میں کسی حال میں ایسی کمینہ حرکت کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ فی الحقیقت میں ایسا کرنے کے نااہل تھا۔ اس بدنصیب خاتون کے برخلاف کوئی ایسی بات کہنے کے عوض جو اس کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ ثابت ہو، میں ہر طرح کا جھوٹ بولنے کے لئے آمادہ و تیار تھا کیونکہ جو مصیبتیں اس نے میرے لئے جھیلیں اور جو عظیم قربانیاں میری محبت کے لئے کیں، میں نہ ان کو بھولا اور نہ بھول سکتا تھا۔ اور اب اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ گھر سے رخصت ہونے کا کیا بہانہ

تلاش کیا جائے۔ کہ دفعتاً بیٹھک کی گھنٹی بجی اور میں اس کی آواز سن کر اندر گیا۔

"جوزف مسز رابنسن نے کہنا شروع کیا: "مجھے مس پامر کے اس وقت تک نہ آنے سے بہت بے چینی ہو رہی ہے۔ اب ساڑھے چار کا عمل ہے اور اسے گھر سے رخصت ہوئے پانچ چھ گھنٹے ہو چکے۔ اس نے کبھی اتنی دیر نہ کی تھی۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ ضرور کوئی حادثہ اس کو پیش آیا ہو گا۔ میں اس کی عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ بہت شریف، اور نیک لڑکی ہے اور ناممکن ہے کہ اپنی مرضی سے بے وجہ اتنی دیر ٹھہری ہو۔ اس لئے تم شہر جا کے اس کے بارے میں دریافت حال کرو۔۔۔ یا ٹھہرو میں یہ بھی تم کو بتا دیتی ہوں کہ اسے کن کن دکانوں پر سودا لینے جانا تھا۔"

مسز رابنسن نے تین چار دکانوں کے نام گنوا دئے جس کے بعد میں رخصت ہوا۔ کئی طرح کے پریشان کن خیالات میرے سینہ میں پیدا ہو رہے تھے اور میں ان سے بچنے کے لئے قصداً تیز رفتار سے چلتا تھا تو بھی ذہنی اضطراب رفع ہونے میں نہ آتا تھا۔ اس میں شک نہیں میرے دل کو اس خیال سے خوشی ہونی چاہئے تھی کہ کیلنتھ سے علیحدگی کے وہ اسباب جن کی مجھے تلاش تھی خود بخود پیدا ہو رہے ہیں۔ تاہم اس کے ساتھ میں ڈرتا تھا کہ اس کے باپ اور بھائی کے سامنے جا کر جن کو میرے برخلاف سخت ہی غم و غصہ ہو گا۔ میں کیا جواب دے سکوں گا۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا میں نے ہمت قائم رکھنے کی کوشش کی اور اس بات کا عہد کر لیا کہ خواہ کچھ ہو کیلنتھ کی عزت پر حرف نہ آنے دوں گا۔ کوٹھی سے شہر کا فاصلہ قریباً آدھ میل تھا۔ جو میں نے چند منٹ کے عرصہ میں طے کر لیا۔ وہاں سے ہوٹل بالکل قریب تھا۔ اور میں جب اس جگہ پہنچا تو وہی نوکر جو اوڈل ولا میں رقعہ لے کر آیا تھا ملا اور مجھے اندر لے گیا۔

ہوٹل کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے میرا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا نوکر نے اوپر کی منزل پر پہنچ کر دروازہ کھولا اور میں ایک فراخ کمرہ میں داخل ہوا۔

اندر قدم رکھتے ہی میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کیلنتھ بھی اس جگہ موجود ہے یا نہیں، ایک تیز گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ مجھے اس کی موجودگی کی بہت کم امید تھی۔ اور واقعی جب میں نے دیکھا تو وہ اس جگہ کہیں نظر نہ آئی۔ اتنے میں میرے پس پشت دروازہ بند ہو چکا تھا۔ بہر حال اس کی خاطر جس کی عزت و حرمت اب میرے ہاتھ میں تھی، میں نے اپنی ہمت استوار رکھنے کی کوشش شروع کی۔ اور اس طریقہ پر یہاں تک استقلال پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ مجھے خود اپنی حالت پر حیرت ہوتی تھی۔ میری نظروں کے سامنے اس کا باپ اور بھائی، دونوں موجود تھے۔ لارڈ میڈیول ایک سن رسیدہ امیر جس کی قامت دراز اور سیدھی، بدن فربہ اور چہرہ کی رنگت گو سرخ تھی تاہم اس پر فکر و تشویش کے آثار نظر آتے تھے۔ اور بشرہ سے غرور و تکبر کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کے بیٹے کی عمر کیلنتھ سے قریباً دو سال بڑی تھی اور خط و خال دونوں کے مشابہ تھے۔ یعنی بال اور آنکھیں سیاہ بدن چھریرا، اعضا کی ساخت موزوں، اور چہرہ قدیم یونانی طرز کا۔ باپ کے چہرہ میں سختی سے زیادہ مصیبت کے آثار پائے جاتے تھے۔ لیکن بیٹے کے چہرے پر اس کے برعکس احساس مصیبت سے بہت زیادہ سختی موجود تھی۔ اس میں شک نہیں وہ اپنے دل میں سخت غم و غصہ لئے ہوئے تھا۔ تاہم یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا کہ غرور و تکبر کا احساس غصہ کے جوش سے مل کر اسے اپنے غم کے اظہار سے بڑی حد تک روکے ہوئے ہے۔ میرے کمرہ میں داخل ہوتے ہی دونوں نے گہری سنجیدگی سے میری طرف دیکھا اور اس وقت مجھے وہ نظارہ یاد آیا۔ جو کچھ عرصہ پہلے چلٹنہم میں پیش آیا تھا۔ بظاہر دونوں واقعات ایک دوسرے سے ملتے تھے تاہم ان کی تہ میں ایک بھاری اختلاف موجود تھا یعنی چلٹنہم کے نامعلوم نواب کے مکان پر میں ایک بے خطا ملزم تھا۔ حالانکہ اس جگہ میری خطائیں سب سے زیادہ مجھ کو معلوم تھیں۔

"تمہارا ہی نام جوزف ولمٹ ہے؟" کیلنتھ کے بھائی نے سب سے پہلے مہر سکوت

توڑتے ہوئے پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا منہ ناقابلِ بیان نفرت سے ایک طرف کو پھیر لیا۔ گویا وہ اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ میری بہن کتنی بیوقوف تھی جس نے ایک ایسے حقیر نوکر سے عشق کی جرأت کی۔

اتنے میں بڈھے امیر نے تقریر کرنی شروع کی۔ "لڑکے!" اس نے کہا۔ "شاید تم کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں کیونکہ یہاں پر ہم لوگ فرضی ناموں سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور میرا خیال ہے اس نوکر نے بھی جو تم کو بلانے گیا تھا کوئی بات تم سے نہ کہی؟"

"آپ کا فرمانا صحیح ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "بیشک ہوٹل کے نوکر نے اس سے زیادہ کوئی بات مجھ سے نہ کہی تھی کہ مجھے اس ہوٹل میں آنا چاہیئے۔" یہ جواب میں نے مصلحتاً اس خیال سے دیا کہ اگر میں ان کے ناموں سے واقف ہونا ظاہر کرتا تو یہ گویا اس بات کا اعتراف ہوتا کہ مجھے ان کا حال کسی خفیہ ذریعہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ اور اس طرح لازمی طور پر کیلینتھ کی ذات پر حرف آتا۔

"لیکن کیا تمہارا اپنا ضمیر اس بات کا پتہ نہیں دیتا کہ ہم کون ہیں؟" بڈھے امیر نے جوش سے تھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اور اس کے بعد دفعتاً استقلال حاصل کر کے لہجۂ پُرغرور میں کہنے لگا۔ "میں ارل آف ہینڈ پول ہوں۔ اور یہ میرا بیٹا لارڈ ہیوبرٹ ڈنڈاس ہے۔"

میں نے اندازِ تسلیم سے سر کو خم کیا اور گو اس کے بعد پھر تھوڑی دیر گہرا سکوت رہا جس میں باپ بیٹا گہرے تجسس سے میری طرف دیکھتے رہے۔ تاہم میں نے اپنے اوسان بحال رکھے۔ اور اضطراب کو غالب نہ آنے دیا۔ اس وقت میں اپنے جی میں یہ بات اچھی طرح محسوس کرتا تھا کہ لیڈی کیلینتھ کی عزت بچانے اور اس کے ساتھ ہی اس خوفناک امتحان سے کامیابی کے ساتھ گذرنے کے لئے سب سے بڑی ضرورت اوسان بحال رکھنے کی ہے۔

"خیر اب یہ بات معلوم کر لینے کے بعد کہ ہم کون ہیں۔" لارڈ ہیوبرٹ نے دوسری بار

مہرِ سکوت توڑتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نہیں سمجھ سکتے ہو کہ ہم نے کس لئے تم کو بلایا ہے؟ ... اُف میرے خدا!" اس نے دفعتاً جوش میں بھر کر کہنا شروع کیا۔ "میں بیان نہیں کر سکتا کس مشکل کے ساتھ میں اپنے غصہ کو دبائے ہوئے ہوں۔ جی تو چاہتا ہے کہ ایسا خوفناک انتقام تم سے لوں کہ تم اس کا نشان اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤ۔"

"مائی لارڈ!" میں نے یہ محسوس کر کے کہ چند اس طرح کے الفاظ کہنے کا یہ بہترین موقعہ ہے جن سے ایک معاملہ خاص کے بارے میں ان کا رفع شک ہو جائے۔ لہجۂ پر سکون میں جواب دیا اور مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت میں نے ایسی ہمت واستقلال اور اس کے ساتھ ہی ایسی بے باکی سے کام لیا کہ بعد ازاں اس واقعہ کو سوچ کر خود مجھ کو حیرت ہوئی۔ "مائی لارڈ۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے میں نے کوئی فعل ایسا نہیں کیا، جس کے لئے مجھے اپنے ضمیر کی ملامت کا اندیشہ ہو یا جس کے لئے میں اپنے آپ کو ان خوفناک دھمکیوں کا مستوجب سمجھوں۔ جیسی آپ مجھے دے رہے ہیں۔"

"آہ۔ اگر یہ واقعی صحیح ہو۔" بڈھے امیر نے عصبی جوش سے کانپتے ہوئے کہا۔ "تو جو کچھ پیش آ چکا ہے ہم اس کے لئے بڑی حد تک تم کو معاف کر سکتے ہیں۔"

"مائی لارڈ۔ یہ بالکل صحیح ہے۔" میں نے اسی لہجۂ استقلال میں پھر کہا۔ اور اپنی نگاہ کو اس کی متجسس نگاہ کے سامنے استقلال سے قائم رکھا۔

"ادھر آ جوزف ولمٹ ادھر میرے پاس آ۔" ارل آف مینڈیویل نے کہا اور جب اس کے بعد میں اس مقام کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا جہاں شمع کی روشنی پوری طرح میرے چہرہ پر پڑتی تھی تو اس نے کہا۔ "ہاں اب پھر کہہ۔ کہ جو کچھ تو نے بیان کیا وہ بالکل صحیح تھا۔ کیا واقعی میری بے وقوف لڑکی سنشر مائے بغیر اپنے باپ کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکتی ہے؟"

"مائی لارڈ!" میں نے اپنے سابقہ استقلال کو بحال رکھتے ہوئے کہا۔ "لیڈی

کیلنتھ ڈنڈاس بالکل بے گناہ اور پاک ہے اور اسے آپ کے روبرو شرمانے یا سر جھکانے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اور اب اس کے بعد میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اسے غور کے ساتھ سنئے" میں نے اس نگاہِ تجسس سے گھبرا کر جو باپ بیٹے دونوں نے میرے چہرہ پر ڈالی ہوئی تھی جلد جلد لہجۂ اضطراب میں کہنا شروع کیا "بے شک مجھے اس بات سے انکار نہیں، کہ آپ کی بیٹی نے مجھ سے محبت کی اور ایک عجیب طرح کے جوشِ دیوانگی کے اثر میں ہم نے اس وقت کا انتظار کیا، جب ہماری ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی ..."

"شادی! ... تم سے!" لارڈ ہیوبرٹ نے سخت نفرت کے ساتھ کہا۔

"چپ خاموش!" ارل آف مینڈیول نے حکم دیا "میرے خیال میں یہ نوجوان سارا حال سچ سچ کہہ رہا ہے۔ پھر اس کے علاوہ ہم نے خود اس کو بلوایا ہے۔ اور اس کا بیان پوری توجہ کے ساتھ سننا ہمارا فرض ہے" اور پھر میری طرف مڑ کر۔ "یہ بتاؤ جوزف ولمٹ۔ کیا سچ مچ یہ خیال پوری سنجیدگی سے تمہارے ذہن نشیں ہو چکا ہے کہ اس طرح کی مجنونانہ تجویز واقعی عمل میں آ سکتی ہے؟"

"نہیں مائی لارڈ" میں نے نرم لہجہ میں جواب دیا "جو واقعات اب پیش آئے ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے میں کبھی اس طرح کے خیال کو دل میں جگہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا"

میرے ان الفاظ سے ارل آف مینڈی ول کے چہرے پر نئی رونق آ گئی اور اس نے خوش ہو کر کہا۔

"تم بڑے سمجھدار نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اور میرے خیال میں بجائے خود یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ میری بیٹی سے اس معاملہ میں کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں تمہارے اس بیان کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار

ہوں کہ اس کی عزت و حرمت محفوظ ہے اور اس کے ناموس میں فرق نہیں آیا... نہیں اس کے برعکس کسی خیال کو دل میں جگہ دینا ہی غیر ممکن تھا۔ پس میں تمہارے بیان کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ تاہم سوچو اور غور کرو کہ اس کی بیوقوفی کا نتیجہ کیا ہوا؟ ہماری لاعلمی میں وہ گھر سے نکل کر بھاگ آئی۔ اور ہفتوں ہم لوگ اس کی وجہ سے سخت بے چین اور بے تاب رہے محض اس لیئے کہ بعض واقعات گذشتہ کی بنا پر ہمارے شبہات صحیح راہ کی طرف پھر گئے تھے۔ آخر کار ہم ایک ایسا سراغ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کی بنا پر اس جگہ کا پتہ معلوم ہو گیا۔ جہاں وہ ایک فرضی نام سے رہتی تھی۔ فی الحقیقت کل ہی یہ بات ہم کو معلوم ہوئی تھی کہ اپنے گھر سے نکل کر اس نے کیمڈن ٹوٹن کے کسی محلہ میں ایک ادنیٰ مکان کرایہ لیا تھا جہاں اس کے نام بعض چٹھیاں جن پر ڈاک خانہ راانڈ کی مہر لگی ہوئی ہوتی تھی، آیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد میں اور اس کا بھائی فوراً اس طرف کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ آج ہی صبح وہ ہمیں بازار میں پھرتی ہوئی مل گئی...؟

"لیکن کس لئے آپ یہ ساری تفصیلات اس کے روبرو بیان کر رہے ہیں؟" لارڈ ہیوبرٹ نے بے صبری کے ساتھ اپنے باپ سے پوچھا۔

"اس کی بعض وجوہ ہیں" ارل نے آہستگی اور استقلال کے ساتھ کہا اور پھر میری طرف مڑ کر "ماحصل میرے کہنے کا یہ ہے کہ اس وقت تک کوئی ایسی بات کسی شخص کو معلوم نہیں جو میری بیٹی کے نام نیک پر حرف لانے والی ہو۔ لوگوں کو یہی معلوم ہے کہ وہ اپنی بہنوں سے ملنے ڈیون شائر گئی ہوئی ہے۔ اور جن شخصوں کو اس کے عدم پتہ ہونے کی اصل حقیقت معلوم ہے، اُن سے کبھی اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ وہ اس راز کو کسی پر ظاہر ہونے دیں گے۔ پس میں تم سے درخواست کرتا ہوں۔ میں اس بیوقوف لڑکی کے باپ کی حیثیت میں، نیز اس شخص کی حیثیت میں جو عہد ماضی کی ہر ایک خطا معاف کر سکتا ہے، درخواست کرتا ہوں کہ تم مجھے اس بدنصیب کو اس مہلک

انگشت نما ہونے سے بچانے میں مدد دو۔"

"مائی لارڈ۔ میں بڑے شوق سے اس خدمت کے لئے حاضر ہوں" میں نے جواب دیا۔ "اور چونکہ آپ مجھ سے نرمی کا سلوک کر رہے ہیں اس لئے میں بھی اتنا کم ظرف اور کمینہ نہیں ہوں کہ آپ کی کوششوں کی راہ میں روڑا اٹکانے کی جرأت کروں۔"

"بہت بہتر۔ اس لڑکے کے خیالات بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔" ارل آف مینڈی ولا نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر میری طرف مڑ کر سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "تم اس کام میں ہماری بہت کچھ مدد کر سکتے ہو۔ سب سے پہلے تمہارے چپ رہنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بعد کچھ اور مہربانیاں بھی کرنی ہیں، جن کی میں تم سے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ حالات گذشتہ کے بارے میں تمہارا چپ رہنا ہے۔ میرے خیال میں جو وعدۂ امداد تم نے کیا وہ محض لفاظی تک محدود نہ تھا ..."

"مائی لارڈ۔ خدا نہ کرے کہ میں اس معاملہ میں آپ سے کسی طرح کی بے وفائی کروں" میں نے جواب دیا "میری ایمانداری کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ اودل ولا کی کوٹھی میں کسی ایک شخص کو بھی یہ بات معلوم نہیں کہ لیڈی کیلینتھ ہی فرضی نام سے اس جگہ رہتی ہے۔ اور نہ کوئی اور مفر کیفیت اس کے برخلاف کسی کو معلوم ہے۔"

"جوزف ولمٹ۔ مجھے تمہارے الفاظ سے صداقت کی بو آتی ہے" ارل آف مینڈی ولا نے میرے الفاظ سے اور بھی زیادہ خوش ہو کر کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ اودل ولا میں کوئی شخص نہیں جانتا کہ مس مٹیلڈا پامر کے فرضی نام میں ایک امیرزادی کی شخصیت پوشیدہ ہے۔ پس دوسری درخواست جو میں تم سے کرتا ہوں یہ ہے کہ اس راز کو اسی طرح پوشیدہ رہنے دو۔ میری بیٹی عنقریب ایک خط لکھ کر مسز رابنسن کے نام بھیج دے گی ..."

"مائی لارڈ۔ میں اس سلسلہ میں یہ بات بھی آپ سے عرض کر دینا چاہتا ہوں، کہ مسز رابنسن نے لیڈی کیلنتھ کے دیر تک واپس نہ آنے سے بے تاب ہو کر اس کی تلاش کا فرض میرے ہی ذمہ ڈالا تھا۔ اور اسی لیئے میں آپ کے بھیجے ہوئے آدمی کی زبانی اطلاع پا کر فوراً حاضر ہو گیا۔"

"تو اس صورت میں جوزف ملٹ" ارل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تم واپس جا کر کہہ دو کہ انتہائی کوشش کے باوجود تمہیں اس کی تلاش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ عنقریب جیسا میں نے بیان کیا ہے میری بیٹی مناسب لفظوں میں ایک خط مسز رابنسن کے نام لکھ کر بھیجدے گی۔ اور اس میں اپنے ترک ملازمت کے بارے میں ضروری عذرات بھی درج کر دے گی۔ اس خط کا مضمون یقیناً تم کو معلوم ہو جائے گا اور تیسری درخواست میں تم سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے کسی لفظ کے ذریعہ سے بھی اس بیان کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ تم ایسا کرو گے؟"

"ہاں مائی لارڈ۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے پُر یقین لہجہ میں جواب دیا۔ اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ یہی امر واقعہ تھا۔ کم از کم اس بارے میں میری طرف سے کسی جھوٹ یا بناوٹ کی کوشش نہ کی گئی تھی۔

"میری چوتھی درخواست یہ ہے کہ آئندہ تم کبھی کسی موقعہ پر کسی حال میں بھی میری بیٹی سے ملنے کی کوشش نہ کرو۔" ارل نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میں خدا کو حاضر جان کر سچے دل سے اس بات کا وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اگر میں اپنے اس عہد کو توڑوں تو خدا کرے مصری وباؤں سے دس ہزار گنا زیادہ مصیبتیں مجھ پر نازل ہوں۔"

"بس کافی ہے۔" ارل نے اب پہلے سے بہت زیادہ نرم ہو کر کہا۔ تم اس میں شک

نہیں تاحدامکان تلافی کی کوشش کر رہے ہو" اور اس کے بیان سے رفتہ رفتہ یہ خیال میرے دل میں جاگزیں ہونے لگا کہ وہ بڑی حد تک حقیقتِ حال کو سمجھ چکا ہے یعنی اسے پورا یقین ہو گیا ہے کہ میں اس کی بیٹی کے پیچھے اس قدر نہیں دوڑا جتنا وہ میرے پیچھے دوڑتی رہی ہے۔" لیکن اب جوزف" اس نے سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔" ایک آخری اور سب سے بڑی درخواست یہ ہے کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو مسز رابنسن کی ملازمت ترک کر کے اپنے لئے کہیں اور نوکری تلاش کر لو۔ اس سے میرا مقصد جو کچھ ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ چونکہ تم نے سب حال صاف صاف کہہ دیا ہے اس لئے میں بھی پوری صفائی سے کام لینا چاہتا ہوں۔ مختصر لفظوں میں میرا مدعا یہ ہے کہ آئندہ میری بدنصیب بیٹی کو پھر تم سے میل جول کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ تمہارے اور اس کے درمیان نہ صرف ملاقات بلکہ خط وکتابت کا بھی کوئی امکان نہ رہے۔ رفتہ رفتہ تمہارا خیال اس کے ذہن سے مٹ جائے۔ اور اس طرح وہ محبت جو اُسے تم سے ہے زائل ہونی شروع ہو جائے۔ میں مانتا ہوں، یہ درخواست غیر معمولی ہے اور تمہیں اس ملازمت کو ترک کرنے کے لئے کہنا جہاں رہ کر تم ہر طرح خوش ہو، جہاں ایک نیک دل مالکن کے زیر سایہ رہتے ہوئے تمہیں کوئی تکلیف نہیں، ایک بے جا مطالبہ ہے۔ تاہم اس کی تلافی کی ایک صورت میرے ذہن میں پیدا ہوئی ہے۔ یعنی تمہارے اس نوکری کو ترک کرنے کے بعد میں تمہاری ملازمت کا انتظام ایک دور افتادہ مقام پر کر دوں گا۔ جگہ اس میں شک نہیں یہاں سے بہت دور واقع ہے تاہم اس کا میں تم کو پورا یقین دلاتا ہوں کہ وہاں تم ہر طرح آسائش کے ساتھ رہوگے۔ پھر اس کے علاوہ میں تمہارے اس جگہ جانے کے اخراجات اپنی گرہ سے ادا کر دوں گا۔ اور اس کے ساتھ ہی اظہارِ ممنونیت کے طور پر کچھ اور بھی تم کو دوں گا۔"

اس موقعہ پر لارڈ ہیوبرٹ زور کے ساتھ چونکا۔ گویا اس کی رائے میں وہ رویہ جو اس کے باپ نے ایک ادنیٰ نوکر کے روبرو اختیار کیا اتنا باعثِ ذلت تھا کہ وہ شرم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

مگر ارل نے اپنے لفظوں پر زور دے کر سلسلہ تقریر جاری رکھا اور کہا۔ "ممنونیت کا لفظ میں نے قصداً استعمال کیا ہے اور جوزف میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ سب باتیں جو میں نے اسوقت تک تم سے کہی ہیں تم نے منظور کرلیں تو میں واقعی عمر بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

"مائی لارڈ جو کچھ آپ کہتے ہیں میں کرنے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی میں بڑے ادب سے کوئی اس طرح کا معاوضہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں جو رشوت کی صورت رکھتا ہو۔" اور یہ کہتے ہوئے میں نے لارڈ ہیوبرٹ کی طرف پُرغرور نظروں سے دیکھا گویا اس ذریعہ سے میں اس کو آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ اپنے بدن پر ایک ادنیٰ نوکر کی وردی رکھتے ہوئے بھی میرے خیالات اسی قدر اونچے اور بلند تھے جتنے کسی مردِ شریف کے ہونے چاہئیں۔

"بس جوزف" ارل نے آخر کار کہا۔ "میں اب اس بارے میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جو نئی ملازمت میں نے تمہارے لئے سوچی ہے وہاں تم ہر طرح آرام کے ساتھ رہوگے اور یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے تمہاری بہتری کی کوشش سے دریغ نہیں کیا۔ مفصل حالات تمہیں اس خط سے معلوم ہوں گے۔ جو چند دن کے عرصہ میں تمہارے پاس پہنچے گا۔ لیکن ایک مرتبہ پھر میں درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے پیشتر بیان کیا ہے کسی طریقہ پر اس کی خلاف ورزی نہ ہو۔"

"میں اس بارے میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میرے کئے ہوئے وعدے ضرور پورے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس صورت میں تم اب مسز رابنسن کے مکان پر واپس جاسکتے ہو" ارل آف میڈول نے کہا "اور گو میں تم سے جھوٹ بلوانے پر مجبور ہوں تاہم مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ تم وہاں جاکر مسز رابنسن سے کہو کہ مس پامر کے متعلق جابجا دریافت کرنے کے باوجود مجھے اسکا پتہ نہیں ملا۔ اس سے اس کے دل کو تشویش ضرور ہوگی لیکن عنقریب ایک آدمی رقعہ لے کر اس کے پاس پہنچ جائے گا جس میں سارے حالات درج ہوں گے۔ بس اب جاؤ الوداع!"

میں سلام کرکے رخصت ہوا مگر اپنے جی میں بہت خوش تھا کہ وہ کڑا امتحان جس سے میں اس قدر ڈرتا تھا ایسے تسلی بخش طریقہ پر ختم ہوگیا اور مجھے ایک دو معاملوں میں تھوڑا سا جھوٹ بولنے کے سوا اپنے ضمیر کا خون کرنا بھی نہیں پڑا۔ ہوٹل سے نکل کر میں تیز چلتا گھر کی طرف ہولیا۔ اب میری ہمت بلند تھی کیونکہ مجھے اس بات کا یقین ہوچکا تھا کہ کیلنتھ پھر ایک بار اپنے والدین کے سایۂ عاطفت میں پہنچ جائے گی۔ اور ان کی طرف سے اس قسم کی ضروری احتیاطیں اختیار کرلی جائیں گی جن سے وہ اس بدنامی سے محفوظ رہے جو اس کے فرار سے پیدا ہونی لازم تھی۔ اس کے علاوہ میں اس پہلو سے بھی خوش تھا کہ اس سے علیحدگی حاصل کرنے کی یہ ترکیب سب سے بہتر اور موثر ثابت ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے دل میں عہد کرلیا کہ آئندہ خواہ کچھ ہو اور کیلنتھ کی طرف سے کیسی ہی ترغیب کیوں نہ دی جائے۔ میں اپنی اینبل سے کبھی کسی حالت میں قولاً فعلاً یا اشارۃً بیوفائی نہ کروں گا۔

اودل دلا پہنچ کر میں نے مسز رابنسن کو اطلاع دی کہ تلاش بسیار کے باوجود مس پامر کا پتہ نہیں ملا۔ اس سے مالکن کو جو تشویش ہوئی اس کا اندازہ بہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔ نوکر بھی اس اطلاع کو پاکر سخت پریشان ہوئے۔ اور ہر شخص اس بارے میں طرح طرح کے خیالات ظاہر کرنے لگا۔ مگر ان میں سے کسی نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جو کیلنتھ کے اعلیٰ اخلاق کے منافی ہوتی۔ لیکن فکر و تشویش کی یہ حالت بہت دیر قائم نہ رہی

کیونکہ جلدی ہی ایک قاصد مسز رابنسن کے نام رقعہ لے کر آ گیا جس کو دیکھتے ہی میں سمجھ گیا کہ کیلینتھ کا بھیجا ہوا ہے۔ تحریر بیشک اس کی تھی مگر چھپے ہوئے جوش کی وجہ سے حرفوں کی ساخت جا بجا بگڑی ہوئی نظر آتی تھی۔ خیر میں نے وہ رقعہ مالکن کو پہنچایا اور اس کے تھوڑی دیر بعد خط کے مضمون کا حال بھی خادمہ کی زبانی معلوم ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اپنی خالہ کی موت کے بعد (یہ وہی فرضی قصہ تھا جو کیلینتھ نے حصول ملازمت کے لئے گھڑا اور جسے اب تک قائم رکھا گیا تھا) میں اپنے رشتہ داروں سے جھگڑ کر علیحدہ ہو گئی تھی۔ اور اس خیال سے کہ وہ مجھ سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ میں نے اپنی روزی آپ کمانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اسی لئے میں نے آپ کے ہاں رہ کر استانی کا فرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بعد ازاں میرے رشتہ داروں کو اپنے رویہ پر افسوس ہوا۔ وہ میرا سراغ لگاتے اس جگہ تک آئے اور میں جب دن کے وقت سودا لینے گئی تو انہوں نے مجھے بازار سے گذرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس پر وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اپنی سابقہ بدسلوکی پر افسوس ظاہر کیا۔ اور اس بات کے لئے زور دیا کہ میں پھر اُن کے ساتھ واپس چلوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کبھی کوئی ایسی بات ہماری طرف سے نہ ہو گی۔ جو تمہارے لئے باعث رنج و تکلیف ہو۔ نہ کوئی اس طرح کا موقعہ پیش آنے دیا جائے گا جس سے باہمی کدورت بڑھے اور نفاق پیدا ہو۔ یہ اور ایسی ہی کئی جھوٹی سچی باتیں لکھ کر لیڈی کیلینتھ نے جس نے رقعہ میں اپنا نام مس میٹلڈا پامر ہی لکھا تھا مسز رابنسن سے ترک ملازمت کی معافی مانگی۔ اور اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ وہ الوداع کہنے کے لئے کوٹھی پر حاضر نہ ہو سکی۔ اس نے لکھا میں ضرور آتی لیکن میرے رشتہ دار اس ڈر سے مجھے روکے ہوئے ہیں کہ شاید میں پھر اُن کے پاس جانے سے انکار کر دوں۔ آخر میں اس نے مسز رابنسن کی اُن عنایتوں کا جو اس نے ہمیشہ اس پر کی تھیں شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ میری نسبت کسی بُری رائے کو دل میں جگہ نہ دیجئے اور نہ میری اس ناگہانی رخصت کے لئے

مجھے ناشکر گذار تصور کیجئے گا۔ اپنے کپڑوں اور اس نقدی کے بارے میں جو اُس کے صندوق میں باقی تھی اس نے تحریر کیا کہ دونوں چیزیں نوکروں میں حصہ رسدی تقسیم کر دی جائیں اور مسز رابنسن کے لیے دعائے صحت پر خط کا مضمون ختم کر دیا۔

یہ بات قبل ازیں بارہا لکھی جا چکی ہے کہ مسز رابنسن بڑی آرام طلب سہل پسند عورت تھی جو حتی الوسع کوئی ایسا کام کرنے سے گریز کرتی تھی۔ جو اس کے لیے موجب تکلیف ہو۔ اور محض اس تکلیف ہی کے خیال سے جو ایسی حالتوں میں دل و دماغ کو لاحق ہوتی ہے وہ کسی پر غصہ ہونا بھی نہ جانتی تھی۔ بس اس رقعہ کو پڑھ کر اس نے نہ کوئی شکوہ کیا نہ کسی بد گمانی کو دل میں جگہ دی۔ اس نے اس خط کے بیان کو حرف بحرف صحیح سمجھ لیا۔ اور اس کے نرم لہجہ سے کوئی رنج بھی اس کے دل کو نہ ہوا۔ فی الحقیقت اس نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ حالات کی مجبوری سے وہ مس پامر کو الوداع نہ کہہ سکی۔ گھر کے نوکروں میں سے کسی کو بھی اس بات کا شبہہ نہ ہو سکا کہ مس پامر کی علیحدگی کسی خاص وجہ کا نتیجہ ہے۔ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس نے رچرڈ فرینکلن کی شادی کی درخواست نامنظور کر دی تھی۔ اور اس بنا پر وہ خوب سمجھ سکتے تھے کہ جو عورت ایک ایسے شریف اور آسودہ حال شخص سے جیسا کہ رچرڈ فرینکلن تھا محض اس بنا پر شادی سے انکار کر سکتی ہے کہ اس کا دل نہیں مانتا۔ اس کی فوری ترک ملازمت یا روانگی کو ہر طرح کے شک و شبہہ سے بالاتر سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس کے تھوڑا عرصہ بعد پھر ایک بار استانی کی ضرورت کا اشتہار اخبارات میں درج کرایا گیا۔ لیکن جب اس کے ایک مہینہ بعد او ول ولا سے میں رخصت ہوا تو اس وقت تک کسی نئی استانی کے نوکر رکھے جانے کا آخری فیصلہ نہ ہوا تھا۔

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے میں صرف اس قدر اور بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ لارڈ مینڈی ول نے میرے لیے تلاش ملازمت کا جو وعدہ کیا تھا اس کو اس نے حرف

بحرف پورا کیا۔ چنانچہ ان واقعات کے دس دن بعد جو گرینڈ ہوٹل میں پیش آئے تھے مجھے ایک خط ملا جس پر سادہ مہر لگی ہوئی تھی اور جس کے مضمون کے تحت میں احتیاطاً مزید کے خیال سے راقم کے دستخط بھی موجود نہ تھے کیونکہ نفس مضمون اس راز کو پوری طرح واضح کرنے والا تھا میں یہاں اس کو بجنسہٖ درج کرتا ہوں۔

۱۲ر فروری ۱۸۳۹ء

جوزف ولمٹ کے لئے نئی ملازمت کا انتظام پرتھ شائر میں اپج میتھگلن کے مسٹر ڈیناچر کے ہاں کر دیا گیا ہے اس کو چاہیئے کہ پہلے لندن جا کر وہاں سے ایڈنبرگ ہوتا ہوا پرتھ پہنچ جائے اس جگہ اس کو اپج میتھگلن جانے کے لئے سواری مل جائے گی کیونکہ ان اطراف میں اس جگہ کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔ مسٹر ڈیناچر کو اس بارے میں براہ راست اطلاع دے دی گئی ہے اور جو سفارش اس بارے میں کی گئی ہے اس کی بنا پر یقین ہے کہ مسٹر ڈیناچر بڑی خوشی سے جوزف ولمٹ کو تیس پونڈ سالانہ پر ملازم رکھ لیں گے۔ اس سلسلہ میں مسٹر ڈیناچر موصوف نے جوزف ولمٹ کے اخراجات سفر ادا کرنے کو بیس پونڈ کی رقم راقم الحروف کی معرفت ادا کر دی ہے (جو ملفوف ہے) آج سے تین ہفتوں کے اندر جوزف ولمٹ کو اس جگہ پہنچ جانا چاہیئے۔ کیونکہ مسٹر ڈیناچر کو اس کی آمد کا انتظار ہوگا۔ فقط

لفافہ پر ڈاکخانہ انفیلڈ کی مہر تھی اور خط کے ساتھ بیس پونڈ کی ایک ہنڈی پرتھ کے کسی ساہوکار کی طرف سے اس کی لندنی کوٹھی کے نام لف تھی۔ پہلے میرے جی میں آئی کہ ہنڈی مسٹر ڈیناچر کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دوں۔ اور اس کے ساتھ ایک خط لکھوں کہ اس طرح کی حالتوں میں نوکر اپنا سفر خرچ اپنی گرہ سے ادا کرتے ہیں (کیونکہ مجھ کو پورا یقین تھا کہ یہ رقم ارل آف مینڈیول کی تحریک پر بھیجی گئی ہے اور مجھے نقدی کی کوئی رقم جو ارل موصوف کی طرف سے رشوت کی صورت رکھتی ہو، لینے سے استکراہ تھا) لیکن جب اس کے بعد سوچا تو خیال آیا کہ ممکن ہے میری اس کارروائی سے مسٹر ڈیناچر کے دل پر برا اثر پیدا

ہو اور یہ خیال اس کے دل میں جاگزیں ہو جائے کہ اپنی مغرور طبیعت کی وجہ سے میں اس کی نوکری کے نااہل ہوں۔ پھر اس کے علاوہ جب یہ بھی میں نے سوچا کہ ایک اتنے لمبے سفر کے اخراجات میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گے تو میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس روپے کو وصول کر لوں۔ رہ گیا ملازمت کا سوال، تو ہر چند سکاٹ لینڈ کا خطہ انگلستان سے دور تھا تاہم میرے دل میں اُس سرزمین کو دیکھنے کی مدت سے آرزو تھی۔ میں نے اس ملک اور اس کے وحشت آمیز پُر فضا نظاروں کا حال بارہا کتابوں میں پڑھا تھا۔ اس لئے اس کو دیکھنے کا شوق بڑی مدت سے پیدا ہو چکا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی مجھے اس ملازمت پر جو ارل آف میڈیول نے میرے لئے تلاش کی تھی کسی طرح کا اعتراض نہ تھا۔ البتہ اس کی ضمنی تفصیلات میں ایک بات ایسی بھی جس کو میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی سکاٹ لینڈ جانے کے لئے لندن پہنچنے کے سوال کو۔ نہ صرف میرے لئے سفر کا راستہ وہی تھا بلکہ ہنڈی کا روپیہ وصول کرنے کے لئے بھی میرا لندن پہنچنا ضروری تھا۔ لندن میں بھی اگر میرے لئے اینبل سے ملنے کی کوئی صورت ممکن ہوتی تو میں خوشی سے ہر طرح کے خطروں کو برداشت کر لیتا۔ کیونکہ اس صورت میں ایک کی راحت دوسرے کی تکلیف کی بوجہ احسن تلافی کر دیتی لیکن اس سے ملنے کی آرزو موہوم تھی۔ لندن جیسے شہر میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ میرے مختصر قیام میں وہ راستہ چلتی مل جائے۔ اور یہ تو کسی حال میں ممکن نہ تھا کہ میں اس کے نام خط لکھتا، یا گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر اس سے ملنے کے لئے جاتا۔ البتہ اس کے مقابلہ میں لیبووڈ سے اتفاقاً ملاقات ہو جانے کا خطرہ شدت سے دامنگیر تھا۔ اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ اتنا عرصہ گذر جانے پر بھی اس خوفناک کبڑے کی طرف سے سخت دہشت میرے دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ میری عمر ۱۸ برس کی تھی۔ اور جسمانی بالیدگی کے ساتھ میرے دماغی قویٰ نے بھی کافی ترقی کی تھی۔ میں نے دنیاوی امور کا تجربہ بھی حاصل کر لیا تھا اور اس لئے واقعہ میں میرے دل کو مسٹر لیبووڈ کی طرف سے اتنا خوف نہ ہونا چاہیے تھا جتنا پیشتر

تھا۔ تاہم میں اس امر واقعہ کو نظرانداز نہیں کر سکتا کہ میں۔۔۔ اس سے ڈرتا تھا۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ فی الحقیقت میں کبھی بزدل نہ تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اگر مجھ پر رد ِ رو وار کرتا تو میں بڑی دلیری سے اس کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر اس کی سیرت کا حال جانتے ہوئے میں اس حقیقت کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا کہ وہ بڑا مکار، فریبی اور چالباز ہے۔ اُسے دھوکے اور فریب سے بالکل عار نہ تھی۔ اور وہ مطلب برآری کے لئے ہر طرح کے فعل پر آمادہ ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں اب بھی اس طرح اس سے بچتا تھا۔ جیسے کوئی طاقتور آدمی اپنی قوت پر بھروسہ رکھتے ہوئے بھی سانپ کی بانبی یا وحشی درندہ کے بھٹ سے دور رہتا ہے۔ علاوہ بریں ایتبل سے عشق کرتے ہوئے اس آدمی سے میرے تعلقات ایسے عجیب تھے کہ میں اس خطرہ کا حال جو اس کی طرف سے مجھ کو تھا کسی دوسرے پر ظاہر بھی نہ کر سکتا تھا محض اس لئے ایتبل کا باپ ہونے کی وجہ سے میں قانون کی امداد حاصل کرنے سے معذور تھا حتیٰ کہ وہ اگر مجھ پر قاتلانہ وار کرتا تو میں حالتِ نزع میں بھی اس کا نام کسی پر ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ اسے پھانسی کا مستوجب بنانا خود ایتبل کو داغ معصیت سے ملوث کرنے کے برابر تھا۔

یہ کیفیت مسٹر لینوڈ سے میرے تعلقات کی تھی یعنی گو اب میں اس کو پہلے کی طرح ہوّا سمجھ کر نہ ڈرتا تھا۔ تاہم ایک خطرناک دشمن، ایک پُر اسرار غنیم اور اس دغا باز فریبی کی حیثیت میں جو کسی وجہ نامعلوم سے میری جان کے درپے ہو رہا تھا۔ میں اب بھی اس سے خوف کھاتا تھا۔ پس دور اندیشی کا تقاضا یہ تھا کہ میں اس سے بچوں اور حتی الوسع اس کے سایہ سے بھی دور رہوں۔ یہی باعث میرے اس اضطراب کا تھا جو لندن جانے کے خیال سے میرے دل کو لاحق ہوا۔ لیکن سارے پہلو سوچ کر میں نے اپنے جی کو اس بے جا دہشت کے لئے ملامت کی۔ میں نے سوچا کہ اب میں ایک مرد بالغ اور جوان ہوں۔ (اپنے چھریرے بدن کے باوجود میں نے قامت کی درازی کافی حاصل کر لی تھی) اس لئے

مجھے کسی بے جا اندیشے کو دل میں جگہ نہ دینی چاہیئے۔ پس آخری فیصلہ جو میں نے اپنے آپ سے کیا یہی تھا کہ سفر کی ترکیب جو ارل آف مینڈیول نے پیش کی تھی اس پر عمل کر کے مجھے سب سے پہلے لنڈن اور اس کے بعد ایڈنبرگ ہوتے ہوئے اس مقام پر جانا چاہیئے۔ جہاں میرے لئے نئی ملازمت کا انتظام کر دیا جا چکا تھا۔

---

# باب ۴۰

## ناگہانی ملاقات

مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا جب میں اودل ولا میں مسز رابنسن اور اپنے ساتھی نوکروں سے جدا ہو کر سکاٹ لینڈ کے لیے سفر پہ روانہ ہوا۔ راونڈ سے پورٹ سمتھ کا بحری سفر جہاز میں طے کر کے میں سہ پہر کو لنڈن جانے والی سفری گاڑی پہ سوار ہوا اور بڑی رات گئے لنڈن کے گریس چرچ سٹریٹ میں جا اُترا۔ اس جگہ سفری گاڑی کراس کیز نامی سرائے میں ٹھہری اور وہیں میں نے قیام کیا۔ وہ رات سرائے میں بسر کرنے کے بعد میں صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر لومبرڈ سٹریٹ کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اس ہُنڈی کا روپیہ وصول کرنا تھا جو میرے پاس تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر اسی سرائے میں واپس آ گیا اور شمال کی طرف جانے والی گاڑیوں کے بارے میں دریافت حال شروع کیا۔ معلوم ہوا اس طرح کی گاڑیوں کے بارے میں صحیح معلومات بل اینڈ موتھ نامی سرائے سے حاصل ہوں گے۔ جو آلڈرس گیٹ سٹریٹ میں واقع تھی۔ چنانچہ میں اس طرف کو روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑے ڈاکخانہ کی عمارت دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جسے میں نے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا اور میں تھوڑی دیر اس عالیشان عمارت کو دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا۔ میں ابھی کھڑا تھا کہ ایک مرد شریف ایک خاتون کے بازو

ہیں بازو ڈالے سیڑھیوں سے اُترتا نظر آیا۔ دونوں آہستگی سے چلتے اس مقام کی طرف آئے جہاں میں کھڑا تھا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مرد کے ہاتھ میں ایک کھلا ہوا خط تھا جسے وہ خاتون مذکور کو پڑھ کر سُنا رہا تھا۔ قریب آ جانے پر میں نے فوراً پہچان لیا کہ وہ چارلسٹن کا پادری ہنری ہاورڈ اور اس کے ساتھ والی عورت ایڈتھ ڈیلمر ہے۔

اس نیکدل خاتون کو دیکھ کر جس کے احسانات کی یاد اب تک میرے دل سے محو نہ ہوئی تھی میرے منہ سے بے اختیار کلمۂ حیرت نکلا۔ اور میں آداب بجا للانے کے خیال سے آگے بڑھا۔ مسٹر ہاورڈ نے تو مجھ کو نہیں پہچانا۔ البتہ ایڈتھ چند ثانیوں تک اس طرح کی مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ گویا سوچتی تھی کیا یہ وہی نوجوان ہے جس کے بارے میں اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا تھا۔ ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ڈھائی سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ تب میں پندرہ سال کا لڑکا تھا حالانکہ اب اٹھارویں برس میں قدم رکھ کے دراز قد جوان بن چکا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ڈیلمر میز سے رخصت ہونے کے بعد میں نے اس کو ڈیون شائر کے موضع چارلسٹن کے گرجا میں دیکھا تھا۔ مگر جیسا ناظرین کو یاد ہوگا اس موقعہ پر اس نے مجھے بالکل نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ تھوڑی دیر متحیر نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی گویا سوچ رہی تھی کہ کیا یہ نوجوان وہی کمسن نوکر ہو سکتا ہے جسے اس کے باپ نے فقیری کی زندگی سے نکال کر اپنے ہاں پناہ دی تھی؟

"کیا تم جوزف ولمٹ نہیں ہو؟" اس نے کچھ دیر تک میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار پوچھا۔

"ہاں مس ڈیلمر میں وہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس بات کے لئے معاف کریں گی کہ میں نے آپ کو دیکھ کر ٹھہرنے کی جرأت کی لیکن آپ کی دیرینہ عنایتوں کی یاد اب تک میرے دل میں باقی ہے۔ اور میں ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہ رہ سکا۔"

1168

"تم اب اسے مس ڈیلمر نہ کہو کیونکہ اب اس کا نام مسز ہاورڈ ہے۔" پادری نے خاتون کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس اطلاع کو پا کر میں نے دونوں کو مبارکباد دی اور ایڈتھ کے خوشنما چہرہ پر ہلکی سرخی چھا گئی۔ تھوڑے توقف کے بعد اس نے کہا۔ "جوزف میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے میرے سلوک کو اتنی مدت یاد رکھا۔" اور اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اس کی آنکھوں سے بہ نکلے کیونکہ اس زمانہ کا ذکر آنے سے اپنے مقتول باپ کی تصویر اس کی نظروں کے سامنے پھر گئی۔

"کیا میں مسٹر اور مسز ملگریو کے بارے میں دریافت حال کی جرأت کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہمیں ان سے ملے مدت ہو گئی۔" مسٹر ہاورڈ نے جواب دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ پر افسوس کا سایہ پیدا ہو گیا۔ پھر جب میں نے ایڈتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا غم کے آثار اس کے خوشنما چہرہ پر بھی موجود تھے۔

اس کے بعد پھر سکوت طاری ہو گیا۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچ کر پریشان ہونے لگا کہ نادانستہ میں نے ایک ایسا ذکر چھیڑ دیا جو ان دونوں کے لئے پریشانی کا موجب تھا۔ اور اب جو میں نے مسٹر اور مسز ہاورڈ کی طرف زیادہ غور کے ساتھ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کا لباس سیاہ نہ تھا جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ سوگ کا زمانہ کچھ عرصہ پیشتر ختم ہو چکا تھا۔ لیکن گو انہوں نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا تاہم میں یہ بات معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ان کے لباس میں کفایت کے آثار نمایاں تھے۔ یعنی کچھ اس طرح کی ناقابل بیان تبدیلی ان کی ظاہری حالت میں پیدا ہو چکی تھی جس سے پایا جاتا تھا کہ اب ان کے مالی حالات پہلے کی طرح آسودہ نہیں۔ اور وہ اگر تنگی محسوس نہیں کرتے تو کم از کم فراغت سے محروم ضرور ہیں۔ لیکن مالی مشکلات کے ان آثار کے باوجود جو خود بخود ظاہر ہو جایا کرتے

ہیں اور جنہیں کوئی طاقت چھپا نہیں سکتی۔ میں نے دیکھا کہ مسز ہارڈ کے خوشنما چہرہ سے اخلاق و شرافت ظاہر ہوتی تھی اور اگر ایڈتھ کا لباس اس زمانہ کے مقابلہ میں جب میں نے اسے ڈیلمر میز میں دیکھا تھا ظاہراً کم نفیس تھا تو مقابلہ میں اس کے حسن نے غیر معمولی ترقی کر لی تھی۔ اب اس کی عمر اکیس سال کے قریب تھی۔ اور دوشیزگی کی خوبصورتی شباب کی شگفتگی حاصل کرنے لگی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نیکی اور پاکیزگی کے وہ آثار جو پیشتر اس کے چہرہ پر موجود تھے اب غائب ہو گئے۔ یا اعضا کی موزونیت یا چال کی لچک میں پہلے کی نسبت فرق آ گیا۔ اور نہ ہی اس بیان کا یہ مطلب ہے کہ اس کے خط و خال کی درستی نے عہد شباب کے آغاز کے ساتھ کوئی نئی صورت اختیار کر لی۔ وہی اس کا حسن صبیح تھا جو اس زمانہ میں جب میں نے بار اول اُسے دیکھا تھا۔ البتہ کم سنی کی شوخی اور الھڑ پن کی بے فکری جو اٹھارہ برس کی عمر میں اس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں جھلکتی نظر آتی تھی اب بالکل غائب ہو چکی تھی۔ فکر کے آثار اس کے چہرہ پر اور نگاہ میں موجود تھے۔ اس کی حالت اس آدمی سے ملتی تھی۔ جو پورے اطمینان کے ساتھ اپنے آپ کو حالات کی رَو کے حوالہ کر چکا ہو۔ اور یہ تبدیلی بھی اتنی خفیف تھی کہ بادی النظر میں کوئی شخص اس کو اس وقار نسوانی سے منسوب کر سکتا تھا جو کتخدائی کے بعد لازماً پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا صحیح باعث اس سانحہ پر خوف کا اثر تھا جو میری موجودگی کے زمانہ میں ڈیلمر میز میں پیش آیا تھا۔ مگر ان جزئیات سے قطع نظر وہ اب بھی انتہا درجے خوبصورت تھی اور پادری ہنری ہارڈ بجا طور پر اس کی ذات دلفریب پر اظہار فخر کر سکتا تھا۔ گو سچ پوچھیے تو خود ایڈتھ کو بھی اپنے شکیل و وجیہہ شوہر پر جائز طور پر فخر تھا۔

"جوزف" آخر کار ایڈتھ نے اس لمبے وقفہ سکوت کو توڑ کر جو اس کی بہن کلارا اور مسز ملگریو کا ذکر آنے سے پیدا ہوا۔ اور ہم تینوں کے لئے سخت ناگوار ہونے لگا تھا کہا "میرے خیال میں یہ پوچھنے کی حاجت نہیں کہ تم کافی آسودہ حال ہو کیونکہ یہ بات تمہاری

صورت سے پائی جاتی ہے۔" (اس وقت میں نے عمدہ طرز کے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے کیونکہ نئی ملازمت شروع نہ کرنے کی وجہ سے میں نے تاحال وردی نہ پہنی تھی)

"میڈم میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "حالات زمانہ کی سختی یا سرد مہری کی بے شک مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں اپنی روزی آپ کما کر کھاتا ہوں اور خوش ہوں۔"

"لیکن تم کیا اب اپنے ماموں کے پاس نہیں رہتے ہو؟" دفعتاً اس نے پوچھا۔

"کیا مسٹر ٹلیور... اس خوفناک آدمی کے پاس؟" میں نے چونک کر کہا۔ "نہیں۔ خدا ان پر رحم کرے۔ صرف چند ہفتے میں اس کے پاس رہا تھا..."

"معلوم ہوتا ہے جو وعدے اس نے تم سے کئے تھے ان کو پورا نہیں کیا گیا" ایڈتھ نے کہا۔ "یعنی اس نے تمہیں اپنے گھر میں آسائش کے ساتھ نہیں رکھا۔"

"اوہ میڈم... کاش سب حالات آپ کو معلوم ہوتے!" بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ "لیکن نہیں" میں نے فوراً ہی رکتے ہوئے کہا۔ کیونکہ انیبل کی خاطر میں کوئی بات اس کے باپ کے برخلاف منہ سے نکالنا نہ چاہتا تھا۔ اور اس کے بعد حالت اضطراب میں کسی طرح اس گفتگو کا رخ بدلنے کی غرض سے میں نے نادانستہ ایک ایسی حرکت کی جس پر فوراً ہی مجھے افسوس ہوا۔ یعنی میں پھر وہی مضمون لے کر بیٹھ گیا جو پیشتر اس قدر ناگوار ثابت ہوا تھا۔ یعنی میں نے کہا۔ "غالباً آپ عارضی طور پر میز میں قیام فرما ہیں کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔" میں نے پادری ہاورڈ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "کہ آپ کا اصلی وطن ڈیون شائر کے موضع چارلٹن میں ہے۔"

"یہ صحیح ہے۔" مسٹر ہاورڈ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن واقعہ میں ہم ڈیلمور میں ٹھہرے ہوئے نہیں ہیں۔"

"پادری صاحب۔ صرف ایک بار میں نے خوش نصیبی سے چارلٹن کے گرجا میں آپ

کا وعظ سُنا تھا؟" میں نے کہا "یہ بہت عرصہ پہلے کا واقعہ ہے۔ میں تب لارڈ ریونس ہل کے ہاں ملازم تھا۔۔۔"

"اوہ جوزف!" مسز ہاورڈ نے جلدی سے کہا "کیا تم اس امیر کے ہاں ملازمت کیا کرتے تھے جو تباہ ہو گیا تھا؟"

"ہاں میڈم اور جس زمانہ کا میں ذکر کرتا ہوں تب میں نے آپ کو بھی گرجا میں بیٹھے دیکھا تھا مگر میں آپ کے روبرو آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد میں جب آداب بجا لانے پادری صاحب کے مکان پر حاضر ہوا تو مجھ کو بتایا گیا کہ آپ وہاں سے رخصت ہو گئی ہیں۔ بہرحال مجھ کو یہ جان کر بڑا رنج ہوا کہ آپ سخت پریشانی کی حالت میں اور بیمار ہیں۔ مگر اب یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی صحت اب اچھی ہے۔"

اس گفتگو کے دوران میں مسٹر ہاورڈ کو اچھی طرح یاد آ گیا تھا کہ میں کون ہوں چنانچہ اب اس نے کہا "جو کچھ تم نے بیان کیا ہے میں اس کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔" پھر اس کے بعد سنجیدگی کے لہجہ میں "جوزف ولمٹ۔ اس دنیا میں ہر شخص کے لئے آزمائش کا زمانہ آتا ہے اور انسان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس امتحان میں ثابت قدم رہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں مسز ہاورڈ کی ذات سے گہری دلچسپی ہے اور میں یہ بات اس کے روبرو تم سے کہتا ہوں کہ جو آفتیں اور مصیبتیں اس پر نازل ہوئی تھیں ان سب کو اس نے بڑی دلیری اور گہرے استقلال کے ساتھ برداشت کیا ہے۔"

"اوہ پیارے ہنری!" مسز ہاورڈ نے جس کے لئے اپنے جذبات پر قابو رکھنا محال تھا اشک آلود آنکھوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مجھے دولت کے جانے کا غم نہیں کیونکہ وہ ایک آنی جانی چیز ہے رنج اگر ہے تو ان لوگوں کی نامہربانی کا جو۔۔۔"

"میڈم۔ یہ آپ کیا فرماتی ہیں؟" میں نے ایڈتھ کے لفظوں سے متعجب ہو کر کہا۔ "معاف کیجئے اور میرے الفاظ کو گستاخی پر محمول نہ فرمایئے۔ ہرچند میں ایک ناچیز ادنیٰ

خادم ہوں۔ تاہم آپ کی دیرینہ عنایتوں کی بنا پہ آپ کی ذات اور معاملات سے گہری دلچسپی رکھتا ہوں اس وقت تک میرا خیال تھا... بلکہ یوں کہنا چاہیئے میں پورا یقین رکھتا تھا کہ آپ فضلِ خدا سے مالدار ہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے والد میرے آنجہانی محسن نے آپ کیلئے معقول ورثہ چھوڑا تھا۔ پس میری سمجھ میں نہیں آتا..."

میرے ان الفاظ کو سُن کر مسٹر اور مسز ہاورڈ عجیب طرح کے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر مجھ کو ڈر ہوا کہ شاید وہ میرے بے تکلفانہ لہجہ اور انداز گفتگو سے ناراض ہو گئے ہیں۔ شاید جوشِ ہمدردی میں میرے منہ سے کوئی ایسا لفظ نکل گیا۔ جو اُن کے لئے باعثِ آزردگی ثابت ہوا ہے۔ لیکن اس خیال کی تردید جلدی ہی مسٹر ہاورڈ کے لفظوں سے ہو گئی جب سے کہا" جوزف تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم کو معلوم تھا کہ مسٹر ڈلیمر نے موت سے پہلے اپنی جائداد کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا تھا؟... کیونکر تمہیں اس کا حال معلوم ہوا؟..."

"مسٹر ہاورڈ" میں نے جلدی سے معذرتی لہجہ میں کہنا شروع کیا" اگر کوئی بیجا لفظ میرے منہ سے نکلا ہو تو میں اس کے لئے معافی طلب کرتا ہوں..."

"نہیں جوزف" مسز ہاورڈ نے جواب دیا" ہم تمہارے کسی لفظ کو بےجا خیال نہیں کرتے اس کے برعکس ہم تمہاری سچی ہمدردی کے لئے ممنون ہیں"

"بے شک" اس کے شوہر نے بھی کہا" میں خوش ہوں کہ تمہیں ایڈتھ کی ذات سے اس قدر ہمدردی ہے۔ لیکن جس بات نے مجھ کو... ہم دونوں کو حیرت زدہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر ڈلیمر کی تقسیم جائداد کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟"

"میں اس بارے میں کوئی بات چھپا کر رکھنا نہیں چاہتا" میں نے جواب دیا" بات یہ ہے میں نے اتفاقاً کچھ گفتگو سُنی تھی... گو یقین کیجیے میں قصداً اسے سننے کے لئے نہ ٹھہرا تھا۔ بالکل نہیں۔ درحقیقت میں ڈلیمر مینر کے اس کمرہ میں جو عجائب خانہ کہلاتا

تھا۔ صفائی کر رہا تھا کہ باہر والے کمرہ یعنی لائبریری سے گفتگو کی آوازیں میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں ...."

"لیکن وہ گفتگو کن میں ہو رہی تھی؟" مسٹر ہاورڈ نے جلدی سے پوچھا۔

"میرے آنجہانی محسن مسٹر ڈیلمر اور مسٹر ملگریو کے درمیان۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اس گفتگو کا مضمون کیا تھا؟ جلدی بیان کرو کیونکہ میں سننے کو بیتاب ہوں۔"

"پوری کیفیت تو اب مجھے یاد نہیں۔" میں نے بیان کیا۔ "تاہم اتنا معلوم ہے کہ مسٹر ڈیلمر نے مسٹر ملگریو سے گفتگو کرتے ہوئے واضح اور صاف لفظوں میں کہا تھا کہ اس معاہدہ و اقرار کے مطابق جو انہوں نے اپنی بیوی سے اس کی موت کے وقت کیا تھا انہوں نے وصیت لکھ کر اپنی ساری جائداد آپ کے" میں نے ایڈیتھ کی طرف اشارہ کیا۔ "اور مسز ملگریو کے درمیان مساوی تقسیم کر دی ہے۔" یہ کہتے ہوئے میں نے ایڈیتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس رنجدہ گفتگو کی وجہ سے اتنا بھاری صدمہ اس کے دل کو ہوا کہ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔

"جوزف ولمٹ۔" مسٹر ہاورڈ نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "شاید تم کو معلوم نہ ہو لیکن نادانستہ تم نے اپنے سرسری الفاظ سے ایک ایسی بات ظاہر کر دی ہے جو واقعہ میں غیر معمولی اہمیت رکھنے والی ہے۔ لیکن ... میرے خدا ... پیاری ایڈیتھ کیا تم بیمار ہو؟"

خاتون کے چہرہ پر دفعتاً زردی چھا گئی۔ اور وہ اس طرح لڑکھڑائی کہ معلوم ہوتا تھا فرشِ زمین پر گرا چاہتی ہے۔ چنانچہ یہ حالت دیکھ کر مسٹر ہاورڈ نے ایک کرایہ کی گاڑی جو پاس سے گذر رہی تھی طلب کی۔

"پیارے ہنری میں اب اچھی ہوں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "لیکن ایسے غم افزا، رنجدہ واقعات کی یاد تازہ ہوئی ہے ..."

"ہاں پیاری۔ ایسا ہونا قدرتی تھا۔" اس کے شوہر نے تسلیم کیا۔ اور یہ کہتے ہوئے

وہ ایڈ ہتھ کو سہارا دے کر اس گاڑی کی طرف سے چلا جو پیدل چلنے کی پٹری کے پاس آکر ٹھہر گئی تھی۔

"الوداع جوزف" اس نے عنایت آمیز لہجہ میں کہا۔ "ہماری نیک دعائیں ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ تم بہت نیک لڑکے ہو۔ اور یقیناً ترقی حاصل کرو گے"

ایڈ ہتھ نے بھی دوستانہ لہجہ میں مجھ کو الوداع کہی اور اس کے بعد گاڑی ایک طرف کو چلنے لگی۔ مگر میں اس وقت تک کھڑا اس کی غائب ہوتی ہوئی صورت کو دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ سینٹ پال چرچ یارڈ کے اطراف میں خلقت کے انبوہ کثیر میں نظروں سے چھپ گئی۔ اس کے بعد اپنے نیکدل محسن کی مرگ بے ہنگام اور ایڈ ہتھ کے اثر پذیر دل پر اس کے پیدا کئے ہوئے ناقابل محو رنج و غم کو یاد کر کے میرے سینہ سے بے اختیار آہ سرد نکلی اور میں بل اینڈ موتھ سرائے کی طرف چلنے کے لئے مڑا لیکن پہلا ہی قدم اٹھایا تھا کہ اس طرح چونک کر پیچھے ہٹا اور لڑکھڑایا گویا کوئی وحشی حیوان یا موذی سانپ مجھ پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔ کیونکہ اس جگہ مجھ سے بمشکل تین گز کے فاصلہ پہ وہی میرا نہ بھولنے والا دشمن... خوفناک مسٹر لینوور کھڑا تھا!

دوسری جلد کا دوسرا حصہ ختم ہوا

# گردشِ آفاق

دوسری جلد

تیسرا حصہ

# باب ۴۰ (بقیہ)

اس کی صورت ویسی ہی تھی جیسی اس زمانہ میں جب میں نے آخری بار اسے دیکھا تھا۔ وہی اس کے بالوں کی ملگجی تلی چاولی رنگت، وہی اس کے گنجے دار بھووں میں چھپی ہوئی ذیزل اور سانپ کی آنکھوں سے ملتی جلتی، خوفناک جاں فرسا آنکھیں اور وہی کالا لباس البتہ اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ اس کی ٹوپی کے گرد سیاہ کریپ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا جو غالباً بدنصیب وائیولٹ کی موت کے لئے سوگ کی نشانی تھی۔ اس نے حسبِ معمول اپنے بوٹوں کے چوڑے تسموں کو بو کی صورت میں باندھ رکھا تھا اور اس کے بھاری چوڑے ہاتھ ڈھیلے سیاہ کڈ لیدر کے دستانوں میں پوشیدہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس نے پہلے ہی مجھے دیکھ لیا تھا کیونکہ جب میری نگاہ اس کی طرف گئی تو اس کی آنکھیں عجیب طرح کی سرد متجسس نظر دل سے جن کا مقابلہ میں پھر ایک بار سانپ کی خوفناک سحر آمیز نگاہ سے کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری طرف گھور رہی تھیں۔ اسی طرح چند لمحوں تک وہ میری طرف دیکھا کیا اور میں اس دوران میں بدحواس و سراسیمہ چپ چاپ اپنی جگہ پہ کھڑا رہا تھا۔ اتنی دہشت مجھے اس کے روبرو آجانے سے ہوئی جس

کا وہم بھی اس وقت تک اس سے ناگہاں ملنے کے امکانی خیال سے مجھ کو نہ ہو سکتا تھا۔

"آہ جوزف" دفعتاً اس نے ایک عجیب طرح کی نرم آواز سے کہنا شروع کیا جو میرے لئے بالکل نئی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ اور انداز میں اگر واقعی ایسا ہونا ممکن سمجھا جا سکتا ہے، حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو گئی۔ "تم کیا پھر لندن آ گئے؟ اور کب آئے؟ چپ کیوں کھڑے ہو؟ کیوں نہیں مجھ سے ہاتھ ملاتے؟ کیا میں تمہارا ماموں نہیں ہوں اس سے پہلے بے شک تم نے بعض موقعوں پر مجھ سے سرکشی کی ہے تاہم میں ان خطاؤں کی یاد کو مدت گذری دل سے محو کر چکا ہوں۔"

پہلے میرے جی میں آیا تھا اس سے برملا کہہ دوں کہ آپ شاید ان واقعات کو بھول گئے ہوں تاہم میں کبھی ان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے بعد خیال آیا کہ اگر میں نے اس زمانہ کے متعلق جب میں اس کے گھر سے فرار ہوا تھا، اس کے قاتلانہ ارادوں سے واقف ہونے کا ثبوت دیا تو یہ بالواسطہ اس کو اس راز سے آگاہ کرنے کا ذریعہ ہوگا کہ انیل نے اس کی گفتگو چھپ کر سنی تھی۔ اور اسی کی معرفت یہ اطلاع میرے کانوں تک پہنچی۔ پس یہ سوچ کر کہ اس طرح بے خبری میں منہ سے نکلے ہوئے چند الفاظ کس قدر بڑا اہمیت اور دور رس ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں نے دفعتاً ان کو روکا۔ یعنی اس جواب کو ضبط کیا جو نوکِ زباں پر تھا۔ اور محض اس کے شبہات رفع کرنے کو مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس طرح ہلایا کہ اگر کوئی اجنبی دیکھنے والا ہوتا تو یقینی طور پر اس کو ہمارے دوستانہ تعلقات کا ثبوت تصور کرتا لیکن حالت یہ تھی کہ محض اس کا ہاتھ لگنے سے ہی (گو وہ ہاتھ دستانہ میں چھپا ہوا تھا) سردی کی تیز لہر میرے بدن کے ہر حصے سے ہوتی ہوئی نکل گئی۔ ایسا معلوم ہوا گویا وہ میرے ہاتھ کو ایک بار پکڑنے کے بعد چھوڑنا نہیں چاہتا اور اس حالت میں مجھے اپنے ساتھ گھسیٹ کر لے جانا چاہتا ہے۔ لیکن جب میں نے اردگرد نظر ڈالی جب لاتعداد آدمی سوار

اِدھر سے اُدھر جاتے اور آتے نظر آئے۔ نیز جب میں نے سوچا کہ یہ واقعہ دن کی روشنی اور اس شہر عذار کے ایک وسطی بازار میں پیش آرہا ہے۔ جس کو صدر مقام عالم کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ میرے منہ سے نکلی ہوئی چیخ کی ایک آواز بہت سے لوگوں کو آنِ واحد میں میری امداد کے لئے جمع کر سکتی ہے تو میری گری ہوئی ہمت بحال ہونی شروع ہوئی۔ اور میں یہ سوچ کر خود ہی اپنے دل میں شرمسار ہونے لگا کہ مجھ ایسے بالغ نوجوان کو اس مرد کوزہ پشت وضعیف کی طرف سے کس طرح کا خطرہ پیش آسکتا ہے اور کیوں مجھے اس کی طرف سے اتنا ہراساں ہونا چاہیئے۔ لیکن جب اس کے مقابلہ میں اس کے مزاج آتشیں کا حال یاد آیا، جب میں نے اس کی شر انگیزیوں اور بے رحمانہ سازشوں کا حال جانتے ہوئے اس کی ظاہری صورت کے استکراہ کا خیال کیا، تو آخری نتیجہ جس پر میں پہنچا، یہی تھا کہ میں تو کیا کوئی آدمی بھی ہو وہ ایک اس طرح کے بدصورت، زشت سیرت سازشی انسان کی موجودگی سے یقیناً خائف ہو سکتا ہے۔

"جوزف" اتنے میں وہ پھر بولا "تم نے تھوڑے ہی عرصہ میں خوب ترقی کی ہے۔ اب تم دراز قد نوجوان ہو اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بہت وجیہہ اور خوبصورت نظر آتے ہو۔ فی الحقیقت ایسا شکیل لڑکا جیسے تم ہو، میں نے عمر بھر میں نہیں دیکھا اور آئندہ میں کبھی کسی بُرے خیال کو تمہارے برخلاف دل میں جگہ نہ دوں گا۔ گذرے ہوئے واقعات کی یاد ہمیشہ رنجدہ ہوتی ہے تاہم میں اپنی صفائی میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پہلے موقعہ پر ہر طرح کی پیش دستی تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔ چنانچہ جس روز میں نے تمہیں کوٹھری میں بند کیا تو یاد ہوگا کہ تمہیں نے پہلے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا لیکن ہاں یہ تو بتاؤ۔ تم اس روز بھاگے کیوں تھے؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک عجیب طرح کی تیز اور متجسس نظر سے میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ ان تنگ آنکھوں کی تہ میں چھپی ہوئی ہیبت انگیز روشنی سوئی کی نوک کی مانند میرے بدن

میں چھپتی جا رہی تھی۔

"چونکہ میرا خیال تھا آپ نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا اس لئے میں مجبوراً رخصت ہو گیا" میں نے اب کسی قدر دلیری کے ساتھ جواب دیا۔ "آپ خود بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ جس جگہ رہ کر مجھے اتنی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی۔ وہاں سے میرا فرار ہونا قدرتی تھا۔"

"تکلیف!... تم کو!" مسٹر لیبنو ور نے پہلے سے بہت نرم آواز میں کہنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ میں بھی نرمی آ گئی۔ "جوزف معاف کرو یہ تمہاری غلطی ہے۔ تم اگر سوچو تو یاد آ جائے گا کہ اس یوم خاص تک میں نے زیادہ سے زیادہ نرمی تمہارے ساتھ برتی تھی لیکن جب اس کے بعد... تاہم خیر اس ذکر کو جانے دو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں" اور اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا گویا وہ اس خیال سے مطمئن ہے کہ میں اس کے قاتلانہ ارادوں سے اتنی واقفیت نہیں رکھتا۔ جتنا پہلے اس کو احتمال تھا۔ "آؤ بازار میں چلتے چلتے گفتگو کریں گے۔ غالباً تھوڑی دیر پہلے تم مسٹر اور مسز ہارڈ سے گفتگو کر رہے تھے کیا یہ صحیح ہے" اور ایک مرتبہ پھر اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"ہاں یہ صحیح ہے" میں نے آلڈرس گیٹ سٹریٹ کی سمت میں اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"اور کیوں بھلا وہ کیا باتیں تھیں جو تم میں ہوئیں؟ میرا خیال ہے وہ ضرور کچھ بے تکلفانہ گفتگو تھی۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے وہ دونوں بہت نیک ہیں اور کبھی اظہار تکبر نہیں کرتے"

"مجھ سے ان کی گفتگو بڑی عنایت آمیز تھی" میں نے جواب دیا۔

"جوزف میرے عزیز" مسٹر لیبنو ور نے پھر ایک بار میری طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "جس طرح کے مختصر جواب تم مجھے دے رہے ہو۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ابھی تک میرے برخلاف تمہارے دل میں کچھ نہ کچھ رنج باقی ہے۔ افسوس تم نہیں جانتے کہ میں شروع ہی سے تمہارا دوست

اور یہی خواہ بن کر رہنا چاہتا تھا اور میری دلی آرزو یہ تھی کہ ہر ممکن طریقہ پہ تمہاری امداد کروں. مگر اس دنیا میں کون بشر خامیوں سے خالی ہے؟ بدقسمتی سے میں بھی کچھ کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہوں۔ اور ان کا حال سب سے بہتر خود تمہیں معلوم ہے لیکن یہ مزاج کی کڑواہٹ جو میرا سب سے بڑا عیب ہے حقیقت میں محض سطحی ہے کیونکہ میری نیت بُری نہیں۔ ظاہرا میں کتنا ہی تلخ گو سمجھا جاؤں باطن میں میرا دل صاف ہے بس اگر اتنی ہی شکایت تمہیں مجھ سے ہو کہ میں تم سے نرمی سے پیش نہیں آیا تو اس کے لئے میں رعایت کا حقدار ہوں. جس زمانہ میں تم میرے مکان پر رہتے تھے تو میں تمہارے مستقبل کے بارے میں بڑی بڑی امیدیں رکھتا تھا چنانچہ میں یہ سوچ کر خوش ہوتا تھا کہ تمہارے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد وہ رشتہ جو پہلے سے ہمارے درمیان قائم ہے زیادہ قریبی اور مضبوط بن جائے گا۔"

حیران و ششدر میں اس کے منہ کو تکنے لگا۔ کیا اس اشارہ کا وہی مطلب تھا جو میں نے سمجھا یا مجھی کو غلط فہمی ہوئی تھی؟ محض اس بات کا خیال کہ شاید اس کا اشارہ میرے اینبل سے شادی کرنے کے امکان کی طرف تھا۔ میرا دل راحت و امید سے بھر گیا اور اتنی خوشی مجھ کو ہوئی کہ میں اس کے اثر میں اس حقیقت کو بھی بھول گیا کہ اگر وہ واقعی اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دینے کی خواہش رکھتا تھا تو پھر کیوں اس رات اس نے جب میں اس کے مکان سے فرار ہوا میرے برخلاف قتل کے منصوبے سوچے تھے؟

"ہاں ہاں" وہ اب نئی طرح کی دردناک اور پُرحسرت آواز سے کہہ رہا تھا۔ "میری دلی خواہش یہ تھی کہ مناسب وقت گزر جانے کے بعد میں تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کر لوں اور اپنی ہونہار بیٹی اینبل تم سے بیاہ دوں... آہ تم نہیں جان سکتے کہ اس وقت کے بعد اس کی صورت میں کتنی خوشگوار تبدیلی ہوئی ہے۔ اب وہ کمسن لڑکی کے درجہ سے نکل کر عہد شباب میں قدم رکھنے لگی ہے۔ اور میں اس کی ذات پہ بے حد فخر کرتا ہوں۔"

میں چپ تھا۔ حیران کہ کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ امید و بیم کی مشترک حالت میرے سینہ

میں طوفان عظیم پیدا کر رہی تھی اور ذہنی اضطراب کا یہ عالم کہ میرے لئے کسی طرح کی صحیح رائے قائم کرنا بالکل دشوار تھا۔ منہ سے ایک لفظ تک کہے بغیر میں اس بیم و رجا کی الجھن میں جس میں امید کا اثر غالب تھا اس کے ساتھ ساتھ آگے ہی آگے چلتا گیا۔

"اور کیوں جوزف۔ کیا تم کبھی انیبل کو یاد کیا کرتے تھے؟" اس نے اپنی تنگ آنکھیں میرے چہرہ پر جما کر دیکھتا ہوا پوچھا جس سے شرم کی سرخی بے اختیار میرے رخساروں پر پھیل گئی۔ "ٹھہرو میں یاد کر لوں؟" اس نے پر خیال انداز سے کہا۔ "تم کو آخری بار انیبل سے ملے ڈھائی سال کا عرصہ ہو گیا۔" جس کا مطلب صاف لفظوں میں یہ تھا کہ وہ ان ملاقاتوں سے جو ہمارے درمیان ایکسیٹر اور سالسبری میں ہوئی تھیں بالکل لاعلم تھا۔ "ڈھائی سال کا عرصہ کافی لمبا ہوتا ہے بعد انیبل کی صورت میں اس نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ یقین کرو جوزف۔ اس کے باپ کی حیثیت میں میں اس کی ذات پر بہت فخر کرتا ہوں۔"

پھر ایکبار اس نے میری طرف دیکھا مگر میں اب اتنا بدحواس تھا کہ نہ اس کی نگاہ اور نہ الفاظ کا مطلب صحیح طور پر سمجھ سکا۔ اور واقعات کے نادانستہ نئی صورت اختیار کرنے سے میرے جی کو اس قدر پریشانی تھی کہ میں جواب میں ایک لفظ تک کہنے کے ناقابل تھا۔

"جوزف مجھے پوری امید ہے" مسٹر ٹلیبوور نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ تم اس کو بھولے نہیں ہو اور غالباً پھر ایک بار اس سے ملنا پسند کرو گے۔"

میں چونکا اور چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اس وقت میری نگاہ راحت و امید کی کشش سے بے اختیار اس کے چہرہ کی طرف گئی۔ مگر اس کے فوراً بعد میں نے انداز استکراہ سے اپنی آنکھیں دوسری طرف پھیر لیں۔ کیونکہ ان خوفناک خونی سازشوں کی یاد جو اس نے میرے برخلاف کی تھیں اس طرح آنِ واحد میں تازہ ہو گئی۔ جیسے بجلی ابر سیاہ سے نکل کر چمک جاتی ہے۔ ہر چند وہ اس وقت نرمی اور عنایت کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ تاہم اس یاد کے تازہ ہوتے ہی میں اپنے جی میں اس کے برخلاف بدترین شبہات کو جگہ دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"سنو جوزف" مسٹر لیبوور نے پھر ایک بار کہنا شروع کیا "آئندہ میں تمہارے افعال پر کسی طرح کی نگرانی نہ کروں گا۔ فی الحقیقت مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ میں نے کبھی تم پر جبر کیا۔ بہر حال گزشتہ سختیوں کی تلافی کے طور پر میں جہاں تک ممکن ہو گا تم سے نرمی برتوں گا میں یہ پوچھنا نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودہ حالت کیسی ہے کیونکہ تمہاری صورت کہے دیتی ہے کہ تم آسائش و فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ اس سے میرے دل کو بہت خوشی ہوئی ہے اور تم اگر لندن میں رہتے ہوئے پھر ایک بار انیل اور اس کی ماں سے ملاقات کرنا چاہتے ہو تو میں کھلے دل سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

ایک دفعہ پھر ناقابلِ ضبط خوشی کے آثار میرے چہرہ پر نمودار ہوئے اور میرا خیال ہے کہ مسٹر لیبوور نے ضرور اُن کو دیکھ لیا ہو گا کیونکہ جلدی ہی اس نے کہا۔

"افسوس!" اس کا لہجہ سابق کی طرح غمناک تھا "افسوس اب میں اگر اس بات کی خواہش بھی رکھوں تو تمہیں اپنے گھر میں جگہ نہیں دے سکتا بلکہ بار بار یہ سوچ کر میرے دل کو مایوسی ہونے لگتی ہے کہ شاید اب تم انیل سے شادی بھی نہ کرو۔ کیونکہ جوزف اب ہم غریب ہیں... بے حد غریب ہیں۔ کئی طرح کی مصیبتوں نے ہم کو گھیر رکھا ہے۔ حالانکہ تم جیسا کہ تمہاری صورت ظاہر کرتی ہے ہر طرح آسودہ اور خوش حال ہو۔"

"اُف میرے خدا۔ مسٹر لیبوور! کیا یہ ممکن ہے؟" بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر درد و اذیت کی لہر میرے بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی کہ اس وقت جب میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہا ہوں میری قابلِ پرستش انیل اور اس کی نیک نہاد ماں سخت ترین مشکلات میں مبتلا ہیں۔

"آہ میرے عزیز" مسٹر لیبوور نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا "میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا ہماری حالت واقعی بے حد خراب ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے دوسری طرف منہ پھیر کر اپنے کوٹ کی آستین کو اس طرح آنکھوں کے پاس پھیرا۔ گویا آنسوؤں کے قطرے

پوچھنا چاہتا تھا۔" جوزف میں نے اس دنیا میں رہ کر بڑی جدوجہد کی ہے۔ بارہا میں اُبھرا۔ اور کئی بار رفتارِ زمانہ سے تحت الثریٰ میں گرا ہوں لیکن اب کی بار میری حالت بے حد زار ہے۔ وہ تو سچ پوچھو ہماری گذر اوقات بھی محض اس طرح ہوتی ہے کہ انیبل کو صبح سے رات تک اور رات سے صبح تک سوئی ہاتھ میں لے کر بیٹھے رہنا پڑتا ہے ..."

"آہ بدنصیب انیبل!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کیونکہ میرے دل کو اس بیان سے سخت صدمہ پہنچا تھا۔

"اس کی بدنصیبی میں کیا کلام ہے" مسٹر لیونور نے میرے لفظوں کو سن کر جواب دیا "افسوس ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو دن رات اس قدر محنت شاقہ پہ مجبور رہونا پڑتا ہے اس کا اثر یقیناً اس کی صحت کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا لیکن ... مجبوری ہے۔"

"نہیں نہیں۔" میں نے حالتِ جوش میں اس حقیقت کو نظرانداز کر کے کہ ہم اس وقت سربازار چل رہے ہیں، پُر وحشت انداز سے کہا "میں یہ حالت نہیں دیکھ سکتا۔ میری موجودگی میں وہ کیوں اتنی محنت کرے۔ کیونکہ محنت کرنا میرا فرض ہے۔ او مسٹر لیونور انیبل کی یاد ہر وقت میرے دل میں رہی ہے۔ میں کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی اس کو نہیں بھولا ہوں۔ آپ کے گھر میں رہتے ہوئے جو دوستی ہم میں ہوئی تھی۔ وہ پختہ ہو کر گہری محبت کی صورت اختیار کر چکی ہے بے شک وہ میری معبود ہے اور میں اس کا پرستار ہوں۔"

"آہ میرے عزیز جوزف" کبڑے نے اس انداز سے کہنا شروع کیا گویا وہ میرے لفظوں سے بہت متاثر ہوا ہو "میری خوش نصیبی ہے کہ اس طرح کے الفاظ تمہاری زبان سے سنتا ہوں۔ لیکن نہیں میں تمہیں انیبل سے ملنے کے لئے ساتھ لے جانا نہیں چاہتا۔ تم اس کی ..... ہماری بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ ہو گے۔ تمہارے جی کو اس مکان کی زار حالت دیکھ کر جس میں ان دنوں ہم رہتے ہیں، بھاری صدمہ پہنچے گا۔"

"تو کیا اب آپ لوگ گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پہ نہیں رہتے؟" میں نے

جوش میں بھر کر پوچھا۔

"افسوس نہیں۔ کئی مہینوں کا کرایہ ادا نہ ہونے سے مالک مکان نے ہم کو نکال دیا۔ جو قیمتی سامان ہمارے پاس تھا ضبط کر لیا اور اب ہم مجبور ہو کر بڑی ردی حالت میں ایک نہایت ادنیٰ مکان میں رہتے ہیں جہاں صرف دو کمرے ہمارے پاس ہیں اور اسباب کی قسم سے کوئی چیز موجود نہیں۔ اس جگہ ہمارے ہمسائے بھی ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں۔"

مسٹر لیونورڈ کے ان دردناک لفظوں کو سن کر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اب میں وہ سب بدسلوکیاں جو عہد ماضی میں اس شخص نے مجھ پر کی تھیں بھول گیا۔ صرف وہ دردانگیز نظارہ جو اس نے پیش کیا میری نظروں کے سامنے تھا۔ اور میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "خدا کے لئے ماموں جان مجھے اپنے ہمراہ مکان پر لے چلئے اور اجازت دیجئے کہ جہاں تک میرے بس میں ہے آپ کی مدد کروں" اور یہ کہتے ہوئے اس خیال سے میرے سینہ میں خوشی کی لہر پیدا ہو گئی کہ خدا کے فضل و کرم سے اس وقت میرے پاس اتنی نقدی تھی جس سے میں ان لوگوں کی کافی امداد کر سکتا تھا۔

"بہت اچھا... تم اگر اتنا اصرار کرتے ہو... تو میں مجبور ہوں" مسٹر لیونورڈ نے رکتے ہوئے جواب دیا۔ "مگر میں پھر ایک بار کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم اگر میرے ساتھ نہ چلو تو بہتر ہے کیونکہ غریبی اور مصیبت کا نظارہ ہر حال میں باعث رنج و تکلیف ہوتا ہے۔ ایک طرف میری غریب بیوی بستر مرگ پر پڑی ہے۔ دوسری جانب اینبل دن رات کی سخت مشقت سے اپنے اگلے وجود کا محض سایہ رہ گئی ہے۔ اس کے علاوہ جب میں سوچتا ہوں کہ میں نے اپنی بدنصیب بیوی کے متعلق فرائض ازدواج کو پوری طرح ادا نہیں کیا اور سوچتا ہوں کہ اینبل اس طرح کے بدلے ہوئے حالات میں تم سے مل کر شرمسار ہو گی تو میں یہی بہتر سمجھتا ہوں..."

"لیکن اینبل کو مجھ سے شرمسار ہونے کی کیا حاجت ہے؟" میں نے جلدی سے کہا۔ "کیا میں اس کا... آپ لوگوں کا قریبی رشتہ دار نہیں ہوں؟ اس کے علاوہ کیا میں اس کے نیک اوصاف سے

پوری واقفیت نہیں رکھتا؟ نہیں نہیں۔ میرے روبرو اس کے شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس موقعہ پر میرا یہ فرض ہے کہ حسب توفیق اس کی امداد کروں۔"

"جوزف۔ مجھ کو بار بار نہ کرتے شرم آتی ہے۔" مسٹر لینوور نے آخر کار کہا۔ "تم اگر ضروری میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو اس طرف کو آجاؤ۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ سڑک کے دوسری جانب کو مڑا۔ اس جگہ تین چار سیڑھیاں چڑھ کر ہم ایک طرح کے کھلے احاطہ میں پہنچ گئے جس کا نام ویسٹ مورلینڈ بلڈنگز معلوم ہوا جس کے بعد مسٹر لینوور نے اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "جوزف۔ جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ ہم کو ان لوگوں میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جو بیحد غریب ہیں۔ ادھر آؤ میرے عزیز۔ مکان اب بالکل قریب ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ انیبل تمہیں دیکھ کر ضرور خوش ہوگی۔ یہ تمہاری بڑی مروت ہے کہ تم اس مصیبت میں ہم سے اس قدر ہمدردی کرتے ہو۔ اور مجھے یہ سوچ کر بار بار ندامت ہوتی ہے کہ کیوں میں نے سابقہ موقعہ پر تم سے بدسلوکی کی... بس ہاں اس طرف۔"

ہم ان عمارتوں کے آخری سرے تک پہنچ گئے تھے جن کا نام ویسٹ مورلینڈ بلڈنگز مشہور تھا۔ اس سے آگے ایک تنگ گلی داہنی طرف کو جاتی تھی۔ اس میں داخل ہو کر ہم بائیں جانب کو مڑے اور اس سے تھوڑی دور آگے پھر ایک بار بائیں طرف کو مڑ کر ایک اور احاطہ کے محراب دار دروازہ کے پاس جا پہنچے جہاں دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا سائن بورڈ لگا ہوا تھا جس کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس جگہ کو ایلبین بلڈنگز کہتے ہیں۔ یہاں پر جس قدر مکانات مجھے نظر آئے بہت ادنیٰ اور کثیف اور ان کے رہنے والے غریبی کا بدترین نمونہ تھے لیکن اس ادنیٰ مقام پر چلتے ہوئے میرے جی میں اپنی سلامتی کے متعلق کسی طرح کا اندیشہ نہ تھا۔ میری نگاہ عالم خیال میں انیبل کی اس تصویر پر لگی ہوئی تھی کہ وہ ایک ایسے ہی تنگ اور گندے مکان میں سلائی کے کام پر جھکی ہوئی دن رات محنت کرتی ہے تاکہ اپنے والدین کے گذارہ کے لائق چند پیسے کما سکے۔ اس کے چند لمحے بعد مسٹر لینوور داہنی طرف کے

ایک مکان کے دروازہ پر ٹھہر گیا اور اس پر دو بار دستک دی۔ ایک نہایت ادنیٰ لباس کی بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جس کے بارے میں میں نے خیال کیا کہ وہ اس گھر کی مالکن ہوگی۔

"یہ لڑکا میرا بھانجا ہے" مسٹر لینووس نے ایک لحظہ اس عورت کے پاس ٹھہر کر آہستگی سے کہا "بہت نیک لڑکا ہے اور اب اپنی ممانی اور ماموں زاد بہن سے ملنے آیا ہے۔ آہ مسز ہارڈلے تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بدنصیب مسز لینووڈر کس قدر مصیبت سے زندگی گذار رہی ہے۔ اور کس طرح میری جوان لڑکی دن رات کی محنت سے اپنی صحت برباد کرنے پر مجبور ہے۔"

"ہاں صاحب مجھے اچھی طرح معلوم ہے" عورت نے آنچل کا ایک سرا آنکھوں سے لگاتے ہوئے افسوسناک لہجہ میں کہا۔

"آؤ جوزف" مسٹر لینووڈر نے آہ بھر کر کہا "جتنی شرم اس ادنیٰ مکان پر تم کو لاتے ہوئے مجھے ہوتی ہے اس کو میرا جی ہی بہتر جانتا ہے۔"

"خیر آپ اس کا ذکر جانے دیں" میں نے کسی قدر بے صبری سے کہا کیونکہ اب میں جس قدر جلد ممکن ہو مکان کے اندر پہنچ کر انیبل سے جوش محبت کے ساتھ بغلگیر ہونا چاہتا تھا۔ اور ان لفظوں کے بعد جو اس کے باپ نے راستہ میں کہے تھے میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ مجھے اس سے ہم آغوش ہونے کا حق حاصل ہے۔

ہم آگے پیچھے چلتے ایک تنگ و تاریک زینہ پر چڑھے لیکن وہ اس جگہ بھی جہاں پہلی منزل کی سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں نہ ٹھہرا۔ بلکہ بعد آگے دوسری منزل پر چڑھنے لگا مگر اس مقام کی طرف اس کے پیچھے جاتے ہوئے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کتنا بھاری صدمہ مسٹر لینووڈر اور انیبل کو گریٹ رسل سٹریٹ کے خوشنما آراستہ مکان سے اس تنگ و تاریک مکان میں اُٹھ آنے سے جس کی ہوا اتنی کثیف اور گرد و نواح کے حالات اس درجہ قابل نفرت تھے، پہنچا ہوگا۔

"اندر آؤ جوزف" مسٹر لینووڈر نے آگے بڑھ کر ایک کمرہ کا دروازہ کھولتے

ہوئے کہا اور میں حالتِ جوش میں یہ سمجھے ہوئے کہ اندر قدم رکھتے ہی انیبل سے ہم آغوش ہو جاؤں گا' بے تحاشا اندر گھس گیا۔

مگر میرے کمرہ کی دہلیز میں قدم رکھنے کی دیر تھی کہ بدکردار کبڑے نے میری گردن پکڑ کر اس زور سے آگے کی طرف دھکیلا کہ میں منہ کے بل فرشِ زمین پر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی پشت پر کمرہ کا دروازہ پُرشور آواز کے ساتھ بند ہوتا سُنائی دیا!

# باب ۴۱

## خطرے

میں جھٹ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ مجھے سخت دھوکا دیا گیا۔ اور نہایت ادنیٰ فریب مجھ سے کھیلا گیا ہے۔ غصہ، جوش اور وحشت کی حالت میں میں چوٹوں کی پرواہ نہ کرکے اندھا دھند دروازہ کی طرف دوڑا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند ہے۔ کئی کئی طریقوں پر میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی' لیکن بے سود۔ آخر کار مایوس ہو کر میں نے اس سے سر ٹکرانا شروع کیا لیکن یہ ایک اس طرح کی احمقانہ حرکت تھی جس سے کسی طرح کا فائدہ ممکن نہ تھا۔ چنانچہ دروازہ جوں کا توں بند رہا۔ اور اس وقت دفعتاً خیال آیا کہ میں کتنا بیوقوف' کتنا ناعاقبت اندیش اور بے سمجھ ثابت ہوا کہ بچوں کی طرح اس دیو سیرت کبڑے کی باتوں میں آگیا۔ میں نے یہ سوچ کر بار ہا اپنے جی کو ملامت کی کہ کیوں میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں پر یقین کیا؟ اور کیوں اس کے دکھاوے کے آنسوؤں سے متاثر ہو کر یہ سوچا کہ اس کے مکر و فریب کی غمگینی حقیقی تھی اور وہ اپنی سابقہ بدسلوکیوں پر واقعی سچے دل سے متاسف ہو چکا تھا۔ میری یہ

حالت میری اپنی زود یقینی کا نتیجہ تھی۔ افسوس میری حماقت، افسوس میری ناعاقبت اندیشی!

میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ وہ ایک چھوٹا سا تنگ کمرہ تھا نہایت ادنیٰ سامان سے آراستہ! یعنی وسط میں ایک چھوٹی سی گول میز۔ کونے میں ایک معمولی چارپائی۔ اطراف میں بکھری ہوئی پانچ چھ کرسیاں۔ ایک ٹرنک پر رکھا ہوا منہ ہاتھ دھونے کا برتن۔ فرش پر بچھی ہوئی دری اور دیواروں میں لگی ہوئی کھونٹیوں پر مردانہ پوشش کی اس طرح کی چیزیں تھیں۔ مثلاً پھٹی ہوئی پتلون، پرانی واسکٹ، ٹوٹی ہوئی ٹوپی! میلی قمیص اور بھاری بوٹوں کی ایک جوڑی کمرہ کے کونے میں پڑی تھی۔ بہرحال صفائی، یا آسائش کا اس کمرہ میں نشان تک نہ تھا اور میں مسٹر لینوورکے اس سفاکانہ طرزعمل کو نظرانداز کر کے بھی جو اس نے مجھے زیر حراست کرنے میں برتا تھا ایک لحظہ کے لئے اس خیال کو دل میں جگہ نہ دے سکا کہ وہ یا اس کے گھر کے لوگ اس مکان میں رہتے ہیں۔ سخت پریشانی کی حالت میں میں اس کمرہ کے اندر کھڑا تھا کہ دفعتاً ایک اور خیال دل میں پیدا ہوا یعنی دروازہ گو بند تھا تاہم اس کمرہ کے اندر جو کھڑکی موجود تھی اس کو کھول کر میں شور وغل کی مدد سے کسی راہ چلتے مسافر کو بہ آسانی آمادۂ امداد کر سکتا تھا اس امید کا سہارا لے کر میں دوڑ پڑا۔ اس کھڑکی کی طرف گیا لیکن آپ میری مایوسی کا اندازہ کر سکتے ہیں، جب دیکھا کہ وہ مکان کے پچھواڑے ایک ایسے مقام پر کھلتی تھی جس کے اطراف میں آس پاس کے مکانوں کی اونچی دیواریں تھیں۔ پھر بھی اس خیال سے کہ اگر میں نے اونچی آواز سے شور مچایا تو گردونواح کے رہنے والے اسے سن لیں گے۔ میں اس کھڑکی کو کھول کر اس قسم کی کوشش کرنا چاہتا تھا کہ دروازہ بڑے زور کے ساتھ کھلا اور آگے مسٹر لینوور اور اس کے پیچھے ٹامس ٹیڈی اور بلیک بیرڈ تینوں آدمی کمرہ میں داخل ہوئے!

سلسلۂ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ایک لحظہ ٹھہر کر چند الفاظ ان دو بدمعاشوں کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ٹیڈی حسب معمول لاغر اور سوکھا ہوا

ادنیٰ قسم کے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کی رنگت پہلے کی نسبت زیادہ سیاہ نظر آتی تھی۔ گھنگھریالے سپید بال زیادہ لمبے ہو کر الجھے ہوئے گچھوں میں پس پشت کوٹ کے کالر پہ لٹکے ہوئے تھے اور جب اس کی تنگ خاکستری آنکھیں میری آنکھوں سے چار ہوئیں تو مجھے ان کی تہ میں شیطانی بغض و کینہ کے آثار نظر آئے۔ رہ گیا بل بلیک بیرڈ تو اس کی صورت دن کی روشنی میں اس سے بہت زیادہ مکروہ اور شیطانی دکھائی دی جتنی مرٹل لاج کے اصطبل کے اندھیرے میں معلوم ہوئی تھی۔ اس نے ایک ڈھیلی برجس پہنی ہوئی تھی اور گلے میں سبز رنگ کا بدنما کوٹ تھا جس میں پیتل کے بٹن لگے ہوئے تھے اس کی واسکٹ غیر معمولی لمبی اور گلے میں باندھنے کے کپڑے کی رنگت جو کبھی نیلی تھی سپیدی مائل ہو کر چیتی دلر بن چکی تھی۔ بظاہر اس نے اپنے آپ کو کسی اچھے خاندان کا ساہیس ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بہ حیثیت مجموعی اس کی صورت اور لباس سے یہ معلوم ہوتا تھا گو یا بیکاری کا مریض گھسیارہ ہے جس کی حالت امتداد زمانہ سے بدتر ہو چکی ہے۔ سر کے بال سیاہ، چہرہ زرد لوماس پر چیچک کے لاتعداد داغ تھے، پھر اس کے علاوہ اس کی ٹھڈی پر کھونٹی دار سیاہ ڈاڑھی تھی۔ (اور غالباً اسی کی وجہ سے اس کا نام بلیک بیرڈ مشہور تھا) اسوقت اس کی ڈاڑھی کے ناتراشیدہ بال قریباً آدھا انچ لمبے ہو گئے تھے۔ اور ان کی موجودگی اس کے چہرہ پر تندی اور خشونت کے آثار پیدا کرنے والی تھی۔

جس وقت یہ تینوں آدمی دفعتاً میرے کمرہ میں داخل ہوئے تو میرے جی میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب اگر میں نے پوری طاقت اور ہمت سے ان کا مقابلہ نہ کیا تو میری زندگی کی خیر نہیں۔ مایوسی کی پوری طاقت سے کام لے کر میں پہلے آتشدان کی طرف گیا اور اس کے بعد لوہے کی دو سلاخیں دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر مدد کے لئے شور مچاتا کسی طرح ان تینوں کے پاس سے گذر کر دروازہ سے باہر نکل جانے کی نیت سے تیزی کے ساتھ دوڑا۔ لیکن دروازہ آنِ واحد میں بند کر دیا گیا۔ اور ٹیڈی اور بل بلیک بیرڈ وحشی حیوانوں کی

طرح میری طرف جھپٹے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے ان دونوں پر بڑے زور کے ساتھ وار کئے مگر چوٹ کھا کر ان کی تندی میں اور اضافہ ہوا۔ حتیٰ کہ ایک لمحہ کے عرصہ میں انہوں نے لوہے کی دونوں سلاخیں میرے ہاتھوں سے چھین لیں اور مجھے فرش زمین پر گرا دیا۔ جس کے بعد ٹیڈی نے اپنا مضبوط استخوانی ہاتھ اس زور سے میری گردن پر رکھا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ کم از کم میرا خیال ہے کہ اس وقت میرے چہرہ کی رنگت سیاہ پڑ گئی ہوگی اس موقع پر خوفناک کبڑے نے میرے پہلو میں دوزانو ہو کر جیب سے رومال نکالا۔ اور اسے خوب کس کر میرے منہ پر باندھ دیا۔ تاکہ کسی طرح کی چیخ یا مدد کی آواز میرے منہ سے نہ نکلے اور ٹیڈی کم بخت نے اس وقت تک اپنا ہاتھ میری گردن سے نہیں ہٹایا حتیٰ کہ میرے دشمن جان ماموں کی طرف سے منہ باندھنے کا یہ عمل پورا نہ ہوگیا۔

"بس اب یہ کسی طرح کا شور و غل نہ مچا سکے گا۔" اس کے بعد ٹیڈی نے کہا: "بس آؤ اسے لے چلیں۔"

اور جب اس کے بعد اس نے بلیک بیرڈ سے مل کر مجھے سر اور پاؤں کی طرف سے اٹھا لیا تو میں نے بڑے زور سے جدوجہد کرنی شروع کی۔ اس پر بلیک بیرڈ نے گالی دے کر مجھے ایک زوردار گھونسا رسید کیا اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ "اگر تو چپ نہ رہے گا تو یاد رکھ میں یہ تیز چاقو تیرے سینہ میں گھونپ دوں گا۔" لیکن جب موت نظروں کے سامنے ہو تو اس طرح کی دھمکیوں کی کیسے پروا ہو سکتی ہے۔ کئی طرح کے خوفناک اندیشے میرے جی میں پیدا ہو چکے تھے اور میں سخت بدحواسی کے عالم میں پُرزور جدوجہد کر رہا تھا۔ فی الحقیقت میں اپنی ننھی سی جان کو بچاؤ کی انتہائی جدوجہد کئے بغیر ضائع ہوتے دیکھنا منظور نہ کر سکتا تھا کیونکہ یہ بات پوری طرح میرے ذہن نشیں ہو چکی تھی کہ لیونرڈ اور اس کے دونوں خوفناک ساتھی مجھے ایسے مقام پر لے جانا چاہتے ہیں جہاں ان کا منشا مجھے ہلاک کر دینے کا

ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اور زیادہ زور کے ساتھ جد وجہد شروع کی جس سے وہ رومال جو میرے منہ میں ٹھونسا ہوا تھا نکل گیا اور میں نے مدد کے لئے پُر زور چیخ ماری تب بدمعاش بلیک بیرڈ نے ایک آہنی مکّہ اس زور سے میرے سر کے پہلو میں مارا کہ میں بالکل بے ہوش ہو گیا۔ رفتہ رفتہ جب مجھے ہوش آیا اور میرے ذہنی قویٰ جو صدمہ کی شدت سے عارضی طور پر معطل ہو گئے تھے دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آنے شروع ہوئے تو میں نے معلوم کیا کہ گھُپ اندھیرے میں نمناک زمین پر پڑا ہوں۔ تو بھی جس زور سے بل بلیک بیرڈ نے مکّا مارا تھا اس کا اثر اب تک دورانِ سر کی صورت میں باقی تھا اور پہلا احساس جو آنکھ کھلنے کے بعد مجھ کو ہوا یہ تھا کہ میں نے حال میں کوئی خوفناک روح فرسا خواب دیکھا ہے اور اب رفتہ رفتہ اس کے اثرات سے نکل کر اصلی حالت میں آنے لگا ہوں لیکن جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے یہ ذہنی مغالطہ بہت عرصہ قائم نہ رہ سکا اور جلدی ہی مجھ کو اصل حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ خیال آیا کہاں ہوں ؟ بڑی مشکل سے اُٹھا اور سیدھا بیٹھ کر اس گھُپ اندھیرے میں جو چاروں طرف چھایا ہوا تھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاریکی اتنی کثیف تھی جتنی مصر پر دبا نازل ہونے کے وقت چھائی تھی یعنی کسی ایسی چیز سے ملتی ہوئی جسے ہاتھ سے چھو کر معلوم کیا جا سکتا ہو۔ اس وقت دفعتاً یہ خیال ... یہ ہیبت ناک جگر پاش خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ یہ کوئی زمین دوز تہ خانہ ہے اور وہ لوگ مجھے اس میں زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی سردی کی تیز لہر میری ریڑھ سے ہوتی ہوئی گذری اور شدّت خوف سے مجھے اپنے خون کی گردش تھمتی معلوم ہوئی۔ کسی طرح اس جگہ کی وسعت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے میں نے اپنے بازو اطراف میں پھیلائے اور وہ دونوں طرف ناہموار ٹھوس دیواروں سے لگ گئے۔ میں نے اِدھر اُدھر ٹٹول کر دیکھا تو جلدی ہی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ ضرور یہ کوئی تہ خانہ ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ وہ کہاں ہے

تو اس کا جواب پانے کے ناقابل ہوتے ہوئے بھی میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ خواہ وہ کسی غیر مستقل عمارت کا زیریں حصہ ہے یا کوئی دوسرا ہیبت ناک مقام۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ وہ سطح زمین کے بہت نیچے واقع ہے کیونکہ سورج کی روشنی کا تو ذکر کیا دن کے اُجالے کی خفیف جھلک بھی اس کے اندر کسی طرف سے داخل نہ ہوتی تھی۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے اس وقت رات ہو اور مجھے بیہوش پڑے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے ہوں۔ خیر میں نے اس سوال پر غور کرنا شروع کیا اور جلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مجھے اس جگہ پڑے ہوئے بہت عرصہ نہیں گذرا۔ کئی باتیں اس خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اگر مجھے اسی نمناک زمین پر پڑے ہوئے بہت دیر گذری ہوتی تو یقینی طور پر میرے اعضاء سردی اور نمی کی وجہ سے اینٹھ گئے ہوتے۔ حالانکہ فی الحال مجھ کو اپنے سر میں اور بدن کے انہی حصوں میں درد محسوس ہوتا تھا جہاں بل بلیک بیرڈ کو طاقت آزمائی کا موقعہ ملا تھا۔ پھر اس کے علاوہ اگر مجھے اس جگہ پڑے زیادہ عرصہ گذرا ہوتا، تو بھوک سے ضعف جانی کا احساس شروع ہو جاتا۔ حالانکہ سر دست مجھے اس طرح کی بھی کوئی شکایت نہ تھی۔ دفعتاً ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ یعنی ہرچند میرے لیئے اس اندھیرے میں گھڑی کی سوئیاں دیکھنا ناممکن تھا تاہم میں اس کا شیشہ کھول کر سوئیوں کی مقامیت سے وقت کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب میں نے جیب کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھڑی غائب ہے۔ دوسری جیبوں کو تلاش کیا تو وہ بٹوا بھی عدم موجود تھا جس میں میری ساری نقدی بندھی تھی۔ میں اب مفلس و محتاج تھا ایک چھدام تک زہر کھانے کو جس کے پاس باقی نہ تھا۔

آہ۔ احمق۔ سوبار احمق۔ میں نے اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہنا شروع کیا۔ یہ میری اپنی زود اعتقادی اور ناعاقبت اندیشی کی سزا تھی۔ نہ میں اس میاں کبڑے کی باتوں میں آتا نہ یہ روز بد دیکھنا پڑتا۔ اور اسی کے بعد جب میں بٹوے اور گھڑی کے گم ہونے پر افسوس کر رہا تھا تو

ایک چھپی ہوئی آواز نے سینہ کے اندر سے کہنا شروع کیا کہ نادان تو ان معمولی چیزوں کے لئے ناحق غم کرتا ہے۔ جبکہ تیری اپنی زندگی صریحاً خطرہ میں پڑی ہے ورنہ کیا وجہ تھی کہ وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں ڈال کر چلے جاتے؟ اس کے علاوہ کیا میں اس تلخ حقیقت سے واقف نہ تھا کہ ایک دفعہ پہلے بھی لیبوور نے ٹیڈی کے ساتھ مل کر میرے قتل کی سازش کی تھی۔ ممکن تھا اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر جو تب ان کے دلوں میں تھا وہ اب پھر مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے ہی اس جگہ ڈال گئے ہوں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی خیال آیا کہ آخر کس لئے وہ لوگ میرے درپے آزار ہیں؟ میں نے لیبوور یا اس کے ساتھیوں کا کیا بگاڑا ہے؟ کہ وہ میری ہلاکت کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ میری بے حقیقت اور ناچیز ہستی کون سی خاص اہمیت رکھتی ہے کہ وہ اپنی یا کسی دوسرے شخص کی راہ سے اس کی مزاحمت ہٹانے کو اس کے خاتمہ کے درپے ہیں۔ اور پھر میری زندگی اس عہدِ شباب میں مجھے کتنی عزیز تھی! میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ میں اینبل ... پیاری اینبل کیلئے زندہ رہنا چاہتا تھا! افسوس کیا اب میں اسی جگہ پڑا پڑا مر جاؤں گا۔ کیا مجھے پھر اس کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہو گی؟

لیکن نہیں۔ میں اپنے اس وقت کے خیالات کی تفصیل میں داخل ہونا نہیں چاہتا کیونکہ اس خوفناک تہ خانہ میں ہوش آنے کے بعد ایک گھنٹہ کے اندر اندر اتنے عجیب اور متنوع خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے کہ اگر میں ان سب کا ذکر کرنے بیٹھوں تو اس کے لئے دفتر درکار ہوں۔ کچھ عرصہ خیالات کا یہ دور شدت کے ساتھ قائم رہا لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ جوش کی وہ حالت جس نے مجھے بے قرار رکھا ہوا تھا آخر کار ختم ہو گئی۔ اور اس کے بعد ایک گہرا سکون مجھ پر طاری ہونے لگا۔ اب میرے خیالات زیادہ منضبط اور مربوط صورت اختیار کرنے لگے۔ میں نے سوچا کہ اگر اس شخص لیبوور اور اس کے ساتھیوں کا منشا واقعی ہم کو ہلاک کرنا ہوتا تو جس طرح ان لوگوں

نے مجھے مکا مار کر بے ہوش کیا تھا۔ اسی طرح وہ بے ہوشی میں میری زندگی کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ اس صورت میں انہیں مجھ کو بے ہوشی کی حالت میں اُٹھا کر اس جگہ لانے کی کیا حاجت تھی؟ کس لئے وہ مجھے اس حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے جبکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد میری طرف سے اس شخص کا جو مجھے ہلاک کرنے اس جگہ آئے گا کچھ نہ کچھ مقابلہ ضرور ہوگا۔ جتنا زیادہ میں نے اس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچا اتنا ہی زیادہ یقین کے ساتھ مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ کہ درحقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے بلکہ وہ کوئی اور ہی مقصد ہے جس کے لئے یہ سب کارروائیاں عمل میں لائی جا رہی ہیں لیکن اس کے بعد پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ وہ مقصد کیا ہے؟ کیا میری دائمی حراست؟ آہ اگر وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں بند رکھنے کا ہی ارادہ رکھتے تھے تو ایسی زندگی پر موت ہزار درجے قابل ترجیح تھی۔ کیونکہ اس کی تکلیف عارضی تھی اور اس خوفناک قید کی صعوبتیں دائمی۔ اس صورت میں خواہ ان لوگوں کا ارادہ میری جان لینے کا ہو یا نہ ہو، میرے لئے زندہ رہنا محال و ناممکن تھا۔ یقینی طور پر موت جلدی ہی میرے بارے میں ان لوگوں کی فکر و تشویش کا خاتمہ کر دے گی۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی کہ وہ شاید مجھے اسی تہ خانہ میں بند رکھنا چاہتے ہیں اور میں کبھی اس سے زندہ نکل کر دن کی روشنی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری ذہنی اذیتیں از سر نو تازہ ہو گئیں۔ اور میں نے چیختی ہوئی پُر شور آواز میں اپنے دشمنوں سے رحم اور سننے والوں سے امداد کی درخواست کرنی شروع کی۔ تھوڑی دیر یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس کے بعد یہ ہیبت ناک خیال دل میں جاگزیں ہونے لگا کہ تہ خانہ کی دیواریں اتنی ٹھوس اور مضبوط ہیں کہ ان کی راہ سے کوئی آواز باہر نہیں جا سکتی اور وہ میری اپنی ہی آواز کی گونج ہے جو اس چار دیواری سے ٹکرا کر پھر میرے کانوں میں آ جاتی ہے۔ جلدی ہی اپنی بے سود کوششوں سے تھک کر میں پھر اسی نمناک زمین پر گر پڑا اور مایوسی نے میری

تمام کوششوں کا خاتمہ کر دیا۔

وقت گذرتا گیا۔ میں نہیں جانتا میرے ہوش میں آنے کے بعد کتنا عرصہ گذرا تھا بہر حال دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے دروازہ کے باہر قفل میں کنجی ڈال کر گھمانی شروع کی ہے۔ میں چونک کر اٹھا اور اس کے ساتھ ہی پُر وحشت امید اور پُر خوف دہشت سے میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ امید اس بات کی تھی کہ شاید کوئی مجھ کو رہا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اور دہشت اس بات کی کہ ممکن ہے میری ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہو۔ اتنے میں دروازہ آہستگی کے ساتھ کھلا اور جب اس کے بعد جلتی ہوئی موم بتی کی پھیکی روشنی چاروں طرف پھیلی تو میں نے دیکھا کہ وہی بوڑھی عورت جسے لینوور نے مسز ہاٹلے کے نام سے مخاطب کیا تھا آگے ہے اور ٹیڈی اور بل بلیک بیرڈ پیچھے کھڑے ہیں۔ عورت کے ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی شمع اور دوسرے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی۔ جس پر روٹی اور سرد گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا دروازہ کھلتے ہی اس نے کہا "یہ لو میں تمہارے کھانے کو لائی ہوں"۔

افسوس! یہ وہ عورت تھی جس نے میری آمد پر مسٹر لینوور کی زبانی اس کی بیوی اور بیٹی کی مصیبتوں کا حال سن کے آنکھیں پونچھنے کا بہانہ کیا تھا۔ ستمگر عیارہ! بہر حال میں نے اس کے قدموں میں دو زانو ہو کر اس سے اپنی رہائی کے بارے میں التجا کرنی شروع کی اور اسی طرح ان دونوں شیطانوں سے بھی جو غالباً اس کی حفاظت کیلئے ساتھ آئے تھے رہائی کی درخواستیں کیں مگر میری درخواستیں بکسر بے سود رہیں۔ عورت نے کھانے کی پلیٹ اور پانی کی ایک ٹھلیا فرش زمین پر رکھدی۔ دروازہ بند کر دیا گیا اور جب کنجی کے قفل میں گھومنے کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی تو اس خوفناک خاموشی میں جو پھر ایک بار چھائی وہ میری ہی سسکیوں کی آواز تھی جو بڑی دیر تک رک رک کر میرے گلے سے نکلتی سنائی دیتی رہی۔

لیکن رفتہ رفتہ میں پھر ایکبار رو دھو کر چپ ہو گیا اور پھر وہی گہرا سکون مجھ پر طاری ہونا شروع ہوا۔ میں نے سوچا کہ درحقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے۔ کم از کم یہ خیال

تھا جس کو میں نے بڑی مضبوطی سے اپنے دل میں جگہ دینے کی کوشش کی بشمع کی روشنی میں میں نے دیکھا تھا کہ وہ مقام جو میرے قید خانہ کا کام دیتا تھا ایک تنگ گنبدی تہ خانہ ہے اس مضطربانہ نگاہ میں جو میں نے چاروں طرف ڈالی تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں ایک تنگ سلاخ دار دریچہ ہے جو غالباً کسی پاس کے تہ خانہ سے ملحق ہوا کی آمد و رفت کیلئے تھا۔ چنانچہ اب میں نے سوچنا شروع کیا کہ اگر کسی طرح اسے کھولا جاسکے تو گرچہ شگاف تنگ ہے تاہم جس طرح بھی ممکن ہو میں اس کی راہ سے گذر کر پاس والے کمرہ میں پہنچ جانے کی کوشش کروں ممکن ہے اس کمرہ کا دروازہ کھلا ہو اور میرے لئے اس راہ سے فرار ہونا ممکن ہو۔ فرار کا خیال آتے ہی ایک نیا جوش جس میں امید اور خوشی کا عنصر غالب تھا میرے دل میں پیدا ہوا۔ میں نے پاس جاکر اس مقام کو ٹٹول کر دیکھا۔ سلاخیں بے شک مضبوط تھیں تاہم ان میں زنگ لگا ہوا تھا۔ پھر جب میں نے اُن پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا وہ بڑی پختگی سے جمی ہوئی ہیں تو بھی میں نے ان کو اکھاڑنے کی کوشش کی۔ دونوں پیر دیوار کے ساتھ لگا کر میں نے ان سلاخوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ میں نے پوری طاقت سے زور لگایا مگر بے سود۔ ان سلاخوں کو اکھاڑنے کے لئے میری ناچیز کوشش اتنی ہی بے حقیقت تھی جیسے اس ٹھوس عمارت کو اپنے ناخنوں سے کھرچنے کی کوشش۔ میں تھک ہار کر پھر ایک بار گیلی زمین پر لیٹ گیا۔

کئی گھنٹے گذر گئے اور اب رفتہ رفتہ مجھے بھوک کا احساس ہوا۔ اس کے باوجود طبیعت کھانے پر مائل نہ تھی۔ اس خوراک کے خیال سے ہی جو میرے لئے رکھا تھا استکراہ ہوتا تھا۔ پھر ایک بار میں نے حال کے ہر ایک واقعہ پر غور کرنا شروع کیا۔ تاکہ اس ذریعہ سے اگر ممکن ہو تو میں کوئی نتیجہ اخذ کرسکوں کہ ان لوگوں نے میری نسبت کیا ارادہ کیا ہے۔ لاتعداد قیاسات کو میں نے دل میں جگہ دی مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جسے فیصلہ کن سمجھا جاسکتا بارہا ایسا ہوتا کہ مجھے اپنے دماغ میں چکر آتے معلوم ہوئے۔ بہرحال ایک بات یقینی معلوم ہوئی یعنی یہ کہ وہ سب داستانیں جو مسٹر لیمو در نے انقلاب زمانہ اور اپنی مصیبت اور

پریشانی کے بارے میں مجھ سے بیان کیں فرضی اختراعات تھیں جن سے وہ میرے دل میں ہمدردی پیدا کر کے کسی طرح مجھے اس مکان تک لانا چاہتا تھا جہاں اس کو معلوم تھا کہ اس کے کارکن ان خوفناک تجویزوں کو جو اس نے پہلے سے سوچ رکھی تھیں عمل میں لانے کے لئے آمادہ وتیار ہیں۔ پھر جب مجھے یاد آیا کہ اپنی بیٹی انیبل کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا تھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا مجھے واقعی اس کی بیٹی سے عشق ہے اور اس کے بعد یہ معلوم کر کے کہ میں درحقیقت اس کو چاہتا ہوں اس نے اپنی گفتگو کو ایسے طریق پر جاری رکھا کہ میں بآسانی اس کی باتوں میں آگیا۔ اس کے علاوہ اب یہ بھی مجھے یاد آیا کہ اس نے عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے یعنی اس کی صورت سے کسی طرح کی غربت نہ ظاہر ہوتی تھی۔ اگرچہ بدقسمتی سے اس وقت حالتِ جوش میں میں ان تفصیلی باتوں کی طرف توجہ نہ دے سکا تھا۔ پس میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ افلاس ومصیبت کی جو داستان اس نے مجھ سے بیان کی وہ محض شرارت اور دروغ گوئی تھی چنانچہ اس وقت بھی جب میں سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور اپنے مستقبل کے بارے میں بے یقینی کی حالت میں پڑا تھا میرے جی کو یہ سوچ کر اطمینان ہوا کہ انیبل اور اس کی ماں درحقیقت مفلسی اور غریبی کا شکار نہیں ہیں۔

مسز ہارٹلے اور دونوں بدمعاشوں کی آمد اور واپسی کے بعد کئی گھنٹے گذر چکے تھے کہ پھر ایکبار دروازہ کھلا اور وہ تینوں نمودار ہوئے۔ البتہ اب کی دفعہ پہلے کی نسبت یہ اضافہ اور ہوا کہ عورت نے کھانے کے علاوہ دو کمبل میری طرف پھینک دیئے اور یہ کہہ کر رخصت ہونے کے لئے پیچھے مڑی۔ کہ ان کی مدد سے تم رات کو بہ آرام سو سکو گے۔ پھر ایکبار میں نے اس سے رحم کی درخواستیں کرنی شروع کیں لیکن بے فائدہ۔ اس کے پتھر دل پر میری التجاؤں کا ذرا اثر نہ ہوا۔ البتہ ٹیڈی سے تھوڑی دیر کھسر پھسر باتیں کرنے کے بعد اس نے اتنی رعایت اور دی کہ جلتی ہوئی موم بتی میرے پاس چھوڑ گئی۔ رخصت ہونے سے پہلے

بلیک بیرڈ نے وحشیانہ انداز سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چوہے پاس نہ آئیں گے" چوہوں کا ذکر آنے سے مجھے خون سرد ہوتا معلوم ہوا اور میں نے شکریے کے ساتھ موم بتی قبول کی۔ اس کے بعد دروازہ بند ہوا اور میں پھر ایک بار تنہا رہ گیا۔

اب مجھے روٹی کے چند ٹکڑے زہر مار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور چونکہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکا ماندہ تھا اس لئے کھانے سے فارغ ہو کر کمبل اوڑھ لئے اور سونے کی فکر کرنے لگا۔ میں نے اندازہ سے معلوم کیا کہ شمع غالباً پانچ گھنٹے جلے گی۔ کیونکہ جلتی ہوئی موم بتی کے علاوہ ایک ٹکڑا اور بھی شمع دان میں رکھا تھا اور میں یہ چاہتا تھا کہ جس قدر نیند لینی ہے اس روشنی کی موجودگی میں لے لوں کیونکہ بل بلیک بیرڈ کے بیان کردہ چوہوں کی دہشت سے میرے لئے اندھیرے میں آنکھ بند کرنا عملی طور پر ناممکن تھا۔ جلدی ہی میری آنکھ لگ گئی۔ اور خیال ہے کہ میں کئی گھنٹے سوتا رہا۔ کیونکہ جب میری آنکھ کھلی تو شمع آخری جھکولے لے رہی تھی۔ میں نے بجھتے ہوئے شعلہ کی لو سے دوسری موم بتی روشن کی۔ چونکہ تھکن کا احساس اب بھی باقی تھا اس لئے پھر ایک بار سونے کے لئے لیٹ گیا۔ جب دوسری بار آنکھ کھلی تو موم بتی کا دوسرا ٹکڑا بھی بجھنے کے قریب تھا۔ اس کے بعد میں نے سونے کا خیال دل سے نکال دیا اور حقیقت میں اب مجھے نیند کی خواہش بھی نہیں تھی۔ کیونکہ میرا بدنی اضمحلال رفع ہو چکا تھا البتہ ذہنی حالت اگر سمجھا جا سکے۔ تو پہلے سے بدتر تھی۔ کیونکہ آنکھ کھلتے ہی پھر ایک بار خوفناک دہشت انگیز خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

بڑی دیر کے بعد، جب مجھے بیدار ہوئے کم از کم تین گھنٹے گذر گئے تھے مسز ہارٹلے پھر نمودار ہوئی۔ لیکن اب کی بار صرف ایک آدمی ٹیڈی اس کے ہمراہ تھا۔ گو از روئے احتیاط اس نے پستول کی نالی اس بڑھیا کے شانہ کے اوپر سے میری طرف بڑھا رکھی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو سخت دہشت ہونے لگی۔ میں خوف کی چیخ مار کر پیچھے ہٹا اور تہ خانہ کے دور افتادہ کونے میں فرش زمین پر دوزانو ہو کر رحم کی التجا کرنے لگا۔

"نادان. کیوں احمق بنتا ہے؟" ٹیڈی نے میری یہ حالت دیکھ کر کہا: "میں تجھے ہلاک کرنے نہیں آیا۔ یہ پستول محض اس لئے میرے پاس ہے کہ تجھے معلوم ہو جائے اگر تو نے کسی طرح کی ناشائستہ حرکت کی تو پھر اس کی گولی یقیناً تیرے سر میں داخل ہوگی ورنہ نہیں!"

عورت نے میرے لئے کچھ اور کھانے کی چیزیں فرش زمین پر رکھ دیں اور وہ شمع جو اس کے ہاتھ میں تھی پھر ایک بار میرے پاس چھوڑنے کے لئے آمادہ ہو گئی۔ میں نے دلی شکریہ کے ساتھ اس عنایت کو قبول کیا۔ کیونکہ روشنی کی برکت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں گھُپ اندھیرے میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے بعد لگاتار کئی گھنٹے گذر گئے۔ اور کوئی نیا واقعہ میری قید کی ہم آہنگی کو توڑنے والا نہیں تھا۔ بڑی دیر کے بعد جب مسز ہارٹلے پھر میرے لئے کھانا لے کر آئی تو ٹیڈی بدستور اس کے ساتھ تھا۔ مگر شاید اس نے اس پہلی دھمکی کو ہی کافی موثر سمجھا تھا کیونکہ اب کی بار اس نے پستول کی نمائش کرنا ضروری خیال نہ کیا۔

ان کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک نئی تجویز سوچنی شروع کی۔ جو شروع میں بے شک ناقابلِ عمل معلوم ہوتی تھی۔ تاہم رفتہ رفتہ ثابت ہونے لگا کہ تھوڑی ہمت کرکے اس کو ضرور عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ انتہائی مصیبتوں کی حالت میں انسان کا دماغ کسی نہایت مبہم تجویز کو بھی قابل عمل تصور کرنے لگتا ہے۔

بہرحال میں نے جو تجویز سوچی یہ تھی کہ اب کی بار جس وقت یہ عورت واپس آئے گی۔ تو غالباً ٹیڈی اس کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ کسی وجہ سے یہ فرض بلیک بیرڈ کے سپرد نہ کیا گیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی میں بہ آسانی معلوم کر لوں گا کہ آیا ٹیڈی کے پاس پستول ہے یا نہیں اگر وہ اس کے پاس نہ ہوا تو میں دوڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کروں گا۔ عورت کو یہ زور ایک طرف ہٹا دوں گا۔ اور اس سے پہلے کہ ٹیڈی کچھ کر سکے ایک زوردار مکا رسید کرکے اسے بھی ایک طرف گرا دوں گا۔ جس کے بعد میرے لئے فرار کا عمل بالکل سہل ہو گا۔

تجویز ہر چند مجنونانہ تھی تاہم اپنی موجودہ خطرناک حالت کو دیکھتے ہوئے میں نے

اس کو یہاں تک قابل آزمائش سمجھا کہ نتیجہ کی پروانہ کرکے اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ چنانچہ بڑی فکر و تشویش کے ساتھ میں اس موقعہ کا انتظار کرنے لگا جب مسز ہارٹلے کو پھر ایک بار آنا تھا۔ انتظار کی یہ گھڑیاں جس قدر لمبی اور تکلیف دہ ثابت ہوئیں اس کا حال بیان کرنا بیسود ہے۔ گھنٹے سال کی صورت اختیار کرنے لگے حتیٰ کہ آخر کار وہ خوشگوار آواز جس کا مجھے اس قدر بے چینی سے انتظار تھا (یعنی کنجی کے قفل میں گھومنے کی) میرے کانوں میں آنی شروع ہوئی کوٹھڑی کے اندر اب تک شمع جل رہی تھی۔ میں ذہنی اضطراب کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور دروازہ کی طرف تکتا ہوا سوچنے لگا کہ میرے لئے یہاں سے وہاں تک جست لگانا کس حد تک ممکن ہوگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور وہی عورت ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی موم بتی اور دوسرے میں کھانے کی پلیٹ لئے نمودار ہوئی۔ میں نے گردن اٹھا کر اس کی پشت پر دیکھا لیکن ہیڈلی یا اس کا پستول کہیں نظر نہ آیا۔ اس کے بعد ایک ثانیہ کے عرصہ ہی میں یقیناً دوڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتا۔ اور اسے دھکا دے کر باہر نکل جانے کی کوشش کرتا لیکن دفعتاً اس نے دبی آواز سے کہا "چپ! خاموش! میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں"

آہ! اس جملہ نے آن واحد میں کتنی عظیم تبدیلی میرے خیالات میں پیدا کر دی۔ یہ چند الفاظ میرے لئے پیام امید ثابت ہوئے۔ اور بچاؤ کی صورت قریب دیکھ کر میرا دل مارے خوشی کے زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"چپ!" اس نے پھر دبی آواز سے کہا "وہ لوگ قریب ہیں۔ ایسا نہ ہو ہماری آواز سن لیں۔ غریب لڑکے مجھے تیری حالت پر رحم آتا ہے اور مجھ سے جہاں تک ممکن تھا اس قید تنہائی میں تیری امداد بھی کرتی رہی ہوں مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ فقط خشک روٹی اور پانی تم کو مہیا کردوں۔ لیکن میں اپنی طرف سے گوشت کا اضافہ کرتی رہی ہوں۔ پھر اس کے علاوہ ان کا حکم تھا کہ تم فرش زمین پر سویا کرو۔ لیکن میں نے تمہارے لئے نہ صرف کمبل مہیا کئے بلکہ روشنی کا انتظام بھی کر دیا۔ تاہم خیر مصیبت کا زمانہ گذر گیا اب تم حوصلہ کرو۔ ایک یا دو گھنٹوں کے اندر

میں چپ چاپ آکر دروازہ کھول دوں گی اور تم رخصت ہو جانا۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دس سوا دس بجے تک میں ضرور تم کو رہا کر دوں گی۔"

خوشی کے آنسو بے اختیار میرے رخساروں پر بہنے لگے اور جوش کی ہلکی تھرتھری بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔ "اوہ" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا کس طرح آپکا شکریہ ....."

"بس یہ وقت زیادہ باتیں کرنے کا نہیں ہے" مسز ہارطلے نے عنایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس وقت دفعتًا وہ خیالات جو میرے دل میں اس کے بارے میں پیدا ہوئے تھے وہ بھی بدل گئے۔ "یہ لو میں تمہارے لئے شراب کا ایک گلاس لائی ہوں۔ اسے پی لو۔ کیونکہ اس سے تمہارا حوصلہ برقرار رہے گا۔"

اس نے وہ پلیٹ جس پر کھانے کی چیزیں اور ایک بڑا گلاس پورٹ وائن کا رکھا ہوا تھا میرے آگے کر دی۔ مجھے کھانے کی چاہ بالکل نہ تھی۔ البتہ گلاس ہاتھ میں لے کر میں ایک بار ہی اسے پی گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی فقط دھندلی سی یاد باقی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور وہ عورت کھانے کی پلیٹ اور شمع چھوڑے بغیر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ پھر ایسا معلوم ہوا گویا میرے دماغ میں تیز چکر آنے لگے۔ میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے خیالات نے عجیب طرح کی الجھی ہوئی صورت اختیار کی۔ ہوش و حواس جواب دینے لگے اور میں بے اختیاری کی حالت میں فرش زمین پر گر گیا۔

نہیں معلوم یہ حالت کتنی دیر قائم رہی لیکن جب اس کے بعد میں گرد و نواح کے حالات سے واقف ہونے کے قابل ہوا تو معلوم ہوتا تھا میں ایک بند گاڑی میں لیٹا ہوں۔ پختہ سڑک پر گھوڑوں کی ٹاپ سے ملی ہوئی پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ لیکن آوازیں اس قدر مبہم اور ملی جلی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ یہ خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا کہ میں اس گاڑی میں اکیلا نہیں۔ جس گدّے پر میں پڑا تھا اس کے بالمقابل دو آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں... کیونکہ میرے حواس اس وقت

تک پوری طرح بجا نہ ہو رہے تھے۔ میں نے سر اٹھانے کی کوشش کی اور کسی حد تک کامیاب بھی ہوا تاہم حالت ایسی تھی گویا کسی نے منوں بوجھ میرے سر پر ڈال رکھا ہے اس کے ساتھ ہی درد کی تیز ٹیسیں کنپٹیوں کے پاس اٹھتی معلوم ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح گردن اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے کسی قدر آنکھیں بھی کھولیں۔ کیونکہ بازار کے لیمپوں کی روشنی جھلملاتی نظر آئی مگر اس کے فوراً بعد میری آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں۔ اور ایسا معلوم ہوا گویا کوئی نامعلوم بھاری بوجھ ان پر پڑا ہوا ہے۔ دوبارہ گدے سے سر لگنے کے بعد پھر مجھ پر کامل بے ہوشی طاری ہو گئی۔ معلوم نہیں کب تک میں گاڑی میں پڑا رہا۔ اور وہ کب یا کس مقام پر جا کر ٹھہری۔ بہرحال دوسرا واقعہ جو مجھے یاد ہے یہ تھا کہ دو آدمی مجھ کو ہاتھوں پر اٹھائے چل رہے تھے اس وقت رفتہ رفتہ میرے منتشر حواس نے پھر ایک بار یکجا ہونا شروع کیا۔ خیال ہے کہ میں نے آنکھیں بھی کھولیں اور دیکھا کہ ارد گرد روشنی کا نشان تک نہ تھا چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا تھا اور سرد ہوا چل رہی تھی۔ اس تاریکی میں میں نے دیکھا کہ وہ دونوں آدمی ٹیڈی اور بلیک بیرڈ تھے لیکن بیداری کی یہ حالت بہت عرصہ تک قائم نہ رہی کیونکہ دفعتاً ایک تیسرے آدمی نے جس کی صورت دیکھتے ہی میں نے معلوم کیا کہ میرا نام نہاد ماموں شیطان سیرت کبرا تھا آگے بڑھ کر بوتل کی قسم سے کوئی چیز زبردستی میرے منہ کے ساتھ لگا دی۔ اور کوئی تلخ ذائقہ کی سیال شے مجھے اپنے حلق میں داخل ہوتی معلوم ہوئی۔ اس کے بعد میرے حواس پھر جواب دے گئے۔

رفتہ رفتہ ہوش آیا ...... اُف میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری بیداری کا یہ عمل کتنا سست اور کس قدر موجب تکلیف تھا ... تو ایک عجیب اور بعید از فہم احساس مجھ کو ہونا شروع ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ مقام جس میں میں لیٹا ہوں۔ اور جس کی صحیح کیفیت نہ مجھے معلوم تھی اور نہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نظر آتا تھا۔ بڑے زور کے ساتھ اوپر نیچے دائیں بائیں حرکت کر رہا ہے پہلے میں نے سوچا شاید یہ میرا ذہنی فتور ہے ورنہ اس طرح کی حرکت کوئی معنی نہیں رکھتی چنانچہ جمع خیالات کی نیت سے میں چند منٹ چپ چاپ اور بے حرکت اپنے بدن کا کوئی حصہ ہلائے

بغیر لیٹا رہا۔ اور اس ذریعہ سے میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا اس حرکت کا کوئی حقیقی وجود ہے یا نہیں۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنے بازو یا بدن کے کسی اور حصہ کو ادھر ادھر حرکت دے سکتا میری مدہوشی کے اثرات گو بتدریج زائل ہو رہے تھے تاہم اعضا اب بھی نیم مردہ تھے۔ اور احساس تیز ہونے کی بجائے مدھم اور سست تھا۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میری قوت فیصلہ اتنی کمزور تھی کہ بڑی دیر تک میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا کہ میں کس جگہ لیٹا ہوں اور یہ حرکت کیا معنیٰ رکھتی ہے لیکن دفعتاً ایک جھٹکا پہلے کی نسبت بہت تیز محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے اختیاری کی حالت میں دونوں بازو اس طرح اُٹھ گئے گویا وہ کسی چیز کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ اسوقت یہ خوفناک حقیقت واضح ہوئی کہ میرے سر سے قریباً ایک فٹ کی بلندی پر چوبی تختہ لگا ہوا تھا ہولناک بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اور جب اس کے بعد میں نے چاروں طرف ہاتھ ہلا کر دیکھا تو میری ہیبت نے یہ جان کر اور ترقی کی کہ میں چاروں طرف چوبی تختوں سے گھرا ہوا ہوں۔ دائیں بائیں نیچے اوپر اور سر اور پیروں کے قریب ہر طرف چوبی تختے تھے۔ رحم خدا۔ کیا یہ میرا تابوت تھا اور کیا وہ لوگ مجھے زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے تھے؟

اس ہوش ربا دہشت ناک خیال کے پیدا ہوتے ہی سردی کی تیز لہر مجھے اپنے بدن کے ہر حصہ میں پھرتی معلوم ہوئی اور میری روح بدن کے اندر سکڑ گئی۔ میری آنکھیں اب تک بند تھیں۔ اب میں نے بدقت انہیں کھولا۔ اور اس وقت مدھم روشنی کا حلقہ ان کے سامنے حرکت کرتا نظر آیا۔ وہ ایک عجیب طرح کی دھندلی روشنی تھی جو کبھی آگے پیچھے ہلتی اور کبھی دائرہ کی صورت میں گھومتی تھی جس سے مجھے اپنے دماغ کے گرداب عظیم میں پھنسا ہوا ہونے کا احساس ہوتا تھا پہلے میں نے سوچا کہ شاید یہ روشنی بھی نظری دھوکا ہے اس کے ساتھ ہی ان پراسرار شعلوں کی یاد نے جن کے بارے میں میں نے پڑھا تھا کہ قبرستانوں میں یا لاشوں کے آس پاس دیکھے جاتے ہیں ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا کر دیئے۔ میری روح اب تک سراسیمہ تھی اور دماغ پُر وحشت اضطراب کا مرکز بنا ہوا تھا اتنے میں کراہٹ کی دبی ہوئی آوازیں میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں۔ اور اس سے اور زیادہ

خوف میرے دل کو ہونے لگا۔ لیکن رفتہ رفتہ بیداری کے ساتھ میری قوت استدلال تازہ ہونی شروع ہوئی۔ اور بڑی آہستگی کے ساتھ خوفناک اندیشے ایک ایک کرکے میرے دل سے زائل ہونے لگے۔ لیکن جب اس کے بعد میں یہ سمجھنے اور جاننے کے قابل ہوا کہ میں کہاں ہوں تو نئی طرح کے خطرے پہلے سے کم وحشت انگیز تاہم اتنے ہی پُر خوف پیدا ہونے شروع ہو گئے یعنی اب مجھ کو معلوم ہوا کہ میں تابوت میں بند نہیں، نہ یہ روشنی ہیولائی ہے اور نہ کراہٹ سے ملتی ہوئی آوازیں کسی لاش کی حرکت سے پیدا ہوتی ہیں۔ دراصل میں ایک جہاز پر سوار تھا۔ یعنی جہاز کے نچلے درجہ کی تنگ کیبن کے ایک تختہ پر لیٹا ہوا۔ وہ روشنی اس کی چھت سے لٹکی ہوئی لالٹین کی تھی جو جہاز کی حرکت کے ساتھ ہلتی تھی۔ اور میرے قریب کسی دوسری نشست پر لیٹا ہوا کوئی آدمی بیماری کی وجہ سے کراہتا تھا اس طرح ایک حد تک گو میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ تاہم ایک اور پہلو سے ناقابل بیان اندیشے میری روح کو اور زیادہ پریشان کرنے لگے کیونکہ اب خیال پیدا ہوا کہ کیوں مجھے اس جہاز پر لادا گیا ہے کس نے ایسا کیا ہے؟ میں دنیا کے کس حصّہ کی طرف جا رہا ہوں؟ اور راستہ میں اور اس کے بعد مجھ سے کیا سلوک ہونے والا ہے؟

انہی فکروں میں پڑا تھا کہ معلوم ہوا موسم بیحد طوفانی ہے۔ ہوا پُرشور آوازوں سے چیختی اور بین کرتی ہوئی چلتی تھی جس جہاز پر دھچوں کے سنسنانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور جہاز اس بدنصیب روح کی مانند جو عذاب دوزخ برداشت کرنے پر مجبور ہو، اوپر نیچے دائیں بائیں زور دار حرکت کر رہا تھا۔ ہوا کے شور سے ملی ہوئی کچھ اور بھی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ یعنی لکڑیوں کے چرچرانے اور تختوں کے اس زور سے دبنے کی آوازیں گویا پانی کا جوش تلاطم عنقریب ان چیزوں کو توڑ پھوڑ کر ہم سب کو بحر مواج کی تہ میں غرقاب کر دے گا۔ کئی کئی طرح کے سوالات میرے جی میں پیدا ہو رہے تھے اور میں چاہتا تھا کسی سے پوچھوں یہ کونسا جہاز ہے؟ کتنا بڑا ہے اور اس طوفانی موسم کا کتنا مقابلہ کر سکتا ہے؟ نیز اس کی منزل مقصود کیا ہے؟ جس تختہ پر میں پڑا تھا اس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کے رکھا کہ ایسا نہ ہو جہاز کی تیز حرکت سے مجھے

نیچے گرا دے ) میں نے ادھر اُدھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک کافی وسیع کیبن ہے جس میں کم و بیش بارہ نشستیں ہیں اور ان میں سے بیشتر رُکی ہوئی ہیں لیکن گو باہر تیز آندھی چل رہی تھی تاہم کوٹھری میں حبس تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ دم گھٹا جاتا تھا۔ جہاز کے پُرزور حرکت کی وجہ سے لاتعداد کپڑے اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے مگر میں نے دیکھا کہ میں اپنے معمولی پہننے کے کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا اس طرح ایک حد تک اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں پھر وہیں لیٹ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ شراب جو الیین بلڈ ٹنگز کی اس بڈھی عیّارہ نے ہمدردی کی نمائش کرتے ہوئے مجھے پینے کے لئے دی تھی ضرور اس میں کسی نشہ آور دوا کی آمیزش تھی چنانچہ میری بیہوشی سے فائدہ اٹھا کر وہ لوگ مجھے گاڑی پر سوار کر کے سمندر کے گھاٹ پر لے گئے جہاں سرد ہوا کے جھونکوں کا احساس مجھے اچھی طرح یاد تھا۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے دوسری بار مجھے ہوش میں آتے دیکھا تو کوئی ویسی ہی چیز دوبارہ میرے حلق میں داخل کر دی گئی۔ اور کامل بیہوشی کی حالت میں وہ مجھے اس جہاز پر چھوڑ کر چلے گئے لیکن یہ بات کہ مجھے اس جہاز پر سوار ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے اور میرے ہوش میں آنے کے وقت تک کتنے گھنٹے یا دن گذر چکے ہیں پردہ راز میں تھی۔ اس کی تہ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ مجھے نظر نہ آتا تھا۔

میں اسی حالت میں پڑا ہوا جہاں تک ممکن تھا مابعد حالات کی یاد تازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ دو مسافروں کے ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی آواز سُنائی دی۔

"کیوں ٹام سٹ کیا حال ہے؟" ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "اور تم اس سفر کو کس حد تک پسند کرتے ہو؟"

"پسند؟" دوسرے نے انداز حقارت سے کہا۔ "اگر یہ چھ سات مہینے کا لمبا سفر انہی حالات میں بسر ہوتا ہے تو پھر میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کاش میں گھر سے باہر نہ نکلتا"!

"اُف میرے خدا! چھ سات مہینے کا لمبا سفر! ایک اس طرح کا سفر جو شاید ہم کو دنیا کے دوسرے سرے پر لے جانے والا ہو!

"اور کیوں بھلا۔ اب ہم لوگ کس مقام کے پاس ہوں گے ؟" ایک اور آدمی کی آواز اس تختہ کے عین نیچے سے جس پر میں لیٹا ہوا تھا کہیں سُنائی دی۔ اور اس ہلکی تھرتھراہٹ سے جو اس آواز میں ملی ہوئی تھی میں نے معلوم کیا کہ وہ آدمی یا تو بیمار یا خوفزدہ تھا۔

"ہم اس وقت نارتھ فورلینڈ کے قریب ہوں گے" ایک اور آدمی نے اس کے جواب میں کہا: "قریباً ڈھائی گھنٹے گذرے جب اس ملاح نے آکر بیان کیا تھا کہ ہمارا جہاز نور کے پاس پہنچ چکا ہے اور اس تیز آندھی کا مقابلہ کرتے ہوئے غالباً فورلینڈ کے پاس ہی پہنچا ہو گا اسکے علاوہ جہاز کی تیز حرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم فورلینڈ کے پاس ہیں کیونکہ اس جگہ جب کبھی تیز ہوا چلتی ہے تو سمندر میں ایسا ہی پُرزور تلاطم شروع ہو جایا کرتا ہے۔"

"لیکن یہ تو بتاؤ فورلینڈ کس جگہ واقع ہے؟" ایک اور آدمی نے جس کی جغرافیائی معلومات محدود تھیں پوچھا۔

"کیا فورلینڈ... تم کو معلوم نہیں۔ فورلینڈ شمال مشرقی ساحل پر جزیرہ تھینٹ کا ایک آگے کو بڑھا ہوا مقام ہے یعنی مارگیٹ اور رامسگیٹ کے درمیان۔ یہیں سے گذر کر جہاز کھلے سمندر میں نکلا کرتا ہے۔"

"تو اس سے معلوم ہوتا ہے ہمارا سفر بلیک وال سے اس جگہ تک کافی تیزی کے ساتھ طے ہوا" اسی آدمی نے جو سب سے پہلے بولا تھا کہا۔ "دس بجے ہمارے جہاز نے لنگر اٹھایا تھا اور اب چونکہ صبح کے سات بجے ہیں اس لئے کم و بیش نو گھنٹوں کے عرصہ میں ہمارے جہاز نے گویا ۹۰ میل فاصلہ طے کر لیا۔"

"اوہ کیا سات بج گئے!" ایک اور مسافر نے کراہتی ہوئی آواز سے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اُٹھنے کا وقت ہو گیا حالانکہ میں اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے تو اس ظالم سفر نے ابھی سے نیم جان کر رکھا ہے۔"

"تاہم تم کو چاہیئے کچھ نہ کچھ کھانے کی کوشش کرو۔" دوسرے آدمی نے جواب دیا۔ "کیوں

مگر اس نوجوان کا حال بھی معلوم ہوا جسے سب سے آخر میں جہاز پر سوار کیا گیا تھا؟ اس وقت تو بے چارے کی حالت بے حد زار تھی۔"

"معلوم ہوتا ہے" ایک اور آدمی نے اس طرح کی دبی ہوئی آواز سے کہا گویا اس کو میری بیداری کا احتمال تھا "! اس نے ضرورت سے بہت زیادہ شراب پی لی تھی۔ مگر وہ غریب بھی کیا کرتا۔ ایک لمبے سفر پر روانہ ہونے کے وقت جیسا کہ نیو ساؤتھ ویلز کا سفر ہے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا ماموں... جسے تم نے دیکھا ہوگا عجیب صورت کا کبڑا آدمی تھا..." اور پھر دفعتاً "کیوں میاں لڑکے تم کیا جاگتے ہو؟"

میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ سوال مجھ سے پوچھا گیا ہے۔ اور قریب تھا کہ میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن دفعتاً خیال آیا کہ اگر میں بولا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بیدار ہوں۔ اور وہ گفتگو جو اُن دونوں میں میری نسبت شروع ہوئی تھی یہیں رہ جائے گی۔ حالانکہ جیسا ناظرین سمجھ سکتے ہیں وہ میرے لئے بے حد دلچسپ تھی اور میں اس سلسلہ کو آخر تک سننا چاہتا تھا۔ پس میں نے کچھ جواب نہ دیا اور چپ چاپ لیٹا رہا۔ لیکن میرے کان ہر لحظہ ان کی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے ابھی تک شراب کا اثر زائل نہیں ہوا" اس پہلے آدمی نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "اُف میرے خدا جہاز کس زور سے ہلنے لگا ہے"! اور چند لمحوں کے لئے کیبن میں گہری خاموشی چھا گئی۔ جس میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صرف بیمار مسافروں کے کراہنے کی آواز سُنائی دیتی تھی" بہر حال جیسا کہ میں بیان کر رہا تھا" اس کے بعد اس آدمی نے سلسلۂ تقریر جاری رکھ کر کہا۔ "اس نوجوان کے ماموں کو غالباً اس سے بہت گہری محبت ہے۔ یاد ہوگا کس طرح اس نے رخصت ہونے سے پہلے ہمیں بار بار تاکید کی تھی کہ راستہ میں لڑکے کا پوری طرح خیال رکھنا۔ کیونکہ اس کا دماغ چل گیا ہے اور یہ

وہم کسی طرح اس کے جی میں بیٹھا ہوا ہے کہ اس کے نزدیکی رشتہ دار ہی اس کے دشمن ہیں۔"

"لیکن سنو تو"! ایک اور مسافر کی آواز سنائی دی۔" اگر اس کے ماموں کو سچ مچ اس لڑکے سے محبت تھی اور یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ اس کے دماغ میں کسی حد تک فتور ہے۔ تو کیا یہ اس کا فرض نہ تھا کہ وہ اسے اتنی زیادہ مقدار میں شراب پینے سے روکتا؟"

"میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہوگی"! پہلے آدمی نے کہا "کہ ماموں بے چارے کو معلوم نہ تھا کہ شراب اتنی تیز ہے چنانچہ جب وہ اس کو جہاز پر چھوڑنے آیا تو اس نے اس بارے میں چند الفاظ بھی کہے تھے ... لیکن اُف میرے خدا! کس زور کی آندھی چل رہی ہے اور اس جگہ کیبن کے اندر کتنی سخت گرمی ہے۔ جو لوگ اونچے درجے کے مسافر ہیں، وہ تو بے شک مزے میں ہوں گے۔ مصیبت ہم غریبوں کے لئے ہے۔ جنہیں ادنے درجہ کی کوٹھڑیوں میں ..."

فقرہ ناتمام ہی تھا کہ جہاز نے پھر ایک بار بڑے زور سے حرکت کی۔ اور اب کی بار وہ اس طرح ڈانوا ڈول ہوا کہ میں ڈر گیا شاید وہ غرق ہونے لگا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میں جس تختہ پر لیٹا ہوا تھا اس سے کود کر نیچے اُتر آیا۔

"ارے، تم کیا وہی لڑکے ہو؟" اس آدمی نے جلدی سے کہا جس کے منہ سے آخری فقرہ نکلا تھا۔" معلوم ہوتا ہے جہاز کی حرکت نے تم کو چونکا دیا۔ خیر اچھا ہوا تمہاری آنکھ کھل گئی اور اب یہ بتاؤ کیا اب بھی اس شراب کا نشہ اُترا یا نہیں، جو تم نے روانہ ہونے کے وقت پی تھی؟"

"میں آپ لوگوں کی عنایت سے اب ہر طرح اچھا ہوں"! میں نے عالم دہشت میں کیبن کے ایک حصّہ کو زور سے پکڑتے ہوئے کہا۔ مگر میری بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ کیا الفاظ میرے منہ سے نکل رہے ہیں۔ جہاز کے اِدھر اُدھر ہلنے سے میرے لئے

سیدھے کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ "دراصل مجھے درد سر کی شکایت تھی" میں نے سلسلہ جواب جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر میں امید کرتا ہوں کہ وہ جلد رفع ہو جائے گی۔ کیا آپ لوگوں کی رائے میں میں اگر صحن جہاز پر چلا جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہ ہو گا"

"ہاں ہاں ضرور جاؤ" اس آدمی نے گنواروں کی طرح قہقہہ مار کر کہا۔ "میرے خیال میں وہ تیز ہوا جو باہر چل رہی ہے تمہارے حق میں ضرور مفید ہو گی۔ کیونکہ اگر کوئی چیز بسیار نوشی کے درد کو رفع کر سکتی ہے تو وہ اس قسم کی تیز ہوا ہے۔"

میرے لئے کیبن کی گرمی اور کثیف ہوا ناقابلِ برداشت تھی اور میں چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس جگہ سے باہر نکل جاؤں۔ میری حالت سچ مچ اس بدنصیب سے ملتی تھی جسے زندگی میں ہی تابوت کے اندر بند کر دیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ ایک عجیب طرح کی الجھن میرے خیالات میں پیدا ہو رہی تھی۔ اور میں جس قدر جلد ممکن ہو، جہاز کے کپتان سے مل کر سارا حال اس کے روبرو بیان اور اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا تھا کہ مجھ کو میری مرضی کے برخلاف عالم بے ہوشی میں اس جہاز پر سوار کرایا گیا ہے۔ پس جس قدر جلد ممکن ہو، آپ مجھے خشکی پر پہنچا دیں۔ اس بے جوڑ گفتگو سے جو میں نے کیبن کے مسافروں سے سنی تھی اس عیاری کا کچھ حال معلوم ہو چکا تھا۔ جس سے کام لے کر میرے جانی دشمن مسٹر لینوور نے میرے ساتھی مسافروں کو یہ سمجھایا تھا کہ اس بے ہوشی کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے خویش و اقارب سے جدا ہوتے وقت بہت زیادہ شراب پی لی تھی، پھر اس کے علاوہ اس خیال سے کہ ہوش میں آنے کے بعد میں ضرور اپنے بارے میں صحیح حال ان لوگوں سے بیان کروں گا۔ اس نے یہ بھی ان سے کہہ دیا تھا کہ اس کے دماغ میں فتور ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس نے ان کو سمجھایا کہ یہ لڑکا اپنے رشتہ داروں کو دشمن خیال کرتا ہے۔ موجودہ حالت میں ان لوگوں کے روبرو سارا حال بیان کر کے انہیں اپنی غلط فہمی سے آگاہ کرنا چونکہ لاحاصل اور بے سود تھا اور اس کے علاوہ وہ چونکہ کسی طرح میری امداد بھی نہ کر سکتے تھے

اس لئے یہی بہتر معلوم ہوا کہ میں براہ راست کپتانِ جہاز سے ملوں۔ اور ایسا کرنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کروں۔

چنانچہ میں ایک سیڑھی پر چڑھ کر وسطی صحن جہاز تک پہنچا۔ یہ اس جہاز کا درمیانی تختہ تھا اور گو اس جگہ بھی کسی حد تک گرمی تھی۔ تاہم جس درجہ میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے اس کی نسبت حالت بدرجہا بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اس جگہ پہنچ کر مجھے پوری طرح معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بہت بڑا جہاز ہے۔ جھکڑ کی تیز آواز اس جگہ بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ سنائی دیتی تھی اس کے علاوہ جہاز کی چھتری پر موجوں کے گزرنے اور پھٹنے کی آوازیں بھی صاف طور پر کانوں میں آ رہی تھیں جن کے ساتھ ملی ہوئی رسّوں کے کھڑکھڑانے اور ملاحوں کے ایک سے دوسرے مقام کی طرف جانے کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے منہ سے نکلی ہوئی آوازوں کا شور باد تند کے شور سے ملا ہوا کانوں میں آ رہا تھا تھوڑی دیر میں اس مقام پر کھڑا ہوا حالات کی عجیب کیفیت کے زیر اثر ان ملی جلی آوازوں کو سنتا رہا۔ اور اس حالت میں وہ جوش جو اس طرف آتے ہوئے میرے دماغ میں پیدا ہوا تھا کسی حد تک دب گیا۔ پھر یہ بھی میں نے سوچا کہ میں جس وقت پورے حالات کپتان جہاز سے بیان کر دوں گا تو خواہ مسٹر لیمو در نے اسے کتنا ہی سمجھایا اور بہکایا ہو، اور اسے کتنی ہی بھاری رشوت دی گئی ہو۔ یقینی طور پر وہ مجھے خشکی پر اتارنے سے انکار نہ کرے گا۔ اس کے باوجود تھوڑی دیر کے بعد یہ سوال از سر نو تازہ ہونے لگتا تھا کہ کس لئے خوفناک کبڑا یہ ساری بدسلوکیاں مجھ سے کر رہا ہے؟ کیوں وہ میری جان کے درپے ہوا۔ اور کس نیت سے مجھے کسی دور افتادہ مقام پر بھیج دینے کی کوشش کر رہا تھا؟ کئی جواب دل میں پیدا ہوتے تھے مگر ان میں تسلی بخش ایک بھی نہیں تھا۔

اس عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر جب جہاز نسبتاً حالت سکون میں تھا۔ گو اب بھی وہ کسی حد تک ایک طرف کو جھکا ہوا نظر آتا تھا۔ میں بڑی مشکل سے ایک درجہ اور

اوپر چڑھا لیکن جس وقت چھتری تک پہنچا چاہتا تھا تو ایک ملاح کی آواز جو غالباً نیچے اُتر رہا تھا سخت لہجے میں یہ کہتے سنائی دی: "کیوں اس جگہ کیا لینے آئے ہو؟ یہاں پر تم سے ایک منٹ بھی سیدھا کھڑا نہ رہا جائے گا؟"

"لیکن میں کیا کروں۔ نیچے میرا دم گھٹا جاتا تھا" میں نے بہت اونچی آواز میں کہا کیونکہ ہوا کا زور اور موجوں کا شور رسّوں اور بادبانوں کے کھڑکھڑانے سے مل کر اس طرح کا ہنگامہ قیامت برپا کر رہا تھا کہ آواز سنائی دینی مشکل تھی۔" اس کے علاوہ میں کپتان صاحب سے کچھ کہنا بھی چاہتا ہوں۔"

"تو خیر تمہاری مرضی جاؤ" ملاح نے جواب دیا "لیکن یاد رکھو سر سے پاؤں تک پانی سے بھیگ جاؤ گے۔ لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے اوپر کے صحن جہاز پر کھینچ لیا۔

اس جگہ پہنچ کر ایک ایسا بھیانک اور اس کے ساتھ ہی ایسا اثر آمیز نظارہ مجھ کو دکھائی دیا جو مدت العمر نہ بھول سکوں گا۔ ملاح نے مجھ کو اوپر کھینچ کر ایک لوہے کی سلاخ کا سہارا دے دیا۔ اور اس کے بعد خود انہی سیڑھیوں سے جن کی راہ سے میں اوپر چڑھا تھا۔ اتر کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ بلکہ جاتے وقت بیچ کا دروازہ جو سیڑھیوں کے اوپر بنا ہوا تھا اس کو بھی بند کر گیا۔ میں نے دیکھا ایک بہت بڑا... بہت ہی بڑا جہاز تھا۔ یعنی اتنا کہ جس کا مجھے خیال ہی نہ آسکتا تھا۔ اس کے تین مستول پھیلے ہوئے اور صرف چند بادبان کھلے تھے۔ لیکن اس تیز آندھی کے سامنے جو سطح آب متلاطم کرتی چلتی تھی وہ محض بے بس نظر آتے تھے۔ رہ گئی سمندر کی حالت۔ تو میں نہیں جانتا کن لفظوں میں اس کو بیان کروں۔ اس سے پہلے میں نے بعض موقعوں پر اخباروں اور کتابوں میں پہاڑ کے برابر اونچی موجوں کا حال پڑھا تھا اور تب میں اس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھا کرتا تھا مگر آج اس نظارہ کو دیکھ کر اس جملہ کی اصل حقیقت واضح ہو گئی۔ ان میں سے ہر ایک

لہر کی چوٹی پر سپید رنگ کے جھاگ اس طرح موجود تھے جیسے اونچے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کے تودے۔ فی الحقیقت اس متلاطم سمندر میں چلتا ہوا جہاز بعینہٖ اس حالت کا نقشہ پیش کرتا تھا گویا پانی کی ناقابلِ بیان مقدار کسی بہت بڑے کڑاہ میں کھول رہی ہو۔ اور ایک نہایت چھوٹی سی چیز اس کھولتے پانی کی سطح پر موجود ہو میں نے داہنی طرف دیکھا وہاں سے خشکی قریب تھی۔ لیکن بائیں جانب کو اور جہاز کی سیدھ میں خشک زمین کا حدِ نگاہ تک کہیں نشان بھی نظر نہ آتا تھا۔ بہت چوڑا سمندر ہر طرف پھیلا ہوا اور اس کا پانی جوشِ طوفان سے غیر معمولی اونچائی تک اٹھتا دکھائی دیتا تھا جہاز کے ملاح ہر طرف بھاگ دوڑ رہے تھے۔ اور ان کی حالت دیکھ کر پہلے میرے اندیشو نے اس خیال سے ترقی بھی کی کہ شاید اس جہاز کو خطرۂ عظیم درپیش ہے اور یہ لوگ اسی کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

لیکن جس وقت میں مستول کے نیچے لوہے کو ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑے کھڑا تھا اور اس نظارۂ عجیب کو جو چاروں طرف پیش آ رہا تھا، حیرت و خوف، دہشت اور سراسیمگی کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ تو رفتہ رفتہ یہ یقین میرے دل میں جاگزیں ہونا شروع ہوا کہ وہ سب ملاح مطمئن اور لاپرواہ تھے۔ ان کا دھیان سب سے زیادہ اپنے فرض کی انجام دہی پر لگا ہوا تھا جس کو وہ گہری توجہ اور انہماک کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جس سے پایا جاتا کہ وہ خطرہ کی موجودگی سے واقف ہیں۔ نہ ان کی حالت ان آدمیوں سے ملتی تھی جو جانتے ہوں کہ موت ہر لحظہ ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے اور نہ معلوم کونسا لمحہ ان کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔ اتنے میں ایک اونچی پُر رعب آواز کوئی نیا حکم صادر کرتی سنائی دی۔ جس کا جواب چھ سات ملاحوں نے یک زبان ہو کر دیا "بہت اچھا" اور فوراً اس کام میں مشغول ہو گئے۔ ان کی یہ گہری دلچسپی اور خطرہ سے لاپروائی میرے اپنے دل میں احساسِ اطمینان پیدا کرنے والی ثابت

ہوئی۔ میں نے اس مقام کی طرف دیکھا جدھر سے احکام صادر کرنے والی آواز سنائی دی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فربہ اندام سرخ چہرہ اور ظاہرا خوش مزاج آدمی ایک اونچے مقام پر کھڑا ہو کر جسے اہل جہاز کی اصطلاح میں پوپ کہا جاتا ہے۔ بگل کی قسم سے کوئی چیز ہاتھ میں لئے اس کی راہ سے بولتا اور احکام جاری کرتا ہے اس کے قریب ہی وہ چکر تھا جس کی مدد سے جہاز چلایا کرتے ہیں اور اس وقت دو آدمی اس کے پاس کھڑے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں بگل تھا۔ ہر تازہ حکم جاری کرنے سے پہلے ان کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ سارے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جس فیصلہ پر پہنچا یہ تھا کہ غالباً یہی آدمی اس جہاز کا کپتان ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد میں یہ سوچنے لگا کہ اس کے پاس پہنچنے کی کیا صورت ممکن ہو سکتی ہے۔

میں بڑے مستول کے پاس اس لوہے کے بیلن کو پکڑے ہوئے کھڑا تھا جس کے گرد ایک مضبوط رستہ بندھا ہوا تھا۔ اور جہاز اس زور سے حرکت کرتا تھا کہ میرے لئے کسی چیز کا سہارا لئے بغیر چلنا ایک طرف، سیدھا کھڑا رہنا بھی محال تھا۔ ہر لحظہ جھاگ کی بہت سی مقدار اڑ کر صحن جہاز پر گرتی تھی اور بعض اوقات کوئی بہت اونچی لہر اس زور کے ساتھ جہاز سے ٹکراتی تھی کہ وہ اس کے صدمہ سے ایک سے دوسرے سرے تک ہل جاتا تھا۔ اس کا چوبی حصہ زور سے چرچراتا، مستول تیز آندھی کے سامنے جھک کر چیختی ہوئی آوازوں کا شور پیدا کرتے اور رسیاں کھڑکھڑاتی تھیں۔ ان کے علاوہ موجوں کا شور ہوا کے زور سے مل کر ایک ایسا عجیب اور پُرخوف سماں پیدا کر رہا تھا کہ میں اس حیرت انگیز نظارہ کو پہلی مرتبہ دیکھ کر حیرت، سراسیمگی اور دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن تھوڑی دیر اس جگہ کھڑے رہنے کے بعد میں نے معلوم کیا کہ وقفہ قلیل کے

کے بعد مختلف اوقات میں جہاز کی حرکت قدرے مدھم ہو جاتی ہے میں کچھ عرصہ اسی طرح کے موقعہ کا منتظر رہا اور جب پھر ایک بار جہاز کی تیز حرکت تھمی تو تیز چل کر اس مقام کی طرف گیا۔ جہاں جہاز کا کپتان کھڑا تھا۔ عین اس موقعہ پر ایک بہت اونچی لہر تختہ جہاز کے اوپر سے گذری جس سے میرے تمام کپڑے بھیگ گئے۔ لیکن مجھے اس کی چنداں پروا نہ تھی کیونکہ اس وقت مجھے پانی سے بھیگ کر کسی طرح کی سردی محسوس نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ شدتِ جوش کے باعث میرے بدن میں تپ کی سی حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا میں آخر کار اس مقام تک جا پہنچا جہاں کپتان کھڑا احکام صادر کر رہا تھا اور ایک رسّے کو سہارے کے لئے مضبوط پکڑ لیا۔

کپتان نے صرف ایک بار میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا "نوجوان آدمی اس جگہ نہ ٹھہرو اور فوراً نیچے چلے جاؤ کیونکہ موسم ہر لحظہ خراب ہوتا جا رہا ہے" اور پھر اس گفتگو کو ناتمام ہی چھوڑ کر اس نے اونچی آواز سے کوئی تازہ حکم صادر کیا۔

"بہت اچھا" کئی ملاحوں نے یکزبان ہو کر جواب دیا۔ اور ان کی ملی ہوئی آوازیں جھکڑ کے شور کو چیرتی ہوئی خوش آئند سنائی دیں چنانچہ ایک ثانیہ کے عرصہ میں چھ سات ملاح اس کام کو کرنے لگے جس کے لئے کپتان نے ان کو حکم دیا تھا۔

میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کپتان سے کہا "مہربانی سے تھوڑی دیر مجھے اس جگہ ٹھہرنے کی اجازت دیجئے۔ میں نیچے گرمی میں واپس نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"

"بہت اچھا" اس نے کسی قدر سختی سے جواب دیا "تم اگر چاہتے ہو تو ٹھہرے رہو لیکن خبردار کسی چیز کو مضبوط پکڑے رکھنا ورنہ خطرہ کا احتمال ہے" اور اس کے بعد اس نے کچھ اور احکام جاری کرنے شروع کئے جس سے اس کی توجہ دو تین منٹ کے لئے میری طرف سے بالکل ہٹ گئی۔

مستول کے دامن میں کھڑا ہوا میں ایک بہت موٹے رسّہ کو مضبوط پکڑے تھوڑی دیر کپتان کے چہرہ کو گہری توجہ سے دیکھتا رہا۔ میں اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ میری اس درخواست کو جو میں پیش کرنا چاہتا تھا قبول کرے گا؟ اور مجھے ساحل تک پہنچانا منظور کرلے گا؟ جس وقت میں نے پہلی مرتبہ اس کو فاصلہ سے دیکھا تو مجھے اس کی صورت پر خوش مزاجی کے آثار نظر آئے تھے لیکن اب پاس جاکر زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ کی گولائی اور سرخی محض اس کی عمدہ صحت اور طاقت کا نشان تھی ورنہ اس کی نگاہ میں خشونت پائی جاتی تھی اور اس کے چہرہ کے آثار اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ وہ ہر معاملہ میں فوری فیصلہ کرنے کا عادی ہے اور جب ایک بار کسی سوال کو ایک طرح طے کر دے تو پھر اس فیصلہ سے پیچھے ہٹنا نہیں جانتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہیبت ناک خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوا کہ شاید اس کا جہاز سیدھا اس مقام کی طرف چلتا جائے گا جہاں اس کو جانا ہے۔ راستہ میں کسی انگریزی بندرگاہ پر نہ ٹھہرے گا اپنی اس محدود جغرافیائی واقفیت کی بنا پر جو مجھ کو عرصۂ تعلیم میں حاصل ہوئی تھی۔ میں آخر کار جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا کہ رامسگیٹ سے گزر جانے کے بعد ڈیل اور ڈوور یہی دو قریبی مقام ہیں جن میں جہاز خشکی کے پاس ٹھہر سکتا ہے۔ اس کے بعد میں نے خشکی کی طرف دیکھا جہاز ان اونچے کراروں سے بچنے کے لئے جن پر کسی قسم کی عمارت بنی ہوئی تھی جو میرے خیال میں روشنی کا مینار تھا ایک معنوی چکر کاٹ رہا تھا۔ ان سے میں نے اندازہ کیا کہ غالباً اسی مقام کا نام نارتھ فورلینڈ ہے جس کا ذکر میری کیبن کے کسی مسافر نے کیا تھا۔

"کپتان صاحب!" میں نے اس کی خاموشی کے ایک عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر کہا۔ اور اس نے میری آواز سن کر جلدی سے میری طرف آنکھیں پھیرلیں: "جس طرح بھی ممکن ہو آپ مجھے خشکی پر پہنچا دیں۔ دراصل مجھے میری منشا کے خلاف اس جہاز پر سوار کیا

گیا ہے۔ مجھ سے سخت دھوکا بازی کی گئی ہے۔ فی الحقیقت جو لوگ مجھے چھوڑنے کے لئے آئے وہ مجھے شراب پلا کر مدہوش کر چکے تھے" یہ الفاظ میں نے شور عناصر پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہوئے غیر معمولی اونچی آواز سے کہے۔

"لڑکے بکواس نہ کر" کپتان نے جھلا کر مجھ سے کہا۔ "مجھے تیری ان بیہودہ باتوں کو سننے کی یا ان کا جواب دینے کی فرصت نہیں ہے۔ تیرا اپنا ماموں تیری نسبت سارے حالات پہلے ہی بیان کر گیا تھا۔ اس لئے تیری یہ جھوٹی سچی باتیں میرے دل پر کوئی اثر پیدا نہ کر سکیں گی۔ اور تم اس وقت تک میری حفاظت میں رہو گے حتیٰ کہ یہ جہاز نیوساؤتھ ویلز کے بندر جیکسن میں بحفاظت لنگر انداز ہو۔ اس جگہ تم کو تمہارے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر وہ جانیں اور ان کا کام"

"لیکن بندہ نواز میرا کوئی رشتہ دار اس جگہ نہیں رہتا" میں نے پُر وحشت انداز سے کہا۔ "یہ سب اسی خوفناک سازش کا ایک سلسلہ ہے، جو میرے برخلاف سوچی گئی ہے"

"خبردار --- دیکھو پانی آتا ہے!" کپتان نے گرجتے ہوئے کہا اور عین اس وقت پانی کی ایک بہت بڑی لہر اس زور سے تختہ جہاز پر جھپٹی کہ میں بے اختیار چہرہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ لیکن گو مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ اور چند لمحوں کے لئے وہی کیفیت طاری ہو گئی جو کسی بدنصیب کی غرق ہونے کے وقت ہوا کرتی ہے۔ تو بھی میں نے لوہے کے ستون کو بڑی مضبوطی سے پکڑے رکھا۔

آخر جب لہر کا پانی پھر ایک بار پیچھے ہٹ گیا۔ تو کپتان نے سختی سے مجھ کو کہا "بس اب بہتر یہی ہے کہ تم نیچے اُتر جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو تم یقینی طور پر پانی کے ساتھ بہہ جاؤ گے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ موسم کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔"

"جی بیشک ہوتی جا رہی ہے۔" ان دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا۔ جو چکر کے

پاس متعین تھے لیکن گو ان چاروں کی یعنی میری، کپتان اور ان دو آدمیوں کی حالت پانی میں ڈوبے ہوئے چوہوں سے ملتی تھی تاہم وہ تینوں سالخوردہ ملاحوں کی طرح اپنی حالت سے بالکل لاپرواہ تھے۔ حالانکہ میں سردی نہ محسوس کرتے ہوئے بھی گیلے کپڑوں کی وجہ سے سخت پریشانی محسوس کر رہا تھا۔

"کیا تم سنتے نہیں ہو؟" کپتان نے پھر ایک بار سختی سے کہا "جاؤ جا کے اپنی کیبن میں آرام کرو۔ جاؤ فوراً چلے جاؤ" اور اس کے بعد پھر ایک بار اس نے وہی بگل نما چیز منہ سے لگا کے گرجتی ہوئی آواز میں تازہ احکام جاری کرنے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اس اثنا میں ہوا کی تندی زیادہ بڑھ گئی تھی اور کئی اور بادبان تہ کئے جانے تھے۔

"نہیں" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس وقت مایوسی نے میرے اندر وہ غیر معمولی دلیری پیدا کر دی جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی "میں ہرگز نیچے نہیں جاؤں گا میں ہرگز ہرگز اس جہاز میں سفر کرنا نہیں چاہتا"۔

"لیکن اس میں تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے کا کوئی سوال نہیں"، کپتان نے غصہ سے تختہ جہاز پہ پیر مارتے ہوئے کہا "کم از کم فی الحال تم کو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں اگر تم کو خشکی پہ اتارنے کا فیصلہ بھی کر دوں تو عملی طور پہ ایسا نہیں کر سکتا۔ موسم کی موجودہ خراب حالت میں جہاز کو کسی بندرگاہ میں لے جانا خارج از بحث ہے۔ رہ گیا لنگر ڈالنے کا سوال، تو ڈاؤنز میں پہنچنے تک اس کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ ڈاؤنز میں پہنچ کر، جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو میں سنوں گا اور اس کے بعد جو کچھ مجھے کرنا ہوگا اس کا بھی فیصلہ کر دوں گا"۔

کپتان کے آخری الفاظ سے کسی حد تک میری دلجمعی ہو گئی۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈاؤنز کا وہ مقام جس کا کپتان نے ذکر کیا ہے ڈیل اور گڈون سینڈس کے درمیان لنگر ڈالنے

کے لئے ہر طرح محفوظ ہے۔ غالباً کپتان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے جہاز کو اس وقت تک محفوظ مقام میں لنگر انداز رکھے گا حتیٰ کہ طوفان گذر جائے یا اس کی شدت میں کمی واقع ہو۔ علاوہ بریں اس کا یہ کہنا کہ میں وہاں پہنچ کر تمہاری داستان سنوں گا۔ ایک اور وجہ سے بھی میرے لئے باعثِ تسکین تھا کیونکہ اس سے میرے دل کو پورا یقین ہو گیا کہ میں اس کے روبرو سارے حالات بیان کر کے اپنے نام نہاد ماموں کی عیارانہ سازش کو پوری طرح واضح کر سکوں گا۔ چنانچہ اس خیال سے کہ میری ضد اس کو ناراضگی کا موقعہ نہ دے۔ میں نے جہاز کی حرکت ذرا سی کم ہوتے دیکھ کر پھر اسی مقام کی طرف لوٹنا شروع کیا جہاں نیچے اترنے کا راستہ بنا ہوا تھا۔ لیکن اس دوران میں ہوا کی شدت چونکہ غیر معمولی طور پر بڑھ چکی تھی، فلک بوس موجیں ہیبت ناک بلندی حاصل کر رہی تھیں۔ جہاز بھی زیادہ تیز حرکت کرنے لگا تھا۔ اور لہریں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صحن جہاز پر آکے پھٹتی تھیں۔ اس لئے میری واپسی کا عمل غیر معمولی سست اور وقت طلب ثابت ہوا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ جس تیزی سے طوفان کی شدت بڑھ رہی تھی اسی پھرتی سے ملاح اپنے کاموں کو سرانجام دینے میں مشغول تھے اور اسی سرعتِ رفتار سے کپتان کے احکام تعمیل کر رہے تھے۔ بہر حال کسی طرح کی گھبراہٹ نہ کپتان کے لہجہ میں اور نہ ملاحوں کے کام کرنے کے طریقہ میں پائی جاتی تھی سب کام غیر معمولی ضبط و سکون کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ایسی خطرناک حالت میں بھی عملہ جہاز کے انداز سے کسی طرح کا اضطراب یا بے چینی ظاہر نہ ہوتی تھی۔

کپتان کا حکم پا کر میں اس مقام کی طرف تو ہو لیا جہاں نیچے جانے کا دروازہ بنا ہوا تھا۔ مگر آدھا راستہ طے کر کے چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ کیونکہ پھر ایک بار اسی گندی اور کثیف ہوا میں جانے کا خیال جس سے باہر نکلا تھا میرے لئے سخت ذہنی تکلیف کا باعث تھا۔ اس کے علاوہ ایک خیال اور بھی میرے دل میں پیدا ہوا۔ یعنی یہ کہ اگر بدترین حالات پیش آئے اور جہاز بدقسمتی سے اس طوفان قیامت خیز کا مقابلہ نہ کر سکا تو ایسی حالت میں میرے لئے

صحن جہاز پر رہتے ہوئے نچلے درجہ کی کیبن میں بند ہونے کے مقابلہ میں بچاؤ کی بہت زیادہ امید تھی۔ اس اثناء میں تختہ جہاز پر ملاحوں کی مصروفیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ میری موجودگی کا کسی کو خیال ہی نہ تھا۔ پس نیچے اترنے کے دروازہ کی طرف جانے کی بجائے میں بڑے مستول کے پاس پہنچ کر اس خیال سے اس کے پیچھے چھپ گیا کہ کپتان کو میری موجودگی کا حال معلوم نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ یہ جگہ اس کی نظروں سے بالکل پوشیدہ تھی۔ پھر اس جگہ تختہ جہاز پر بیٹھ کر میں نے ایک بہت موٹے رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ میں بیمار نہ تھا۔ میں اب کمزور بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود لاتعداد اندیشے میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ جس طرح ممکن ہو میں نے اپنی جان کی حفاظت کا مصمم ارادہ کر لیا۔ عہد گذشتہ کے واقعات تصویروں کی مانند دماغ کے سامنے سے گذرنے لگے۔ ہرچند کسی وجہ نامعلوم سے ایک آدمی میرے درپے آزار تھا۔ تاہم میں اس آدمی کی بیٹی کی خاطر (جو میرا جانی دشمن ثابت ہو رہا تھا) زندہ رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس جگہ بیٹھ کر میں بڑی دیر تک قادر مطلق کے حضور میں اپنی حفاظت اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتا رہا۔

رفتہ رفتہ گرد و نواح کے حالات بھیانک صورت اختیار کرنے لگے۔ جنگ عناصر نے اتنی مہیب صورت اختیار کی کہ میں اس کا نقشہ صحیح طور پر لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا سطح آسمان پر کالے بادل اس طرح تیزی کے ساتھ چھا گئے کہ معلوم ہوتا تھا ایک سیاہ چادر حد نگاہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ طوفان کی خوفناک طاقتیں جس کے اندھیرے کی پشت پر چھپی ہوئی تھیں۔ سمندر کسی بپھرے ہوئے دیو کی مانند جوش و خروش ظاہر کرتا تھا۔ اور بحری مرغابیوں کے پروں سے بھی زیادہ سپید جھاگ لہروں کی چوٹیوں پر اڑتے نظر آتے تھے۔ آندھی کی تیزی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ وہ عالی شان جہاز تاب مقابلہ نہ لا کر کسی چھوٹے سے ڈاٹ کی مانند طوفان خیز موجوں پر بے تابانہ حرکت کر رہا تھا۔ اوقات بعد میں موجوں کی پشت پر داہنے ہاتھ کی سمت میں خشک زمین جس کی سیاہی کو کھریا مٹی کے سپید ٹیلے پورے طور پر نمایاں

کرتے تھے نظر آجاتی تھی۔ لیکن اس کے بعد دفعتاً جس وقت پانی کی لہر جہاز کے نیچے سے ہو کر نکل جاتی اور جہاز پھر ایک بار اصلی سطح پر آجاتا تو چاروں طرف کھولتا ہوا پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔

ملاحوں نے کپتان کا حکم پاکر کچھ اور بادبان اُتار دیئے۔ اتنے میں ایک آدمی نے مجھے مستول کی اوجھل میں چھپے ہوئے دیکھ لیا تھا چنانچہ اس نے لہجۂ اصرار میں مجھے نیچے اُتر جانے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گالی دے کر کہنے لگا کہ جب کسی دوسرے مسافر کو اوپر نہیں آنے دیا گیا تو تم کیوں اس جگہ آئے ہو؟ چنانچہ سیڑھیوں کا دروازہ بھی اسی خیال سے بند رکھا گیا ہے کہ کوئی اوپر نہ آنے پائے۔ میں نے بمنّت اس سے کہا کہ آپ مجھے اسی جگہ رہنے دیں میں اس عنایت کے لئے تازیست شکر گذار رہوں گا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ وہ ضرور مجھے نیچے اتر جانے پر مجبور کرتا اگر ایک فوری کام اسے جہاز کے ایک اور حصّہ میں لے جانے کا ذریعہ ثابت نہ ہوتا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ صحن جہاز کے اس حصّہ میں جدھر میں اس وقت کھڑا تھا، دو بڑی کشتیاں مویشی اور بھیڑوں سے بھری ہوئی رکھی تھیں جس وقت طوفان کی بڑھی ہوئی شدّت کی وجہ سے جہاز کی حرکت تیز ہوتی تو بدنصیب حیوان بڑے زور سے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے اور دردناک آوازیں پیدا کرتے تھے اس کے علاوہ کئی ٹاپے مرغیوں سے بھرے ہوئے اس جگہ موجود تھے لیکن پانی کے بار بار صحن جہاز پر پھر جانے کی وجہ سے یہ سارے جانور نیم غرقابی کی حالت میں قریب المرگ پڑے تھے۔

راسگیٹ تھوڑی دیر پہلے دائیں طرف کو ہمارے پیچھے رہ گیا تھا۔ اور مجھے معلوم تھا کہ جہاز اب ڈاؤنز کے قریب پہنچنے لگا ہے۔ دفعتاً شور برپا ہوا کہ جہاز میں پانی داخل ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اسی وقت پمپوں کی مدد سے پانی نکالنے کی کوشش شروع کی گئی۔ اور ملاحوں نے اس سلسلہ میں اِدھر سے اُدھر جانا شروع کیا۔ میں نے کئی شخصوں کو روک

کہ ان کی زبانی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا جہاز کو کوئی بڑا خطرہ درپیش ہے ؟ مگر یا تو انہوں نے میرے سوال کو سُنا ہی نہیں یا قصداً لاپروائی سے اَن سُنا کر دیا۔ بہرحال کسی نے میری بات کا جواب دینے کی پروا نہیں کی۔ اتنے میں پھر ایک بار مجھ کو نیچے اتر جانے کا حکم دیا گیا اور اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اگر میں کوئی کام کرنے لگ جاؤں تو یہ لوگ مجھے اس جگہ ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ جلدی سے اُٹھ کر میں ایک پمپ کے پاس گیا اور اس کو اس قدر تیزی اور مستعدی سے چلانا شروع کیا کہ اکثر ملاحوں کے منہ سے الفاظ تحسین بلند ہوئے۔ میں اس اختیاری مشقت کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ گو میری طاقت بڑی حد تک زائل ہونے لگی تھی کہ دفعتاً میں ایک صدمۂ عظیم کی وجہ سے تختہ جہاز پر گر پڑا۔ اور اس کے فوراً بعد ایک بہت بڑی لہر صحن جہاز پہ آ کر پھٹی۔ بعد کا حال اتنا ہی مجھے یاد ہے کہ کوئی نامعلوم طاقت مجھ بدنصیب کو گھُپ اندھیرے ہی آگے ہی آگے دھکیلنے لگی اور اس وقت خیال کی تیزی سے یہ اندیشہ... یہ خوفناک روح فرسا اندیشہ میرے دل میں پیدا ہوا کہ میں پانی کے زور سے سمندر کی طرف بہا چلا جاتا ہوں۔ اور اب کوئی طاقت مجھے بچا نہیں سکتی۔ اس خیال سے کہ میں کسی چیز کو پکڑ کر شاید زندہ بچ سکوں۔ میں نے بے بسی کے عالم میں اِدھر اُدھر ہاتھ پھیلانے کی کوشش شروع کی۔ اس وقت دفعتاً میرا ہاتھ کسی چیز کو لگا جسے میں نے مایوسی کی طاقت سے پوری مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا۔ ایک لمحہ کے عرصہ میں وہ تاریکی جو میرے پانی میں گھر جانے سے پیدا ہوئی تھی رفع ہو گئی۔ اور پھر ایک بار دن کی روشنی نظر آنے لگی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں سطح آب پہ بہہ رہا ہوں۔ لیکن......

اُف میرے خدا۔ میں پانی کے ساتھ ساتھ بہہ کر جہاز سے بہت دور نکل آیا تھا۔ اور اس وقت صرف ایک مُرغی کا ٹاپہ میرے ہاتھ میں تھا۔ بس یہی وہ چیز تھی جسے میں نے عالم یاس میں بڑی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اور جس کی مدد سے میں اس وقت پانی کی سطح پر تیر رہا تھا۔

اس حالت کو دیکھ کر جو کیفیت میرے دل و دماغ کی ہوئی۔ جس طرح لاتعداد اندیشے

میری روح کو پریشان کرنے لگے اور جو جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ان سب کا حال بیان کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ تو بھی جس طرح ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کا سہارا ہی کافی سمجھتا ہے میں نے اس ٹاپے کو بڑی استواری کے ساتھ پکڑے رکھا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے اور یقینی موت کے درمیان اب وہی حدِ فاصل ہے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ پُرشور موجیں دیوانہ وار جہاز کے ساتھ ٹکراتی تھیں اور وہ بے حرکت ایک مقام پر کھڑا تھا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ غالباً وہ گڈون سنیڈس کے پاس پہنچ کر پتیلی زمین کے ساتھ لگ گیا ہے کیونکہ یہی وہ خوفناک مقام ہے جہاں لاتعداد جہاز تلف ہوئے ہیں اور جہاں اتنی دولت جو دنیا کی ساری آبادی کو مفلسی سے نکال کر درجۂ تموّل پر پہنچا سکتی، ضائع ہوئی ہے۔ بے شمار جانیں اس خونی مقام کی بھینٹ ہو چکی ہیں... لیکن حالاتِ پیش آمدہ میں میرے لئے اس سلسلۂ خیال کو بہت عرصہ تک جاری رکھنا غیر ممکن تھا کیونکہ میری اپنی زندگی خطرہ میں تھی۔ صرف وہ لکڑی کا بنا ہوا لمڑ ورٹا پا میرے اور غرقابی کی موت کے درمیان تھا۔

لہریں حیرت انگیز تیزی رفتار سے اُٹھ رہی تھیں۔ اور ان کے جھاگ اُڑ اُڑ کر میرے منہ پر گرتے تھے۔ جب کبھی میں لہروں کی گہرائی میں گرتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا اندھیرا نظروں کے سامنے چھا رہا ہے۔ لیکن جب کوئی بہت اونچی لہر مجھے اپنی بلندی پر اٹھا لیتی تو میری نگاہ بے اختیاری میں غرق ہوتے ہوئے جہاز کی طرف جاتی۔ جس کے اطراف میں پُرشور موجیں زور کے ساتھ اُٹھتی اور اس کے پہلوؤں سے ٹکراتی نظر آتی تھیں۔ پہلی بار جب میں نے اسے دیکھا تو صرف ایک مستول غائب تھا۔ دوسری بار دوسرا غائب ہو گیا۔ اور تیسری بار قطعی صفائی ہو گئی۔ میں نہیں جانتا یہ میرا وہم تھا یا کیا بہرحال جوشِ طوفان میں چھپی ہوئی دردناک چیخوں کی آواز میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈوبتے ہوئے مردوں، عورتوں اور بچوں کا شور جوشِ عناصر کی تہ میں چھپا ہوا سنائی دیتا ہے۔ لیکن گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجھے سنائی دیں حقیقی تھیں یا فرضی۔ تاہم مجھے وہ اس

طرح معلوم ہوئیں گویا حقیقت میں سُنائی دیتی ہوں۔ چنانچہ اب بھی جب اس ہولناک سانحہ کو پیش آئے سالہا سال کا عرصہ گذر چکا ہے، بارہا جب اس خوفناک نظارہ کی یاد تازہ ہوتی ہے، تو ان چیخوں کا شور میرے دماغ میں گونج پیدا کرتا سُنائی دیتا ہے اور میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجھ کو سُنائی دیں اصلی اور حقیقی تھیں۔

اتنے میں جوار کی تیز لہر مجھے اپنے ساتھ بہانے لگی تھی۔ میرے ہاتھ شل ہو رہے تھے۔ تو بھی میں اس ٹاپے کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میری زندگی کا دارو مدار اس ٹاپے کی سلامتی پر ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ میری طاقت گھٹنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زندگی آہستہ آہستہ میرے بدن سے خارج ہونے لگی ہے۔ مجھے اپنا بدن سُن ہوتا معلوم ہوا۔ جوش طوفان کی آوازیں مدھم اور غیر واضح ہونے لگیں حتیٰ کہ آخرکار صرف ایک ملا ہوا وحشت خیز شور مجھے اپنے کانوں میں آتا معلوم ہوا۔ تاہم اتنا مجھ کو یاد ہے کہ اس وقت بھی جب میرے خیالات کی الجھن ہر لحظہ بڑھتی جا رہی تھی تو ایک تصویر تب بھی میرے ذہن میں واضح اور صاف باقی تھی۔ اور وہ ونیل کی تصویر تھی! بہرحال اس حالت میں پھر کبھی مجھے اس تصویر کو اصلی صورت میں دیکھنے کی امید نہ تھی۔ فی الحقیقت امید کا احساس ہی میرے اندر تلف ہو چکا تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ میں اپنی اصلی حالت پر غور کرنے کے ناقابل تھا۔ بدنی قویٰ سُن ہو گئے تھے۔ البتہ ظاہری مردہ بدن میں زندگی کا ایک شرارہ باقی تھا۔ اور اس کی روشنی میں جو چیز مجھے نظر آتی تھی وہ میری انیل کی دل ربا تصویر تھی!

دفعتاً ایک انسانی آواز نے مجھے اس خواب کی سی حالت سے چونکا دیا۔ زندگی کا بجھتا ہوا شرارہ اس آواز کو سُن کر پھر روشن ہوا اور جب ایک اونچی لہر مجھے اپنی چوٹی پر لے کر اُٹھی تو مجھے تھوڑے فاصلہ پر ایک کشتی نظر آئی۔ صرف ایک بادبان جس میں تنا ہوا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا گویا ایک آدمی اس میں کھڑا رومال یا اس قسم کی کوئی اور چیز ہلاتا اور

مجھے امداد قریب ہونے کا یقین دلانا چاہتا ہے۔ ایک لحظہ کے عرصہ قلیل میں مجھ کو اس کشتی پر کھینچ لیا گیا۔ اور اس وقت فوری خطرہ سے نکل کر سلامتی کی منزل پر پہنچ جانے کے احساس نے کچھ اس طرح کے مراجعانہ اثرات پیدا کئے کہ میں پھر ایک بار غش کر گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ کشتی دو مستول کے ایک جہاز کے پاس کھڑی تھی جس کے بعد فوراً ہی مجھے کشتی سے نکال کر اسی جہاز پر پہنچایا گیا۔ ایماندار چہرے جن پر موسم کی سردی اور گرمی کے اثرات نمایاں تھے میرے اوپر جھک کے نظر عنایت سے دیکھنے لگے اور ان کی نگاہ سے میری حیرت انگیز سلامتی پر مبارکباد کے خاموش الفاظ ادا ہوئے۔ مگر جب اس کے بعد ان لوگوں نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا ان کی بولی مختلف تھی۔ اور وہ کسی اور ملک کے باشندے تھے۔ میرے اپنے الفاظ یقیناً ان کے لئے ناقابل فہم ہوتے۔ تاہم میں نے نگاہ سے جہاں تک ممکن تھا ان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس قادرِ مطلق کا شکرانہ ادا کیا جس نے اس عجیب اور حیرت انگیز طریقہ پر مجھے موت کے مُنہ سے نکالا تھا۔ جلدی ہی چند آدمی مجھے کپتان کی کیبن میں لے گئے۔ میرے گیلے کپڑے اتار کر صاف ستھرے کپڑے پہنائے گئے۔ پھر مجھے بستر پر لٹا دیا گیا اور طاقت بخش دوائیں دی جانے لگیں۔ چونکہ میں ذہنی اور جسمانی طور پر بالکل تھکا ماندہ تھا اس لئے جلدی ہی آنکھ لگ گئی اور میں کئی گھنٹے بے خبر سوتا رہا۔ پھر جب آنکھ کھُلی تو میں تازہ دم ہو چکا تھا۔ اس وقت میرے لئے کھانا مہیا کیا گیا اور اسے کھا کر میرے تن مردہ میں نئی جان آ گئی۔

معلوم ہوا جہاز کا کپتان ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتا اور کسی حد تک اس زبان کو سمجھتا تھا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ ایک ولندیزی جہاز ہے۔ اور اس وقت راٹرڈم کی طرف جا رہا ہے جس جہاز میں مجھے بلیک وال میں سوار کیا گیا اور جسے میں نے اپنی آنکھوں سے غرق ہوتے دیکھا تھا اس کے بارے میں کسی طرح کے سوالات پوچھتے ہوئے میرے جی کو سخت دہشت ہوتی تھی۔ تو بھی میرا خیال ہے ان لوگوں نے میری نگاہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ میں

اس جہاز کے انجام کے بارے میں صحیح حالات تحقیق کرنا چاہتا ہوں. یہی وجہ تھی کہ نیک دل کپتان نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے امداد کے لئے کشتیاں بھیجی تھیں مگر اس سے پہلے کہ وہ جہاز کے قریب پہنچ سکتیں جہاز جوش طوفاں سے پاش پاش ہو گیا اور ملاحوں اور مسافروں میں سے کوئی ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا. صرف میں ہی ایک ایسا خوش نصیب تھا جو حالات کے معجزانہ اثرات سے زندہ رہ گیا. ورنہ جس قدر آدمی اس جہاز پر سوار تھے وہ سب ... محض اندازہ کے طور پر نہیں بلکہ یقیناً اور حقیقتاً غرقاب ہوئے. ہرچند وہ لوگ جو اس جہاز پر سوار تھے سب کے سب میرے لئے اجنبی تھے تاہم اس سانحہ کو سُن کر میری اپنی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے اور پھر ایک بار میں نے اس قادر مطلق کا شکریہ ادا کیا جو اپنے ناقابل فہم طریقوں سے انسان کی زندگی اور موت کے سوالوں کو طے کیا کرتا ہے.

---

# باب ۴۲

## سکاٹ لینڈ

ولندیزی کپتان کے روبرو ان حالات کی تفصیل غیر ضروری تھی جن میں مجھ کو غرق ہونے والے جہاز پر سوار کیا گیا تھا. پس میں قصداً اس بارے میں خاموش رہا. ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بعض خاص وجوہ ایسی تھیں جن سے میں مسٹر لینوور کو اس کے کینہ آمیز دہشت خیز حملوں کے باوجود سزا و تشہیر سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا. اتیل کی خاطر میں ان سب مصیبتوں اور تکلیفوں بلکہ ان سے بھی دہ چند زیادہ آفتوں کو بخوشی برداشت کرنے کے لئے آمادہ تھا. پس میں نے اس نئے جہاز کے کپتان سے محض اس قدر بیان کرنا کافی سمجھا

کہ میں تارکانِ وطن کی ایک جماعت کے ساتھ اس جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ مگر اب اپنا عزم سفر فسخ کر کے جس قدر جلد ممکن ہو واپس انگلستان پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ اس کا مطلب قدرتی طور پر یہی سمجھا گیا کہ میرا اسباب چونکہ غرق شدہ جہاز کے ساتھ تلف ہو چکا ہے اس لئے میں سفر جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ اور میں نے بھی اس غلط فہمی کی اصلاح ضروری نہ سمجھی۔ اس کے باوجود میرا خیال تھا کہ مجھ کو جہاز پر سفر کرلتے وقت مسٹر لینو ور نے دکھاوے کے لئے نیز باقی مسافروں کا اطمینان کرانے کی غرض سے کپڑوں کا ایک صندوق میرے لئے جہاز پر رکھوا دیا ہوگا۔ خیر ولندیزی جہاز راں نے جو ایک بڑا نیک باطن رحمدل آدمی تھا۔ مجھے ہر طرح تسلی دی اور کہا کہ راٹرڈم پہنچ کر ضرور تمہیں انگلستان پہنچانے کا مناسب انتظام کر دیا جائے گا۔ اور جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں نے اس عنایت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا۔

القصہ ہمارا جہاز وقت مقررہ پر کسی نئے حادثہ کے بغیر راٹرڈم پہنچ گیا۔ اور کپتان نے جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا مجھے اپنے ساتھ گھر چلنے پر مجبور کیا۔ چونکہ وہ تین سال کے لمبے سفر کے بعد واپس آیا تھا۔ اس لئے اس کا اپنے کنبہ سے دوبارہ ملنے کا نظارہ ایک ہی وقت میں بڑا رقت انگیز اور راحت خیز تھا۔ اس کی بیوی خوبصورت گداز بدن کی عورت تھی اور ان کے چار پانچ چھوٹے بچے تھے جو سب اس سے دوبارہ مل کر بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا اس کا جہاز جاوا وغیرہ کئی دور افتادہ جزیروں کی سیاحت کر کے آیا تھا۔ کپتان کو اصرار تھا کہ بحالی صحت کی غرض سے مجھے چند دن اس کے ہاں مہمان رہنا چاہیئے۔ اور گو میں نے بہت نہ نہ کی تاہم آخر کار اس کی بڑھی ہوئی عنایت کے روبرو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک ایسے لمبے سفر کے بعد واپس آنے پر کپتان کو کئی دن تک مصروفیت رہی۔ دن میں کئی کئی بار بندرگاہ پر جانا اور مالکان جہاز کے دفتر کے پھیرے کرنا پڑتا تھا۔ کئی ایک کام تھے جنہیں اس کو آتے ہی پورا کرنا تھا۔ بہرحال جب چند دن

کے بعد اس کو ان کاموں سے فراغت ہوئی، تو اس نے میری نسبت استفسارات شروع کئے، اب تک اس کے سوالات محض رسمی تھے مگر اب اس نے میرے حالات اور آئندہ ارادوں کے بارے میں ہر ایک بات گہرے تجسس سے معلوم کرنی شروع کی۔ اس وقت میں نے بیان کیا کہ میرے بعض دوست سکاٹ لینڈ میں رہتے ہیں اور میں جس قدر جلد ممکن ہو ان کے پاس چلا جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہاں مجھ کو گھر جیسا آرام حاصل ہوگا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کہ میرا مقصد ایج متھگلن پہنچ کر نئی ملازمت شروع کرنے کا تھا۔ کپتان کو جس وقت معلوم ہوا کہ میں انگلستان نہیں سکاٹ لینڈ جانا چاہتا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ میرا ایک دوست ایک تجارتی جہاز کا کپتان ہے جو عنقریب شہر ڈنڈی کو روانہ ہوگا۔ اس جہاز پر نہ صرف تمہارے سفر کا انتظام بلا کرایہ کردیا جائے گا۔ بلکہ راستہ میں کسی قسم کی تکلیف بھی تم کو نہ ہوگی۔ میں نے اس تجویز کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور کپتان نے رخصت کرتے وقت نہ صرف مجھے اپنے پاس سے لباس تبدیل کرنے کے کپڑے دیئے، بلکہ اس بات پر بھی اصرار کیا کہ ڈنڈی سے آگے سفر جاری رکھنے کی سہولت کے خیال سے میں کچھ روپیہ اس سے لے لوں۔ میں نے اس تازہ احسان کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ روپیہ قرض حسنہ سمجھا جائے، جسے موقعہ ملنے پر فوراً واپس کردیا جائے گا۔ کپتان نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور کہنے لگا۔ "بہت اچھا تمہاری خوشی مجھ کو منظور ہے۔"

رخصت ہونے سے پہلے میں نے ایک چٹھی گریس چرچ سٹریٹ لندن کی کراس کیز نامی سرائے کے مالک کے نام لکھی جس میں درخواست کی کہ میرا صندوق جو اس جگہ رہ گیا تھا محفوظ ترین ذریعہ سے ایج متھگلن واقع پرتھ شائر میں مسٹر ڈیناچر کے مکان پر بھیج دیا جائے۔ اور اگر آپ اپنے مطالبات کابل دہیں میرے نام روانہ کریں تو اس کی ادائیگی بلا تامل کردی جائے گی۔ سرائے سے اپنی فوری رخصت کے بارے میں میں نے کوئی تشریح ضروری نہ سمجھی کیونکہ لاحاصل جھوٹ مجھے منظور نہ تھا۔ اور حقیقت حال کا اظہار خارج از بحث!

غرض جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ میں کپتان جہاز اور اس کے اہل خانہ کی عنایتوں کا بار بار شکریہ ادا کرتا ہوا اڑڈم سے رخصت ہوا اور اس نئے جہاز پر سوار ہو گیا، جسے ڈنڈی جانا تھا۔ راستہ میں نہ صرف کپتان جہاز بلکہ اس کے سارے عملہ نے (غالباً اسی پہلے کپتان کی سفارش پر) مجھ سے انتہائی رعایت کا سلوک کیا، نہ انہوں نے مجھ سے کرایہ لینا منظور کیا اور نہ خوراک کا صرفہ۔ چھ بجے شام کا وقت تھا کہ ہمارا جہاز ڈنڈی پہنچا اور چونکہ کوئی گاڑی اگلی صبح تک پرتھ کی طرف روانہ نہ ہوتی تھی اس لئے عارضی طور پر ہم کو بندرگاہ کے پاس ہی ایک سرائے میں قیام کرنا پڑا۔ کھانا کھاتے رات ہو گئی۔ اس وقت شہر دیکھنے باہر جانا چونکہ بے سود تھا اس لئے میں جلدی ہی پڑ کر سو رہا۔

لیکن نہیں۔ یہ کہنا غلط ہے کہ میں جلدی ہی پڑ کر سو رہا۔ کیونکہ نیند آنے سے پہلے لاتعداد خیالات دل میں پیدا ہوئے اور میں نے گذشتہ چند یوم کے سارے واقعات پر ایک نظر بازگشت ڈالی۔ سچ پوچھئے تو اس چند دن کے مختصر عرصہ نے میری عجیب و غریب زندگی میں کئی حیرت انگیز موقعے پیدا کئے تھے۔ پہلے میں قید ہوا۔ اس کے بعد دھوکے سے مجھ کو ایک جہاز پر سوار کیا گیا۔ جو تارکان وطن کی ایک جماعت کو کسی دور افتادہ مقام کی طرف لے جا رہا تھا۔ پھر راستہ میں وہ جہاز غرق ہوا۔ مگر کسی معجزہ غیبی سے میری زندگی بچ گئی۔ ان ہولناک مصیبتوں کے بعد میں ایک ایسے شخص کا مہمان ہوا جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا اور جس نے اجنبی ہوتے ہوئے بھی مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا جس کو میں عمر بھر فراموش نہ کر سکتا تھا۔ بہرحال اب میں آخر کار سکاٹ لینڈ پہنچ چکا تھا اور امید کامل تھی کہ اگر کوئی نئی مصیبت نازل نہ ہوئی تو کل تک اس مقام پر جا پہنچوں گا، جہاں ارل آف ہیلنڈ بول نے میرے لئے ملازمت کا انتظام کیا تھا۔ اس سلسلہ میں میرے خیالات کی رَو مسٹر لینوڈر کے حیرت انگیز طرز عمل کی طرف بھی گئی۔ مگر جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا کہ کیوں یہ شخص مجھ سے اس قدر سختی اور ظلم کا برتاؤ کرتا ہے اتنا ہی

زیادہ یہ معاملہ راز بنتا گیا۔ بارہا دل میں سوچتا تھا کیا وہ سچ مچ میرا ماموں ہے؟ اور اگر ہے تو کس لئے وہ مجھے اپنی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا کوئی ایسی جائداد یا ورثہ حاصل کرنے کے لئے جس کا جائز حقدار میں ہوں؟ لیکن پھر خیال آیا کہ یہ ایک ناممکن سی بات ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کے لئے عمل کی بہترین صورت یہ تھی کہ وہ اس جائداد یا ورثہ کی موجودگی کو میری نظروں سے چھپائے رکھے اور خود مزے اُڑائے۔ اپنی لاعلمی کی صورت میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اس سے اس بارے میں کسی طرح کا مقابلہ کرتا۔ لیکن بالفرض وہ میرا ماموں نہ ہو، وہ میرا دور کا بھی رشتہ دار نہ ہو اور کسی ایسی جائداد کا وجود بھی فرضی اور موہوم ہو تو پھر... اس صورت میں اس کا طرزِ عمل اور بھی زیادہ پُراسرار اور ناقابلِ فہم دکھائی دیتا تھا۔ کیا اس کے سوا کوئی شخص اور تھا جو میری زندگی یا انگلستان میں میری موجودگی کو اپنی راہ میں رُکاوٹ سمجھتا تھا یا..؟ مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے یہ سب فرضی قیاسات تھے جو بڑی دیر تک میرے دل میں پیدا ہوتے رہے۔ میرے لئے ان کی بنا پر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا محال و غیر ممکن تھا۔

اور اب میری توجہ حادثہ جہاز کے بعد پہلی مرتبہ اپنی مخصوص حالت کی طرف بھی گئی۔ یعنی اب مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے جہاز کی تباہی کا واقعہ دراصل وہ میرے لئے باعثِ رحمت ثابت ہو۔ اور وہ اس طرح کہ مسٹر لیفوورا اس کا حال سُن کر یہ جان لینے کے بعد کہ جتنے آدمی اس جہاز پر سوار تھے سب کے سب غرق ہو گئے، مجھے بھی مُردہ تصور کر لے اور آئندہ کے لئے مجھے اس کے نئے مظالم کا شکار نہ بننا پڑے۔ یعنی اس وقت تک کہ اتفاقی حالات پھر اس حقیقت کو اس کے کانوں تک پہنچا دیں کہ میں اب تک روئے زمین پر زندہ اور صحیح سلامت موجود ہوں لیکن آہ۔ اس سلسلہ میں ایک بڑا بھیانک خیال اور بھی دل میں پیدا ہوا۔ ممکن تھا میری موت کی خبر کسی طرح انیبل کے کانوں تک بھی پہنچ جائے اور گو مجھے یقین تھا کہ اس کو مجھ سے گہری اور نہ ختم ہونے والی پاک محبت ہے۔ تاہم ممکن

تھا کہ کچھ عرصہ غم کرنے کے بعد وہ آخر کار مرضی ادلیٰ پر شاکر و قانع ہو جائے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ غم کا اثر کم ہونا شروع ہوا اور کچھ عرصہ گذر جانے پر وہ کسی دوسرے آدمی کی باتوں سے متاثر ہو کر اس سے شادی کرنا منظور کر لے۔ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی غم کے بادل میرے دل پر چھانے شروع ہوئے۔ کیونکہ میں نے دیکھا اپنے زندہ رہ جانے کے واقعہ کو اس کے کانوں تک پہنچانا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ دیر تک میں اس فکر و غم سے نڈھال رہا۔ لیکن جب اس کے بعد رفتہ رفتہ مجھ پر سکون طاری ہوا اور میں سارے حالات کو اچھی طرح سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہو گیا تو خیال آیا کہ یہ ایک ناممکن سی بات ہے کہ مسٹر لینوڈر اپنی بیٹی یا بیوی کے روبرو میرا نام لے۔ یا میرے بارے میں کسی طرح کا ذکر چھیڑے۔ چنانچہ جتنا زیادہ میں نے معاملہ کے اس پہلو کو سوچا اتنی ہی پختگی سے یہ یقین ذہن نشیں ہو گیا کہ وہ میرے بارے میں لازماً خاموش رہے گا۔ کیونکہ اسے اس بات کا ڈر ہو گا کہ شاید اس سلسلہ میں کسی طرح یہ واقعہ روشنی میں آجائے کہ وہی مجھ کو اس منحوس جہاز پر سوار کرنے کا ذریعہ بنا تھا۔ جو آگے چل کر تباہ ہوا۔ اس خیال کے پیدا ہونے پر میں نے یہ سوچ کر اپنے جی کو تسلّی دی کہ وہ اس اطلاع کو ہی کافی سمجھے گا کہ اس بدنصیب جہاز کے ساتھ میری زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور قطع نظر اس بات کے کہ وہ کس لئے مجھے انگلستان سے رخصت کرنا چاہتا تھا، یہ جان کر مطمئن ہو گا کہ میں اب عالم موجودات میں باقی نہیں ہوں۔ اور جہاز کی غرقابی نے وہ مقصد پورا کر دیا ہے جو اس کے پیش نظر تھا۔ ان خیالات کے پیدا ہونے سے میرے جی کو بڑی حد تک اطمینان ہو گیا۔ گو اس کے باوجود یہ اندیشہ اب بھی پریشان کر رہا تھا کہ جب مسٹر لینوڈر کو جو میرا دشمن جانی ہے یہ معلوم ہو گیا کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ تو انیبل سے میری شادی کی امید پہلے سے بھی زیادہ موہوم ہو جائے گی۔

ان ہی فکروں میں لیٹے ہوئے آخر کار آنکھ لگ گئی۔ اور چونکہ راستہ کا تھکا ماندہ تھا

اس لئے دن نکلنے تک بے خبر پڑا سوتا رہا۔ بعد ازاں ناشتہ سے فارغ ہو کر اس گاڑی پر سوار ہوا جو پیرتھ کی طرف جاتی تھی۔ اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ گاڑی ایک سرائے کے دروازہ پر ٹھہری جہاں سے اور کئی گاڑیاں مختلف اطراف کو جاتی تھیں۔ اور میں نے اُتر کر اس محرر سے جو ایک بڑا سا رجسٹر سامنے رکھے بیٹھا تھا دریافت کیا کہ یہاں سے انچ متھگلن کتنی دور ہے اور اس مقام کی طرف جانے والی گاڑی کب چلا کرتی ہے۔

"انچ متھگلن کا فاصلہ" اس نے تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد کہا "یہاں سے قریباً ۳۵ میل ہے اور صرف ایک گاڑی اس طرف جاتی ہے۔ مگر چونکہ وہ گاڑی ہر روز گیارہ بجے قبل دوپہر رخصت ہو جاتی ہے اس لئے آپ بعد از وقت آئے ہیں"۔

"آہ۔ کیا وہ آج دن بھر کے لئے رخصت ہو گئی؟" میں نے اس خیال سے پریشان ہو کر کہا کہ وہ تاخیر جو سلسلہ حالات سے پیش آ گئی تھی اور زیادہ بڑھے گی۔ پھر اس کے بعد "اب کل تک انتظار کرنا پڑے گا"۔

"جی نہیں" اس نے جواب دیا "کل کی گاڑی میں بھی ساری نشستیں رُک چکی ہیں البتہ اگر آپ چاہیں تو پرسوں آپ کی روانگی کا انتظام ممکن ہوگا" اور اس کے بعد ایک اور محرر کی طرف مڑ کر جو پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا "میرے خیال میں بہتر ہو کہ مالکان کمپنی اس سڑک پر دو گاڑیاں چلانے کا انتظام کر دیں"۔

"میرا اپنا یہی خیال ہے" ایک اور شخص نے میرے پیچھے سے شکایتی لہجہ میں کہا۔ "کیونکہ اس صورت میں مجھ جیسے مصروف آدمی کو راستہ میں ٹھہر کے وقت ضائع کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑے"۔

میں نے جلدی سے مڑ کر دیکھا، ایک پستہ قد متوسط العمر فربہ اندام آدمی جس کے سُرخ چہرے پر نیک طینتی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور جس کے سر پہ بھورے بالوں کی ٹوپی

تھی بکھرا تھا۔ اس کی عام حالت ظاہر کرتی تھی کہ کوئی باحیثیت آسودہ حال آدمی ہے جو فراغت کی زندگی بسر کرتا ہے اور گو اس کے لفظوں سے کڑواہٹ کی بو آتی تھی۔ تاہم اگر انسان کا چہرہ اس کے خیالات کا مظہر سمجھا جا سکتا ہے تو یہ ایک ناممکن سی بات تھی کہ اس شکل و صورت کا آدمی کبھی غصّہ میں بھر کر کوئی بات کہتا ہو۔

"کیا آپ انچ متھگلن جائیں گے" اس نے میری طرف دیکھ کر پوچھا "مجھ کو بھی اسی راہ پہ جانا اور اسی گاڑی پر سفر کرنا ہوگا۔ لیکن پرسوں تک کا انتظار... میرے لئے غیر ممکن ہے"

"مسٹر ڈنکنبی" محرر نے جو اس سے واقف معلوم ہوتا تھا اب اس شخص کو مخاطب کر کے کہا "آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کی آسائش کے لئے مجھ سے جو کچھ ممکن ہو کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ آپ نہ صرف اس ضلع کے سب سے نامی وکیل اور آنریری مجسٹریٹ ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی ..."

"مگر کم از کم اس موقعہ پہ میری وکالت کی کامیابی یا میری آنریری مجسٹریٹی مجھ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی" مسٹر ڈنکنبی نے خوش طبعی سے کہا "رہ گیا پرسوں تک اس جگہ ٹھہر کر وسکی پیتے رہنے کا سوال۔ تو کم از کم میں اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے صرف تھوڑی سی دیر کے لئے کیرن ڈیل تک جانا ہے اور میں راستہ میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کر سکتا"

"لیکن اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا" دفعتاً محرر نے ایک نئے خیال کے زیر اثر کہا "کہ آپ دونوں مل کر اپنے لئے ایک سفری گاڑی کا انتظام کر لیں؟ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوگا آپ کے لئے اس کے کرایہ میں خاص رعایت کر دوں گا"

"اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنکنبی نے خوشی سے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اور اس کے فربہ سُرخ چہرہ پہ آثار تبسّم پیدا ہو گئے "مگر کیوں صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟" اس

نے میری طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔"یاد رکھئے۔ اس طرح کرایہ میں گو زیادتی ہوگی۔ تاہم پرسوں تک گاڑی کا انتظام کرتے ہوئے اس جگہ رہنے میں جو خرچ اٹھے گا۔ وہ بھی کسی طرح کم نہ ہوگا۔ مجھے اس مقام سے جہاں آپ کو جانا ہے دس بارہ میل ورے ہی اتر جانا پڑے گا۔ تاہم اگر آپ کو منظور ہو تو میں گاڑی کا آدھا خرچ دینے کو تیار ہوں۔"

میں نے اس تجویز کے مختلف پہلوؤں کو تھوڑی دیر سوچا تو خیال آیا کہ وہ نہ صرف معقول بلکہ از روئے کفایت شعاری بھی صحیح تھی۔ اور چونکہ میں راستہ میں پڑے رہنے کی بجائے حتی الوسع جلد پہنچ جانا بہتر سمجھتا تھا اس لئے فوراً آمادہ ہو گیا۔ تاہم خیال آیا کہ کسی نہ کسی طریقہ پر یہ بات مسٹر ڈنکنبی کے کانوں تک (جس کے بارے میں تحریر کی گفتگو سے معلوم ہوا تھا کہ کامیاب وکیل اور ذی وجاہت رئیس ہے) پہنچا دینی چاہیئے کہ میں ایک بے حیثیت نوکر ہوں۔ اور انچ متھگلن میں ادنیٰ ملازمت کرنے جا رہا ہوں۔ کیونکہ اس نے مجھ کو ایک مرد شریف کی طرح لفظ "آپ" سے مخاطب کیا تھا۔ اور مجھے اندیشہ تھا کہ اگر میں نے اپنی اصلی حیثیت کو اس سے چھپایا اور بعد ازاں کسی ذریعہ سے اس کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ تو اغلب ہے وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اوّل تو ہمارا یہ سفر ایک امر اتفاقی ہے اور ایک بار جدا ہونے کے بعد کسے امید ہو سکتی ہے کہ پھر ایکدوسرے سے ملنے کا اتفاق ہو۔ دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ میری طرف سے اس قسم کا اظہار حقیقت شاید مسٹر ڈنکنبی کو برافروختہ کر دے اور وہ ایک کم حیثیت نوکر کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں سفر کرنا نامنظور کرے۔ پس سارے پہلو سوچ کر میں نے اس بارے میں چپ رہنا ہی بہتر سمجھا۔ چنانچہ جلدی ہی ایک گاڑی تیار کر دی گئی۔ اور میں اور مسٹر ڈنکنبی پہلو بہ پہلو اس میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ وہ خوش طبع انسان تھا۔ مگر اس کے بعد جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ وہ باتونی بھی بہت تھا۔ اور اپنی گفتگو کے انہماک میں دوسرے کو بولنے کا

موقعہ دینے یا اس سے دریافت حال کرنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ جس راہ سے ہم گذر رہے تھے وہ اس سے پوری طرح واقف معلوم ہوتا تھا۔ اور پہلے چند میلوں تک وہ اس راستہ کی ہر ایک کوٹھی کے متعلق جو نظر آئی اس کے مالک کا نام، اس کے خاندانی حالات اور گذشتہ واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ مثلاً یہ کہ جو لوگ پہلے اس میں رہتے تھے وہ اب کہاں گئے، اور فی الحال کون یہاں رہتا ہے۔ تاہم میں نے دیکھا اس کی گفتگو میں ذم کا پہلو موجود نہ تھا۔ نہ وہ کسی کی غیبت کرتا اور نہ کسی کے بارے میں رنجیدہ الفاظ کہتا۔ وہ ایک اس طرح کی ایماندارانہ اور نبکولانہ گفتگو تھی جسے بالکل بے ضرر سمجھا جا سکتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اظہار معلومات کے لئے کئی طرح کی حکایتیں اور لطیفے بھی بیان کرتا جاتا تھا جو واقعہ میں اتنے بے مزا اور معمولی تھے کہ میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا کہ ان میں لطف مزاح کہاں ہے؟ بہرحال وہ ان حکایات پر خود ہی بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگتا تھا اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے چمڑے کے غلاف میں لپٹی ہوئی ایک چوڑی سی بوتل نکالی اور مجھے پیش کرتے ہوئے کہنے لگا۔ کہ اس کے اندر اتنی کمزور پانی ملی ہوئی برانڈی ہے کہ کوئی چھوٹا بچہ بھی بے ضرر اس کو پی سکتا ہے۔ مگر میں نے اس عنایت کو قبول کرنے سے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ جس پر اس نے پسندیدگی کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر ایک لمبا گھونٹ بھر کے اطمینان کی گہری آہ کھینچی اور بوتل کو دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"خوب" اس کے بعد اس نے کہا "آپ ارنج متھگلن جا رہے ہیں۔ مگر کیوں صاحب کبھی اس سے پہلے بھی اس جگہ جانے کا اتفاق ہوا ہے؟ نہیں! میرا خیال ہے آپ اس جگہ جا کر بہت خوش ہوں گے۔ کیونکہ اس ملک کے کوہستانی علاقوں میں ارنج متھگلن ایک بڑا فرحت انگیز مقام ہے۔ یوں تو میں ان اطراف میں سبھی ذی حیثیت آدمیوں سے واقف ہوں۔ کیونکہ اپنے پیشہ وکالت کی وجہ سے میرا اس ملک کے اراضی دار طبقہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ تاہم اتفاق کی بات ہے کہ میں ان صاحب مسٹر ونیا چر سے... بلکہ یوں کہنا

چاہیے' والی' اچ متھگلن سے جیساکہ وہ اپنے آپ کو کہتے ہیں' دانف نہیں ہوں۔ ان کا پورا لقب یہی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان کو اس پورے لقب سے مخاطب نہ کرے تو وہ اس سے خفا بھی ہو جاتے ہیں۔"

"تو کیا مسٹر ڈیناچر کوئی بہت بڑا آدمی ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"بڑا آدمی!" مسٹر ڈنکنبی نے حیرت کے ساتھ کہا۔ "کیا آپ کو معلوم نہیں وہ ایک قبیلہ کا سردار ہے۔ مگر شاید اس سے پہلے کبھی آپ کو سکاٹ لینڈ آنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بہرحال یہ نہ سمجھئے کہ سکاٹ لینڈ میں کسی قبیلہ کا سردار ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک خوفناک' ریشائل اور جنگجو آدمی ہے جس کی جماعت ہر وقت اس کے گرد حلقہ زن رہتی ہے .... بالکل نہیں۔ وہ زمانہ گذر گیا جب ایسی باتیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ آج کل لفظ قبیلہ سے مراد ان رشتہ داروں کی جماعت سے لی جاتی ہے جو قریب یا دور کا کوئی تعلق رکھتے ہوں اور جنہیں کسی نہ کسی وجہ سے حلقۂ خاندانی میں شامل سمجھا جا سکے۔"

"میرے خدا!" میں نے اس بیان کو سن کر چونکتے ہوئے کہا: "تو کیا یہ سارے رشتہ دار مسٹر ڈیناچر کے پاس ہی رہا کرتے ہیں؟"

"پھر آپ نے وہی نام لیا۔ میرے دوست والی' اچ متھگلن کہیے"۔ ڈنکنبی نے جلدی سے اصلاح کی۔ "اور یاد رکھئے کہ مسٹر ڈیناچر کو ہمیشہ والی اچ متھگلن ہی کہنا چاہیے'۔ بالفرض آپ یہ نہ کہنا چاہتے ہوں تو پھر اختصار کے لئے محض اچ متھگلن بھی کہہ سکتے ہیں فی الحقیقت اس جگہ پہنچنے کے بعد ڈیناچر کا نام کبھی آپ کے سننے میں نہ آئے گا۔ کیونکہ وہاں ہر شخص یہی کہتا ہے۔ اچ متھگلن کا یہ حکم ہے۔ یا اچ متھگلن نے ایسا کیا یا اچ متھگلن کی یہ خواہش ہے وغیرہ۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ جب اچ متھگلن کوئی حکم صادر کرتا ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس پر عمل کرے۔ کیونکہ گو مجھے اس سے گفتگو کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم میں نے اس کا شہرہ سنا ہے اور میں شکل و صورت سے بھی اس کو

پہچانتا ہوں۔ رہ گیا وہ سوال جو آپ نے پوچھا تھا تو اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ قبیلہ کا لفظ دراصل کوئی معنوی حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ سب رشتہ دار جو انچ منتھگلن کے قبیلہ میں شامل ہیں وہ سب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں۔ بالکل نہیں۔ ان میں سے کئی ایک گردونواح میں اپنے اپنے مکانوں میں آباد ہیں۔ بہتیرے ان میں آسودہ حال بھی ہیں۔ البتہ بعض جو بہت غریب ہیں۔ ان کو اب تک قبیلہ کی حدود میں ہی شامل رکھا جاتا ہے۔ دستور یہ ہے کہ جب انچ منتھگلن میں کوئی جلسۂ دعوت ہو تو پھر اس قبیلہ کے سب آدمی جمع ہوتے ہیں۔ یعنی اگر خاندان میں کوئی شادی ہو تو جشن منانے کیلئے یا موت ہو تو سوگ کرنے کے لئے ان کا اجتماع ضرور ہوتا ہے۔ شادی اور ماتم کے جلوسوں میں بھی قبیلہ کے ہر شخص کا شامل ہونا ضروری ہے۔ آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہو گی کہ سارے قبیلہ میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جسے اپنے سردار کی شخصیت پر کامل فخر نہ ہو۔ یا جو اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کو اسی طرح اپنا پاک فرض نہ سمجھتا ہو جس طرح اپنی عزت کی حفاظت کو۔"

"لیکن کیا یہ صاحب والئ انچ منتھگلن ایسے ہی مغرور و متکبر اور سخت گیر ہیں؟" میں نے کسی قدر بے چینی کے ساتھ پوچھا۔ کیونکہ مسٹر ڈنکلنبی کی زبانی اس آدمی کے بارے میں جس کی ملازمت میں شامل ہونے کے لئے میں جا رہا تھا اس قسم کے حالات سن کر میرے جی کو سخت اضطراب لاحق ہو گیا تھا۔

"مغرور وہ بے شک ہے مگر ایک حد تک" مسٹر ڈنکلنبی نے جواب دیا۔ "یعنی اسے اپنی سرداری، اپنی دولت اور اس رسوخ عظیم پر بے شک غرہ ہے جو اسے اپنے قبیلہ کے افراد پر حاصل ہے تاہم میں اس کو صحیح معنوں میں سخت گیر اور متکبر نہیں کہہ سکتا۔ فی الحقیقت جہاں تک میں نے سنا ہے وہ گرم جوش طبیعت کا فیاض آدمی ہے جس کے نیک افعال اس کی برائیوں پر ہر طرح غالب ہیں یعنی اس صورت میں کہ اس کی برائیوں کا کوئی حقیقی وجود ہو۔

لیکن جہاں تک مجھ کو معلوم ہے، کبھی کوئی بری بات اس کے برخلاف میرے سننے میں نہیں آئی یا اگر آئی ہے تو محض اس قدر کہ ایک اور قبیلہ کے برخلاف اس کے دل میں صدیوں کا پرانا جوش عناد اب تک باقی ہے، گو اس دشمنی کا عہد حال سے کوئی تعلق نہیں۔"

"اور کیا وہ دشمنی ان دو قبیلوں میں اب تک قائم چلی آتی ہے؟" میں نے اس خیال سے پوچھا کہ اس ذریعہ سے مسٹر ڈیناچر کے بارے میں جس قدر حالات ممکن ہوں دریافت کر لئے جائیں۔"

"دراصل یہ دشمنی" مسٹر ڈنکنبی نے جواب دیا "بہت قدیم اور روایتی ہے۔ اس کا آغاز مدت گذری ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد اس کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ قائم رہا۔ بات یہ ہے کہ اس ملک میں اس طرح کی خاندانی عداوتیں مدتِ مدید تک قائم رہتی ہیں۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کوئی عداوت حتیٰ کہ کلینکو کے خاندان میکڈانلڈ اور آرگل کے خاندان کیمبل کی ہولناک تاریخی دشمنی بھی اتنی شدید نہ تھی جتنی ارچ منفگلن اور کیرن ڈیل کے دو قبیلوں میں قائم چلی آتی ہے۔"

"میرا خیال ہے۔" دفعتاً میں نے کہا "کہ تھوڑی دیر پہلے گاڑیوں کے اڈہ پر یہ لفظ کیرن ڈیل میرے سننے میں آیا تھا۔"

"بات یہ ہے کیرن ڈیل اس گاؤں کا نام ہے جو اس نام کے قبیلہ کا مرکز تھا گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ گاؤں اس خاندان کے نام سے مشہور ہوا یا یہ خاندان اس گاؤں کے نام سے۔ بارہا میں نے اس مسئلہ کو طے کرنے کے لئے پرانے تاریخی کاغذات کی جانچ کی ہے۔ مگر کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔ بہرحال وہ گاؤں جو کیرن ڈیل کے نام سے مشہور ہے وہی اس وقت میری منزلِ مقصود ہے۔ جیسا کہ آپ نے سنا تھا میں اس علاقہ میں وکیل ہوں۔ اور خاندان کیرن ڈیل کی اراضی کا قانونی انتظام مدت سے ہمارے خاندان کے سپرد چلا آتا ہے۔ اب وہ میرے پاس ہے۔ مجھ سے پہلے میرے والد کے سپرد تھا

اور اس سے بھی پہلے میرے دادا کے۔ اور شاید یہ بھی ایک وجہ اس بات کی ہے کہ میں انچ متھگلن کے مسٹر ڈیناچر سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ کیا یہ ممکن ہے"۔ میں نے اب دفعتاً ایک نئے خیال سے دہشت زدہ ہو کر پوچھا۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ والیٔ انچ متھگلن کی طرف سے قبیلہ کیرن ڈیل کے برخلاف اپنی عداوت کو یہاں تک طول دیا جائے کہ وہ سب آدمی دشمن سمجھے جائیں جو... لیکن آہ"۔ میں نے جلدی سے رُکتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ خود آپ کا تعلق اسی خاندان کیرن ڈیل سے ہے"۔

"نہیں۔ خاندان کیرن ڈیل سے میرا کوئی تعلق نہیں"۔ مسٹر ڈنکنسی نے جواب دیا "میں دراصل میدانی اضلاع کا رہنے والا ہوں۔ اور میں قبیلہ پرستی کا حامی نہیں۔ رہ گیا خاندان کیرن ڈیل۔ تو عملی طور پر اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس کی ساری جائداد قانون کی آہنی گرفت میں آ چکی ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ موجودہ والیٔ کیرنڈیل اب کہاں ہے؟ یہ حالت کئی سال سے چلی آتی ہے اور یہی بڑی وجہ اس بات کی ہے کہ انچ متھگلن کے دل میں اس خاندان کے برخلاف جو عداوت پہلے تھی وہ بڑی حد تک کم ہو چکی ہے کیونکہ باقی ہی کون رہا ہے جس کے برخلاف عداوت کی جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ آخری کیرن ڈیل سردار یعنی سر ایلیگز بنڈر کیرن ڈیل کا انتقال قریباً بیس سال گذرے ہو گیا تھا جس کے بعد اس کا وارث اس کا چھوٹا سا بچہ یعنی موجودہ سر ایلیگز بنڈر رہ گیا۔ لیکن وہ نام کا والیٔ ریاست تھا۔ ورنہ اس کی حالت گداگروں سے بہتر نہ تھی۔ صرف چند دوست ایسے تھے جو اس کی حمایت و امداد کا دم بھرتے تھے۔ ورنہ... کچھ نہیں"۔

"تاہم آپ کو معلوم ہے کہ آخری کیرن ڈیل سردار کا بدنصیب وارث اب تک زندہ اور صحیح سلامت ہے"۔ میں نے جلدی سے کہا۔ "کیونکہ گو آپ نے اس کا ذکر صیغۂ ماضی میں کیا۔ تاہم آپ کے استعمال کردہ لفظ "موجودہ" سے پایا جاتا ہے کہ وہ اب تک

قیدِ حیات میں ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔"

"آہ میرے عزیز دوست"، مسٹر ڈنکنبی نے خوش ہو کر کہا" آپ کے اس فقرہ نے ثابت کر دیا کہ خدا نے آپ کو روشن دماغ عطا کیا ہے۔ مگر سچ کہئے گا آپ کسی وکیل کے دفتر میں تو کام نہیں کرتے؟ نہیں! تو پھر میری رائے میں ضرور آپ کو کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ نے وہ بات کہی ہے جس نے مجھ جیسے ہوشیار وکیل کا واقعی جی خوش کر دیا۔ اور چونکہ سلسلہ گفتگو اس حد تک پہنچ چکا ہے اس لئے میں اب کوئی بات آپ سے چھپانا بھی نہیں چاہتا۔ اس کے علاوہ چونکہ میں آپ کی تیز ذہانت کی قدر کرتا ہوں اس لئے مجھ کو یہ بیان کرنے میں عذر نہیں ہے کہ موجودہ سرالیگزینڈر کیرنڈیل واقعی زندہ ہے اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کس جگہ رہتا ہے۔ تاہم یاد رکھئے ایک میں ہی ایسا آدمی ہوں جسے اس کی ہستی اور موجودگی کا علم ہے۔ ورنہ وہ اپنے آپ کو سارے عالم کی نظروں سے پوشیدہ رکھے ہوئے ہے مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اس کی اپنی شخصیت چھپانے کی کئی وجوہات ہیں مثلاً ایک یہ کہ اپنے خاندانی تکبّر کی وجہ سے وہ یہ بات ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ ایک ایسے اونچے قبیلہ کا سردار اس تباہ حالی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ یہی باعث ہے کہ وہ اپنا نام بدل کر دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ایک علیٰحدہ مقام پہ رہتا ہے۔"

"افسوس افسوس!" میں نے حسرتناک لہجہ میں کہا "کس طرح والدین کی فضول خرچیاں بے چاری اولاد کی تباہی اور بدنامی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہیں۔"

"بالکل صحیح" مسٹر ڈنکنبی نے تسلیم کیا" سچ پوچھئے تو بربادی کے اس کام میں اس کے باپ سے پہلے دادا اور پردادا نے بھی کچھ کم حصّہ نہیں لیا۔ تاہم اب اس سوال کے متعلق قانونی عدالتوں میں زور دار جدوجہد جاری ہے۔ قریباً بیس سال مقدمہ بازی کرتے ہوگئے، اور..."

"اور ابھی نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک جاری رہے" میں نے کہا۔

"خیر یہ بات تو نہیں " مسٹر ڈنکنسبی نے جواب دیا " کیونکہ معاملہ اب تقریباً ختم ہے۔ موجودہ سر الیگزینڈر کی طرف سے بنائے دعویٰ یہ ہے کہ اس کے باپ اور دادا نے جو روپیہ ریاست کی بنا پر قرض لیا وہ از روئے قانون ناجائز تھا۔ کیونکہ ان لوگوں نے راہبن جماعت کو بعض ایسے اختیارات دیئے جس کے وہ ہرگز اہل نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ سر الیگزینڈر کے والد کے انتقال پر انہوں نے ساری جائداد پر قبضہ کر لیا اور یہیں سے بنائے مقدمہ بازی قائم ہوئی۔ اب غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک طرف میں جائز وارث کے لئے اس کی جائداد واپس لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور دوسری جانب راہبن لوگ اپنے دعوے کی حفاظت میں آمادۂ پیکار ہیں۔ مقدمہ کی رفتار بالکل سست ہے۔ سال میں ایک دو پیشیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن آخری فیصلہ کی نوبت اب تک نہیں آئی۔ گو قوی امید ہے کہ اب بیس سال کے بعد اس کا فیصلہ عنقریب سنا دیا جائے گا "

" اور کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟" میں نے ڈنکنسبی سے پوچھا " بشرطیکہ آپ اس سوال کا برا نہ مانیں "

" نہ خیر۔ میں تو برا نہیں مانتا " وکیل نے ہنستے ہوئے کہا " تاہم آپ کے اس سوال سے ثابت ہو گیا کہ واقعہ میں آپ اتنے ہوشیار نہیں جتنا پیشتر میں نے سمجھا تھا میرے دوست کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے دعوے کی کامیابی کا نصفا نصف یقین نہ ہوتا تو میں کیا اب تک اس جھمیلے میں الجھا رہنا پسند کرتا؟ اس کے علاوہ مقدمہ بازی کے سلسلے اخراجات بھی اب تک میری گرہ سے ادا ہوتے رہے ہیں۔ اور اگر سچ مچ مجھے اس میں ناکامی ہوئی، تو پھر میری تباہی میں کیا شک ہے۔ پس میں اپنے اور سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے لئے بہترین امیدیں رکھتا ہوں۔ اور فضل خدا سے ضرور کامیابی حاصل کروں گا "

یہ کہہ کر اس نے اپنی ہمت و امید کو برقرار رکھنے کے لئے پھر وہی شراب کی چرمی بوتل نکالی اور منہ سے لگا کے ایک لمبا گھونٹ پیا۔

"لیکن اگر" میں نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے سلسلۂ تقریر جاری رکھ کر پوچھا "کامیابی سچ مچ آپ کو حاصل ہو گئی اور آپ رہن شدہ جائداد کو مرتہنوں کے حوالہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جن لوگوں نے جائداد کی کفالت پر روپیہ قرض دیا تھا وہ سب روپیہ ہاتھ دھو بیٹھیں گے؟"

"بالکل نہیں" مسٹر ڈنکنسبی نے جلدی سے کہا "دراصل موجودہ سر الیگز بینڈر کیرنڈیل انتہا درجے شریف اور ایماندار آدمی ہے اور خدا نہ کرے کہ میں کوئی ایسا مشورہ اس کو دوں جو اسے راہ نیک سے منحرف کرنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس کا پختہ ارادہ ہے کہ راہنوں کو ان کا جائز روپیہ کوڑی پیسے سے بے باق کر دیا جائے مگر اسی حد تک جس کے وہ جائز حقدار ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ قرضخواہوں نے سب سے پہلے تو اس قدر زیادہ شرح سود مقرر کی جسے سن کر ہی ہوش اڑتے ہیں۔ یعنی قریباً تین چار سو فیصدی! چونکہ آخری سر الیگز بینڈر کی طبیعت میں مادہ اسراف غالب تھا اس لئے اس نے یہ نہ سوچا کہ کس طرح میں اپنے پسماندگان کی راہ میں کانٹے بو رہا ہوں۔ وہ منہ مانگی شرطوں پر روپیہ وصول کر کے اس کو بے جا صرف کرتا رہا۔ زیادہ مصیبت یہ ہوئی کہ اس نے ان معاملات میں کبھی مجھ سے بھی مشورہ نہ لیا اور مجھ کو صحیح حالات کا علم اس وقت ہوا، جب تباہی کی لہر کو روکنا غیر ممکن ہو چکا تھا۔ ان حالات میں وہ بدمعاش سود خوار اگر اپنا اصل زر مناسب شرح سود کے ساتھ واپس حاصل کر سکیں تو یقیناً ان کو نقصان نہیں۔ اور موجودہ سر الیگز بینڈر کیرنڈیل اس کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔"

"صاحب آپ کی داستان نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے" میں نے کہا "اور

مجھے خاندان کیرنڈیل سے غائبانہ اتنی ہمدردی ہوگئی ہے کہ میں دست بہ دعا ہوں، اس معاملہ میں آخری کامیابی سود خواروں کو حاصل نہ ہو۔"

"بالکل ٹھیک بالکل صحیح۔" مسٹر ڈنکلبی نے کہا "مگر جیسا میں کہہ رہا تھا مقدمہ بازی شروع ہونے کے بعد محاصل کی فراہمی کے لئے سرکاری امین مقرر کر دیا گیا تھا، جو اس بیس سال کے عرصہ میں لگان کی رقمیں باقاعدہ وصول کرتا رہا ہے۔ اس سے بے شمار روپیہ جمع ہو چکا ہے جس سے ہر طرح کے اخراجات وضع کر کے اتنی رقم باقی رہ جائے گی، جو قرضخواہوں کے جائز مطالبات پورے کر سکے۔ اس طرح گویا مقدمہ کی کامیابی پر جب سرانیگز ہینڈر کو اس کی آبائی ریاست دوبارہ واپس ملے گی تو اس پر کسی طرح کا بار قطعاً نہ ہوگا۔ یعنی آمدنی اور خرچ برابر۔ تاہم ایک اتنی بڑی ریاست کا بغیر کسی بار کے اصلی وارثوں کو ملنا یہ بھی ایک نعمت ہے۔ کیونکہ آٹھ دس ہزار سالانہ کی آمدنی تو بہ آسانی اس سے ہوتی ہے اور اگر تھوڑی سی محنت اور کی جائے تو پھر اس آمدنی کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا" میں نے حیرت آمیز لہجہ میں کہا" کہ جب آپ قرضخواہوں کے مطالبات پورا کرنے کو تیار ہیں تو پھر کس لئے وہ لوگ مقدمہ بازی کرتے ہیں۔"

"اس لئے کہ ہم اُن کے صرف جائز مطالبات پورا کرتے ہیں ناجائز نہیں۔" مسٹر ڈنکلبی نے جواب دیا۔ "رہ گیا یہ سوال کہ وہ اُن جائز مطالبات کے پورا ہونے پر کیوں شاکر نہیں، تو اس کا جواب میں کیونکر دے سکتا ہوں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی سوال ہے گویا آپ پوچھیں کہ لوگ کس لئے مقدمہ بازی کرتے اور کیوں سالہا سال تک قانونی جھگڑوں میں روپیہ برباد کئے جاتے ہیں؟ آہ میرے عزیز دوست۔ اس سوال کا ایک ہی جواب ممکن ہے۔ یعنی طبع انسانی کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حرص و آز یہ نہ ہو تو پھر

تا آپس میں جھگڑے ہوں، نہ مقدمہ بازی کی نوبت آئے۔ نہ ہم قانون پیشہ لوگوں کا ذریعہ معاش باقی رہے۔ بصورت موجودہ قرضخواہوں کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں اپنا روپیہ بھی اور اس کے ساتھ جائداد بھی اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اور ایک قانون داں کی حیثیت میں میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس بارے میں جو کوشش ان کے وکیل کی طرف سے ہو رہی ہے وہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ گو جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وہ شخص... قرضخواہوں کا قانونی مشیر اس معاملہ کے اخلاقی پہلو کو بالکل نہیں سوچتا۔ مگر اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ قانون اور اخلاق میں بُعد عظیم ہے اور وہ ساتھ ساتھ نہیں چلتے۔ اور اب اس معاملہ میں میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ قریباً آدھے گھنٹہ سے ہماری گاڑی سرزمین کیرنڈیل ہی پر چل رہی ہے۔ چنانچہ حد نگاہ تک یہ جتنی اراضی آپ کو نظر آتی ہے وہ سب خاندان کیرنڈیل کی ہے۔ اتنی وسیع ریاست کے ہوتے ہوئے ایک سمجھدار اور باہمت آدمی جس قدر نفع حاصل کر سکتا ہے اس کا اندازہ آپ خود ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ یہ چٹیل میدان جو دور تک غیر آباد ہیں ان میں گاؤں آباد کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ویران زمینیں جن میں خال خال آبادی ہے زیادہ بارونق بن سکتی ہیں۔ یہ سنگلاخ کوہی علاقے جن میں خشک گھاس کے سوا کوئی چیز نہیں اُگتی۔ سرسبز بنانے ممکن ہیں۔ آپ اس کچھاری کو دیکھیں جس سے ہم اس وقت گذر رہے ہیں وہ بالکل ویران ہے۔ مگر کیا تھوڑی سی محنت اور ہمت سے اس میں اناج پیدا نہیں ہو سکتا؟ اپنے اردگرد دیکھئے کیا کوئی بارونق بستی یا کوئی آباد گاؤں آپ کو نظر آتا ہے؟ وہ خوشگوار دیہاتی گرجے، وہ مدرسے جو گاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے قائم ہونے چاہئیں وہ کہاں ہیں؟ کہیں نہیں۔ ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ نظر آتا ہے۔ عنقریب ہماری گاڑی موضع کیرن ڈیل میں پہنچے گی تو آپ دیکھیں گے کہ جھونپڑیوں اور مکانوں کی حالت کتنی زار اور رعیت کتنی بدحال ہے۔ کس طرح بچے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ننگے پاؤں دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ ایک ایسی شاندار ریاست کو

جیسی یہ کسی زمانہ میں تھی، بے فائدہ قانونی شکنجہ میں ڈالا گیا میرے دوست۔ گو یہ صحیح ہے کہ ایک وکیل کی حیثیت میں مجھے اس مقدمہ بازی سے یقینی نفع حاصل ہوگا۔ تاہم ایک انسان کی حیثیت میں اس تباہی اور بربادی کو نظرانداز نہیں کر سکتا جو محض اس مقدمہ بازی سے لاحق ہوئی ہے۔"

اپنی تقریر کے آخری حصہ میں مسٹر ڈنکنبی نے کچھ ایسی بلاغت کا اظہار کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اس کے لفظوں میں کچھ اس طرح کی فیاضی دکھائی دی تھی کہ میں اپنے دل میں اس کی نیک طبیعت کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا اپنی مختصر زندگی کے وسیع تجربات میں شاذ و نادر مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ جس نے دو گھنٹوں کے عرصہ قلیل میں نادانستہ اور بلا نمائش اس قدر خوبیوں کا اظہار کیا ہو جتنی مسٹر ڈنکنبی کی سیرت میں نظر آئی تھیں۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر اس آدمی کو سچ مچ باشندگان سکاٹ لینڈ کی سیرت کا صحیح نمونہ سمجھا جا سکتا ہے تو کچھ شک نہیں اس ملک کے رہنے والے ہر لحاظ سے قدر و عزت کے قابل ہیں۔

گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے تھم گیا میرے خیال میں پرتھ سے روانہ ہونے کے بعد یہ اپنی قسم کا پہلا موقعہ تھا۔ بہرحال اب کی بار مسٹر ڈنکنبی نے برانڈی کی بوتل بھی منہ سے لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ دفعتاً اس کے ایماندار چہرہ پر فکر عظیم کے آثار پیدا ہوئے۔ تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی۔ اس کے بعد پھر وہی بشاشت کی چمک ظاہر ہو گئی اور اس نے جلدی سے کہا۔

"اچھا، امید کرنی چاہیئے کہ جلدی یا دیر میں ریاست کی اصلاح کا عمل ضرور شروع ہوگا۔ یہ علاقہ اپنے جائز مالک کے قبضہ میں آنے کے بعد پھر خوشحال ہو جائے گا ... بس میرا سفر تو ختم ہوا۔"

یہ آخری فقرہ عین اس وقت اس کے منہ سے نکلا۔ جب گاڑی ایک ادنیٰ تمرلیخانہ

کے دروازہ پر جو ایک تباہ حال چھوٹے گاؤں کے پہلو میں واقع تھا ٹھہری۔ اور معلوم ہوا کہ موضع کیرنڈیل آگیا۔

"وکیل صاحب۔ آپ کو الوداع کہتے ہوئے" میں نے اپنے ساتھی سے کہنا شروع کیا "میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کی عنایت و بزرگی اخلاق کا شکریہ ادا کروں۔ سارا راستہ آپ نے مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا ہے۔۔"

مگر مسٹر ڈنکنبی نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے یہ کہکر مجھے اپنا فقرہ ناتمام ہی چھوڑنے پر مجبور کیا کہ "دوست۔ مجھے آپ کے چہرہ پر شروع سے ہی نیکی دیانت اور سچائی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ اسلئے میں نے سب باتیں آپ کے روبرو بیان کی ہیں اور اب دیکھئے" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز کو پُراسرار طریقہ پر دبایا اور اس کے ساتھ ہی گاؤں سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک ہاوڑہ کی طرف اشارہ کیا جس کی چوٹی پر بنی ہوئی عمارت کا صرف ایک پہلو دکھائی دیتا تھا کیونکہ باقی حصے بہت چھتنارے درختوں کے سایہ میں چھپے ہوئے تھے اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ کیرنڈیل کی وسیع اراضی میں میرے لئے اس طرح کے اونچے اور شاندار درخت دیکھنے کا یہ پہلا ہی موقعہ تھا "دیکھئے آپ کی نظروں کے سامنے خاندان کیرنڈیل کی تاریخی عمارت واقع ہے جو افسوس باقی سب چیزوں کی طرح زوال و انحطاط کی منزل میں گرتی چلی جا رہی ہے" پھر سلسلہ تقریر جاری رکھ کر "ایک زمانہ تھا جب یہ گھر نوکروں اور مہمانوں سے بھرا رہا کرتا تھا مگر اب صرف ایک بڈھا دربان اور اس کی بیوی اس میں رہتے ہیں اور وہی اس کی حفاظت و نگرانی کرچھوڑتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وہ بے چارے ایک ایسی عالیشان عمارت کی کیا نگرانی کر سکتے ہیں۔ جس کی جھاڑ پونچھ کے لئے پچاس نوکر بھی تھوڑے ہیں اور وہ درخت جو آپ کو اس عمارت کے پاس دکھائی دیتے ہیں، غور کیجئے کیسے شاندار ہیں۔ لیکن وہ سود خوار بدمعاش عدالت کی ڈگری حاصل کرکے ان کو بھی کٹوانا چاہتے تھے

گمریں نے انہیں زک دی۔ ایسی زک دی کہ وہ زندگی بھر یاد رکھیں گے" اور یہ کہتے ہوئے مسٹر ڈنکنسبی نے پھر ایک بار پُر زور قہقہہ لگایا۔

"اچھا۔ امید کرنی چاہیئے" میں نے دعائیہ انداز سے کہا "آپ کی یہ پہلی فتح مقدمہ کی آخری کامیابی کے حق میں فال نیک ثابت ہو گی"

"بہت اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنکنسبی نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ آپ اس جگہ کیرنڈیل آرمز کے شراب خانہ میں ٹھہر کر تھوڑی دیر آرام کریں۔ اور کچھ ماحضر بھی تناول کرتے جائیں۔ نہیں! آپ کو جلدی ہے۔ بہت اچھا میں مجبور نہیں کرتا۔ لیکن اگر کبھی آپ کو ایڈنبرگ آنے کا اتفاق ہو تو ڈیوڈ ڈنکنسبی وکیل کا نام پوچھ لیجئے۔ مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہو گی"

اس نے پھر ایک بار رخصتی مصافحہ کیا۔ اتنے میں گھوڑے تبدیل ہو چکے تھے۔ مسٹر ڈنکنسبی نے علیحدگی میں چند الفاظ اس گاڑی بان سے جو اس جگہ تک آیا تھا اور اس سے بھی جسے گاڑی کو آگے لے کر جانا تھا، کہے۔ ساتھ ہی اپنی جیب سے بٹوہ نکالا اور دونوں آدمیوں کو انعامات دیئے۔ جو میرے خیال میں معقول تھے۔ کیونکہ میں نے دیکھا ان دونوں نے بڑے ادب کے ساتھ ٹوپیوں کو چھو کر سلام کیا۔ پھر جب گاڑی آگے چلنے کو تیار ہوئی تو مسٹر ڈنکنسبی نے کھڑکی کے پاس آ کر مجھے کہا "آپ اب گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کی زحمت نہ کریں۔ کیونکہ جو کچھ بنتا ہے وہ سب میں نے ادا کر دیا ہے۔ مبادا آپ میرے اس فعل کو حد سے آگے بڑھی ہوئی آزادی اور بے تکلفی پر محمول کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک بار بٹوہ ہاتھ میں لے لینے کے بعد میرے خیال میں حساب کی زحمت گوارا کرنے سے یہ بہتر تھا کہ پورا چکو تہ کر دیا جائے۔ اس لئے آپ میرے اس فعل سے ناراض نہ ہوں اور اب ... خدا حافظ!"

اس سے پہلے کہ میں جواب کے طور پر کچھ کہتا۔ وہ تیز چلتا شراب خانہ کے اندر چلا

گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گاڑی آگے کی طرف چلی۔ مگر چند ہی میل کے فاصلہ میں راستہ کی عام حالت اصلاح پذیر ہونی شروع ہو گئی۔ اب اطراف کے پہاڑوں پر خشک گھاس کی بجائے ہریالی تھی۔ جابجا مرغزاروں میں صاف ستھری جھونپڑیاں دکھائی دیتی تھیں اور بہتی ہوئی ندی کے کناروں پر خوش قطع گاؤں آباد تھے۔ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ خوشحال صورت گڈریئے پلی ہوئی بھیڑوں کے ریوڑ لئے ان کو جابجا چراتے پھر رہے تھے ہر طرف سبزہ و گل کی بہار تھی اور سوکھے کھڑنک درختوں کی بجائے شاداب اور سرسبز پودے نظر آتے تھے۔ راستہ میں گاڑی ایک خوشنما چھوٹے سے گاؤں میں شراب خانہ کے پاس ٹھہری تو دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ اچ متھگلن کا علاقہ ہے۔

گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی اور مناسب عرصہ کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئی۔ مگر اچ متھگلن کا نقشہ میں نہیں جانتا کن لفظوں میں پیش کروں۔ ناظرین چشم تصور سے دیکھیں ایک وسیع و عریض جھیل ہے جس کی چوڑائی قریباً دو میل اور لمبائی حد نگاہ سے باہر اور بے حساب۔ اس کا شفاف نیلگوں پانی آئینہ کی طرح صاف شفاف اور ساکن ہے اور ساحل پر اُگے ہوئے محو خواب پودوں کا تاریک سایہ جھیل کی شفاف سطح پر پڑ کر نظارہ جاں بخش پیدا کرتا ہے۔ مٹیالے رنگ کے پتھر، ہریالے مرغزار، نیلی پیلی جھاڑیاں اور ان کی پشت پر چھوٹے چھوٹے گاؤں۔ کہیں عشق پیچے کی بیلوں سے ڈھکے ہوئے گرجا کا اونچا کلس۔ کہیں پُر آسائش کوٹھی۔ کہیں کھیت۔ کہیں وادی۔ کہیں جنگل کہیں آبادی۔ اور اس پر شکوہ منظر کے وسط میں تصویر کے سب سے نمایاں حصہ کے طور پر ایک عالی شان سنگلاخ عمارت جھیل کے عین مرکز میں بلندی کے اوپر بنی ہوئی میرے خیال میں یہ ساری تفصیلات اگر چشم تصور سے دیکھی جانی ممکن ہوں تو پھر اس نظارہ پُر کیف کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ جو اچ متھگلن میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے دیکھا۔ مگر اس کے متعلق کچھ تفصیلات اور بھی ہیں جن کو میں لگے ہاتھوں بیان کر دینا چاہتا ہوں بیشتر

کہا گیا ہے کہ اس جھیل کا سب سے چوڑا پاٹ جو میری نظروں کے سامنے تھا دو میل کے قریب ہوگا۔ مگر اس سلسلہ میں میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ بالمقابل ساحل پر ایک جزیرہ نما قریباً گول ساخت کا جسے ایک تنگ خاکنائے ساحل کے ساتھ ملاتی تھی، جھیل کی چوڑائی میں قریباً نصف فاصلہ تک آگے کی طرف نکلا ہوا تھا۔ اور اس جزیرہ نما کی آخری حد اور اس ساحل کے درمیان جہاں گاڑی نے قیام کیا۔ قریباً پون میل کا آبی قطعہ حائل تھا۔ جزیرہ نما کا قطر اندازاً ایک میل ہوگا۔ اور خاکنائے کی لمبائی قریباً پاؤ میل۔ اسی جزیرہ نما کے وسط میں جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کو ان اطراف میں اینچ کہا جاتا ہے۔ وہ اونچی قلعہ نما عالی شان عمارت تھی۔ جسے والئی اینچ ہنگلن کا مسکن کہنا چاہیئے۔ پختہ اینٹوں اور پتھروں کی بنی ہوئی وہ حیرت انگیز عمارت بظاہر مختلف زمانوں کی تعمیر کا مرکب تھی۔ اس لیئے اس میں ہر زمانہ کی تعمیر کے نمونے پائے جاتے تھے اور گو مرمت اور توسیع کے اس سلسلہ میں جس کا عمل مختلف زمانوں میں جاری رہا تھا کوئی خاص کوشش ہم آہنگی پیدا کرنے کی نہ کی گئی تھی تاہم میں چونکہ اس فن کا ماہر نہ تھا اس لیئے زیادہ غور بین نظروں سے کام نہ لیتے ہوئے بہ حیثیت مجموعی یہ تسلیم کرنے کے لیئے آمادہ ہوگیا کہ فن تعمیر کے مختلف نمونوں کا یہ حیرت انگیز مجموعہ جس میں عمارت کے پہلو کسی ایک طرز کے بنے ہوئے تھے اور مینار کسی دوسری طرز کے۔ جس میں وضع جدید کی کھڑکیاں ایک حصہ میں موجود تھیں، اور بھاری پھاٹک کسی دوسرے مقام پر۔ ایک سایہ دار خوشنما برآمدہ ایک طرف دکھائی دیتا تھا اور تکونی ساخت کا دروازہ کسی دوسرے حصہ میں۔ جس میں قلعہ نما فصیلیں ایک طرف بنی ہوئی تھیں۔ اور چپٹی کانس کی نئی ساخت کی چھت کسی دوسرے مقام پر ان مختلف اور متضاد چیزوں کا حیرت ناک مجموعہ اس میں شک نہیں پُر عظمت اور دلفریب تھا۔

گاڑی جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا ہے جھیل کے ساحل پر پہنچ کر ایک چھوٹے سے خوش قطع مکان کے دروازہ پر ٹھہری تھی جس کی ظاہری شکل وصورت بالکل ویسی ہی تھی جیسی امرائے انگلستان کی جاگیروں میں ویران کی جائے سکونت کی ہوا کرتی ہے۔ اس مکان کے دوسری جانب جھیل کی سمت میں ایک چھوٹا سا گھاٹ پانی کے اندر بنا ہوا تھا۔ اور پانچ چھ بڑی چھوٹی کشتیاں اس گھاٹ کے ساتھ ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی آواز سن کر ایک خوش پوش پلا ہوا مسرور چہرہ اور کسرتی بدن کا آدمی مکان سے باہر نکلا وہ مجھے دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پھر کسی خیال سے رک گیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ بظاہر اسے نئے نوکر کی آمد کی اطلاع دی جاچکی تھی اور اسے اس کا انتظار بھی تھا مگر جب اس نے میری شکل وصورت دیکھی اور جب اس کی نگاہ اس خوشنما سوٹ کی طرف گئی جو میرے دوست ولنڈیزی کپتان نے مجھ کو دیا تھا تو اس کو یہ سوچ کر تامل ہوا کہ یہ آدمی وہ نوکر نہیں ہو سکتا۔ جس کا انتظار تھا۔ بہرحال میں نے اسے بہت عرصہ کشمکش میں رکھنا غیر ضروری سمجھا۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں کون ہوں جس کے بعد اس نے میرا نہایت تپاک خیر مقدم کیا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں نے گاڑیبان کو اپنی طرف سے کچھ انعام پیش کرنے کی کوشش کی مگر اس نے جواب دیا کہ میں آپ سے ایک پائی بھی لینا منظور نہیں کر سکتا کیونکہ مسٹر ڈنکنسبی نے نہ صرف میرا حق پوری طرح ادا کر دیا تھا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم ان سے کچھ اور لو گے تو مجھے سخت ناراضگی ہوگی۔ تاہم اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد گھوڑوں کو چابک لگا کے موضع منھکلن کی طرف چل دیا۔ جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ ایک چھوٹا سا پرفضا گاؤں ہے اور جھیل کے اسی ساحل پر جہاں میں اس وقت کھڑا تھا قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ملاح نے جو مسٹر ڈیناچر کا ویسا ہی تنخواہ دار آدمی تھا جیسے امرائے انگلستان کی اراضی کے دربان عموماً ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی ڈونگی کھول کر میرا ٹرنک اس میں رکھ دیا اور جب میں خود بھی اس میں بیٹھ چکا تو وہ اسے کھیتا ہوا جزیرہ نما کی طرف لے چلا۔ وسط مالیچ کی پُرفضا سہانی شام تھی اور سورج مغربی پہاڑیوں کی چوٹی پر آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اطراف کوہستان میں چھائے ہوئے چند بادل جھیل کے شفاف پانی میں عکس افگن ہو کر عجیب و غریب سائے پیدا کرتے تھے۔ ہوا میں بھی وہ سردی نہ تھی جس کی مجھے اس موسم میں سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ میں امید ہو سکتی تھی۔ البتہ ایک طرح کی راحت افزا خنکی صحت بخش اور جاں پرور اس میں باقی تھی۔ ہماری کشتی جب انچ کے ساحل کی طرف چلی تو اس کے وسط میں اونچے مقام پر بنی ہوئی عالی شان عمارت نیلگوں آسمان کے مقابلہ میں زیادہ پُرعظمت دکھائی دینے لگی۔ پودوں میں ہری ہری کونپلیں نکلنے لگی تھیں اور گو کچھ درخت ایسے بھی تھے جن کی بے برگ شاخوں میں سرمائی سختی کے آثار اب تک باقی تھے۔ تاہم وہ برہنہ شاخیں بھی نظارہ کی سنسانی نہ پیدا کرتی تھیں۔ اور ان کے مقابلہ میں حدنگاہ تک پھیلا ہوا سبزہ جو ڈھلوان مقاموں پر عمارت کے سامنے اور اس کے اطراف میں جھیل کی سطح تک پہنچا ہوا تھا، بڑا پُرکیف نظارہ پیش کرتا تھا کشتی آخر کار ایک اور گھاٹ کے پاس جا کر رُکی، جو عین اس گھاٹ کے بالمقابل واقع تھا جس سے ہم چلے تھے۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک دنیا ہی خوشنما چھوٹا سا مکان جیسا جھیل کے دوسری جانب تھا، اس جگہ بھی موجود تھا۔ قریباً ایک درجن کشتیاں چوبی چھت کے نیچے جن کے استادے سطح آب سے اوپر کی طرف اُٹھے تھے بندھی ہوئی تھیں۔ بعض اتنی وسیع اور عالی شان کہ میرے خیال میں ان کو چلانے کے لئے کم از کم ایک درجن ملاحوں کی حاجت ہوتی تھی۔ گھاٹ پر اتر کر میں نے اپنا

صندوق شانہ پر رکھ لیا اور عمارت کی طرف چلا جس کا بڑا پھاٹک اس گھاٹ والے مکان سے جس کے پاس میں جا کر اترا تھا، قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر دکھائی دیتا تھا۔

---

# باب ۴۳

## انچ متھگلن

طرز جدید کی ڈیوڑھی میں بنا ہوا سامنے کی طرف کا پھاٹک چونکہ بند تھا اس لئے میں نے اس کو کھٹکھٹانا غیر ضروری سمجھا۔ اور عمارت کے پہلو میں چلتا ہوا شاگرد پیشے کی طرف ہو لیا۔ چند منٹ کے عرصہ میں میں ایک گوتھک وضع کے دروازہ کے پاس جا پہنچا جس کے بھاری پھاٹک میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی تھی۔ مجھے آتا دیکھ کر ایک دراز قد نوکر جس نے خوشنما وردی پہنی ہوئی تھی۔ باہر نکلا اور اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تم ہی وہ نوجوان ہو جس کی آمد کا انتظار تھا؟ میرے ہاں کہنے پر ملاح کی طرح اس نے بھی میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور مجھے اپنے ساتھ ایک فراخ اور اونچی ڈیوڑھی میں لے گیا۔ جس کی دیواروں پر جنگ اور شکار کی لاتعداد یادگاریں آویزاں تھیں۔ مثلاً پرانی وضع کی ڈھالیں اور جھنڈے، چوڑے اور باریک پھل کی تلواریں اور خنجر بارہ سنگھوں اور سوروں کے کٹے ہوئے سر اور ایسی ہی لاتعداد چیزیں۔ ایک خشکیل و وجیہہ آدمی جس کا قد چھ فٹ دو انچ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ کی پوری وردی پہنے جس کی ٹوپی میں لگے ہوئے سیاہ پر اس کے بائیں شانہ پر لہراتے تھے، بنچ پر بیٹھا بین ہاتھ میں لئے اس کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ دولئی انچ متھگلن کا تنخواہ دار ملازم تھا اور اس ملازم کا کام صرف یہ تھا کہ وہ مختلف اوقات میں

بین بجا کر سنائے۔

نوکر جو میرے ساتھ آیا تھا، ڈیوڑھی کے وسط میں تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور تعریفی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے کے بعد میری طرف دیکھنے لگا۔ گویا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نظارے نے میرے دل پر کیا اثر پیدا کیا ہے۔ میں نے جیسا کہ لازم تھا تعریف و خوشامد کے چند الفاظ کہے۔ جس پر نوکر انداز وقار سے مسکرایا۔ میرا خیال ہے اسے اس خاندان کی عظمت و عزت کا جس میں وہ نوکر تھا کچھ کم تکبر نہ ہو گا۔ غالباً اسی لئے اس کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میں اس نظارہ سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ بعدازاں وہ مجھے ساتھ لئے کئی لمبے راستوں اور غلام گردشوں سے گذر کر مکان کے اس حصہ میں پہنچا جہاں نوکر لوگ رہتے تھے اور جس کی کھڑکیاں عمارت کی پشت پر ایک نہایت وسیع صحن کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک بہت لمبی میز اس جگہ بچھی ہوئی تھی جس کو دیکھ کر میں نے اندازہ کیا کہ کم از کم تیس نوکر اس کے اردگرد بیٹھ سکتے ہوں گے۔ چنانچہ اب بھی دس بارہ نوکر اور نوکرانیاں اس جگہ بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ پھر جب اس آدمی نے جو مجھے اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا، اُن سے میرا تعارف کرایا تو وہ سب اس قدر محبت اور بے تکلفی سے پیش آئے کہ مجھے کسی طرح کی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک دوسرا نوکر مسٹر ڈینیاچر کو میری آمد کی خبر دینے چلا گیا۔ اور اسی نے چند منٹ بعد واپس آ کر اطلاع دی، کہ آقا نے اسی وقت تم کو یاد کیا ہے اس پر میں اس دوسرے آدمی کے ساتھ فراخ صحن سے گذر کر عمارت کے عقبی حصہ میں بنے ہوئے ایک برآمدہ میں پہنچا جہاں سے ہم ایک اور راستہ سے گذر کر بہت بڑے ہال میں جا پہنچے۔ اس کا فرش اور استانے ایک ڈال سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔ ایک چوڑا اور خوشنما زینہ اس جگہ سے اوپر کی طرف جاتا تھا۔ ہم اس پر چڑھنے لگے اور آخر کار ایک ایسے مقام پر پہنچے

جہاں سے کئی راستے مکان کے مختلف حصوں کی طرف جاتے تھے۔ یہیں سے ایک راستہ کمرۂ نشست کی طرف گیا تھا۔ یہ کمرہ بجائے خود بہت وسیع اور خوشنما طریقہ پر آراستہ تھا۔ گو اس سامان آرائش کو دیکھ کر مجھے بے اختیار اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ زمانہ حال کی دلچسپیاں رکھتے ہوئے بھی اس گھر کے مالک کو عہد گذشتہ کی یادگاریں جمع کرنے کا خاص شوق ہے۔ کمرہ میں جا بجا شیشہ کی الماریوں میں رکھے ہوئے... سکاٹ لینڈ کے کوہستانی جنگجوؤں کے کئی کئی طرح کے بُت تھے جن کا لباس باشندگان ہائی لینڈس کی مشہور قومی طرز پر تھا۔ حتیٰ کہ آتشدان پر رکھے ہوئے ٹائم پیسوں کے گرد بھی اسی طرح کے بُت کھڑے دکھلائے گئے تھے۔ لباس کی اس طرز خاص کی کثرت کو دیکھ کر پہلے میرا خیال تھا کہ خود والیٔ اینچ متھگلن بھی اسی طرح کا لباس پہننے کا عادی ہوگا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس نے بالکل اس قسم کا لباس پہنا ہوا تھا جیسا صدر مقام برطانیہ کے کسی ذی استطاعت باشندہ کا ہو سکتا ہے۔

مسٹر دینا جر کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی مگر اس کی کاٹھی اتنی مضبوط، قامت اتنی سیدھی، رنگت اتنی سُرخ، دانت ایسے مضبوط اور سیاہ آنکھیں اتنی روشن تھیں کہ کوئی شخص اس کو دیکھ کر بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ پچاس سال یا اس سے بھی کم عمر کا آدمی ہے۔ سر کے بال جو عہد شباب میں سیاہ تھے بقدر نصف سپیدی قبول کر چکے تھے۔ دوسرے لفظوں میں ان کی رنگت لوہے کی ملگجی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہ ان کی گنجانی میں فرق آیا اور نہ کسی مقام پر ان کے اُڑنے کا نشان تھا اس کے شکیل ووجیہہ چہرہ پر گو اس قسم کے آثار تکبر موجود تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ اسے اپنی دولت، عزت اور شوکت پر ناز ہے۔ تاہم ان کے ساتھ ملے ہوئے فیاضی اور رحمدلی کے اثرات ان کی سختی کو بڑی حد تک کم کرتے تھے۔ علاوہ بریں وہ آثار ذہانت

جو اس کی کشادہ پیشانی پر موجود تھے وہ اس کے چہرہ کو اور بھی زیادہ دلکش بناتے تھے۔ اس کے انداز خالص امیرانہ ہوتے ہوئے بھی ناجائز رعونت سے پاک تھے۔ اس کی ہر بات سے وقار ظاہر ہوتا تھا۔ تاہم بحیثیت مجموعی وہ ایک مسلمہ صاحب اخلاق اور پورا نیک طینت آدمی تھا۔ اس کا لہجہ ہر چند اس آدمی سے ملتا تھا جو عمر بھر حکم صادر کرنے اور اپنے احکام کی تعمیل کرانے کا عادی رہا ہو۔ تاہم انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ کسی طرح کی سختی یا سخت گیری نہ اس کے لہجہ اور انداز میں پائی جاتی تھی۔ اور نہ مطلق العنانی کی خو اس میں قطعاً موجود تھی۔ اس کے برعکس وہ بڑا حلیم اور منکسر المزاج آدمی تھا چنانچہ جب اس نے مجھے مخاطب کیا تو گو اس کا لہجہ اس آدمی سے ملتا تھا جو سمجھتا اور محسوس کرتا ہو کہ وہ شخص ثانی سے بدرجہا افضل و برتر ہے۔ تاہم کیا مجال اس کی گفتگو میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ہو جو مجھ پر اپنی کم حیثیتی ظاہر کر کے میرے دل میں ذلت یا شرم کا احساس پیدا کرتا۔ القصہ اس کی گفتگو اس طرح کی تھی جس سے پایا جاتا تھا کہ اپنے آپ کو میرا افسر و حاکم سمجھتے ہوئے بھی وہ مجھ سے پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے اور گو اس کو معلوم ہے کہ اس کی جائے سکونت کمرۂ نشست میں ہے اور میری شاگرد پیشے کی ادنی کوٹھری میں۔ تاہم اس کی طرف سے نوکروں کو قدر و منزلت کے ساتھ رکھنے اور انہیں ہر طرح کا آرام بہم پہنچانے کے معاملہ میں کوئی کوتاہی عمل میں نہیں آسکتی۔ یہ وہ سرسری اندازہ تھا جو میں نے والئی اپج میتھگلن کے روبرو جا کر تھوڑی سی دیر میں اس کی سیرت کے متعلق قائم کیا۔ اور گو اس کے بعد اس کی ملازمت کے دوران میں مجھے اس کے متعلق کئی باتیں اور بھی معلوم ہوئیں تاہم میں کی وہ عزت جو یوم اول کو میرے دل میں قائم ہوئی تھی وہ دم آخر تک کم نہ ہو سکی۔ نہ مجھے اس اندازہ میں جو میں نے اس کی خصلت کے متعلق شروع میں قائم کیا تھا کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مگر سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ان تین شخصوں کے بارے میں چند الفاظ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اس وقت والیٔ اینج متھگلن کے پاس بیٹھے تھے۔ جب میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا جیساکہ بعد ازاں معلوم ہوا وہ تین شخص یہ تھے۔ ایک اس کا بیٹا، ایک اس کی بھتیجی اور ایک وہ عجیب الوضع بڈھا جس کا پورا نام ڈامنی کلیک مین تھا مگر جسے سب لوگ ڈامنی کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ میں ان تینوں کا ذکر باری باری کرتا ہوں۔

والیٔ اینج متھگلن کے بیٹے کا نام لیناکس... لیناکس وینا چر تھا۔ اور اس کی صورت اپنے باپ کی شکل وصورت سے اتنی ہی مشابہ تھی جتنی ایک سالخوردہ آدمی کی تصویر اس کی عہد شباب کی تصویر سے مشابہ ہو سکتی ہے۔ عمر اس کی تیس سال کے قریب تھی اور اپنی عمر میں جتنے خوبصورت منہ متھگلنے جوان میری نظروں سے گذرے ہیں میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ان سب سے افضل و بہتر تھا۔ قامت دراز، چھ فٹ کے قریب خط وخال مردانہ مگر اعضا کا تناسب اتنا نفیس جتنا صنف نازک ہی میں پایا جاسکتا ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنی جنس کا بہترین اور اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ نہ صرف اس کے چہرہ کی ساخت اپنے باپ کے چہرہ سے ملتی تھی بلکہ اس کے بشرہ کے انداز بھی وہی تھے یعنی تکبر و فیاضی، انکسار و عالی حوصلگی اپنی مرکب صورت میں اس کے چہرہ پر موجود تھے۔ سر کے بال پر زاغ کی مانند سیاہ اور قدرتی طور پر بل کھائے ہوئے، پیشانی اونچی اور فراخ، آنکھیں گہری سیاہ جن کی تہ میں جوش شباب کی آتش پائی جاتی تھی۔ چمکیلے سیاہ گلمچھے ٹھوڑی کے نیچے اس طرح ملے ہوئے تھے کہ سامنے سے دیکھیں تو اس کا چہرہ مکمل بیضوی دکھائی دیتا تھا۔ دانت گو کسی قدر چوڑے تھے تاہم ان کی رنگت عاج سے بڑھ کر سپید تھی۔ اور جلد بدن کا سرخ و سپید رنگ جو رخساروں کے پاس خصوصیت سے نمایاں تھا، ظاہر کرتا تھا کہ یہ شخص گول کمرہ میں بیٹھ کر وقت ضائع

کمنا نہیں جانتی۔ بلکہ جھیل پر کشتی چلانے یا وادی اور کچھار میں شکار کا پیچھا کرنے کے مردانہ کھیلوں کا شائق و دلدادہ ہے۔

مگر میں نہیں جانتا وہ کون سے الفاظ ہیں جن میں اس ہشت ۱۸ دہ سالہ نازنین کے حسن گلوسوز کی تعریف کی جائے جو ایک صوفے پر لیناکس وینا چر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی یہ والی ارنچ متھگلن کی بھتیجی ایمیلین وینا چر تھی یعنی مسٹر لیناکس کی چچازاد بہن ۔ دنیا کے سب سے زیادہ خوشنما پھولوں میں انہیں میرے نزدیک درجہ اول پر تھی۔ تاہم اگر انصاف کوئی چیز ہے تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ایمیلین کو بڑی آسانی سے اس کے بعد دوسرا درجہ دیا جا سکتا تھا۔ رنگت بیحد سپید اور اتنی شفاف کہ اس جگہ کوہستان سکاٹ لینڈ میں بھی جہاں سردی اتنی شدید اور گرمی اس قدر حار سمجھی گئی ہے اس کی پاکیزگی مکمل ترین صورت میں قائم تھی۔ پھولوں میں کمیلیا کا رنگ اپنی دلکش سپیدی کی وجہ سے کسی معصوم دوشیزہ کے حسن سے مشابہ سمجھا گیا ہے۔ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ ایمیلین کے چہرہ کی سپیدی اس ہلکے گلابی نشان کے سوا جو رخساروں کے وسط میں قائم تھا اس پر بھی فائق اور غالب تھی۔ گہرے نیلے رنگ کی موٹی آنکھیں جن کی تہ میں خیال انگیز سکون کی گہری جھلک موجود تھی اور وہ جھلک ان آثار ذہانت کے عین حسب حال تھی جو اس کی فراخ سپید پیشانی پر موجود تھے لیکن وہ آثارِ ذہانت جنہیں قدرت صرف منتخب اشخاص کو عطا کرتی ہے اس کے انداز میں کسی طرح کی مردانہ جھلک پیدا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس سے محض اس طرح کا وقار نسوانی پیدا ہوتا تھا جیسے چہرہ کی نرمی اور معصومیت کم کرتی اور پاک بناتی تھی۔ سر کے بال گہرے بھورے رنگ کے جن میں ایک دلفریب قدرتی چمک پائی جاتی تھی اور وہ اس کے خوشنما چہرہ کے اطراف میں اس کے پُرکیف دلآویز شانوں اور گردن کے پاس جس کی سپیدی بدن کے دوسرے حصّوں سے زیادہ واضح اور صاف تھی بے باکانہ لٹکے ہوئے تھے اس کے یاقوتی ہونٹ اپنے اندر اوس کی نمی رکھتے تھے۔

اور ان شنگرفی ہونٹوں کے اندر موتیوں کی دو لڑیاں بے داغ اور ہموار جن کی چمک دن کی روشنی کو شرماتی بھی موجود تھیں، پلکیں لمبی اور آبنوس کی مانند کالی جس سے اس کی آنکھوں کی گہری نیلی رنگت حقیقت سے زیادہ سیاہ نظر آتی تھی اور بھویں جو پلکوں کی مانند سیاہ تھیں آنکھوں کے اوپر اس طرح صورت کمان تنی ہوئی کہ عیب جو نظریں ان میں کوئی نقص دریافت نہ کر سکتی تھیں۔ اس دلکش تصویر حسن کی اس قدر تفصیل بیان کر لینے کے بعد میں صرف یہ الفاظ اس پر اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ گو اس کے خط وخال نمایاں تھے، تاہم اُن میں اس قسم کی نرمی اور گولائی پائی جاتی تھی جیسے عہد قدیم کے نامی مصوروں نے اپنی شاہکار تصویروں میں پیش کیا ہے۔ پھر ان خط وخال سے زنانہ نزاکت اور دوشیزگی کی معصومیت اس حد تک ظاہر ہوتی تھی کہ ان کی موجودگی سے وہ اثر وقار جو اس کی چوڑی پیشانی پر نمایاں تھا اگر بالکل دبا ہوا نہیں تو کسی حد تک مغلوب ضرور تھا۔ پہلی بار اس کی صورت دیکھنے سے اس کے حسن تازہ کی یہ چند خصوصیات ہی نظر آتی تھیں لیکن بعد ازاں جب اس کے خوشنما پاک چہرہ کو مختلف اوقات میں دیکھنے کا موقعہ ملے تو وہ قدرتی ذہانت بھی جو اس کی فراخ پیشانی پر قائم تھی پوری طرح دکھائی دیتی تھی، اس کا چہرہ جب سامنے سے دیکھا جائے تو بھرے ہوئے رخساروں کی وجہ سے گداز معلوم ہوتا تھا تاہم اس کی دودھیا سپید رنگت اور اس رنگت میں ملی ہوئی ہلکی گلابی جھلک کو مدنظر رکھ کر یہ خیال بھولے سے بھی دل میں نہ لایا جا سکتا تھا کہ فربہی کے آثار اس کے حسن کی دلفریبی کو کسی طرح کم کرنے کے لئے موجود ہیں۔ اس کی قامت درجہ اوسط سے زیادہ بدنی ساخت مکمل اوصاف اوصاف سے پُر تھی جن کی موجودگی میں مناسب وقت گذر جانے کے بعد اس شگوفہ کے دلفریب گُل کی صورت اختیار کرنے کی پوری امید قائم ہوتی تھی۔ بحیثیت مجموعی اس کا بدن ہلکا، چال لچکیلی، گردن ہنس راج کی گردن سے ملتی ہوئی اور سر کی ساخت میں بلندی اور وقار کی دلفریب آمیزش تھی الغرض اُس

سے دوسرے درجہ پر وہ میری دیکھی ہوئی عورتوں میں سب سے زیادہ نازک اور حسین تھی اور اس قدر شیکی، نیک اطواری اور حلم اس میں پایا جاتا تھا کہ روئے زمین پر ایسا کوئی آدمی نہ ہوگا جو ایمیلین دیناچر کو دیکھے اور اس کی ذات سے دلچسپی نہ محسوس کرے۔

اس ذکر کو چھوڑنے سے پہلے میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان خاتون کم سنی سے یتیم تھی یہاں تک کہ اسے اپنے والدین کے بارے میں کوئی حال قطعاً معلوم نہ تھا کیونکہ اس کی ماں اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مرگئی۔ اور باپ جو مشرق الہند میں فوجی افسر تھا اس وقت انتقال کر گیا تھا جب اس کی عمر چھوٹی تھی۔ مشرق کی دور افتادہ سرزمین میں وہ اس مہم میں کام آیا جو بعض دیسی سرداروں کے برخلاف اختیار کی گئی تھی اور اس طرح اپنی اکلوتی بیٹی کو شیر خوارگی میں ہی اپنے بھائی والئی انچ متھگلن کے زیر سایہ چھوڑ گیا۔ صرف چند ہزار پونڈ کا چھوٹا سا ترکہ اس کی واحد میراث تھا گویا ایمیلین کی پرورش شروع سے ہی والئی انچ متھگلن کے زیر نگرانی ہوئی اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس نے اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ مسٹر دیناچر کو ہر طرح کے سکولوں سے سخت نفرت تھی خواہ وہ لڑکوں کے لئے ہوں یا لڑکیوں کے لئے۔ پس سولہ سال کی عمر تک ایمیلین کی تعلیم ایک استانی کے سپرد رہی۔ تاہم اس کی عمر کا تمام تر حصہ جھیل کے وسط میں بنے ہوئے اس محل میں ہی بسر نہ ہوا تھا۔ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایڈنبرگ اور سکاٹ لینڈ کے بعض دوسرے بڑے شہروں کی سیاحت کر چکی تھی۔ اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد قریباً ایک سال سکاٹ لینڈ کے صدر مقام میں رہی تھی۔ اس جگہ بہترین سوسائٹی کے میل جول نے اس کے اطوار میں وہ نزاکت اور صفائی پیدا کر دی تھی جو بہترین تربیت کے باوجود شاید اس صورت میں کبھی حاصل نہ ہوتی۔ اگر اس کو عمر بھر سکاٹ لینڈ کے کوہستانی علاقہ کی کم مہذب سوسائٹی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔

تیسرا آدمی جسے میں نے اپنے آقا کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ڈامنی کلیک مینسن تھا عمر اس کی والیُ ارنچ متھگلن سے دو یا تین سال زیادہ یعنی ساٹھ سال سے اوپر ہی تھی مگر اپنی طرز پہ وہ بھی اتنا ہی مضبوط و توانا تھا جتنا مسٹر دیناجر۔ ایک عجیب طرح کی بالوں کی بنی ہوئی ٹوپی جس کی رنگت سن کی ہلکی رنگت سے ملتی تھی مگر نہایت بھدی ساخت کی اور انتہا درجے مضحکہ انگیز اس کے سر پہ تھی۔ اس کے چوڑے چپٹے چہرے پر جا اس قدر فربہ تھا کہ ٹھڈی کے بل گلے میں بندھے ہوئے رومال کو بالکل چھپاتے تھے۔ گلمچھوں کا نشان تک نہ تھا۔ قد پستہ لیکن بدن انتہا درجے فربہ اور اس کی قدرتی لڑکھڑاتی ہوئی چال کو دیکھ کر بارہا ایسا معلوم ہوتا گویا وہ بے حد شراب پئے ہوئے ہے۔ حالانکہ وہ واقعہ میں بسیار نوش ہرگز نہ تھا۔ عمدہ کھانوں کو وافر مقدار میں نوش کرنے کا گو اس کو شوق تھا تاہم شراب کے استعمال میں وہ کبھی حد اعتدال سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ وہ صاف و سادہ مزاج کا نیک دل نیک خو آدمی تھا عام دنیاوی حالات سے لاعلم اور برائی کے وجود سے اس قدر بے بہرہ کہ اگر کبھی یہ بات اس کے سننے میں آئی کہ فلاں شخص والیُ ارنچ متھگلن کے خلاف منشا کوئی کام کر کے اس کو رنجیدہ کر رہا ہے تو وہ لگا تار گھنٹوں احمقانہ حیرت کے آثار منہ پہ لئے پُرخیال انداز سے چپ چاپ بیٹھا رہتا۔ اس قسم کی حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار قریباً ہر وقت اس کے چہرہ پر موجود رہتے تھے۔ صحیح معنوں میں وہ کسی وقت بھی گفتگو نہ کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی کہ جو کچھ اس کی موجودگی میں کہا جائے وہ اس سلسلہ میں سست انداز سے چند مختصر بے جوڑ جملے اظہار رائے کے طور پہ کہہ دیتا۔ خصوصیت سے اس طرح کے موقعوں پر جب والیُ ارنچ متھگلن کے منہ سے کوئی حکم صادر ہو۔ اس وقت وہ اس حکم کی نوعیت سے قطع نظر ضرور اپنے طور پہ اس حکم کی تصدیق کر دیتا تھا مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مسٹر کلیک مینسن لوڈی یا خوشامدی تھا۔ نہیں وہ اپنے طور پہ بڑا آزاد خیال آدمی تھا اور جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اپنے آپ کو ارنچ متھگلن کے حلقہ خاندانی کا جزو لازم سمجھا

کرتا تھا۔ پھر اس کی گفتگو کے متعلق (اگر اس کے منہ سے نکلے ہوئے بے جوڑ لفظوں کو اس نام سے موسوم کرنا ممکن ہو) میں یہ بھی کہدینا چاہتا ہوں کہ وہ عادتاً اظہار رائے کے طور پر ضرور کوئی قصہ بیان کرنا شروع کرتا لیکن ہر حال میں اس کو ناتمام ہی چھوڑ دیتا تھا۔ فی الحقیقت جہاں تک مجھ کو یاد ہے اس نے کبھی کسی موقعہ پر بھی اپنے بیان کردہ قصہ کو تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ یا تو اپنے ہی خیالات کے انہماک میں اس کا سلسلہ بھول جاتا یا کسی دوسرے آدمی کے گفتگو میں حصہ لینے سے مجبوراً رُک جاتا۔ قدیم لاطینی کتابوں یا درسی کتب کے سوا اُسے مطالعہ کا شوق بالکل نہ تھا اور اب کچھ عرصہ سے تو اس نے ان چیزوں کو دیکھنا بھی بالکل ترک کر دیا تھا۔ یوں ہی آرام و آسائش کی حالت میں چپ چاپ بیٹھا اونگھا کرتا۔ اس کا دستور تھا سوائے ان حالتوں کے جب کھانے کی میز پر بیٹھا ہو (اور اس طرح کی حالتوں میں وہ بڑا تیز و طرار اور چالاک و چوکنا رہا کرتا تھا) موسم سرما میں جلتی آگ کے پاس آرام کرسی پر یا گرمیوں میں جھیل کے ساحل پر بنچ پر بیٹھ کر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیتا۔ میں نے ہمیشہ اس کے گلے میں سیاہ رنگ کا سوٹ دیکھا یعنی درزی کا سلا ہوا ڈریس کوٹ بڑی بڑی جیبوں کی واسکٹ (جن میں سے ایک کے اندر ہلاس کی ڈبیہ اور دوسری میں تمباکو کا بکس موجود رہتا تھا کیونکہ اسے تمباکو پینے کا بہت شوق تھا) اور بدن کے زیریں حصہ میں آدھی برجس اور گیٹر بحیثیت مجموعی اس کی صورت کسی پادری یا ادیب سے ملتی تھی چاندی کی ایک بہت بڑی گھڑی ہر وقت اس کی جیب میں رہتی تھی۔ اور اس کے ساتھ لگی ہوئی سونے کی زنجیر میں لاتعداد کنجیاں اور مہریں آویزاں رہا کرتی تھیں۔

سلسلہ داستان شروع کرنے سے پہلے میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر ونابر کی دو بار شادی ہوئی تھی۔ پہلی بیوی سے لینا کس جو ریاست کا وارث تھا پیدا ہوا اور جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا ہے اس کی ماں اس کی ولادت کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مر گئی اس کے بعد کئی سال گزر گئے اور اس عرصہ میں والیٔ اینچ مفضلن نے دوسری شادی نہ کی لیکن بعد ازاں

عرصہ دراز گذر جانے پر اس نے پھر شادی کر لی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ مگر دوسرے بیٹے کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد اس بیوی کا بھی انتقال ہو گیا۔ چنانچہ جس زمانہ میں میں بہ سلسلہ ملازمت وہاں پہنچا تو ان دو لڑکوں کی عمر جن کے نام آیبور اور لوکیل تھے بارہ اور دس برس کی تھی۔ معلوم ہوا ڈامنی کلیک مینس کی آمد سب سے پہلے بڑے لڑکے اینا کس کی تعلیم کے سلسلہ میں ہوئی تھی ذہین اور روشن دماغ نہ ہوتے ہوئے بھی ڈامنی قدیم ادبیات، تاریخ جغرافیہ اور ریاضی کی تعلیم بوجہ احسن دے سکتا تھا اور انہی چیزوں کی والئ ارنج متھگلن کی رائے میں ایک کوہستانی امیر کے بیٹے کو ضرورت تھی۔ سلسلہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد (اگر اس طرح کی سرسری تعلیم کو کسی پہلو سے مکمل سمجھا جا سکتا ہے) گو ڈامنی کلیک مینس کی خدمات کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ تاہم والئ ارنج متھگلن نے پاس وضعداری سے اس کو اپنے ہی پاس رہنے پر مجبور کیا اور عذر یہ رکھا کہ اب آپ آیبور اور لوکیل کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لیں۔ چند سال ڈامنی بیچارہ جس طرح بھی ممکن تھا ان دو لڑکوں کے ساتھ نباہ کرتا رہا لیکن اس طرف کچھ عرصہ سے اس کا بدن اتنا فربہ اور دماغ اتنا کند ہو گیا تھا کہ اس کے لئے ان فرائض کو پورا کرنا کم و بیش محال ہو گیا۔ مسٹر ڈونیاچ نے یہ حالت دیکھی تو دونوں چھوٹے لڑکوں کی تعلیم کے لئے ایک اور نوجوان اور قابل استاد کی خدمات حاصل کر لیں مگر ڈامنی کو پھر بھی اپنے ہی مکان پر رکھا۔ اب گویا وہ ہمیشہ کے لئے اس خاندان کا ایک جزو لازم بن چکا تھا اور ارنج متھگلن نے واقعہ میں ہائی لینڈ کے صحیح آداب میزبانی سے کام لے کر لیکن بظاہر ڈامنی کی موجودگی کو چھوٹے بچوں کی حفاظت و نگرانی کے لئے ضروری قرار دے کے اسے اپنے ہی پاس رہنے پر مجبور کیا۔ اس نے بڈھے معلم پر یہ بات اشارۃً بھی ظاہر نہ ہونے دی کہ وہ جو کچھ اس کے لئے کر رہا ہے وہ محض از راہ فیاضی ہے۔ بلکہ نمائش یہ کی کہ گھر میں ان کی موجودگی اس قدر ضروری ہے کہ اسے رخصت کی اجازت دی ہی نہیں جا سکتی۔ کلیک مینس بے چارہ کچھ تو غالباً کند ذہن تھا، کچھ اس جگہ رہتے ہوئے عمدہ کھانے اور آرام کی زندگی بسر کرنے سے اور

بھی زیادہ کند دماغ ہو گیا۔ پس اس نے بھولے پن سے یہی سمجھا کہ انچ متھگلن کی بیان کردہ وجوہات صحیح ہیں اور اسی خیال کے اثر میں وہ بخوشی اس جگہ رہنے لگا۔ فی الحال اس قیام کے معاوضہ میں نہ صرف اس کو رہنے کے لئے اچھی جگہ اور کھانے کو عمدہ اور نفیس غذا مفت ملتی تھی۔ بلکہ ڈیڑھ سو پونڈ سالانہ جیب خرچ کے لئے اس کے علاوہ دیئے جاتے تھے مگر الفاف مسٹر کلیک میلنس کے بارے میں بھی یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ اس لمبے قیام میں اسے اس خاندان سے گہری محبت ہو گئی تھی۔ اس کی رائے میں انچ متھگلن روئے زمین کا سب سے بڑا آدمی تھا لینا کسی سیر و شکار میں سب سے بڑھ کر بے خوف اور مردوں کی صف میں سب سے زیادہ شکیل و وجیہہ تھا۔ اسی طرح ایمیلین کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ جونو منروا اور وینس کی روایتی اشکال خوبصورتی اور خوشنمائی میں کبھی اس کی ہم پلہ نہیں ہو سکتیں۔ رہ گئے چھوٹے لڑکے تو ان کے بارے میں بھی اس کی رائے اتنی ہی بلند وارفع تھی جتنی اس کنبہ کے اور لوگوں کے بارے میں۔ ان سب باتوں کے علاوہ لائق ڈامنی انچ متھگلن کے دسترخوان کو بہترین تصور کرتا تھا اور اس کی رائے میں وہ بڑا ہی بدنصیب انسان ہوگا جسے اسی دسترخوان سے ذلہ چینی کا فخر حاصل نہ ہوا ہو۔

یہ سارے حالات جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے ایک ہی وقت میں انچ متھگلن کے حضور میں پیش ہونے کے موقعہ پر مجھ کو معلوم نہ ہوئے تھے بلکہ ان کے بارے میں میری واقفیت نے رفتہ رفتہ ترقی کی تھی۔ تاہم میں نے ان سب کا یکجائی ذکر اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آگے چل کر سلسلہ داستان کو ان تفصیلات کی خاطر روکنے کی حاجت نہ ہو۔ خیر تو میں جس وقت مسٹر وینا چر کے روبرو پہنچا تو اس نے گہری توجہ سے ملی ہوئی اس قسم کی بلند نظری سے جس کا وہ عادی تھا میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اپنے جی میں میں یہ بات اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا کہ گڈ اہل آف مینڈی ول نے اپنی بیٹی کیلنتھ کے اس عشق کے بارے میں جو اس غریب کو مجھ سے تھا اشارۃً بھی کوئی بات مسٹر وینا چر سے بیان نہیں کی تاہم اس کا مجھے یقین تھا کہ اپنے خط

میں ضرور اس نے میری پُرزور سفارش کی ہوگی۔ چنانچہ اس کا حوالہ اس خط میں بھی درج تھا جو اُس نے رانڈے میں میرے نام بھیجا تھا۔ پس میں نے جان لیا کہ یہ ان سفارشات کا ہی نتیجہ ہے کہ اینج متھگلن کے نامی اور طاقتور سردار کو میری ذات سے اتنی گہری دلچسپی ہے ورنہ میں بھی دوسرے نوکروں کی طرح ایک نہایت معمولی نوکر تھا اور مجھ میں کوئی خصوصیت ایسی نہ تھی جو والیٔ اینج متھگلن کے لئے ذریعہ کشش ثابت ہوتی۔

تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار مسٹر ویناچر نے یہ کہہ کر مہر سکوت توڑی۔ "نوجوان آدمی۔ مجھے کئی دن پہلے تمہارے آنے کی امید تھی۔"

"جناب مجھے افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے حاضر نہ ہو سکا۔" میں نے مؤدبانہ جواب دیا "بہرحال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی بے جا تساہل نہیں ہوا۔ بلکہ جس قدر جلد حالات نے مہلت دی میں حاضر ہوگیا۔"

"خیر میں تمہارے جواب سے مطمئن ہوں۔" مسٹر ویناچر نے کہا۔ "اور اب میں چاہتا ہوں کہ آئندہ تم مسٹر لین کس کے ساتھ رہ کر اسی کی خدمت کیا کرو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اس مقام کی طرف دیکھا جہاں اس کا بیٹا صوفے پر بیٹھا تھا۔ "عام طور پر میں اپنے نوکروں سے یہ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا کرتا کہ اگر وہ اپنے کام کو خوش اسلوبی سے کرتے رہے تو انہیں اس جگہ رہ کر کسی تکلیف کی شکایت نہیں ہو سکتی اس صورت میں وہ آرام و اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ قصداً کوئی ایسا فعل کریں جو میری ناراضگی کا موجب ہو تو پھر وہ اس کے نتیجہ کے لئے آپ ذمہ دار ہیں۔ بہرحال تمہاری بابت چونکہ خاص طور پر سفارش کی گئی ہے اس لئے میں یہ بات خصوصیت سے تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اس انداز سے میری طرف دیکھا گویا وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں تمہارے معاملہ میں خاص رعایت سے کام لے رہا ہوں۔ "یاد رکھو" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "کہ اپنے ہی طرز عمل سے تم مجھے اپنا بہترین دوست یا بدترین دشمن بنا سکتے ہو۔ ورنہ

جو لوگ ایک بار اس گھر میں داخل ہوں انہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہیئے کہ اس حالت کے سوا کہ کوئی نا قابلِ معافی حرکت ان کی طرف سے سرزد ہو کبھی کوئی موقعہ ان کی علیحدگی یا موقوفی کا پیش نہیں آ سکتا "۔

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامبی کھیک مینسن نے ہلاس کی ایک چٹکی لینے کے لئے آہستگی سے اپنی کرسی پر سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب مجھے پوری امید اور یقین ہے" میں نے براہ راست دالی اچ مھگلن کو جواب دیتے ہوئے کہا "کہ آپ مجھے ہر طرح اپنی عنایت اور فیاضی کا مستحق پائیں گے۔ میرے پاس بہترین سندات موجود ہیں ..." مگر الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے کہ میں ٹھہر گیا کیونکہ یاد آگیا میرے سب کاغذات اس صندوق میں بند ہیں جو لندن کے شراب خانہ کراس کیز میں رہ گیا تھا اور جس کے فی الحال کئی روز تک اس جگہ آنے کی امید نہ تھی۔

"خیر میں تمہاری سندات دیکھنا نہیں چاہتا" نامی سردار نے ایک ہاتھ لاپروائی سے ہلاتے ہوئے کہا "میرے ایک بہت پرانے اور صادق دوست نے چونکہ تمہاری سفارش کی ہے پس میرے لئے اسی قدر کافی ہے"۔

"بالکل ٹھیک" ڈامبی نے پھر ایک بار کرسی پر حرکت کرتے ہوئے ہلاس کی ڈبیہ ہاتھ میں لے کر کہا "مجھے ایک قصہ یاد ہے جبکہ ..."

"جوزف۔ اب میرے لئے اسی قدر بیان کرنا باقی ہے" اچ مھگلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر تم اپنے آپ کو ان سفارشات کے لائق ثابت کرو گے جو تمہاری نسبت کی گئی ہیں۔ یعنی تم اپنے آپ کو اس بھروسا اور اعتماد کا مستحق ثابت کرو جو تم پر کیا جاتا ہے"۔

"والد، میرے خیال میں" اس موقعہ پر لیناکس نے کہنا شروع کیا "یہ لڑکا ہر طرح ان خدمات کے اہل ثابت ہوگا جو اس کے سپرد کی جاتی ہیں۔ اور چونکہ اسے ہر وقت میرے ہی

ساتھ رہنا ہے اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کی صورت سے سیرت کا صحیح اندازہ ممکن ہو سکتا ہے تو مجھے اس کی طرف سے کبھی کسی طرح کی شکایت کا موقعہ پیش نہ آئے گا۔"

"بالکل صحیح، بالکل ٹھیک،" ڈامنی نے پھر ایک بار ہلاس کی چٹکی لیتے ہوئے کہا۔ "آدمی کی صورت اکثر حالتوں میں اس کی سیرت کی مظہر ہوتی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے ایک اور چھوٹا سا قصہ یاد آیا ہے ..."

اس وقت والی آرنج متھگلن نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت ہونے کے لئے کہا اور میں اس نوکر کے ساتھ جو دروازہ کے باہر میری واپسی کا منتظر کھڑا تھا پھر ایک بار تہ گرد پیشے کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں ساڑھے چھ بج گئے تھے اور رات کا کھانا کمرۂ طعام میں رکھا جانے لگا تھا چنانچہ میں جس وقت نوکروں کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو چھ سات خاصہ بردار نظر آئے جن میں سے ہر ایک کے ہاتھوں میں بھاری خوان پوش تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا شاید رات کے کھانے پر کچھ مہمان شریک طعام ہوں گے لیکن بعد ازاں معلوم ہوا یہ خیال غلط تھا۔ دراصل اس قدر کھانا محض گھر کے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا تھا جس سے قدرتی طور پر مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ آرنج متھگلن کے دسترخوان پر ہمیشہ اسی کثرت سے عمدہ اور نفیس کھانا پرسا جاتا ہے۔ یہ بات کہ نوکروں کو بھی کھانے کی مقدار اور عمدگی کے بارے میں کسی طرح کی شکایت نہ تھی جلدی ہی واضح ہو گئی کیونکہ نو بجے کے قریب نوکروں کے کمرہ میں دسترخوان بچھا تو معلوم ہوا کہ اچھی سے اچھی نعمتیں اس میں شامل تھیں۔ میز کے گرد تیس نشستوں کا انتظام تھا اور کئی طرح کا گوشت، مرغ و ماہی کے بنے ہوئے منبوسے اور لاتعداد ناقابل بیان نفاستیں اس کھانے میں شامل تھیں۔ حتیٰ کہ اسے دیکھ کر مجھے دل ہی دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ وہ عمدہ کھانا بھی جو لارڈ ریونس ہل کے مکان پر نوکروں کو ملتا تھا اس کے مقابلہ میں ہیچ اور بے حقیقت تھا۔ مجھ سمیت نوکروں کی کل تعداد سولہ تھی۔ ان کے علاوہ بارہ کشتی بان جو ملاحوں کی طرز کی وردی پہنا کرتے

اور باشندگان ہائی لینڈس کی صحت اور درازیٔ قامت کا بہترین نمونہ تھے اسی میز پر بیٹھا کرتے تھے۔ چودہ آدمی ایک طرف اور چودہ اُن کے سامنے۔ اور میز کے دونوں سروں پر ایک جانب داروغہ اور دوسری طرف خوان سالار کی نشستیں تھیں۔ ایک اور بات جو میں نے اس جگہ رہ کر دیکھی یہ تھی کہ برتن ملنے والے یا دوسرے ادنیٰ نوکروں کے لئے بھی کھانے کا علیحدہ انتظام نہ تھا سب آدمی ایک ہی جگہ بیٹھا کرتے اور ان میں بہترین برادرانہ تعلقات پائے جاتے تھے۔ القصہ میں جب اس رات اپنے کمرہ میں سونے کے لئے گیا جو مسٹر لیناکس دیناچر کے کمرہ سے بالکل ملحق تھا تو اس نئی ملازمت کے بارے میں بہترین اثرات میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ خوابگاہ میں پہنچ کر یہ بھی میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گھنٹہ اس جگہ لٹکا ہوا تھا۔ تاکہ جس وقت مالک کو میری خدمات کی ضرورت ہو تو مجھے فوراً طلب کر لیا جا سکے۔

میری گھڑی چونکہ لنڈن میں مسٹر لینور اور اس کے شیطان سیرت ساتھیوں کی عنایت سے غائب ہو چکی تھی اس لئے بستر پر لیٹتے وقت یہ خیال جی کو پریشان کر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو صبح کے وقت اُٹھنے میں دیر ہو جائے لیکن مجھے اس کمرہ میں آئے بہت دیر نہ گذری تھی کہ معلوم ہوا کمرہ کے باہر کسی مقام پر ایک دیوار گیر گھڑی لگی ہوئی ہے اور اس کے گھنٹہ کی آواز میرے کمرہ میں سُنائی دیتی ہے اس سے وہ تشویش جو پہلے دل کو ہوئی تھی رفع ہو گئی۔ میں ٹھیک چھ بجے اُٹھا۔ اور اپنے کمرہ کی کھڑکی سے جو عمارت کی پشت پر بنی ہوئی تھی گرد و نواح کا منظر دیکھنے لگا۔ چونکہ وائی انچ متھگلن کا عالی شان محل ایک اونچے مقام پر واقع تھا اس لئے یہاں سے جزیرہ نما کے اکثر حصہ کا نظارہ بخوبی دیکھا جا سکتا تھا چنانچہ جس طرف میں نے دیکھا خوشحالی اور فراوانی کے آثار نظر آئے۔ وہ خاکنائے جو عمارت کی پشت پر اس جزیرہ نما کو جھیل کے دوسرے ساحل سے ملاتی تھی گو بہت چوڑی نہ تھی تاہم اتنی وسیع ضرور تھی کہ گاڑیاں بڑی آسانی سے اس پر آ جا

سکتی تھیں۔ اس مطلب کے لئے ایک پختہ اور ہموار سڑک اس پہ بنی ہوئی تھی اور وہی سڑک پچھواڑے سے مکان کا طواف کرتی ہوئی عمارت کے چاروں طرف گذرتی تھی۔ جس سے یہ سہولت تھی کہ اگر کوئی آدمی گاڑی پر سوار ہو کر مکان کے پچھلی طرف سے آئے تو وہ اترے بغیر صدر دروازہ تک بہ آسانی پہنچ سکتا تھا۔ اپنے کمرہ کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر میں نے دیکھا کہ پچھواڑے کی زمین حد نگاہ تک زیر کاشت اور عمدہ حالت میں تھی بلکہ دور افتادہ مقامات پر جو گاؤں یا جھونپڑیاں نظر آئیں وہ بھی آسودگی اور خوش حالی کا نمونہ تھیں۔ اس کے مقابلہ میں جب مجھے کیرنڈیل کی خستہ حال تباہ شدہ اراضی یاد آئی تو میرے سینہ سے بے اختیار افسوس کی سرد آہ نکل گئی۔ چاروں طرف جہاں تک نظر کام کرتی تھی ارچ منھگلن کی وسیع جاگیر پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس کی وسعت اور زرخیزی دیکھ کر یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ گو اس جائداد کا مالک لارڈ یا برونٹ نہیں حتیٰ کہ وہ نائٹ کا خطاب بھی نہیں رکھتا۔ بلکہ نہایت معمولی مسٹر کا لفظ اس کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تاہم دولت سطوت اور اثر کے لحاظ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے علاوہ بریں وہ اپنے قبیلہ کا سردار اور ایک نامی والیٔ ریاست تھا۔ لاتعداد رشتہ دار اور ملازم جس کے حلقۂ اثر میں تھے پس صحیح معنوں میں وہ ایک غیر معمولی اثر و رسوخ کا آدمی تھا۔ وہ ایک ذی وجاہت باحیثیت سردار تھا جس کی جاگیر اس کی ریاست تھی اور جس کا گھر اس کا قلعہ!

اس جگہ رہتے ہوئے یہ بات جلدی ہی واضح ہو گئی کہ کام تھوڑا۔ تنخواہ معقول اور فرصت ہر حال میں زیادہ تھی۔ فی الحقیقت مسٹر لیناکس دیناچر کی خدمات بجا لانے کے جو فرائض میرے سپرد تھے وہ محض برائے نام تھے۔ میں ایک طرح پر اس کا خادم خاص تھا جس کی موجودگی کام سے بہت زیادہ محض زینت کے لئے تھی کیونکہ مسٹر لیناکس آخر ایک نامی سردار کا بیٹا تھا اور مناسب عرصہ گذر جانے کے بعد خود اس کو بھی اس درجہ سرداری تک پہنچنا تھا

مجھے وردی تو بے شک پہننی پڑتی تھی تاہم جو خدمات میرے سپرد ہوئیں وہ ایسی تھیں جو کسی معمولی نوکر کو انجام دینی پڑتی ہیں مثلاً میرا فرض یہ تھا کہ اپنے نوجوان آقا کے کپڑوں کا رکھ رکھاؤ کروں۔ جب وہ لباس تبدیل کرے تو اسے اس کام میں مدد دوں، بس یہ میرے خاص کام تھے۔ ان کے علاوہ گرچہ حاضری دینی پڑتی تھی تاہم کام عملی طور پر کچھ نہ تھا۔ نہ مجھے دسترخوان پر حاضر ہونا پڑتا تھا نہ دروازہ کھولنے کے لئے جانے کی حاجت ہوتی تھی۔ صرف لیئا کسی ہی مجھ کو اپنے کام کے لئے بلاتا تھا۔ اور وہ کام بھی جیسا کہ لکھا جا چکا ہے بہت کم اور بالکل برائے نام تھے۔ جیسا کہ رفتہ رفتہ معلوم ہوا اس گھر میں نوکروں کی کثرت کی وجہ سے کئی آدمی میرے علاوہ اور بھی تھے جو اسی طرح کاہلی اور آسائش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مثلاً والیٔ اینچ منگان کا خادم خاص، مس ایملین کی دو کنیزیں (کیونکہ گو ان میں سے ایک کے لئے بھی کافی کام نہ تھا تاہم مسٹر دیناچہ کو اصرار تھا کہ دو سے کم کنیزوں کی موجودگی شان ریاست سے بعید ہے) دو دربان جن میں سے ایک ایک دونوں ڈیوڑھیوں میں متعین تھا اور یہ دونوں ڈیوڑھیاں نوانی اور سنگ مرمری ڈیوڑھیوں کے نام سے موسوم تھیں، نیز ان کے علاوہ وہ وردی پوش جوان جسے مختلف موقعوں پر صرف بین بجانے کا فرض ادا کرنا پڑتا تھا۔

والیٔ اینچ منگلن کا خادم خاص جو میرے اس جگہ پہنچنے کے بعد جلدی ہی میرا گہرا دوست بن گیا قریباً چالیس سال عمر کا آدمی تھا۔ بڑا نیک طینت مگر باتونی جسے اپنے مالک کی ذات پر بے حد فخر تھا۔ اور جو اجنبی شخصوں کو اس جھیل یا اس کے وسط میں بنے ہوئے جزیرہ نما اور اس کے اطراف کا نظارہ دکھا کر خاص طور پر خوش ہوتا تھا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جتنے زن و مرد اس گھر میں نوکر تھے ان میں ایک میں ہی ایسا تھا جس کی سکونت انگلستان کی تھی ورنہ سب کے سب سکاٹ لینڈ کے رہنے والے تھے لیکن گو عام حالات میں اس بات کا احتمال ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ ایک ہی

ملک کے باشندے ہونے کی وجہ سے مجھ اکیلے کو نفرت یا کم از کم سرد مہری کی نظروں سے دیکھتے۔ تاہم عملی طور پر ایسا نہ تھا وہ سب مجھ سے گہری محبت کرتے تھے اور میں جلدی ہی ان میں ہر دلعزیز بن گیا۔ انہیں اپنی سُست لہجہ کی گفتگو کے مقابلہ میں میرے الفاظ کی روانی سُن کر حیرت اور خوشی ہوتی تھی اور چونکہ ان میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جسے ہائی لینڈس کی حدود سے باہر جانے یا انگلستان کا سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس لئے جب میں ان کے روبرو شہر لندن اور انگلستان کے دوسرے مقامات کا ذکر کرتا تو وہ میرے بیان کو بڑی دلچسپی کے ساتھ سنتے تھے۔ والی اُرچ مھگلن کے خاص نوکر کا نام کیمرن تھا۔ اور وہ میرے اس جگہ پہنچنے کے دوسرے دن اپنے ساتھ مجھے سیر کرانے لے گیا۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ اس جزیرہ نما کا ہر ایک حصّہ جس کی گولائی تین میل کے قریب تھی پُرفضا باغات سے ڈھکا ہوا تھا۔ جابجا رنگا رنگ کے پھول کھِلے ہوئے اور قسم قسم کے پودے موجود تھے۔ عمارت بجائے خود بہت وسیع تھی کیونکہ سکونتی مکان کے علاوہ کئی متعلقہ عمارات بھی اس کے گرد و نواح میں بنی ہوئی تھیں۔ کہیں ڈیری فارم تھا کہیں مال خانہ اور گودام۔ اور اصطبل میں چھ سات طرح کی گاڑیاں، بھاری بند گاڑی سے لے کر ہلکی فٹن تک اور تقریباً ایک درجن گھوڑے کئی نسلوں کے موجود تھے۔

"اتفاق کی بات ہے کہ تم ایک ایسے دن اس جگہ آئے" کیمرن نے اس وقت مجھ سے کہا جب ہم جھیل کے ساحل پر ان لاتعداد آبی پودوں کے پاس سیر کرتے پھر رہے تھے جن میں موسم بہار کے جنگلی پھول ابھی سے جابجا خندہ زن ہونے لگے تھے "جب اس محل میں کوئی جلسہ دعوت نہ تھا۔ حالانکہ جیسا تم دیکھو گے عام طور پر ہفتہ میں قریباً پانچ روز اس جگہ دعوتی جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اور سال کا کوئی حصّہ ایسا نہیں جب یہاں مہمان آ کر نہ ٹھہرتے ہوں۔ ان میں سے بعض چند روز اور بعض ہفتوں اس جگہ قیام کرتے ہیں۔"

"اس صورت میں میرا خیال ہے" میں نے جواب دیا" کہ اس جگہ رہتے ہوئے بہت کم کسی آدمی کو اُداسی کا سامنا ہوتا ہوگا اور سچ پوچھو تو اُداسی ہو بھی کیوں، جبکہ یہاں سال کے مختلف حصوں میں مختلف دلفریبیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں"۔

"اُداسی!" کیمرن نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم خیال کرتے ہو کہ انچ میں رہ کر کسی آدمی کو اداسی کی شکایت ہو سکتی ہے جبکہ ہمارے مالک مہمان نوازی کے مجسمہ ہیں۔ اور قلعہ میں ہر وقت عیش و طرب کے سامان مہیا رہتے ہیں۔ دیکھنا مسٹر لینا کس کشتیوں میں سے ایک پر سوار ہو کر سیر کرنے جا رہے ہیں۔ لیکن نہیں ان کے پاس مچھلی پکڑنے کی بنسی ہے اور تم دیکھو گے کہ وہ اس چھوٹی سی کھاڑی میں بیٹھ کر جو گاؤں کے اس طرف واقع ہے گھنٹوں ماہی گیری کرتے رہیں گے"۔

"بہت اچھے نیک دل اور شریف آدمی ہیں" میں نے کیمرن کی نگاہ کا پیچھا کرتے ہوئے اس مقام کی طرف دیکھ کر کہا۔ جہاں لینا کس دیناچر کی دراز قد صورت مکان سے نکل کر کشتی خانہ کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔

"بیشک" کیمرن نے جواب دیا۔ "اسی لئے مالک کو اُن کی ذات پر فخر ہے اور ہم سب لوگ یہ سوچ کر بہت خوش ہوتے ہیں کہ زمانہ آئندہ میں وہی ہمارے مالک کے جانشین ہوں گے۔ کیوں جوزف۔ تمہاری رائے میں ان کی اور مس ایمیلین کی جوڑی کیسی رہے گی؟"

"کیا ان دونوں میں نسبت قرار پا چکی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً" کیمرن نے اس طرح کے لہجہ میں جواب دیا گویا اسے حیرت تھی کہ انچ منھگن کے مختصر قیام میں کس لئے مجھے اس حقیقت سے اب تک آگاہی حاصل نہیں ہوئی۔ "بچپن ہی سے ان کی پرورش اور تربیت اکٹھی ہوتی رہی ہے اور یہ خیال ہر شخص کے دل میں جاگزیں ہو چکا ہے کہ قدرت نے ان کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے۔ میرے خیال میں وہ وقت دور نہیں جب ان کی شادی دھوم دھام سے ہوگی۔ مالک کو مس ایمیلین سے اتنی ہی محبت ہے

گویا وہ ان کی بیٹی ہو اور انہیں اس کی ذات پر فخر بھی ہے کیونکہ خاندان دیناچر کا پاک لہو اس کی رگوں میں بہتا ہے۔ غالباً تم کو معلوم ہو گا کہ وہ ہمارے مالک کے چھوٹے بھائی کی لڑکی ہے جس کا شرق الہند میں انتقال ہوا تھا۔ سچ کہنا کیا ایسی خوبصورت مخلوق کبھی تمہارے دیکھنے میں آئی ہے؟"

"بہت کم" میں نے اسلئے مبہم لفظوں میں جواب دیا کہ میری نظروں میں انیبل سے بڑھ کر خوبصورت مخلوق اور کوئی نہ تھی۔

"نہیں بالکل نہیں" کیمرن نے فخریہ لہجہ میں کہا "مگر جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ انچ متھگلن میں ہر ایک چیز اعلیٰ ارفع اور خوبصورت ہے۔ مالک کو دیکھو ان کے پلہ کا کوئی دوسرا سردار ہائی لینڈس میں نہیں۔ ان کا قلعہ سب سے زیادہ خوشنما اور اراضی سب سے بڑھ کر زرخیز اور ریاست لامحدود ہے۔ پھر ان کا بیٹا کتنا شکیل وجیہہ اور ان کی بھتیجی روئے زمین کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہے آہ" اس نے اطمینان کی آہ بھرتے ہوئے کہا "انچ متھگلن کے زیر سایہ رہنا بجائے خود فخر و عزت کا باعث ہے۔"

ہر چند میری نظروں میں کیمرن کا یہ اظہار مسرت بڑی حد تک مبالغہ آمیز اور تعریف کی جائز حدود سے آگے بڑھا ہوا تھا تاہم میں چونکہ اس کے جذبات کو مجروح کرنا نہ چاہتا تھا اس لئے میں نے اختلاف رائے کے طور پر کوئی لفظ نہ کہا۔ علاوہ بریں عین اس وقت میری نگاہ ایک اور واقعہ کی طرف گئی جس نے نادانستہ گفتگو کی رَو پھیر دی کیونکہ میں نے دیکھا ایک چھوٹی سی کشتی دوسرے ساحل سے چل کر محل کے سامنے والے گھاٹ پر ٹھہری اور ایک شریف آدمی گھاٹ پر چڑھ کر لیناکس دیناچر کے پاس پہنچا۔ چند منٹ ان دونوں میں گفتگو ہوتی رہی اس کے بعد وہ آدمی لیناکس کو سلام کر کے جس کا جواب آخرالذکر نے ایک ہلکے تکبر آمیز اشارہ کے ساتھ دیا، تیز قدموں سے قلعہ کی طرف چلنے لگا چونکہ اس موقعہ پر میں اور کیمرن صرف ایک سو گز کے فاصلہ پر کھڑے تھے اس لئے میں نے دیکھا کہ

وہ آدمی جو کشتی سا تھا، نہ صرف لینکس کے برابر دراز قد بلکہ شکل و صورت کے اعتبار سے اتنا ہی شکیل تھا۔ گو فاصلہ کی زیادتی کی وجہ سے میں اس کے چہرے کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔

"ابھی تم نے کہا تھا" میں نے کیمرن سے مخاطب ہو کر کہا "کہ آج مہمان آنے والے ہیں شاید یہ صاحب ان میں سے ایک ہیں۔"

"اوہ۔ بالکل نہیں" کیمرن نے کسی قدر حقارت اور لاپرواہی سے جواب دیا "یہ تو مسٹر سٹوارٹ ہے جو چھوٹے صاحبزادوں کو تعلیم دیا کرتا ہے۔ بات یہ ہے گزشتہ ایک دو سال سے ڈامنی چونکہ اس فرض سے سبکدوش ہو چکا ہے اس لئے یہ کام مسٹر سٹوارٹ کے سپرد کر دیا گیا ہے وہ ہر روز گیارہ بجے آتا ہے اور تین چار بجے رخصت ہو جاتا ہے آدمی بیشک اچھا ہے اور اس سے مالک کا سلوک بھی عنایت آمیز ہے تاہم آخر وہ ایک معمولی استاد ہے۔"

میں نے کیمرن کے اس لہجہ کو جس میں اس نے مسٹر سٹوارٹ کا ذکر کیا تھا، ناپسند کیا۔ فی الحقیقت اس کے بارے میں کیمرن کا انداز بڑی حد تک حقارت آمیز تھا پس میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا "میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ کوئی بڑا ہوشیار آدمی ہوگا اور اگر واقعی ایسا ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اعلیٰ ذہانت کے مقابلہ میں خاندان کی بلندی یا دولت و عظمت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ علاوہ بریں میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے مالک ڈامنی کلیک مینس سے ایک دوست اور مساوی حیثیت کے آدمی کی طرح سلوک کرتے ہیں۔۔۔"

"آہ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈامنی کا تعلق کلیک مینس آکنش کے نامی خاندان کلیک مینس سے ہے" کیمرن نے فخریہ لہجہ میں کہا۔ اور مجھے اس کے منہ سے نکلے ہوئے اس لمبے اور عجیب و غریب لفظ کو سن کر جس کا تلفظ ادا کرنا ہی میرے لئے سخت مشکل تھا بے اختیار ہنسی آگئی مگر اس نے اپنی دھن میں سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "بیشک یہ صحیح ہے کہ کلیک مینس آکنش کا خاندان کلیک مینس اب کچھ عرصہ سے غریب ہو گیا ہے اور اس سلسلہ میں میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ڈامنی اپنے رشتہ داروں سے ہمیشہ فیاضی کا سلوک

کرتا ہے تاہم اس خاندان کی رگوں میں قدیم اور خالص خون بہتا ہے اس لئے ڈامنی اور مسٹر سٹوارٹ کا کیا مقابلہ؟ فی الحقیقت اگر کوئی پوچھے کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کون ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ ایک نہایت معمولی آدمی معمولی ڈونالڈ سٹوارٹ ۔ کیونکہ علاقہ ہائی لینڈز میں کا کوئی پرانا خاندان ایسا نہیں ہے جس سے وہ اپنا شجرہ نسب ملا سکے۔"

"خیر یہ تو معلوم ہوگا کہ وہ کس جگہ رہتا ہے؟" میں نے گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے پوچھا

"رہتا ہے!" کیمرن نے انداز حقارت سے کہا۔ "وہ اس گاؤں میں پڑا رہتا ہے۔" کیمرن نے سمت مقابل میں جھیل کے ساحل پر بنے ہوئے متھگلن کے بنے ہوئے چھوٹے سے خوشنما گاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں رہنے اور پڑے رہنے میں کوئی بڑا فرق نہیں!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "کیونکہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔"

"غلط! بالکل غلط!" ڈامنی کلیک میلینن نے جو ناگاہ ہماری بے خبری میں پیچھے سے چلتا قریب آ گیا تھا۔ اس موقعہ پر کہا۔ اور اس کے بعد اپنی ہلاس کی ڈبیہ نکال کر حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار چہرہ پر لئے ہوئے سلسلۂ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگا "مجھے یاد ہے ایک دفعہ ... شاید گلاسگو کا ذکر ہے ... نہیں یہ ڈان ایڈن کا واقعہ ہے۔ میرے دوست سالٹ کوسٹ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ گھاس منڈی میں بیوہ گلین بکٹ کے مکان پر پڑا رہتا ہوں۔ اس پر سالٹ کوسٹ کہنے لگا لیکن یاد نہیں وہ کیا الفاظ تھے جو سالٹ کوسٹ نے کہے وہ میرے حافظہ سے اتر گئے ہیں پھر کسی وقت یاد کر کے بتلاؤں گا۔" اور یہ کہہ کر وہ اپنی بھدی چال چلتا جھیل کے کنارہ پر بچھی ہوئی بنچ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور عجیب طرح کی حماقت آمیز صورت بنائے اس بیل کی مانند جو کسی خاص چیز کی طرف نہ دیکھتا ہو سامنے کی طرف منہ اٹھائے خیالات کی الجھن میں پڑ گیا۔

"واقعی" کیمرن نے میرے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "وہ بڑا مبارک دن ہوگا جب

مسٹر لیناکس کی شادی مس ایمیلین سے ہوگی کیونکہ ہر شخص کو مالک کے بڑے صاحبزادہ کی ذات پر فخر ہے اور ہر ایک آدمی ان کی بھتیجی سے دلی محبت رکھتا ہے۔ میرے خیال میں تم خود ہی دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی خوبصورت ہے مگر اس میں خوبصورتی کے علاوہ نیک سیرتی کا وصف بھی موجود ہے۔ چنانچہ اچھے موسم میں جب مطلع صاف ہو تو شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہوگا جب وہ کوئی نہ کوئی نیکی یا بھلائی کا کام نہ کرتی ہو۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ کوئی غریب آدمی بیمار ہے تو وہ ضرور اس کی جھونپڑی میں جا کر اس کو روپیہ سے مدد دیتی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی جو آسائشیں ممکن ہوں بہم پہنچانے سے دریغ نہیں کرتی۔ غریبوں سے اس کا سلوک بہت ہمدردانہ ہے اور اگر کبھی ان کاموں سے فرصت ہو تو پھر وہ دیہاتی مدرسہ میں جا کر چھوٹے بچوں کو نیک بننے اور ان کے فرض سمجھانے کی تلقین کرتی ہے۔"

"بے شک اس کی یہ خوبیاں قابل تعریف ہیں"۔ میں نے دل ہی دل میں کیمرن کے اس بیان کا مقابلہ ان سابقہ تعریفی الفاظ سے کرتے ہوئے کہا۔ جو اس نے اس کی خوبصورتی خاندانی بلندی اور خون کی پاکیزگی کے بارے میں کہے تھے۔ پھر اس کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ مسٹر لیناکس اور مس ایمیلین کی ایک دوسرے سے بہت گہری محبت ہوگی۔"

"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟" کیمرن نے کہا "کیا میں پہلے بیان نہیں کر چکا کہ ان کی بچپن سے اکھٹی پرورش ہوئی ہے؟"

"مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں اس طرح کی محبت ہو جو مرد و عورت کے رشتہ کے لئے ضروری ہے"۔ میں نے رائے زنی کرتے ہوئے کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس قسم کی محبت ہو جیسی بھائی بہن یا دوستوں میں ہوتی ہے؟"

"لیکن نہیں"۔ کیمرن نے لہجۂ اصرار میں کہا "ان کی محبت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مالک تقریب شادی کے سلسلہ میں چند

الفاظ نہاقیہ لہجہ میں کہتے ہیں تو اس وقت جس طرح مس ایمیلین چونکتی اور شرماتی ہے اور جس طرح اس کے چہرہ کی رنگت پیلی پڑجاتی ہے وہ حالت دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔" اور اس کے بعد پُر یقین لہجہ میں تقریر جاری رکھتے ہوئے "نہیں" اس نے کہا "اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسٹر لینا کس کو جتنی محبت اس سے ہے اتنی ہی وہ بھی اس سے کرتی ہے اس کے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی جوڑی ایک دوسرے کے لئے بنی ہے اُن کی شادی نہایت مبارک شادی ہو گی۔ چنانچہ آج تک کسی نے اس کے برخلاف کوئی کلمہ اعتراض نہیں کہا۔"

میرے خیال میں ان حالات سے جو اس داستان کے سلسلہ میں پیشتر قلمبند ہو چکے ہیں ناظرین اس حقیقت کو پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ بلندی خاندان کا جو تکبر والئی اینچ متھگلن میں پایا جاتا تھا اس کی وجہ سے اس کے خادم خاص کیمرن کے دل میں رُعب و تعریف کا مشترکہ احساس موجود تھا۔ اور ایک اس پر کیا موقوف ہے گھر کے سبھی نوکر اور ان نوکروں کے علاوہ جاگیر کے سارے مزارعین حتیٰ کہ گردونواح کے دیہات اور بستیوں کے لوگ بھی یہی خیالات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اینچ متھگلن کی ریاست کا کوئی ادنیٰ مزدور بھی اس احساس تکبر سے خالی نہ تھا۔ بظاہر یہ احساس بے ضرر تھا تاہم میں یہ بات سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ محض اس تکبر ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک فرد خاص کو نہایت اونچے درجہ پر سمجھ کر اس کے متعلقین بُت کی مانند اس کی پرستش کرتے تھے مگر اس کے مقابلہ میں بعض فائدوں کو بھی نظرانداز نہ کیا جا سکتا تھا مثلاً یہ کہ والئی اینچ متھگلن اپنے آپ کو ساری رعیت کا آقا اور ولئی نعمت سمجھ کر جہاں تک اس کے بس میں تھا ان کی حالت درست کرنے کی کوشش کرتا تھا اور ان اصلاحات سے ریاست میں خوشحالی پیدا ہوتی تھی۔ اس جگہ میں اضافاً یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ ایک مالک اراضی کی حیثیت میں اس کی طرف سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوا تھا جو اس کے نام پر حرف لانے والا ہو اور گو سکاٹ لینڈ کے اراضی داروں میں یہ عیب عموماً پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی بھیڑوں کے گلّوں کے لئے مزید راستے تیار کرنے کی غرض سے لاتعداد زرخیز زمینیں ویران و

تباہ کردیں۔ تاہم اس طرح کا نقص والی اُرچ متھگلن کی ذات میں بالکل موجود نہ تھا۔
یعنی اس نے کبھی کوئی ایسا فعل نہ کیا تھا جو اس کو بدنام کرنے والا ہو۔

کئی دن گذر گئے۔ لندن سے میرا بکس آ پہنچا اور اس کے ساتھ ایک چھٹی بھی جس میں میرے اخراجات کا بل شامل تھا۔ چونکہ بل کی رقم معمولی تھی اس لئے شراب خانہ کر اس کینز کے مالک نے مجھ پر بھروسہ کرکے میرا بکس روانہ کرنے میں تامل نہ کیا تھا۔ لیکن اب مجھے یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس بل کی رقم کیونکر ادا کی جائے؟ میں نے اس بارے میں کیمرن سے مشورہ لیا اور اس سے بل کی رقم ادا کئے بغیر چلے آنے کے متعلق کوئی بہانہ کر دیا۔ اس نے بتایا کہ تم موضع متھگلن میں جا کر اس ساہوکار سے ملو جس سے مالک کا لین دین ہے۔ اس کا لندن کی بعض کوٹھیوں سے حساب ہے ان کے ذریعہ سے تمہاری اس رقم کی ادائیگی ممکن ہوگی۔ اس کی نصیحت پر عمل کرکے میں نے کشتی پر سوار ہو کے جھیل کو عبور کیا اور پہلی مرتبہ متھگلن کے چھوٹے سے خوشنما گاؤں میں پہنچا۔ اس جگہ بچاس ساٹھ گھر آباد تھے۔ سب کے سب صاف ستھرے اور آرام دہ جن کے مقابلہ میں کیرن ڈیل کی برباد شدہ بستیاں حسرتناک ویرانہ کا منظر پیش کرتی تھیں، مکانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغ تھے۔ دیواروں پر سپیدی پھری ہوئی اور باشندے آسودہ حال تھے۔ یہیں ایک گرجا تھا۔ جس کی چوٹی پر عشق پیچے کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ یہ اس گاؤں کی سب سے پرانی عمارت تھی۔ گرجا سے ملحق ایک مدرسہ تھا جس کی تعمیر زمانہ حال کی تھی، پادری صاحب کے رہنے کا مکان کسی معمولی کاشتکار کی جھونپڑی سے ملتا تھا اور اس کے صحن میں گائیں سور اور مرغیاں ایک ہی جگہ نظر آتی تھیں۔ گاؤں سے تھوڑے فاصلہ پر اس ساہوکار کا مکان تھا جس کی مجھے تلاش تھی۔ یہ جگہ آبادی سے دور ایک پرفضا باغ کے وسط میں بنی ہوئی تھی۔ گاؤں سے نکل کر میں اس طرف روانہ ہوا۔ آدمی سن رسیدہ اور نیک دل شریف تھا۔ اور وہ اس کام کے لئے جو میں نے بیان کیا فوراً آمادہ ہوگیا۔ ادھر سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار گاؤں سے ہوتا ہوا جھیل کے ساحل پر پہنچا جہاں سے کشتی پر سوار ہو کر

محل کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اتنے میں ساڑھے تین کا عمل ہو گیا تھا۔ گھاٹ کے پاس پہنچکر میں نے دیکھا کہ مسٹر سٹوارٹ بچّوں کی پڑھائی سے فارغ ہو کر محل سے رخصت ہو رہے ہیں۔

اس جگہ میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ گو کیمرن نے مسٹر سٹوارٹ کی مجلسی حیثیت کے بارے میں بہت کچھ اظہار حقارت کیا تھا تاہم اس کی صورت دیکھ کر میں اپنے دل میں اچھی رائے قائم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے انداز ظاہر کرتے تھے کہ وہ ہر لحاظ سے نیک سیرت انسان ہے۔ میں نے پیشتر بیان کیا تھا کہ وہ لینا کس دیناچر کی طرح دراز قد اور شکیل تھا اور اس کی عمر بھی کم و بیش اتنی ہی تھی۔ مگر اس کے چہرہ پر مسٹر لیناکس کے چہرہ کی طرح آثار تکبّر موجود نہ تھے۔ اس کے خط و خال زیادہ نازک، بالوں کی رنگت سیاہی مائل بھوری، آنکھیں شفاف نیلی اور نگاہ میں عزم و استقلال کے علاوہ کشادہ دلی کے آثار پائے جاتے تھے۔ گو اس کے ساتھ ہی کچھ اس طرح کی افسردگی اس کی آنکھوں کی تہ میں نظر آتی تھی جو اوقات بعید میں انتہائی اُداسی کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ جب سے میں نے اس کو پہلی مرتبہ دیکھا، میں اپنے جی میں پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ آدمی گو بالطبع فیاض اور بلند خواہشات رکھنے والا ہے تاہم محتاجی کی وجہ سے اس کے جی کو سخت پریشانی رہتی ہے۔ غالبًا وہ اس سطحی اخلاق کو جس سے والیٔ اینچ متھگلن اس سے پیش آتا تھا، ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ گو مسٹر دیناچر کی طرف سے کتنی ہی عنایت کا اظہار ہوتا ہو، تاہم مسٹر سٹوارٹ کے لئے یہ محسوس کرنا قدرتی تھا کہ اس کو ایک ادنیٰ آدمی تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس نے گلاسگو یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی۔ اور چونکہ نہ اس کے پاس دولت تھی نہ ایسے دوست جو اس کے مددگار ثابت ہو سکتے۔ اس لئے مجبورًا اس کو ہائی لینڈس کے سب سے مغرور سردار کے گھر میں تعلیم دینے کا ذلت بخش اور بے منّت فرض ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

غرض اس طرح کا آدمی مسٹر سٹوارٹ تھا جس سے اس روز شام کے تین اور چار بجے کے درمیان اس وقت میری ملاقات ہوئی، جب وہ لڑکوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے

مکان کی طرف واپس جانے کے لئے جھیل سے گذر کر ساحل کے پاس اتر رہا تھا۔ میں نے یہ بات غور کر کے دیکھی تھی کہ اونچ متعکلن کے نوکر کبھی اس کو سلام نہ کرتے تھے۔ ان کی نظروں میں کم و بیش اس کی وہی حیثیت تھی جو خود اُن کی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ شاید اسے اپنے مقابلہ میں اس پہلو سے حقیر تصور کرتے تھے۔ کہ وہ تو اونچ متعکلن کے عالی شان محل کی چار دیواری میں رہتے تھے اور یہ بے چارہ، کیمرن کے لفظوں میں متعکلن کے گاؤں میں پڑا رہتا تھا۔ لیکن چونکہ میرا دل کبھی اس طرح کے خیالات سے متاثر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے میری عادت تھی کہ جب کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوتا تو ضرور اس کو سلام کیا کرتا۔ کیونکہ میری نظروں میں ذہانت اور طبعی شرافت دو ایسی چیزیں تھیں جنہیں رہنے اور پڑے رہنے کی ادنیٰ پابندیوں سے بالاتر سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اب بھی جس وقت میں نے اسے کشتی سے اترتے دیکھا تو حسب معمول سلام کیا۔ اس پر وہ چلتا چلتا ٹھہر گیا اور اپنے خوشنما ہونٹوں پر آثار تبسم پیدا کر کے جس سے اس کے چمکیلے دانت واضح اور صاف دکھائی دیئے۔ عنایت آمیز لہجہ میں بولا۔

"میں نے سنا تھا تم انگلستان سے نوکری کرنے آئے ہو۔ کیا یہ جگہ تم کو پسند ہے؟"

"جی ہاں۔ مجھے اس بارے میں کسی طرح کی شکایت نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس جگہ کا نظارہ پہلے ہی بے حد دلکش ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ موسم گرما کے آغاز پر اور بھی زیادہ دلفریب ہو جائے گا۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اچھے نظاروں کا شوق ہے۔" اس نے گہری توجہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد اس کی نگاہ رفتہ رفتہ جزیرہ نما کے اطراف کا جائزہ لیتی ہوئی ان کوہستانی بلندیوں کی طرف گئی جو محل کی پشت پر جھیل کے اس پار نظر آتی تھیں۔

"جی بے شک۔ میں نظارہ قدرت کی دلفریبیوں کا دلدادہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "بہرحال اس دل رُبا منظر کو دیکھنے سے پہلے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ اس سنگلاخ زمین میں بھی ایسی دلچسپیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس والٹر سکاٹ کی نظمیں پڑھ کر یہ خیال میرے جی میں

بیٹھ چکا تھا کہ اس ملک کے سبھی حصے ویران و ناہموار ہیں۔"

"آہ۔" ڈونالڈ سٹوارٹ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے سکاٹ کی نظمیں پڑھی ہیں؟"

"جی ہاں۔ پورے طور پر" میں نے جواب دیا "حتیٰ کہ ان کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ مجھ کو یاد ہے چنانچہ مارمین کی نظم میں معرکہ فلاڈن کی جو کیفیت شاعر نے بیان کی ہے اس کی پُرشکوہ اور ولولہ انگیز تفصیل مجھے ازبر یاد ہے۔ اور میرا ارادہ کسی دن اس میدان کو دیکھنے کے لئے جانے کا ہے۔"

"مگر اس سے پایا جاتا ہے کہ تم نے اچھی تعلیم حاصل کی ہے۔" مسٹر سٹوارٹ نے جس کی دلچسپی اب رفتہ رفتہ دوستی میں بدلنے لگی تھی۔ مجھ سے کہا۔ "اور اگر ایسا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس لئے تم نے ..." وہ کہتا کہتا رُک گیا۔ کیونکہ اس نے سوچا یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے شاید میرے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

"غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کس لئے میں نے اس طرح کی ادنیٰ ملازمت اختیار کی؟ مگر مجھے قسمت کی نامہربانی کا شکوہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں اپنی محنت کی روزی خود کما کر کھاتا ہوں۔"

"سچ ہے۔" مسٹر سٹوارٹ نے پرخیال انداز سے کہا۔ "اور میں تمہارے ان خیالات کی قدر کرتا ہوں۔" جس کے بعد وہ اپنے سر کو حرکت دے کر مسکراتا ہوا چلا گیا۔

ایک عجیب طرح کی اُداسی اس کے تبسّم میں پائی جاتی تھی۔ اور کسی وجہ نامعلوم سے مجھے اس کی ذات سے غیر معمولی دلچسپی ہو گئی۔ فی الحقیقت جب سے میں نے اس کا نام اور کام سنا تھا یعنی اس سے بہت پہلے کہ مجھے اس کے صاف اور ایماندار چہرہ کو پوری طرح دیکھنے کا اتفاق ہوا میں اس لئے اس سے غائبانہ ہمدردی کرنے لگا تھا کہ اپنے متھگلن کے گھر میں رہتے ہوئے ہر شخص اس سے نفرت کا سلوک کرتا تھا۔ اور اس نفرت کی صحیح وجہ کیا تھی؟ یہ نہیں کہ وہ غریب تھا

اور اسے اپنی روزی کمانے کے لئے محنت کرنی پڑتی تھی۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس کا تعلق کسی قدیم اور اچھے خاندان سے نہ تھا یعنی وہ کوئی ایسا شجرہ نسب پیش نہ کر سکتا تھا جس کی الجھنوں کو صاف کرنے کے لئے کسی نامی محقق کی ضرورت ہو۔ محض اس بے حقیقت وجہ سے بڈھے ڈامنی کو مسٹر ڈیناجس کی صحبت کے لائق سمجھا جاتا تھا اور گھر کے سب لوگ اس کی عزت کرتے تھے کہ اس کا تعلق کلیک مینس آکنش کے نامی خاندان کلیک مینس سے ہے۔ لیکن مقابلہ میں ذہین شریف الطبع اور خوش اطوار ڈونالڈ سٹوارٹ کو محض اس لئے حقیر تصور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے اندر خاندانی بزرگی کا کوئی نشان ثابت نہ کر سکتا تھا۔ سرزمین سکاٹ لینڈ میں رہتے ہوئے میں نے اس ملک کے باشندوں کے چال چلن کو جہاں تک دیکھا پسند کیا۔ صرف ایک بات البتہ میرے جی کو رنج پہنچاتی تھی کہ ان میں اس طرح کا بے جا خاندانی تکبر موجود تھا اور وہ اس سلسلہ میں سخت ناانصافی سے کام لیتے تھے۔

مگر مجھے سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہیئے۔ عین اس وقت جب میں مکان کی طرف جانے کے لئے کشتی پر سوار ہو رہا تھا تو یاد آیا کہ موضع متھگلن کی طرف جاتے ہوئے میں نے دو کاموں کا ارادہ کیا تھا۔ ایک انچ متھگلن کے ساہوکار سے ملنے اور دوسرے بعض روزانہ ضرورت کی چیزیں خریدنے کا۔ لیکن میں ایک ہی کام کر کے واپس آگیا اور چیزیں خریدنا یاد نہ رہا۔ اس کے ساتھ ہی خیال آیا کہ مکان پر میری موجودگی کی ضرورت شام کے چھ بجے سے پہلے نہ ہوگی۔ جب مجھے مسٹر لیناکس کو کھانے سے پہلے لباس تبدیل کرانا تھا۔ اور چونکہ ابھی چار بجے تھے اس لئے مجھے دو گھنٹے کی فرصت تھی۔ پس میں پھر ایک بار گاؤں کی طرف لوٹا۔ مدرسہ کے پاس ایک چھوٹی سی دکان تھی۔ میں سامان خریدنے کی غرض سے اس کی طرف بڑھا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ مس ایمیلین مدرسہ کے پھاٹک سے باہر آ رہی ہے۔ کیمرن کی زبانی مجھے یہ بات پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی کہ وہ مختلف اوقات میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مدرسہ جایا کرتی ہے پس میں یقیناً اس واقعہ کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کر دیتا مگر عین اس وقت مجھے ایک مرد

کی صورت تھوڑے فاصلہ پہ بازار کے موڑ کے پاس دفعتاً نظر آکے غائب ہو گئی۔ اس کا ایک بار آگے آنا اور پھر غائب ہو جانا اتنا فوری اور تیز تھا کہ اگر میں اس آدمی سے واقف بھی ہوتا تو شاید اس کی صورت نہ پہچان سکتا۔ لیکن یہی ایک واقعہ ایسا نہ تھا جس نے مجھے حیرت زدہ کیا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ اس صورت کے نمودار ہونے اور چھپنے کے ساتھ ہی مس ایمیلین نے ایک تیز گھومتی ہوئی نظر اس آدمی کی طرح چاروں طرف ڈالی جو کسی مصلحت سے دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتا ہو۔ زیادہ صاف لفظوں میں اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی آدمی اس کی طرف دیکھتا تو نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ بھی اسی موڑ کی طرف چلی گئی۔ چونکہ میں جس مقام پہ کھڑا تھا اس جگہ دکان کے دروازہ کے باہر برآمدہ کے طور پہ لکڑی کی جالی لگی ہوئی تھی اور اس پہ بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اس لئے وہ میری موجودگی سے واقف نہ ہو سکی۔ بہر حال میں نے اس چوبی برآمدہ میں کھڑے ہو کر اس کو اور اس سے پہلے اس مرد نامعلوم کو گلی کے موڑ کی طرف جاتے دیکھ لیا۔

خیر جو کچھ مجھے خریدنا تھا لے کر میں پھر ایک بار جھیل کے گھاٹ کی طرف چلا مگر راستہ میں اس عجیب واقعہ کے مختلف پہلوؤں کو سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ خیال آیا شاید یہ آدمی لبنا کسی دنیا چر ہی تھا اور وہ اپنی چچازاد بہن کو مدرسہ سے باہر آتا دیکھ کر محض اس کو چھیڑنے کی غرض سے گلی کے موڑ پہ چھپ گیا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسا تھا تو اس خاتون کو مضطربانہ چاروں طرف دیکھنے کی کیا حاجت تھی؟ بہر حال میں نے یہ کہہ کر اپنے جی کو سمجھایا کہ ممکن ہے وہ دوشیزگی کی شرم سے گاؤں والوں کی نظروں سے پوشیدہ اپنے عاشق سے ملنا چاہتی ہو۔ مگر ان سارے خیالات کے باوجود میں جب کشتی پہ سوار ہونے لگا تو ایک عجیب طرح کی بے چینی میرے جی کو لگی ہوئی تھی۔ یعنی دل کسی پہلو سے سمجھائے نہ سمجھتا تھا اور گو میرے شبہات مغرور والی اینج معگلن کی حسین بھتیجی کی عزت و حرمت پر حرف

لانے والے نہ تھے۔ تو بھی ایک دھندلا سا خیال مبہم اور غیر واضح جس کی نوعیت کو میں بالکل نہ سمجھ سکتا تھا خانہ دل میں پیدا ہو چکا تھا۔

سامنے والے گھاٹ پر پہنچکر میں جس وقت خشکی پہ اُترا تو کشتی خانہ کا محافظ اپنے مکان کے دروازہ پر ٹہل رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا "کیسی دلکش سہانی شام ہے"۔

"واقعی" میں نے خوش ہو کر جواب دیا "بہار اپنے جوبن کو خوشنما رنگوں سے آراستہ کرنے لگی ہے"۔

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی ٹلیک مینس نے جو کشتی خانہ کے سامنے ایک بنچ پر بیٹھا تھا دفعتاً گفتگو میں حصّہ لیتے ہوئے کہا "مجھے یاد ہے ان ہی لفظوں سے میں نے بیوہ گلن بکٹ کو اس وقت مخاطب کیا تھا جب اس نے لیرڈ آف ٹٹوس کو لیش ڈیل کے میرے ہال شریک دعوت ہونے پر نئی پوشاک پہنی تھی۔ اس وقت اس نے مجھ سے کہا تھا... مگر وہ کیا الفاظ تھے جو اس نے مجھ سے کہے تھے... فی الحال مجھے یاد نہیں... میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا"۔

اور یہ کہہ کر لائق ڈامنی نے ہلاس کی ایک بڑی سی چٹکی اپنے نتھنوں میں ٹھونس لی اور چہرہ پر حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار پیدا کر کے داستان کے اس حصّہ کو سوچنے لگا جو اس کے ذہن سے اتر چکا تھا۔

## دوسری جلد کا تیسرا حصّہ ختم ہوا

# گردشِ آفاق

## دوسری جلد

## چوتھا حصّہ

# باب ۴۴

## منزلِ عشق

واقعات مذکورہ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گزر گیا۔

اواخر اپریل کے ایام تھے اور آمد بہار کے ساتھ نظارہ تابناک اور فرحت بخش ہونے لگا تھا۔ جھیل کا نیلگوں پانی اب زیادہ شفاف، فضا اور سبزہ کی محویت زیادہ خیال انگیز اور ہریالی کو پھولوں کی کثرت سے منظر کی کیفیت زیادہ شگفتہ و دلفریب تھی جھیل کی کنکریلی تہ میں خودرو اور آبی پودے ترتیب و تدوین کے بغیر اُگے ہوئے تھے اور سطح آب پر درختوں کی لرزاں پتیاں اور متحرک شاخیں قدرت کو محو رقص ظاہر کرتی تھیں۔ کناروں پر جنگلی پھولوں کی افراط تھی، درختوں کی ٹہنیوں میں خوش گلو پرندے نغمہ سرائی کرتے تھے اور شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے سے ایک عجیب طرح کا کیف انگیز راگ پیدا ہو رہا تھا۔

مجھے انچ متھگلن میں آئے تقریباً ڈیڑھ مہینہ گذر چکا تھا اور جہاں تک آسائش و آرام کا تعلق ہے مجھے اس ملازمت کے بارے میں کوئی شکایت نہ تھی۔ بہت کم کام میرے ذمہ تھا اور چونکہ میں بے روک والئ انچ متھگلن کے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں حاصل کر سکتا تھا اس لئے میرے اوقات فرصت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں بسر ہوتا تھا۔ لائبریری

میں کتابوں کا ذخیرہ بے شمار تھا مگر خود مھگلن یا اس کا بیٹا لینا کس ان کے مطالعے سے بہت ہی کم فائدہ اٹھاتے تھے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اخبارات کے سوا کبھی کوئی چیز نہ پڑھتے تھے۔ فی الحقیقت ان کے وقت کا بڑا حصہ مہمانوں کی خاطر مدارات میں یا اچھا کھانے، سیر کرنے، سواری یا کشتی رانی کے مقابلوں اور ایسی ہی دوسری تفریحوں میں بسر ہوتا تھا۔ اور پچھلے چند مہینوں سے تو مہمانوں کی اتنی کثرت رہی تھی کہ مس ایمیلین کو کم سن طلبا کی بہتری کا اس قدر خواہشمند ہونے کے باوجود صرف دو یا تین موقعے مدرسہ تک جانے کے ملے تھے۔ رہ گیا سامان اکل و شرب کی کثرت اور نفاست کا سوال، تو اس کے بارے میں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی عمر میں آج تک میں نے کبھی کسی گھر میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی، ادھر ناشتہ کا سامان اٹھتا، اُدھر لنچ کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ اور اتنی متنوع اور نفیس چیزیں دستر خوان پر لائی جاتیں کہ خوان یغما کا نظارہ آنکھوں میں پھر جاتا۔ رات کا کھانا منّ و سلویٰ کے مترادف ہوتا تھا اور اسی پر قناعت نہ کر کے گیارہ بجے کے قریب آدھی رات کا کھانا پھر ایک بار پرسا جاتا۔ خود ارنچ مھگلن کو عمدہ اور نفیس کھانوں کا شوق تھا۔ اور بسیار نوش نہ ہونے کے باوجود وہ بوتل کا شوق بھی خوب کرتا تھا۔ ڈامنی کلیک مینسن کی پرخوری کا حال کیا کہنا۔ اگر کسی موقعہ پر مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے دوپہر کا کھانا دو یا تین بار پرسا جاتا تو وہ (مہمانوں کے دل بہلاؤ کے بہانہ سے) ہر موقعہ پر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا اور اس پرشوق انداز سے چھری کانٹا چلاتا۔ گویا اس نے صبح سے ایک لقمہ تک نہ کھایا تھا۔

لیکن رفتہ رفتہ وہ وقت آگیا جب دنیا کی ہر ایک چیز کی طرح ارنچ مھگلن کے اس جشن طرب کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب مئی کا مہینہ شروع ہوا تو قصر عظیم میں کنبہ کے آدمیوں اور ملازموں کے سوا کوئی اجنبی شخص موجود نہ تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے سہ پہر کے قریب مسز لینا کس نے مجھے گاؤں جا کر مچھلی پکڑنے کے کانٹے خریدنے کا حکم دیا کیونکہ اس کا موجودہ ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت تین بج کر کچھ منٹ ہوئے تھے۔ اور جب میں جھیل کو عبور کرنے کے لئے گھاٹ کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسٹر سٹوارٹ دونوں صاحبزادوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر کشتی پر سوار ہو رہا ہے۔ مجھے آتا دیکھ کر اس نے کشتی رکوالی اور جیسا اس کی عادت تھی، خوش طبعی اور اخلاق کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا: "جوزف میں امید کرتا ہوں اب تمہیں اس ملک کے نظاروں کو ان کی بہترین خوشنما حالت میں دیکھنے کا موقعہ ملے گا۔ ایک مہینہ کے عرصہ میں سبزہ نوخیز کی رنگت زیادہ شوخ ہونے لگے گی۔ اور جب وقت پہاڑوں کے اطراف میں سبز گھاس اُگے گی تو مجھے یقین ہے تم اس منظر کو دیکھ کر بہت خوش ہو گے۔"

"جی اس میں شک نہیں۔ یہ ایک بڑا ہی فرحت بخش مقام ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سارا علاقہ ہی زرخیز ہے۔ نہ صرف اینج کے اطراف میں، بلکہ اس سے پرے بھی جہاں تک ریاست کے حدود ہیں۔ ہر طرف خوش حالی اور فراوانی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ کم از کم جو نظارے میں نے اس جگہ آتے ہوئے راستہ میں دیکھے تھے، ان کی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ ایک بڑی ہی خوشحال ریاست ہے۔"

"اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کس راستہ سے آئے تھے؟" مسٹر سٹوارٹ نے دریافت کیا۔

"جی۔ میں برتھ سے ہوتا ہوا آیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "راستہ میں کیبرنڈیل کی ریاست بھی دیکھی تھی لیکن ... کیا عرض کروں۔ کتنا بھاری صدمہ میرے دل کو اس کی حالتِ زار دیکھ کر ہوا۔"

"ایسا ہونا قدرتی تھا۔" مسٹر سٹوارٹ نے اپنے دستانہ کو اٹھانے کے لئے جھکتے

ہوئے کہا۔ جو اس کے ہاتھ سے کشتی میں گر گیا تھا۔" مجھے بھی ان اطراف سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے اور میرے اپنے دل کو اس ریاست کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اسی طرح سخت صدمہ ہوا تھا۔"

"اے صاحب۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔" میں نے لہجۂ حسرت میں کہنا شروع کیا۔" کہ ایک ایسی اچھی جائداد جو اتنی زرخیز ثابت ہو سکتی تھی محض اس لئے ..."

"میری اپنی رائے میں ریاست کیرنڈیل کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اس کے بدنصیب مالک کو بھی سخت صدمہ ہوتا ہوگا۔" مسٹر سٹوارٹ نے جلدی سے کہا۔" میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو جو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو اس جائداد کا مالک سمجھتا ہے۔"

"میری دلی تمنّا یہ ہے۔" میں نے دعائیہ لہجہ میں کہا۔" کہ اس مقدمہ میں، جو ریاست کے برخلاف چل رہا ہے خدا سرالیگزنڈر کیرنڈیل کو دشمنوں پر فتح نصیب کرے ۔"

"آہ۔ یہ تمہاری آرزو ہے۔" مسٹر سٹوارٹ نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر مسکراتے ہوئے" لیکن تمہیں ان سارے حالات کا کیونکر علم ہوا جو اس بدنصیب ریاست سے تعلّق رکھتے ہیں؟"

"محض حسن اتفاق ہے۔" میں نے جواب دیا۔" دراصل میں اس گاڑی پر سوار ہوکر آیا تھا جس میں ان اطراف کے نامی وکیل مسٹر ڈنکنسبی سفر کر رہے تھے..."

"آہ۔ میں سمجھا۔" سٹوارٹ نے کچھ اس طرح کی لاپروائی سے کہا جس سے مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ شاید وہ اس گفتگو کو جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ یا اس بارے میں باتیں کرتے کرتے تھک گیا ہے۔

چنانچہ اس خیال سے میں بھی چپ ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی اور سوال نہ

پوچھا بلکہ کشتی کے دوسرے گھاٹ تک پہنچنے کے وقت تک دو تین منٹ اپنے ہی خیالات میں غرق رہا۔ کشتی جس وقت کنارہ پر جا کر لگی تو وہ کود کر ساحل پہ آ رہا۔ اور جیسا اس کا معمول تھا لہجۂ اخلاق میں الوداعی سلام کر کے تیز چلتا گاؤں کی طرف ہو لیا۔ مگر گاؤں کے اندر داخل ہونے کی بجائے وہ بائیں طرف مڑا۔ گویا موضع متھگلن کے گرد چکر کاٹنا چاہتا تھا جس سے میں نے خیال کیا کہ وہ اس پر فضا سہ پہر کو تھوڑی دیر کے لئے سیر کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہر حال میں سیدھے راستہ سے گاؤں میں داخل ہو گیا جو سامان مجھ کو خریدنا تھا لیا اور اس قریبی راستہ سے جو جھیل کے کنارے کے ساتھ ساتھ آتا تھا، واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کہ پھر خیال آیا مسٹر لیناکس کو ان کاغذوں کی ضرورت کل صبح سے پہلے نہ ہو گی۔ اس لئے میرے پاس فرصت کا وقت کافی ہے۔ پس کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میں بھی اس وقت کو گاؤں سے باہر ادھر اُدھر چل کے سیر و تفریح میں گذار دوں۔ گاؤں کا صرف ایک چھوٹا سا نیم آباد بازار تھا۔ اس کو طے کر کے میں مدرسہ اور گرجا کے پاس سے ہوتا ہوا اس گلی کی طرف مُڑا جو شاہراہ سے ایک طرف کو ہٹتی تھی۔ اور اب دفعتاً یاد آیا کہ اسی گلی کے موڑ پر میں نے ایک مرد نامعلوم کو اس عجیب و غریب طریقہ پر جس کا ذکر باب گذشتہ کے آخری حصہ میں کیا گیا ہے، نمودار اور غائب ہوتے دیکھا تھا۔ اس معمولی واقعہ کی یاد جو اس سے پہلے میرے ذہن سے اتر چکا تھا اب پھر اس مقام کو دیکھ کر تازہ ہو گئی۔ اور میں اس کے متعلق اپنے دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ گلی میں تھوڑی دور آگے ایک مرد شریف اور ایک خاتون ساتھ ساتھ ٹہلتے نظر آئے۔ میرے لئے ان کو صرف ایک نظر دیکھنا کافی تھا۔ معلوم ہوا وہ ڈونالڈ سٹوارٹ اور ایمیلین دیناچہ ہیں!

میں چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ فرط حیرت سے نہیں بلکہ ایک فوری خیال کے اثر سے جو روشنی کی تیز شعاع کی مانند میرے دل میں پیدا ہوا۔ اور اس وقت آنِ واحد میں سارا

حال واضح ہو گیا۔ وہ بات جو پیشتر میرے لئے بمنزلہ راز تھی اب بالکل صاف ہو گئی یقیناً مس ایمیلین اور نوجوان معلم کو ایک دوسرے سے عشق تھا اور اس بارے میں کسی قسم کے شک وشبہہ کی گنجائش نہ تھی۔ کم از کم ان کی ملاقات محض اتفاقیہ نہ تھی اور اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وہ شخص جسے چند ہفتے پیشتر میں نے گلی کے موڑ پر ظاہر و غائب ہوتے دیکھا تھا در اصل مسٹر سٹوارٹ ہی تھا۔ علاوہ بریں میں کیا اس نگاہ کو بھول سکتا تھا جو اس موقعہ پر مس ایمیلین نے گلی کے موڑ پر چاروں طرف ڈالی تھی؟ پھر اس کے علاوہ آج بھی مسٹر سٹوارٹ کا سیدھا گاؤں میں داخل ہونے کی بجائے اس کے گرد چکر کاٹنے کے لئے جانا خالی از اہمیت نہ تھا۔ غرض یہ ساری باتیں اس ایک خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں کہ وہ دونوں پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اسی طرح ملا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان سابقہ واقعات کے بارے میں کوئی شبہہ میرے دل میں باقی بھی ہوتا تو وہ ان کی موجودہ حالت دیکھ کر بہ آسانی رفع ہو سکتا تھا کیونکہ نہ صرف وہ دونوں پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ بلکہ دفعتاً سٹوارٹ نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہونٹوں سے لگایا اور اپنا دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ حالت دیکھ کر میں جلدی سے ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا کیونکہ میں نہ چاہتا تھا کہ وہ مجھے دیکھ لیں۔ اور خیال کریں کہ میں ان کی جاسوسی کرتا پھر رہا ہوں۔ نہ یہ بات ہی مجھے منظور تھی کہ وہ میری موجودگی سے واقف ہو کر مجھ سے درخواست کریں کہ میں اُن کے راز کو پوشیدہ رکھوں۔ بہر حال میں اپنے دل میں اس بات کا پختہ ارادہ پہلے ہی کر چکا تھا کہ اس واقعہ کو بالکل پوشیدہ رکھوں گا کیونکہ مغرور و متکبر لیناکس دیناجر کے مقابلہ میں نادانستہ مجھ کو خلیق و ملنسار مسٹر سٹوارٹ سے اُنس ہو گیا تھا۔ علاوہ بریں میں اس حقیقت سے بھی ناآشنا نہ تھا کہ عشق کسے کہتے ہیں اور اس میں کتنی زبردست کشش ہوتی ہے۔ پس گو میں ان سے غائبانہ ہمدردی کرتا

اور ان کی حالت پر دل ہی دل میں رحم کرنا چاہتا تھا۔ تاہم ان کے راز کو فاش کرنا کسی حال میں مجھے منظور نہ تھا۔

میں اس وقت تک درخت کی اوجھل میں کھڑا رہا حتیٰ کہ گلی کے دوسرے موڑ کے پاس وہ میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ اور اس کے بعد پھر ایک بار گاؤں سے ہوتا ہوا گھاٹ کی طرف چلا آیا۔ میں ایک ایسے راز سے آگاہ ہو چکا تھا جس کے بارے میں مجھ کو پورا یقین تھا کہ دائی ایچ منھگلن کو اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہے اور گو میں بدنصیب عشاق کی امداد کے لئے کچھ نہ کر سکتا تھا تاہم یہ سوچ کر کہ اُن کی محبت بے ثمر اور لاحاصل ہے۔ میں ان کی حالت پر رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ کوئی امید اس عشق کی کامیابی کی نظر نہ آتی تھی۔ اور بالفرض وہ دونوں فرار ہو کر در پردہ شادی کر لیتے تو اس صورت میں بھی یہ ایک فیصلہ شدہ امر تھا کہ ایلین کے مغرور رشتہ دار بلا تامّل اس کو اپنے خاندان سے علیحدہ کر دیں گے اور کسی حال میں اس سے ملنا گوارا نہ کریں گے۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ اس خاتون کو چند ہزار پونڈ کا ذاتی ورثہ حاصل تھا تاہم مقابلہ میں مسٹر سٹوارٹ کے پاس اپنے ذہنی اوصاف کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اور ذہنی اوصاف جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے اس دنیا میں کبھی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے سوچا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کے متعلق جس قدر حالات مجھ کو معلوم ہیں، ان کی بنا پر وہ اتنا نیک دل اور ذکی الحس انسان ہے اور اس کے ساتھ ہی اس قدر جوش مردانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ کسی حال میں اس نوجوان خاتون کے مستقبل کو تباہ کرنے یا اسے اس کے خاندان سے علیحدہ کرنے کا ذریعہ ثابت ہونے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ یہی باعث تھا کہ ان کی بے ثمر محبت کو دیکھتے ہوئے میں تہ دل سے اُن دونوں کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس ملاح کی جو جھیل کے خارجی ساحل پر رہتا تھا عادت تھی کہ جب مجھ سے ملتا، تو صدر مقام لندن کی "عالی شان عمارتوں" اور "ہوش رُبا نظاروں" کے متعلق کئی کئی طرح کے سوالات پوچھا کرتا تھا چنانچہ اب بھی کشتی کھولنے سے پہلے اس نے آدھ گھنٹہ مجھ کو اسی طرح باتوں میں لگائے رکھا آخر کار تنگ آ کر میں نے کہا کہ بھائی میرے پاس ضائع کرنے کو وقت نہیں ہے اور میں جلد از جلد دوسرے ساحل پر پہنچنا چاہتا ہوں۔ اتنے میں ایمیلین وینا چر بھی اس جگہ آ پہنچی۔ مگر اس پہلی نظر سے ہی جو میں نے مؤدبانہ سلام کرتے ہوئے اس پر ڈالی معلوم ہو گیا اس کے چہرے کی رنگت زرد تھی اور ظاہری سکون کے پردہ میں اس کا سینہ جوش انگیز خیالات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ مجھ سے پہلے کشتی پر سوار ہو کے محل کی طرف رخصت ہو جائے میں ادب سے چند قدم ایک طرف ہٹ کے کھڑا ہو گیا مگر اس نے اپنے فطری اخلاق سے ترنم خیز آواز میں مجھے بھی اسی کشتی میں بیٹھ جانے کی اجازت دی اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ ایک کشتی کے دو پھیرے کرانے یا ملاح کو بار بار آنے جانے کی زحمت دینے کی کیا حاجت ہے جبکہ یہ کام ایک ہی پھیرے میں بڑی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

مگر اس کے بعد جب کشتی بان ڈونگی کو زور سے کھیتا ہوا محل کی طرف لے جا رہا تھا اور سبک سیر کشتی کسی آبی پرندہ کی مانند سطح آب پر تیر رہی تھی تو مس وینا چر نے چھپی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے نرم آواز سے پوچھا "کیوں جوزف۔ کیا تم گاؤں سے واپس آ رہے ہو؟" اور میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ بے چینی کے چھپے ہوئے آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہونے کے لئے جد و جہد کر رہے تھے۔

"جی ہاں" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی بڑی کوشش کی کہ یہ بات کسی طرح میرے چہرہ سے ظاہر نہ ہونے پائے کہ میں اس کے راز سے کس حد تک واقف ہو چکا ہوں۔ "میں دراصل چھوٹے سرکار کے لئے مچھلی کے کانٹے لانے گیا تھا"۔

میرا خیال ہے کہ اس جواب سے بڑی حد تک اس کا اطمینان ہو گیا۔ بہر حال اس کے بعد کشتی کے دوسرے گھاٹ پر پہنچنے تک اور کچھ گفتگو نہیں ہوئی۔ اس جگہ محل کے سامنے والی ' اینچ متھگلن اور ڈامنی کلیک مین گھاٹ کے پاس کھڑے تھے اول الذکر اس طرح کی فخریہ نظروں سے جو کسی مالک کی آنکھوں میں ہی پائی جا سکتی ہیں۔ گرد و نواح کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور آخر الذکر جیسا اس کا معمول تھا' چہرہ پر آثار حماقت لئے بے مدعا نظروں سے سامنے کی طرف گھورتا تھا۔

"میری عزیز ایمیلین"۔ اینچ متھگلن نے اپنی بھتیجی کو بازو کا سہارا پیش کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ تم نے میری نصیحت پر عمل کر کے مدرسہ جاتے ہوئے عملہ کا ایک آدمی اپنے ساتھ لے لیا"۔ گویا اس نے مجھے ایمیلین کے ساتھ ایک ہی کشتی پر سوار دیکھ کر غلطی سے یہ سمجھا کہ میں اس کے ہمراہ گاؤں تک گیا تھا اور اب وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔

"اوہ!... تیرا بھلا ہو!" ایمیلین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی آگے جھک کر وہ رومال جو اس کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑا تھا۔ میرے آگے بڑھنے سے پیشتر اُٹھا لیا۔

تاہم میں نے دیکھا اس کے چہرہ پر شرم کی تیز سرخی پھیلی ہوئی تھی اور اگر میرا اندازہ بالکل ہی غلط نہیں ہے تو اس نے ایک عجیب طرح کی پُر معنی، انکسار آمیز التجائی نظر میری طرف بھی ڈالی جو یہ خواہش ظاہر کرتی تھی کہ مجھے اس معاملہ میں مسٹر ڈمیاچم کی غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ میرا خیال ہے نوجوان خاتون کا دل اس وقت لاتعداد اندیشوں سے پُر تھا اور اس کے خیالات کچھ اس طرح کی الجھن میں پڑے ہوئے تھے کہ اُسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ وہ کیا کر رہی ہے' یا اُسے کیا کرنا چاہیئے۔

"بس بس، یہ طریقہ خوب ہے" اِنچ مُتھگلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ایمیلین میں بارہا تم سے کہہ چکا ہوں کہ میری بھتیجی اور میرے جانشیں یعنی آئندہ اِنچ مُتھگلن کی ہونیوالی بیوی کی حیثیت میں کبھی تم کو کسی مطلب کے لئے بھی خواہ وہ کام فیاضی اور بنی نوع انسان کی بہتری کے متعلق خوداختیاری ہی کیوں نہ ہو، تنہا باہر نہ جانا چاہیئے...."

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" اس موقع پر ڈامنی کلیک مین نے جو اپنے آقائے نعمت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہا۔

"میں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم اوقات فرصت میں" اِنچ مُتھگلن نے اسی سلسلہ میں کہا۔ "مدرسہ جاکر ننھے بچوں کی اخلاقی تربیت کا خیال رکھو اور دیکھو کہ بڑی استانی اپنے فرض کو کس طرح ادا کرتی ہے..."

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے ہلاس کی ڈبیہ جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔ "اور اب جو میں سوچتا ہوں تو یہی الفاظ تھے جو میرے دوست بیلی آڈل ہیڈ سکن گیلوگیٹ ایبرڈین نے اس موقع پر کہے تھے جب... ٹھہریئے میں سوچ لوں... میرے خیال میں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب... لیکن نہیں، میں بھول گیا، بالکل بھول گیا اور اب پھر کسی وقت یاد کرکے بتاؤں گا۔"

"بہرحال والئ اِنچ مُتھگلن کی بھتیجی کو" مسٹر ڈیناچر نے ڈامنی کی اس بے معنی تقریر کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیشہ اپنی موجودہ اور آئندہ حیثیت یاد رکھنی چاہیئے یعنی یہ کہ وہ موجودہ والئ ریاست کی بھتیجی اور اس کے آئندہ جانشیں کی ہونے والی بیوی ہے جس کے پہلو میں بیٹھ کر اسے اس عالیشان جاگیر کی حکومت میں حصّہ لینا ہے" اور یہ کہتے ہوئے مسٹر ڈیناچر نے فخریہ انداز سے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ "اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ لاتعداد نوکر ہر وقت اس کی خدمت گذاری کے لئے حاضر ہیں اور اگر

کسی موقعہ پر وہ اپنی کنیزوں کو ساتھ لے جانا پسند نہ کرے تو اس صورت میں بھی کسی مرد نوکر کا اس کے ساتھ حاضر رہنا ضروری ہے۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک!" ڈامینٹ نے پھر ایک بار کہا۔" مجھے یاد ہے ایسے ہی الفاظ میں نے اس موقعہ پر اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہے تھے جب اس نے ایڈنبرگ کی گھاس منڈی میں بیوہ گلن بکٹ کے مکان پر میرے ساتھ مل کر کھانا کھایا تھا۔ یہ اس دن کا ذکر ہے جب میں ایک یابو پر سوار تھا اور جب اس نے ٹھوکر کھائی تو میں اس کے سر پر ہو کر گرا تھا۔ ...نہ دُم پر ہو کر... لیکن نہیں میرے خیال میں اس کے سر پر ہو کر ہی گرا تھا کیونکہ اس کی دُم کی طرف میری پیٹھ تھی... یاد نہیں وہ کیا موقعہ تھا۔ بہرحال کچھ اس طرح کے الفاظ میں نے کہے تھے۔ اور انہیں سن کر سالٹ کوٹ نے کہا تھا... لیکن یاد نہیں اس نے کیا کہا تھا۔ میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتا دوں گا۔"

"اس لئے میری عزیزہ ایمیلن" والی اینج مھگان نے اپنے معمولی پُرشکوہ لہجہ میں جو کسی حد تک عنایت کا پہلو لئے ہوئے تھا تقریر جاری رکھ کر کہا۔" تم نے بہت اچھا کیا کہ جوزف کو ساتھ لے گئیں۔" اور پھر میری طرف مُڑ کر" جوزف" اس نے کہا۔" یاد رکھو جب کبھی اس طرح کے موقعہ پر آپ کو باہر جانے کی حاجت ہو تو ضرور ان کی خدمت میں حاضر رہا کرو۔"

اس موقعہ پر ایمیلن نے بھی میری طرف منہ پھیر کر دیکھا مگر اس کے سر کی حرکت مسز ڈینا جہ کی طرح سُست اور پُرشکوہ نہ تھی۔ بلکہ اس سے فکر و اضطراب ظاہر ہوتا تھا اس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی جاتی تھی اور اس کے رخساروں پر سُرخی کی جھلک اس طرح ظاہر و غائب ہوتی تھی جس طرح بہتی ہوئی ندی کے ساحل پر اُگے ہوئے درخت کی متحرک شاخوں کا سایہ۔ ایک دفعہ پھر میں اس حقیقت کو معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ نگاہ جو اس نے میری طرف ڈالی' دہشت و التجا کے مشترک آثار

لئے ہوئے تھی جس کا اظہار سعی ضبط کے باوجود بے اختیار ہوا جاتا تھا اور جس کا احساس ہی اس کے رخساروں کی رنگت کو باری باری سرخ اور پیلا کر رہا تھا۔

"سرکار۔ میں ہر طرح کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہوں گا" میں نے والی ارچ متھگلن کو جواب دیا "اور مس دینا جو حکم صادر کریں گی اس کی بخوشی تعمیل کیا کروں گا۔"

اس اثنا میں ایمیلین نے پھر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا تاہم میں نے اس عرصہ قلیل میں ہی دیکھ لیا کہ میرے اس جواب کو سن کر اب اس کے چہرہ کے آثار تشویش تشکر و اطمینان میں تبدیل ہو گئے تھے۔ گو میرا خیال ہے کہ اپنے دل میں وہ اس بات پر ضرور حیرت کرتی تھی کہ کس لئے میں جھوٹ بولا۔ اور کیوں صاف صاف نہ کہہ دیا کہ میں اس موقعہ پر گاؤں میں اس کے ہمراہ نہ گیا تھا۔

"ارچ متھگلن" دفعتاً ڈامنی کلیک مین نے جو بہت کم لمبی تقریر کیا کرتا تھا اور بکثر موقعوں پر اپنی طرف سے کسی گفتگو کا آغاز کر سکتا تھا، کہا "میں بارہا یہ سوچ کر حیران ہوا کرتا ہوں۔ فی الحقیقت مجھے اس سوال پر غور کرتے پندرہ سولہ برس ... یا اس سے زیادہ ... یا شاید کم ہو گئے ہیں کہ کیوں آپ نے اب تک اپنے ایوان سے لے کر جھیل کے دوسرے ساحل تک پل تعمیر نہیں کرایا ... ؟"

"کیا پل!" والی ارچ متھگلن نے دفعتاً چلتے چلتے ٹھہر کر انداز حیرت سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کڑی نظروں سے ڈامنی کی طرف دیکھا "پل!" اس نے پھر کہا۔ "مسٹر کلیک مین کیا تم نے کہا تھا پل؟ ..."

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" حماقت مآب ڈامنی نے جس کے دماغ میں اتنا مادہ نہ تھا کہ وہ معلوم کر سکتا والی ارچ متھگلن اس کی تقریر سے کس قدر غصہ اور جوش کی حالت میں ہے۔ اپنے معمولی انداز سے جواب دیا "واقعی اگر اس مقام پر ایک پل تیار ہو جائے تو ہر

شخص کے لئے آمد و رفت میں بڑی آسانی ہو۔ اور ان کشتیوں کی روز روز کی زحمت سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو جائے۔ اگلے دن کی بات ہے... ہاں اگلے ہی دن کی بات ہے میں اپنے دوست بیلی آڈئل ہیڈ سکنہ گیلو گیٹ ایبرڈین کے نام ایک خط ڈالنے جا رہا تھا اور ہلاس کی ڈبیہ میرے ہاتھ میں تھی کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور جتنی ہلاس اس ڈبیہ میں تھی اڑ کر آنکھوں میں جا رہی... میرا خیال ہے وہ آنکھوں میں ہی گری تھی... یا شاید منہ میں گری تھی... بہرحال مجھے اچھی طرح یاد نہیں، میں عنقریب یاد کر کے آپ کو بتاؤں گا...؛

"لیکن پُل!... پُل، مسٹر کلیک مین پُل!" مسٹر ڈیناچر نے تیز تر سخت لہجہ میں کہا۔ "یہ کیا الفاظ ہیں جو میں خاندان کلیک مین آکنش کے رکن عظیم کلیک مین کے مُنہ سے سنتا ہوں؟"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" بڈھے ڈامنی نے احمقانہ سنجیدگی سے کہا اور اس بات سے قطعاً لاعلم کہ اس کے الفاظ والی ' انچ مھکن کے لئے کتنے رنج انگیز ثابت ہوئے تھے۔ ہلاس کی ایک بڑی سی چٹکی نتھنوں میں ٹھونس لی۔

"پُل!... مسٹر کلیک مین" مسٹر ڈیناچر نے اس شخص کے انداز سے غصہ میں بھر کر کہا۔ جس کے وقار کو بھاری صدمہ پہنچا ہو۔" اس قطعاً آب پر پُل کی تعمیر ایک ایسی جدت ہوگی۔ جسے کوئی شخص ہائی لینڈس کے طول و عرض میں گوارا نہیں کر سکتا۔ یاد رکھئے مسٹر کلیک مین۔ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو سارا قبیلہ میرے برخلاف علم بغاوت بلند کر کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے۔ پُل آپ کہتے ہیں! اس سے بہتر تھا کہ یہ کہہ دیا ہوتا، ایک غبارہ لاکے رکھا جائے جس میں ہر شخص سوار ہو کے جھیل کے آر پار جاتا رہے یقین کیجئے اس جگہ پُل کی تیاری انچ کی دیرینہ روایات کو تباہ کرنے والی ثابت ہو گی۔ فی الحقیقت اسے انچ کہنا ہی غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر ان گھاٹوں کو مسمار کر دیا

اور ان کشتیوں کی آمد و رفت ہٹا دی جائے تو ایک سڑک... کھلی سڑک جھیل کے آرپار تیار ہو جائے۔ جس کے بعد میں نہیں جانتا کہ میری عالی شان کشتی اور اسے کھینے والے بارہ ملاحوں کا کیا حشر ہو۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" نادان ڈامنی نے اپنی بات پر اڑتے ہوئے جواب دیا۔ "تاہم خیال فرمایئے کہ اس صورت میں آپ کے اخراجات میں کتنی کمی ہو اور کس قدر زحمت سے نجات ملے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں جب بیوہ گکن بکٹ کے مکان پر گھاس منڈی میں رہتا تھا تو میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر تم مکھن اودھ چلائے پونڈ کے حساب سے خرید کرو تو چوتھائی پونڈ خریدنے کے مقابلہ میں بڑی کفایت ہو جائے گی۔ میرا خیال ہے میں نے پونڈ ہی کہا تھا... یا ممکن ہے اونس کہا ہو..."

"اخراجات، مسٹر کلیک مین!" والئی اینچ متھگلن نے شاہانہ انداز سے جواب دیا۔ "کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مجھے اخراجات کی ذرا بھی پروا ہے؟ میں والئی اینچ متھگلن روپیہ کو ہاتھ کی میل اور ہر طرح کے اخراجات کو ہیچ تصور کرتا ہوں۔" اور اس کے بعد اس بحث کو جو اس کی شان امارت سے بعید تھی، طول نہ دینے کے خیال سے اس نے اپنا بازو پھر ایک بار ایمیلین کو پیش کیا۔ اور اس طرح کے انداز شکوہ سے گویا وہ محض ایک جاگیردار نہیں بلکہ سارے سکاٹ لینڈ کا مالک ہو۔ نفرت سے بالائی ہونٹ کو خم دے کر چپ چاپ اپنے محل کی طرف چلنے لگا۔

"حالانکہ میری اپنی رائے میں" سادہ لوح ڈامنی نے جس کا کند دماغ ہر طرح کی نمائش و سرزنش کے اثرات قبول کرنے سے عاجز تھا۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "اس طرح کے پل کی تیاری آپ کی ریاست کی شان کو اور دوبالا کر دے گی۔ دیکھئے اینچ متھگلن" اس نے مسٹر ماونیاجر کی ہٹتی ہوئی صورت کو مخاطب کر کے کہا۔ "اگر اس جگہ پل بنا ہوا ہوتا، تو میں اس دن... اگلے روز... پندرہ برس پیشتر جھیل کے پانی میں غوطے کھانے سے بچ

جاتا جبکہ پہلے میرے ہاتھ سے ہلاس کی ڈبیہ گری اور اس کے بعد اسے پانے کے لئے میں بھی اس میں کود گیا۔ لیکن نہیں۔۔۔ میرے خیال میں قصور کشتی چلانے والے ملاح کا بھی نہیں تھا۔۔۔ کیونکہ یہ واقعہ جھیل کے دوسرے ساحل کے پاس پیش آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں وہ لمبی چھٹی پڑھ رہا تھا جو میرے دوست لیرڈ آف ٹن ٹوس کو لیش ڈیل کی طرف سے آئی تھی۔۔۔ شاید اس کی طرف سے۔۔۔ یا بلی آدل ہیڈ کی طرف سے۔۔۔ یا بیوہ گلن بکٹ کی طرف سے۔۔۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں میں یاد کر کے بتاؤں گا تاہم ذکر اس پُل کا تھا۔۔۔"

مگر والٹ ارچ مھگلن اس اثنا میں کافی دور جا چکا تھا اور جب ڈامنی کلیک مین نے دیکھا کہ کوئی اس کی گفتگو سننے والا موجود نہیں۔ تو اس نے بھی ہلاس کی ایک بڑی سی چٹکی لے کر احمقانہ انداز سے بے مدعا سامنے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

"جوزف" والٹ ارچ مھگلن نے تھوڑی دور جا کر میری طرف کو پیچھے مڑتے ہوئے شاہانہ انداز سے کہنا شروع کیا۔ "میں امید کرتا ہوں آئندہ تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھوگے کہ جب کبھی مس ویا چرکو گاؤں کی طرف جانا ہو تو جس طرح آج سہ پہر تم اس کے ساتھ گئے تھے اسی طرح آئندہ بھی مزدمان کے ہمراہ جانا۔۔۔"

"میں اس خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک چھپی ہوئی نظر نوجوان خاتون کے چہرہ کی طرف ڈالی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس کی بے چینی کے آثار رفتہ رفتہ حیرت میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ اسے اس بات کا تعجب تھا کہ کیوں میں نے اس طرح کے پُرسکون لہجہ میں اس کے ساتھ رہنے کے غلط واقعہ کو صحیح تسلیم کیا کیونکہ جیسا کہ ناظرین کو یاد ہوگا۔ میں گاؤں میں ہرگز ہرگز اس کے ساتھ نہ تھا۔ محض اس جگہ پہنچ کر جھیل کے ساحل پر اس کا اشارہ پاکر اس کشتی پر سوار ہوا تھا جس میں وہ بیٹھی تھی۔

"مگر اس پُل کے بارے میں" ڈامنی کلیک مین کی آواز پھر ایک بار سنائی دی اور

جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ساتھ لڑھکتا چلا آتا تھا۔

"اس پل کے بارے میں" والی انچ میتھگلن نے غصہ میں بگڑ کر کہا "میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ خواہ دنیا ادھر سے اُدھر ہو جائے یا آفتاب مغرب سے نکلنے لگے وہ پل تیار نہ ہوگا۔ اس کی بجائے میں خود جھیل کے پانی کو تیر کر عبور کرنا منظور کروں گا اور حکم دوں گا کہ میرے عملہ کے جس قدر آدمی ہیں وہ سب تیر کر گزرا کریں مگر پُل بنوانا منظور نہ کروں گا۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے جلدی سے کہا "لیکن اپنے باقی عملہ کو گو آپ ایسا کرنے پر مجبور کریں تاہم مجھ کو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مجھ میں تیرنے کی قوت اتنی ہی کم ہے جتنی ... جتنی کسی پتھر میں۔ اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ ایک دفعہ میں نے بیوہ گلن بکٹ سے کیا بات کہی تھی۔ اس وقت سینڈی میگ ڈیبل بھی موجود تھا ..."

لیکن میں چونکہ تیز چلتا مکان کی پشت کی طرف جا رہا تھا اس لئے لائق ڈامنی کی حکایت کا باقی حصہ مجھے سنائی نہ دے سکا۔ گو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اسے ہرگز مکمل نہ کر سکا ہوگا۔

اس کے بعد کئی دن گزر گئے اور مس ایمیلین گھر پر ہی رہی۔ موسم خوشگوار تھا اور ظاہرا کوئی وجہ مانع سیر و سیاحت نہ ہو سکتی تھی۔ تاہم ایمیلین کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت گھر پر ہی رہتی اور کبھی جھیل کے اس پار نہ جاتی تھی۔ میرا خیال ہے وہ اس شش و پنج میں تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ شاید مسٹر ڈیناچر نے سابق کی نسبت بہت زیادہ سختی سے تاکید کر دی تھی کہ وہ کبھی اکیلی باہر نہ جائے اور وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ وہ ہمیشہ اندرونی جزیرہ نما کی کھلی زمین پر سیر کرتی اور گو اس جگہ بھی تقریباً تین میل کی گولائی میں وہ بڑی آسانی سے کسی ایسے مقام پر ڈونالڈ سٹوارٹ سے مل سکتی تھی جہاں کوئی ان کی ملاقات دیکھنے والا نہ ہوتا۔ تاہم واقعہ مذکور کے بعد ایک ہفتہ گزر گیا اور اس قسم کی کوئی ملاقات دوبارہ ان میں نہ ہوئی۔ بعض اوقات پائیں باغ

کی سیر کرتے ہوئے لیناکس اس کے پہلو میں چلتا نظر آتا لیکن ان کی یہ صحبت ہمیشہ عارضی ہوا کرتی تھی۔ چونکہ انہوں نے بچپن سے ایک ہی جگہ رہ کر پرورش پائی تھی اس لئے گو یہ ممکن ہے کہ لیناکس کے سینہ میں اس کے لئے اس طرح کی محبت ہو جو بھائی بہن میں ہوتی ہے تاہم اس کی صحبت میں اس کے لئے کسی طرح کی خاص کشش یا جدت بالکل نہ تھی۔ علاوہ بریں مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ وہ اس کی اعلیٰ خوبیوں کو سمجھنے اور ان کی قدر کرنے کا ملکہ بھی نہ رکھتا تھا۔ کیونکہ اس کی ذہانت اتنی بلند نہ تھی کہ وہ اس نازک خاتون کے اوصاف کی قدر کرتا۔ اس ایک ہفتہ کے عرصہ میں دو تین بار مس دیناچر کے پاس سے گذرتے ہوئے میں نے اس کے انداز سے معلوم کیا کہ وہ مجھ کو مخاطب کرنا چاہتی ہے مگر وہ ایسا کرنے کی جرأت نہیں کر سکی۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ ان ایام میں وہ عموماً افسردہ و دل گرفتہ نظر آتی تھی۔ گو اس کی اُداسی اس طرح کی نہ تھی جسے لیناکس یا مسٹر دیناچر یا بڈھا احمق ڈامنی معلوم کر سکتا۔ تاہم وہ اُداسی اتنی بیّن اور صاف تھی جسے کوئی ایسا شخص بہ آسانی معلوم کر سکتا تھا جو دل کی اس حالت سے واقف ہو جب اسے امید کا سہارا نہیں ملتا۔ اور وہ یاس میں گھر کر ملول و محزون رہتا ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ کم از کم میں اس اُداسی کو محسوس کر سکتا تھا۔

خیر۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ایک ہفتہ کا عرصہ گذر گیا اور اس کے بعد ایک روز سہ پہر کو مجھے اس گول کمرہ میں حاضر ہونے کا حکم ملا جہاں والی راج متھگلن اور مس دیناچر پاس ہی پاس بیٹھے تھے اور ڈامنی جیسا کہ اس کا معمول تھا ایک کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر راج متھگلن نے کہا "جوزف۔ مس دیناچر ایک کام کے لئے گاؤں جانا چاہتی ہیں۔ پس میں حکم دیتا ہوں کہ تم بھی آپ کے ساتھ جاؤ۔ کل نئی درسی کتابوں کا ایک پارسل یہاں سے آیا تھا۔ تم اسے آپ کے ساتھ ساتھ لے جاؤ۔"

میں آداب بجالا کر واپس آ گیا۔ داروغہ نے کتابوں کا ایک بنڈل میرے حوالے کر دیا اور میں مس وینا چر کی آمد کے انتظار میں ڈیوڑھی میں ٹھہر گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ آ پہنچی۔ اور گھاٹ کے پاس جا کر ہم دونوں آگے پیچھے کشتی پر سوار ہوئے کسی طرح کا بے جا تکبر اس خاتون میں بالکل نہ تھا۔ چنانچہ اب بھی کشتی پر سوار ہونے کے بعد اپنے معمولی پر اخلاق لہجہ میں اس نے منظر کی دلفریبی اور موسم کی عمدگی کے بارے میں چند الفاظ کہے، جن کے میں نے رسمی جواب دیئے۔ تاہم ایسا کہتے ہوئے جب مجھے اس سے آنکھیں چار کرنے کا اتفاق ہوا تو میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ سابق کی طرح اس موقعہ پر بھی وہ مجھ سے کچھ کہنے کی خواہش رکھتی تھی مگر الفاظ ہر دفعہ نوک زبان پر آ کر رہ جاتے تھے۔ اس سے کم از کم یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ کسی نامعلوم وجہ سے مضطرب اور بے چین ہے۔ اس کی اُداسی رنج کی حالت تک پہنچی ہوئی تھی۔ جس کا باعث میرے لیے جو اس کے راز عظیم سے واقف تھا معلوم کر لینا بہت مشکل نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں اس کی نگاہ کے ان گہرے اسرار کو بہ آسانی سمجھ سکتا تھا جن کو دریافت کرنا کسی دوسرے آدمی کے لئے غیر ممکن ہوتا۔

خیر ہم دوسرے گھاٹ پر پہنچ کر کشتی سے اُترے اور گاؤں کی طرف روانہ ہوئے مس ایمیلین آگے آگے چل رہی تھی اور میں اس کے پیچھے مؤدبانہ فاصلہ پر کتابوں کا پارسل بغل میں دابے چلا جاتا تھا۔ ایک بار میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک اور کشتی محل کے گھاٹ سے رخصت ہو کر خشکی کی طرف آ رہی تھی۔ میں نے دور ہی سے پہچانا کہ نوجوان معلم ڈونالڈ سوارٹ اس میں سوار تھا۔ ایمیلین نے بھی پیچھے کی طرف نظر ڈالی مگر فوراً منہ پھیر لیا اور حالتِ اضطراب میں آگے کی طرف تیز تیز چلنے لگی۔ غریب لڑکی۔ میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ یقیناً وہ یہ سوچتی تھی کہ اگر میں اس وقت تنہا ہوتی تو اپنے عاشق جانباز سے بہ آسانی مل لیتی۔ لیکن میں اس کے ساتھ تھا اور وہ اپنے جی میں شاید یہ سوچ کر ڈرتی تھی کہ ممکن ہے اس کا اشارہ

کچھ کہنے کے باوجود میں اس کا ساتھ چھوڑنا منظور نہ کروں۔

جب ہم مدرسہ کے پاس پہنچے تو طالب علم لڑکیوں میں سے ایک دوڑتی ہوئی آئی اور کتابوں کا بنڈل میرے ہاتھ سے لے کر پھر مدرسہ کے اندر چلی گئی۔ اس وقت میں نے ادب سے سلام کرتے ہوئے بڑی پُرسکون آواز میں مس دیناچر سے کہا: "بانو اب آپ حکم دیں کہ مجھے کس وقت واپسی کے لئے گھاٹ پر حاضر رہنا چاہیئے۔"

ان الفاظ کو سُن کر ایمیلین کے چہرہ پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے اس کے رخساروں پر سُرخی کی چمک پھیل گئی اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنے دل میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ میں جانتا ہوں اس کی اپنی خواہش مجھے واپس بھیجدینے کی ہے۔ اس کے بعد دفعتاً اس کے چہرہ کی رنگت پیلی پڑ گئی۔ اور وہ نمایاں طور پر کانپ کر تھرّائی ہوئی آواز سے بولی

"جوزف، تم یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"محض اس لئے بانو" میں نے چہرہ کے آثار سے کوئی بات ظاہر نہ کرتے ہوئے جواب دیا "کہ میرا خیال ہے شاید آپ تھوڑی دیر کے لئے بیماروں اور محتاجوں سے ملنے کے لئے جانا چاہتی ہوں۔ اس طرح کے موقعہ پر یقیناً آپ کو میری خدمات کی ضرورت نہ ہوگی۔"

اس نے تھوڑی دیر گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور اس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے نمایاں کوشش سے کام لے کر کہا "جوزف، تم کو یاد ہوگا کہ اس روز مسٹر دیناچر نے تین چار دفعہ اس قسم کے الفاظ تم سے کہے تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ تم اس دن میرے ساتھ ہی ساتھ رہے تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ پس کیا وجہ تھی کہ تم نے..." وہ کہتی کہتی رُکی اور شرما گئی۔ "...کیوں تم نے صاف صاف نہ کہہ دیا کہ میں ان کے ساتھ نہیں تھا؟"

"بانو۔ محض اس لئے" میں نے بلا تامل جواب دیا "کہ آقا کی اپنی خواہش یہ

تھی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں اور میں کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا جو اُن کے خلاف منشا ہو کہ باعثِ رنج ثابت ہو۔"

ایک مرتبہ پھر اس نے تیز متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر دفعتاً شرمائی اور کانپنے لگی۔ شاید وہ اس خیال سے ڈرتی تھی کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں یا میرے جوابات فرضی ہیں۔ لیکن اس کے بعد یکا یک لکنت و وقار کا لہجہ اختیار کر کے اس نے کہا "بہت اچھا۔ تم ایک گھنٹہ کے لئے جا سکتے ہو۔ اس کے بعد گھاٹ پر میرا انتظار کرنا۔"

میں نے جھک کر سلام کیا۔ اور ظاہرا لاپروائی سے ایک طرف کو چلنے لگا جس کے بعد مس دیناچر مدرسہ میں داخل ہو گئی۔ اور میں احتیاطاً ایک ایسے مقام کی طرف ہو لیا۔ جو اس گلی سے دور تھا۔ جہاں عشاق ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے کیونکہ ان کی ملاقات کو خفیہ طور پر دیکھنا کسی حال میں مجھے منظور نہ تھا۔ بعد ازاں گاؤں کے بازار سے ہوتا ہوا میں جھیل کی طرف چل دیا۔ اور اس کے ساحل پر تفریحاً ٹہلتے قریباً ایک میل آگے نکل گیا۔ اس کے بعد جب میرے خیال میں کافی وقت گذر گیا تھا تو میں پھر گھاٹ کی طرف مڑا۔ لیکن قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص تیز چلتا میری طرف کو آ رہا ہے اور جب وہ بالکل پاس آ گیا تو دیکھا کہ لیناکس دیناچر ہے۔ "آہ جوزف!" اس نے مجھے دیکھ کر بے تابانہ پوچھا "تم کدھر پھر رہے ہو؟ اور مس دیناچر کہاں ہے؟"

"سرکار وہ مدرسہ میں ہیں۔" میں نے دلیری سے جواب دیا۔ گو اپنے جی میں میں اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھا کہ وہ اپنے عاشقِ جانباز کے ہمراہ کسی اور ہی مقام پر سیر کرتی پھر رہی ہے۔

"اچھا تو دوڑ کے جاؤ" لیناکس نے حکم دیا "اور مس دیناچر سے کہو کہ اُن

کی عدم حاضری میں بہت سے مہمان گھر میں آئے ہیں۔۔۔ یا ٹھہرو۔ میں خود جاتا ہوں۔ میں اس کام کو تم سے بہتر کر سکوں گا۔"

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا۔ وہ تیزیٔ رفتار سے گاؤں کی طرف چلنے لگا۔ میں حیران و ششدر کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ ایک بار جی میں آئی کہ گلی میں جا کر ایمیلین کو خطرہ سے آگاہ کر دوں۔ لیکن پھر سوچا کہ اس سے اس کو اور مسٹر سٹوارٹ دونوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میں ان کی خفیہ ملاقاتوں کے راز سے واقف ہوں جس کے بعد ممکن ہے وہ مجھے جاسوس تصوّر کریں لیکن دوسری جانب یہ خیال بھی سوہان روح تھا کہ اگر لیناکس، ایمیلین کو تلاش کرتا اس جگہ جا پہنچا اور اس نے ان دونوں کو یکجا دیکھ لیا تو پھر۔۔۔ خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ کیا ہو گا۔ تھوڑی دیر میں اس شش و پنج میں کھڑا رہا اس کے بعد کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر محض اس امید پر کہ شاید واقعات خود بخود روبہ اصلاح ہو جائیں۔ اس خیال سے گاؤں کی طرف ہو لیا کہ ممکن ہے میری موجودگی کسی طریقہ پر مس ایمیلین کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔ میں جس وقت مدرسہ کے پاس پہنچا تو لیناکس تیز چلتا باہر آ رہا تھا۔ اور گو اس وقت تک کسی طرح کا شبہہ اپنی چچازاد بہن کے برخلاف اس کے دل میں نہیں تھا۔ تاہم مجھے دیکھ کر اس نے مضطربانہ کہا۔"جوزف مس وینا چر اس جگہ نہیں ہیں اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف چند منٹ اس جگہ ٹھہری تھیں۔ انہیں اس جگہ سے رخصت ہوئے قریبًا پون گھنٹہ گذر چکا ہے۔"

"سرکار ان کا ارادہ خیرات کے سلسلہ میں بعض محتاجوں کے مکانوں پر جانے کا تھا۔" میں نے جواب دیا۔"اور میں ان کی واپسی کے انتظار میں گھاٹ پر کھڑا تھا۔"

"اوہ! کتنی پریشانی!" لیناکس نے بے چین ہو کر کہا۔"گھر میں مہمان آئے بیٹھے ہیں اور ایمیلین کا کچھ پتہ نہیں آہ۔۔۔ وہ سامنے سے آ رہی ہے۔"

اور اس وقت میں نے بھی دیکھا کہ سچ مچ ایمیلین گلی سے نکل کر مدرسہ کی طرف آرہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر خوف کی تھرتھری میرے بدن میں پیدا ہو گئی کہ اگر مسٹر سٹوارٹ بھی اس کے ساتھ ہو تو ... کیا ہوگا؟ لیناکس تیز چلتا اس کے پاس گیا۔ لیکن میں جس جگہ کھڑا تھا وہیں انتظار کرتا رہا۔ ایمیلین نے بھائی کے بازو کا سہارا لے لیا اور لیناکس نے پرزور اشاروں کے ساتھ اس سے کچھ کہنا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ تو فاصلہ کی دوری سے میرے کانوں میں نہ آسکے تاہم وہ جب پاس آگئے تو میں نے لیناکس کی تقریر کا آخری حصّہ سُنا جو کہہ رہا تھا۔

"کوئی تیرہ چودہ آدمی گراہم اور کیمبل والوں کے، سب کے سب آئے بیٹھے ہیں۔ اور وہ بھی اس وقت جب تم گھر سے باہر تھیں۔ میرے خدا کس قدر حیرانی!.. لیکن ایمیلین یہ بتاؤ۔ تم اس وقت کہاں سے آئی ہو؟ اور اس گلی میں کیا کرنے گئی تھیں؟ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے اس سمت میں قریباً دو میل فاصلہ تک کوئی ایک بھی گھر آباد نہیں۔"

"آہ۔ تم کہتے ہو گراہم اور کیمبل والوں کے تیرہ چودہ آدمی آگئے!" ایمیلین نے سخت پریشانی کے عالم میں بدحواس ہو کر کہا۔ حالانکہ اس بدحواسی اور اضطراب کی اصلی وجہ ان لوگوں کی آمد نہیں بلکہ کچھ اور تھی جس کو میں بہتر سمجھ سکتا تھا۔ تاہم اس کا صحیح حال اس کے چچازاد بھائی کو بالکل معلوم نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اس طرح کی نظر میری طرف ڈالی جو زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ میں تمہاری باتوں اور طریقوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتی۔

"ہاں ہاں۔ وہ سب اس وقت قلعہ میں موجود ہیں" لیناکس نے جو اپنی دُھن میں مست تھا کہا۔ "اور جیسا کہ میں نے ابھی تم سے کہا ہے جب مجھے اس لڑکے جوزف کی زبانی معلوم ہوا کہ تم مدرسہ سے رخصت ہو کر بعض شخصوں سے ملنے گئی ہو تو میں سخت بے چین ہو گیا کیونکہ اندیشہ تھا شاید تمہاری تلاش میں دقّت کا سامنا ہو۔ تاہم اچھا ہوا تم مل

گئیں... لیکن پیاری ایمیلین یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں سے آئی ہو؟"

"گراہم اور کیمپل والوں کا ہر ایک آدمی..." خاتون نے لیناکس کے آخری استفسار کو قصداً نظر انداز کرکے کہا۔ "خدا کرے چچا خفا نہ ہوں... لیکن نہیں میں امید کرتی ہوں وہ ناراض نہ ہوں گے۔ کیونکہ آج میں ان ہی کے حکم سے مدرسہ میں آئی تھی۔"

گھاٹ کی طرف چلتے ہوئے ان دونوں میں اسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ میں قصداً چند قدم پیچھے رہ گیا تھا۔ گو اس حالت میں بھی ان کی گفتگو کی آواز میرے کانوں میں آرہی تھی۔ لیناکس نے اس کے بعد بھی تین چار بار ایمیلین سے پوچھا کہ وہ مدرسہ سے رخصت ہوکر کہاں گئی تھی لیکن وہ ہر بار اس ذکر کو ٹالتی رہی۔ اس خاموشی کی مصلحت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا۔ یعنی ایک طرف وہ جھوٹ بولنا بھی نہ چاہتی تھی اور دوسری جانب اظہارِ حقیقت بھی غیر ممکن تھا۔ یا لیے ہم لوگ ملاح کی جھونپڑی کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد جب لیناکس اس خاتون کو سہارا دے کر کشتی پر سوار کرا رہا تھا اور میں ان دونوں کے آخر میں سوار ہونے کے لئے پاس کھڑا تھا۔ تو اوّل الذکر نے کسی فوری خیال کے زیرِ اثر جلدی سے پھر ایک بار کہا۔ "ایمیلین میں کئی بار پوچھ چکا ہوں کہ تم کہاں گئی ہوئی تھیں مگر افسوس تم نے اب تک میرے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"میں... سیر کرنے گئی تھی۔" ایمیلین نے رومال ہاتھ سے گراتے اور اس کو پکڑنے کے لئے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا جو (میرے خیال میں بیان کرنے کی حاجت نہیں) مبتلائے عشق یا الجھن میں پھنسی ہوئی نوجوان عورتوں کے لئے اپنا اضطراب چھپانے کا سہل ترین طریقہ ہے۔

"لیکن آپ اگر سیر کرنے گئی تھیں، تو او مردک میں تجھ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" اب دفعتاً اس نے جھنجھل میں آکر میری طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "تو کیوں پیچھے رہا تھا؟ کیا تجھ کو حکم نہ دیا گیا تھا کہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہنا؟ کیا والد کی طرف سے

اس بارے میں سخت ترین احکام صادر نہ کیے گئے تھے ؟"

"سرکار میں اپنی خطا ماننے پر مجبور ہوں" میں نے اندازِ ندامت سے گردن جھکا کر جواب دیا" سہو بے شک میرا ہے۔ میں راستے میں ایک دکان کے سامنے ٹھہر گیا تھا اور جب اس کے بعد دیکھا تو آپ چونکہ آس پاس نظر نہ آئیں اس لئے میں یہ نہ جانتے ہوئے کہ اب کدھر جانا چاہیئے..."

"بس۔ خاموش! میں اس بکواس کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوں" لینا کس نے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "آج کی خطا سے میں درگزر کرتا ہوں۔ لیکن آئندہ کے لئے یاد رکھ۔ اگر کبھی تو نے آپ کی خدمت سے غفلت کی یا دکانوں کے سامنے کھڑے ہو کر وقت ضائع کیا تو میں بلا تنبیہہ فوراً موقوف کر دوں گا۔"

"لینا کس! ..." ایمیلین نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے چہرے کے آثار سے معلوم کیا کہ وہ نہ صرف میرے ناقابلِ فہم طرزِ عمل سے متعجب ہے بلکہ اس کے ساتھ اس لحاظ سے شکر گزار بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو سرزنش کے لئے پیش کر کے اس کو ہر طرح کی مشکلات سے نجات دلا دی۔ "لینا کس کتنی سختی تم غریب جوزف پہ کر رہے ہو ...؟"

"سختی۔ ایمیلین!" اس کے منگیتر نے تحیّر آمیز حیرت کے ساتھ کہا "کیا اس رذیل نوکر کو جو احکام کی خلاف ورزی کرے، فہمائش کرنا سختی ہے؟" اور اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ سے کچھ اس طرح کا اشارہ کیا گویا اس ذکر کو طول دینا شانِ امارت سے بعید تصوّر کرتا تھا۔

بالآخر کشتی دوسرے گھاٹ پر پہنچی اور وہ دونوں آگے، میں پیچھے۔ اس طرح ہم بڑی ڈیوڑھی کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر جس وقت مس دینا چمانڈر جانے کے لئے سیڑھیوں پر چڑھ رہی تھی تو اس نے ایک بار پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں

اظہار ممنونیت کیا بہرحال وہ ایک اس طرح کا ذُو معنی اشارہ تھا جس کا صحیح مطلب میں ہی بہتر سمجھ سکتا تھا۔ ورنہ جس شخص کو اصل حقیقت معلوم نہ ہو اس کی نظروں میں وہ ایک اس طرح کا معمولی اشارہ تھا جس کی تہ میں کوئی خاص معنی پوشیدہ نہ ہو سکتے تھے۔ یعنی ایک ایسا اشارہ جس کے ذریعہ سے وہ محض اس لئے میرا شکریہ ادا کرتی تھی کہ میں اس کے ساتھ ساتھ گاؤں تک گیا۔

پھر ایک بار مہمان جمع ہوئے اور پھر وہی عیش و طرب کے جلسے منعقد ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں پھر مس ڈیمیلین کو کئی دن تک گاؤں کے مدرسہ میں جانے کی فرصت نہ مل سکی۔ ان ایام میں ہر طرف عیش و نشاط کا دور تھا۔ کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کرنے چلے جاتے اور کچھ ماہی گیری کرتے تھے۔ کشتیوں کی دوڑیں ہوتیں اور راتوں کو بے ناغہ پُر تکلف کھانوں کے بعد رقص کے جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ آئے دن نئے نئے مہمان وارد ہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز تو ان کی تعداد دو درجن کے قریب ہو گئی۔ مخفی نہ رہے کہ یہ لوگ چونکہ اپنے ساتھ اپنے ذاتی نوکر لے آیا کرتے تھے اس لئے ہم لوگوں کو جو ایخ متھگلن کے ملازم تھے مہمانوں کی کثرت سے کسی طرح کی دقت کا سامنا نہ ہوتا تھا۔ اور شاگرد پیشے میں سب لوگ اتنے ہی مطمئن اور مسرور تھے جتنے عالی قدر مہمان مذہب کمروں میں۔ آخر کار مہمانوں کی رخصت کے ایام قریب آئے اور کوئی پندرہ دن کے عرصہ میں پھر ایک بار ایخ متھگلن میں وہی دور سکون قائم ہو گیا۔ اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کشتی کے اس واقعہ ناخوشگوار کے بعد جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ شروع میں چند روز مسٹر لینا کس کا سلوک اس قدر سختی اور تکبر کا پہلو لئے ہوئے تھا جسے کسی حال میں نظر انداز نہ کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ان ایام میں جب کبھی اس کو مجھے کسی کام کے لئے کہنا یا کسی اور سلسلہ میں مجھ کو مخاطب کرنا ہو تو اس کا انداز ویسا ہی ہوتا تھا جیسا کسی مالک کا اپنے زرخرید غلام سے ہو سکتا ہے اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ محض ان مخصوص حالات کی وجہ سے تھا جن میں ایسا

مجھے اس کا نشانۂ عتاب بننا پڑا کہ میں نے اس کی ہر ایک سختی کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کر دیا ورنہ اگر معاملہ فقط میری ذلت کے لئے ہوتا تو میں کبھی ترک ملازمت سے دریغ نہ کرتا لیکن بعض خاص باتیں تھیں جن کو پیش نظر رکھ کر میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ ایک تو یہ کہ میں اپنے کسی فعل سے مسٹر لینا کس کے ذہن میں اس سہ پہر کے واقعات کی یاد تازہ کرنا نہ چاہتا تھا جو غریب ایمیلین کے لئے اس قدر آزمائش طلب تھی۔ دوسرے یہ بھی مجھ کو معلوم تھا کہ اس کی سختی عارضی اور وقتی ہے۔ ورنہ اس کے دل میں کوئی برائی بالکل نہیں (اور واقعی عملی طور پر اس کی یہ سختی رفتہ رفتہ زائل ہوتی گئی) تیسری بڑی بات جو مجھے ترک ملازمت سے روکنے کا باعث ثابت ہوئی، یہ تھی کہ میں اس نوکری سے ہر طرح مطمئن تھا۔ نیز میں اس بازئ عشق کا انجام دیکھنے کی خواہش رکھتا تھا۔ جس میں حالات نے نادانستہ مجھ کو شریک کیا تھا۔ چنانچہ بارہا میں سوچا کرتا کہ ممکن ہے کچھ اس طرح کے واقعات پیش آئیں، جب میری موجودگی عاشق و معشوق کی امداد کا ذریعہ ثابت ہو۔ ڈونالڈ سٹوارٹ کے لئے میرے دل میں گہری عقیدت پیدا ہو چکی تھی اور وہ بھی جب کبھی مجھ سے ملتا تو بڑی نرمی سے پیش آتا تھا۔ گاؤں کے آخری واقعہ کے بعد بارہا میں نے دیکھا کہ ایمیلین کی طرح وہ بھی اپنے طور پر...... کوئی بات مجھ سے کہنا چاہتا ہے مگر کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں والئ اینج منگلن کے خادم خاص کیمرون سے باتیں کر رہا تھا کہ دفعتاً اس نے پُراسرار لہجہ میں مجھ سے کہا: "اس گفتگو سے جو میں نے آج صبح مالک کی زبانی سُنی تھی، پایا جاتا ہے کہ مسٹر لینا کس اور مس ایمیلین کی شادی کی رسم عنقریب ادا ہو جائے گی۔"

"کیا واقعی؟" میں نے اس معاملہ کو جس سے باطن میں مجھے گہری دلچسپی تھی، سرسری ظاہر کر کے نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اور کیا یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ رسم کب تک ادا ہونے والی ہے؟"

"بڑے دنوں سے پہلے" کیمرن نے جواب دیا۔

"اوہ۔ بڑے دنوں کی آمد میں ابھی کئی مہینے باقی ہیں" میں نے اس اطلاع سے دل ہی دل میں کسی قدر خوش ہو کر کہا۔ کیونکہ مجھے خیال آیا کہ اس سات ماہ کے عرصہ میں جو بڑے دنوں میں باقی تھا۔ کئی واقعات ایسے پیش آسکتے ہیں جن سے ممکن ہے حالات میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ گو اس کے ساتھ ہی میں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کر سکتا تھا کہ مسٹر سلیٹ ارٹ اور ایمیلین کی ظاہری حیثیتوں کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے ان کے تعلقات کے بہتر صورت اختیار کرنے کی بہت ہی کم امید ہے۔

"ہاں یاد آگیا" کیمرن نے ایک اور ذکر چھیڑتے ہوئے کہا "آج میں نے پرتھ شائر کے ایک اخبار میں یہ خبر پڑھی تھی کہ کیرن ڈیل والے مقدمہ کی پیشی اس سال پھر ہو گی اور مر تھیوں کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ وہ جیت جائیں گے۔ سچ کہنا یہ فتح کتنی مبارک ہو گی؟"

"مبارک!" میں نے دبے ہوئے جوش کی حالت میں کہا "کیا مطلب...؟"

"مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ جن کے پاس کیرن ڈیل کی جاگیر گرو رکھی گئی تھی، واقعی کامیاب ہو گئے اور انہیں ریاست کا قبضہ مل گیا تو پھر وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فروخت کر دیں گے اور اس موقعہ پر ہمارے مالک بھی چند ہزار ایکڑ اراضی اپنی جاگیر میں شامل کرنے کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔ خیال کرو جوزف" کیمرن نے جو ہر چند پنج متھگن کا ایک معمولی ملازم تھا تاہم اپنے دل میں اتنا ہی جوش طرفداری رکھتا تھا جتنا کسی برابر کے حصہ دار کو ہو سکتا ہے "خیال کرو ہمارے مالک کو اس سرزمین پر قدم رکھ کر کتنی خوشی ہو گی جو لاتعداد صدیوں سے ان کے دشمن کے قبضہ میں چلی آتی تھی"

"کیمرن۔ اگر انصاف کی پوچھتے ہو" میں نے اس موقعہ پر صدق دل سے جواب دیا "تو مجھے اس معاملہ میں مسرت و اطمینان کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اس طرح کی نسلی

عداوتیں میرے لئے بعید از فہم ہیں۔ فرض کرو تمہارے باپ کا میرے باپ سے کوئی جھگڑا ہوتا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم بھی ایک دوسرے کے دشمن بنے رہیں اور اس دیرینہ عداوت کو جاری رکھیں؟"

شروع میں میرے الفاظ سن کر کیمرن کے چہرہ پر غصہ اور جوش کی سرخی پھیلی تھی، لیکن اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ زائل ہونے لگی۔ اور اس نے کسی قدر اضطراب اور کسی قدر حقارت کے لہجہ میں کہا: "میں بھول گیا تھا کہ تم انگریز ہو اور ہمارے ملک کے رسم و رواج کو بالکل نہیں سمجھ سکتے۔"

"معاف کرنا کیمرن۔ میں اس ملک کے رسم و رواج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اور بعض پہلوؤں سے ان کی قدر بھی کرتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "تاہم میں اس حد انتہا تک جانا منظور نہیں کر سکتا..."

اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ خود والی' ارچ متھگلن اس مقام کی طرف آرہے تھے جہاں میں کھڑا کیمرن سے باتیں کر رہا تھا اور جہاں سے ایوان بالکل قریب تھا۔ سن رسیدہ ڈامنی حسب معمول ان کے ساتھ تھا۔ اور اپنے آقائے نعمت کی پشت پر بھدی لڑھکتی ہوئی چال سے چل رہا تھا۔ میں نے کبھی اس کو ارچ متھگلن کے پہلو میں برابر کھڑا ہو کر چلتے نہیں دیکھا۔ چنانچہ اب بھی اسٹر دیناچرکی دراز قد وجیہہ صورت کی پشت پر ڈامنی کی ٹھگنی قد و قامت اور سرخ چہرہ کو دیکھ کر عجیب طرح کا مضحکہ انگیز نظارہ پیدا ہوتا تھا۔

"جوزف" ارچ متھگلن نے مجھ سے کہا۔ "ادھر آؤ میں ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور کیمرن تیز چلتا مکان کی طرف رخصت ہو گیا۔

والی' ارچ متھگلن تھوڑی دیر چپ چاپ گہری فکر میں آگے آگے چلتا رہا۔ ڈامنی اس سے دو قدم پیچھے گینڈ کی طرح لڑھکتا چلا جاتا تھا اور میں ان دونوں کے آخر میں مؤدبانہ

فاصلہ پر چلتا تھا۔ یکایک انچ متھگلن چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ معلوم ہوتا تھا وہ جس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچ رہا تھا اس کے بارے میں کوئی خاص فیصلہ اس نے اپنے جی میں قائم کر لیا ہے۔ چنانچہ "جوزف!" اس نے کہنا شروع کیا: "میں ایک ایسا فرض تمہارے سپرد کرتا ہوں جس میں تھوڑی سی تدبیر اور حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ تاہم میرا خیال ہے کہ تم اس کو بوجہ احسن پورا کر لوگے۔ اول اس لئے کہ تم میرے خیال میں ایک حد تک ذہین ہو" مسٹر ویناچر کی عادت تھی وہ کبھی کسی شخص یا کسی چیز کی پوری تعریف نہ کرتا تھا۔ سوائے اپنی ذاتی شان و شوکت یا اپنے متعلقین کے اوصاف کے باقی ہر ایک چیز کے متعلق اس کی تعریف ہمیشہ جزوی ہوا کرتی تھی۔ "دوم اس لئے بھی" اس نے تقریر جاری رکھ کر کہا، "کہ تم انگریز ہو اور جو حالات میں تحقیق کرنا چاہتا ہوں تم اگر ان کے متعلق استفسار کرو تو کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا نہ ہوگا کہ تم میری طرف سے کوئی بات پوچھ رہے ہو۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے نہایت بڑی سی چٹکی لیتے ہوئے کہا۔ "مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار... میرے خیال میں بیس سال کا عرصہ گذرا۔ میں کاک برنز پاتھ میں اپنے دوست پادری مکل لوز کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ..."

"جو فرض میں تمہارے ذمہ ڈالنا چاہتا ہوں یہ ہے۔" والئ انچ متھگلن نے ڈامنی کی شخصیت اور اس کی حکایت کو یکساں نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ "تم سادہ کپڑے پہن کر اصطبل سے ایک گھوڑا لو۔ اور اس پر سوار ہو کے سیدھے کیرن ڈیل جاؤ..."

"یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ٹھیک ہے۔" ڈامنی نے پہلی مرتبہ اپنے تکیہ کلام کو نظر انداز کر کے کہا۔ "لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس لڑکے کو کیرن ڈیل کا راستہ بھی معلوم ہے؟"

"جی ہاں مجھے معلوم ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "پرتھ سے اس طرف کو آتے ہوئے میں اسی راہ سے گذرا تھا۔"

"بہت خوب!" والئ انچ متھگلن نے کہا۔ "پس میں چاہتا ہوں تم موضع کیرنڈیل

جا کر اس چھوٹی سی سرائے میں جو کیرنڈیل آرمز کے نام سے مشہور ہے۔ قیام کرو۔ اور ہاں ... اس سلسلہ میں میں ایک بات اور بھی تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے تم اگر اس کے گرد آدھا چکر کاٹ کر اس سڑک پر چلنے لگو جو پہاڑی شائر سے آتی ہے۔ تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں سرائے دار یا اس کے آدمی سمجھیں گے کہ تم اس طرف سے آئے ہو۔ اپنے بارے میں اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ میں اس ملک میں سیر و تفریح کے لئے آیا ہوں۔ اور ان اطراف کے مناظر دیکھنے کے لئے ایک دو روز یہاں ٹھہروں گا۔۔ خیر تو سرائے میں قیام کرنے کے بعد حسب موقعہ تم ایوان کیرنڈیل میں جانا۔ اور جو لوگ اس کے محافظ ہیں ان سے مل کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ اس جائداد کے متعلق ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے جو عنقریب اس پر قبضہ کرنے والے ہیں۔ شاید تم کو معلوم نہ ہو لیکن واقعہ میں ریاست کیرنڈیل کے متعلق ایک مدت سے مقدمہ چل رہا ہے ...“

”سرکار، اس کا حال بھی میں پیشتر سن چکا ہوں!“ میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ گو میں نے یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی کہ وہ حالات کیونکر مجھے معلوم ہوئے۔

”بس یہ اور بھی اچھا ہے“ والئ ارنج متھکلن نے خوش ہو کر کہا۔ اور اس کے بعد انداز تکبر سے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: ”مجھے پورا یقین ہے کہ جس قدر آدمی میرے ہاں ملازم ہیں وہ ضرور اس مقدمہ کی رفتار سے دلچسپی لیتے ہوں گے۔ کیونکہ مرتہنوں کی کامیابی کی صورت میں میرے لئے، چند ہزار ایکڑ اراضی اپنی ریاست میں شامل کر لینا سہل ہوگا۔“

”بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!“ ڈامنی نے اس موقعہ پر پھر کہا: ”مجھے اچھی طرح یاد ہے جب لینگ بنیز قصاب کا مکان جو بیوہ گلن بکٹ کے مکان سے ملحق تھا، برسات میں گر گیا تو میں نے اس کو ... میرا مطلب ہے بیوہ گلن بکٹ کو مشورہ دیا تھا کہ تمہارے لئے اپنی عمارت کی توسیع کا یہ نہایت اچھا موقعہ ہے لیکن میرے دوست سالٹ کوٹ نے ... غالباً وہ سالٹ کوٹ ہی تھا۔۔ تاہم میں اس کے متعلق صحیح کیفیت یاد کر کے بتاؤں گا۔“

اور یہ کہہ کر اس نے پے درپے دو تین چٹکیاں ہلاس کی غالباً اپنی بھولی ہوئی یاد کو تازہ کرنے کے لئے چڑھالیں۔

بہر حال۔ جیسا کہ میں بیان کر رہا تھا مسٹر ڈیناچر نے جو ڈاہنی کی اس نہ ختم ہونیوالی بکواس کا عادی ہو چکا تھا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: پرتھ شائر کے اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ وہ لوگ جن کے پاس کیرنڈیل کی ریاست گرو رکھی گئی تھی حال ہی میں اس جگہ کا معائنہ کرنے گئے تھے اور چونکہ انہیں مقدمہ کی آخری کامیابی کا پورا یقین ہے۔ اس لئے انہوں نے ریاست کے مستقبل کے بارے میں بعض خاص تجویزیں سوچی ہیں، مگر مجھے پوری امید ہے اپنی قدرتی ذہانت کی وجہ سے تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے کہ میرے لئے براہ راست ان تجویزوں کی صحیح کیفیت معلوم کرنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ میں براہ راست مرتہن لوگوں سے خط وکتابت نہیں کر سکتا۔ وہ پیشہ ور سود خوار ہیں اور ممکن ہے میری چٹھی پاکر اپنے جی میں یہ سمجھیں کہ میں بجائے خود اُن سے روپیہ قرض لینا چاہتا ہوں۔ حالانکہ والئی اینج متھکلن" اس نے فاخرانہ انداز سے گردن اُٹھا کر کہا: "کبھی کسی سے قرض نہیں لیتا۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈاہنی نے پھر کہا: "میں نے خود اپنی عمر میں صرف ایک بار قرض لیا تھا اور وہ بھی نقد نہیں۔ بلکہ ایک گدھے کی صورت میں۔ جس کے بارے میں آپ کو یاد ہوگا کہ اس نے مجھے اپنے سر کے اوپر سے زمین پہ گرادیا تھا... یا شاید دُم کے اوپر سے ... مجھے صحیح طور پہ یاد نہیں... تاہم میں..."

"جونز" مسٹر ڈیناچر نے مجھے مخاطب کرکے کہا: "مجھے پختہ امید ہے کہ اس قدر حالات سننے کے بعد تم جان گئے ہو گے کہ میں تم سے کیا خدمت لینا چاہتا ہوں۔ پرتھ کے اخبارات نے لکھا تھا کہ مرتہن لوگ دو روز تک کیرنڈیل میں رہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ان بڈھے محافظوں نے جو اس مکان میں رہتے ہیں۔ ضرور ان کی گفتگو کا کچھ نہ کچھ حصہ سُنا

ہوگا۔ پس میری خواہش یہ ہے کہ تم ان محافظوں سے یا گاؤں کا گشت کرتے ہوئے کسی اور ممکن ذریعہ سے وہ معلومات فراہم کرو جنھیں میں حاصل کرنا چاہتا ہوں، یہ لو اخراجات کے لئے کچھ روپیہ میں دیتا ہوں۔ گھوڑا اصطبل سے لو اور جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے مسٹر گرینا چھ نے تین چار پونڈ میرے ہاتھ میں رکھ دیئے۔ میں نے وردی کے کپڑے اُتارے اور سادہ لباس پہن کے گھوڑے پر سوار کیرن ڈیل کی طرف چل دیا۔

---

# باب ۴۵

## کیرن ڈیل

اپنے سبک رفتار گھوڑے کا رُخ محل کی پشت کی طرف پھیر کر میں خاکنائے کو عبور کر کے خشکی پر پہنچ گیا اور وہاں سے جھیل کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ قریباً تین میل فاصلہ طے کرنے کے بعد میں اس مقام پر جا پہنچا جہاں اس جھیل کا پانی ختم ہوتا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی چوڑائی کا طواف کر کے تھوڑی دور دوسرے ساحل پر پیچھے کی طرف مڑا اور بعد ازاں اس راہ کی طرف ہو لیا جو موضع کیرنڈیل کی طرف جاتی تھی۔

تاہم میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ کتنا عجیب واقعہ ہے کہ تقدیر نے مجھی کو جسے سرالیگزینڈر کیرنڈیل اور مرتہنوں کی مقدمہ بازی سے اتنی دلچسپی تھی، اس فرض کی ادائیگی کے لئے منتخب کیا لیکن جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے والئ ارچ متھگل کو کوئی شبہ اس بارے میں بالکل نہ تھا کہ مجھے بدنصیب بیرونٹ والئ کیرنڈیل سے کسی طرح کی ہمدردی ہے یا میں سود خواروں کے مطالبات کو ناجائز تصور کرتا ہوں۔ پھر بھی یہ ایک نہایت عجیب اتفاق تھا کہ اس نے اس طرح کی جاسوسی کا فرض میرے ذمہ ڈالا۔ کیونکہ حقیقت

میں وہ کام جسے میں کرنا چاہتا تھا ایک طرح کی جاسوسی ہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ سوچ کر حیرت بھی ہوئی کہ ایک ایسے مرد متکبر نے ایک اس طرح کے فعل پر آمادگی ظاہر کی جو واقعہ میں بہت ادنیٰ تھا۔ اور یہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ اپنے خاندانی دشمن سرالیگزینڈر کیرن ڈیل کی تباہی سے فائدہ حاصل کر کے اس کی ریاست کا کچھ حصہ اپنی جائداد میں شامل کرنا چاہتا ہے لیکن پھر یہ بھی خیال آیا کہ ذہن انسانی کی قدرتی بلندی اور عالی حوصلگی جو دونوں صفات والی ارنچ متھگلن میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں اس طرح کی خاندانی عداوتوں کے موقعہ پر عموماً دب جایا کرتی ہیں۔ میرے خیال میں ناظرین کو یہ بتانے کی کوئی حاجت نہیں کہ گو ارنچ متھگلن کے روبرو میں نے اس فرض کو اپنے ذمہ لینے سے انکار نہ کیا تھا۔ تاہم اپنے دل میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہوگا میں سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے معاملات کی گہری چھان بین سے احتراز کروں گا۔ اور اگر مجھے اس کے برخلاف کسی طرح کے حالات معلوم بھی ہوئے تو میں واپس آ کر ارنچ متھگلن کے روبرو انہیں ظاہر نہ کروں گا۔ رہ گیا سفر تو اس سے میرے دل کو ایک طرح کی خوشی تھی کیونکہ ایک تو اس ذریعہ سے مجھے سیر و تفریح کا موقعہ مل گیا اور دوسرے چونکہ مجھے سرالیگزینڈر کیرن ڈیل کے معاملات سے دلچسپی تھی اس لئے یہ خیال بھی آیا کہ مجھے کیرنڈیل کے والیان ریاست کے اس آبائی مکان کو دیکھنے کا موقعہ ملے گا جس کے بارے میں میری دلی آرزو تھی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو پھر اس کے اپنے جائز مالک کے قبضہ میں چلا جائے البتہ ایک خبر ایسی تھی جس نے میرے حوصلہ کو کسی قدر پست کر دیا تھا یعنی یہ کہ مرتہنان جائداد مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کی امید پر ابھی سے اس کی بندر بانٹ کا فیصلہ کرنے لگے تھے۔

بہرحال جیسا بیان کیا گیا ہے میں ایک خوش رنگ اصیل گھوڑے پر سوار تبدیل لباس کے ضروری کپڑے اور روزانہ ضرورت کی چند چیزوں کا بکس فتراک سے باندھے

کیرنڈیل کی طرف چلا۔ جون کے ابتدائی ایّام تھے۔ موسم خوشگوار تھا اور کوہستان سے ٹھنڈی فرحت بخش ہوا تمازتِ آفتاب کو کم کرتی ہوئی چلتی تھی۔ کیرنڈیل کا فاصلہ اپخ متھگلن سے اندازاً بیس میل تھا۔ کم و بیش تین گھنٹے کی زین سواری کر کے جب میں نے ایک گڈریئے سے پوچھا کہ کیرنڈیل کتنی دور ہے تو اس نے ایک بحرِ کمان کے قریب فاصلہ بیان کیا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں نے شاہراہ کو چھوڑا اور اپخ متھگلن کی ہدایت کے مطابق کیرنڈیل میں دوسری طرف سے داخل ہونے کے لئے آدھا چکر کاٹ کے سمت مقابل میں جا پہنچا۔ اپنے جی میں میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک جاسوس کا فرض ادا کرتے ہوئے بھی کوشش کروں گا کہ کوئی مجھے جاسوس تصوّر نہ کرے۔ اور اس مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر میں اپنے آپ کو جہاں تک ممکن ہو عوام کی نظروں سے چھپائے رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن جس وقت میں کیرنڈیل آرمز کی سرائے کے دروازہ پر پہنچ کر گھوڑے سے اُترا تو ایک پہچانی ہوئی آواز کا مسرور قہقہہ کانوں میں پہنچا اور اس کے لمحہ بھر بعد میرا ہاتھ مسٹر ڈنکنبی نے بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ وہی نامی وکیل تھا جس کے ہمراہ میں نے اپخ متھگلن کی طرف آتے ہوئے گاڑی میں سفر کیا تھا اور جس کے سُرخ و سپید چہرہ پر اب پھر ایک بار مجھ سے مل کر راحت و اطمینان کا تبسم پیدا ہو چکا تھا۔

"آہ! میرے دوست!" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا آپ اب تک سکاٹ لینڈ ہی میں ہیں؟ میرا خیال تھا واپس چلے گئے ہوں گے۔ مجھے کب تک ان اطراف میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟... ایک یا دو دن؟ اور؟ خوب۔ مجھے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی ہے میں بھی اتفاق سے ابھی ابھی ایڈنبرگ سے آیا ہوں۔ بہرحال اندر آجایئے۔ مُرغ پک رہا ہے اور سادہ گوشت بھی تیار ہے۔ چند منٹ کے عرصہ میں کھانا پروسا جائے گا... آپ یقیناً... کھا کر نہیں آئے!۔ تو بس آیئے مل کر کھائیں گے۔"

اس طرح کی گفتگو کرتے ہوئے ڈانکنسبی مجھے اپنے ساتھ سرائے کے چھوٹے سے کمرہ میں لے گیا جس کی اندرونی حالت سرائے کی بیرونی حیثیت کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے عمدہ تھی۔ علاوہ بریں مجھے یہ دیکھ کر خاص طور پر خوشی حاصل ہوئی کہ اس میں صفائی کا پورا اہتمام تھا۔ میز پر بے داغ سپید چادر بچھی ہوئی اور برتن صاف اور مجلا۔ فوراً ہی میرے لئے زائد چھری کا انتظام کر دیا گیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد کھانے کا دور شروع ہوا۔ تین گھنٹے کے سفر نے میری بھوک خوب چمکا دی تھی اور مسٹر ڈانکنسبی کے بالمقابل بیٹھ کر میں نے خوب ہی پیٹ بھر کر کھایا۔

"تاہم یہ فرمایئے آج آپ کا اس جگہ کیرنڈیل کیونکر آنا ہوا؟" اس نے تیسری یا چوتھی بار مجھ سے پوچھا۔ کیونکہ اس سے پہلے میں اس کے سوال کو قصداً اَن سُنا کرتا رہا تھا۔ "آہ یاد آ گیا۔ ہمارے اس پہلے سفر کے موقعہ پر آپ نے اس مقدمہ میں جو اس ریاست کے برخلاف چل رہا ہے بہت دلچسپی لی تھی اور اس لئے مجھے آپ سے غیر معمولی اُنس ہو گیا تھا۔ میرے خیال میں آپ اس وقت اُن اطلاع کو بچشم خود دیکھنے آئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہی میرا ارادہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "تاہم اس مقدمہ کا حال کہئے وہ اب کس منزل میں ہے؟"

"آہ میرے عزیز دوست!" مسٹر ڈانکنسبی نے کہا۔ "قانون اپنی غیر معین رفتار کے لئے مشہور ہے اس لئے اس بارے میں کوئی خاص رائے ظاہر کرنا دوراندیشی سے بعید ہو گا۔ تاہم جیسا میں نے ایک بار پیشتر آپ سے کہا تھا اگر مجھے اس مقدمہ کی کامیابی کا پورا یقین نہ ہوتا تو یقین جانئے سر الیگزینڈر کیرنڈیل کی دوستی کے باوجود میں دس بارہ ہزار روپیہ اس پر صرف کرنا منظور نہ کرتا۔ اب اس مقدمہ کی اگلی پیشی بہت دنوں سے پہلے ہو گی۔ اور گو خدا کو ہی بہتر معلوم ہے کہ عدالت کا فیصلہ کیا ہو تاہم ایک بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ اس پیشی میں عدالت اپنا

آخری فیصلہ سُنا دے گی۔"

"اور اس طرح یہ معاملہ خواہ آپ کے حق میں یا برخلاف طے ضرور ہو جائے گا؟"
میں نے کہا۔

"ہاں۔ خواہ ہمارے حق میں یا ہمارے برخلاف۔" ڈنکنبی نے جواب دیا۔ "لیکن یاد آگیا۔ آپ اس اگلی ملاقات کے موقعہ پر اپنج منھگن جا رہے تھے۔ میرا خیال ہے اس جگہ رہتے ہوئے آپ نے اس دیرینہ عداوت کا حال سُنا ہو گا جو دونوں خاندانوں میں چلی آتی ہے؟"

"بے شک میں نے اس بارے میں بعض حالات سُنے تھے۔" میں نے تسلیم کیا۔ "تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان حالات کو سننے کے بعد کو میں نے الفاظ یا اشارہ سے کوئی بات ایسی ظاہر نہیں کی۔ جو فریق ثانی کے جذبات کو ٹھیس لگانے والی ہوتی تاہم والی کیرنڈیل سے میری ہمدردی میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔"

"شاباش میرے نوجوان دوست شاباش!" مسٹر ڈنکنبی نے خوش ہو کر کہا "میں نے اس پہلے ملنے کے موقعہ پر ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ ایک صاف دل منصف مزاج آدمی ہیں لیکن ... پھر سوچتا ہوں تو یاد آتا ہے کہ مجھے اس وقت تک آپ کا نام معلوم نہیں ہوا۔ شاید اس پہلے موقعہ پر مجھی کو پوچھنا یاد نہیں رہا یا آپ ہی بتانا بھول گئے؟"

"جوزف دلمٹ میرا نام ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور اپنے جی میں سوچ لیا کہ مسٹر ڈنکنبی کو محض میرے نام سے یہ بات ہرگز معلوم نہ ہو سکے گی کہ میں اپنج منھگن کے ہاں ادنیٰ ملازم ہوں۔ اپنے طور پر میں اس حقیقت کو اس خیال سے واضح کرنا نہ چاہتا تھا کہ پھر وہ یقیناً مجھے جاسوس سمجھنے لگے گا۔ اور اس کو پورا یقین ہو جائے گا کہ خاندانِ کیرنڈیل سے میری ہمدردی محض ظاہری اور لفظی ہے۔ علاوہ بریں خود مجھے اس شخص مسٹر ڈنکنبی سے ایک طرح کا انس ہو گیا تھا۔ اور اب جبکہ حالات نے پھر ایک بار ہمیں

ایک دوسرے سے ملا دیا تو میں ہرگز اس کی نظروں میں حقیر ثابت نہ ہونا چاہتا تھا۔

"اچھا تو مسٹر ولمٹ۔ آپ کا ارادہ ایک یا دو دن اور اس جگہ ٹھہرنے کا ہے؟"
اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں خود کل سہ پہر رخصت ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور میری خواہش ہے کہ اگر آپ انگلستان واپس جاتے ہوئے ایڈنبرگ کی راہ سے گذریں۔ تو ضرور غریب خانہ پہ قدم رنجہ فرمائیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ انچ متھگلن میں رہتے ہوئے آپ نے خوب دعوتیں نوش کی ہوں گی۔ کیونکہ والئی انچ متھگلن کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ یہ بھی میں نے سنا ہے کہ اس کا بیٹا لیناکس خاصا شکیل جوان ہے اور اس کی بھتیجی ایمیلین بہت ہی خوبصورت ہے۔ پھر اس کے دو چھوٹے لڑکے ..."

"جی ہاں۔ وہ بھی بہت اچھے ہیں۔" میں نے اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ "یعنی حوصلہ مند اور پرجوش۔ اس کے علاوہ وہ بگڑے دل بھی نہیں ہیں۔ لیکن شاید اس کی وجہ یہ ہو۔" میں نے رکتے ہوئے کہا کہ وہ ایک بڑے قابل شخص مسٹر سٹوارٹ کے زیر تعلیم ہیں..."

"اوہ۔ کیا مسٹر سٹوارٹ ان کا معلم ہے؟... میں نے سنا تھا ایک صاحب ڈامنی اس فرض کو ادا کرتے ہیں۔"

"ہاں۔ مسٹر کلیک مین ... جن کا تعلق مشہور خاندان کلیک مین آکنش سے ہے"

"اوہ۔ کیسے عجیب نام ان باشندگان ہائی لینڈس کے ہوتے ہیں۔" مسٹر ڈنکنبی نے کہا۔ "جنہیں ہم لوگ نشیبی مقامات کے رہنے والے صحیح طور پر ادا بھی نہیں کر سکتے۔ خیر میں امید کرتا ہوں انچ متھگلن میں آپ کا وقت بڑی خوشی سے گذرا ہوگا۔ لیکن ہاں یہ تو کہئے۔" اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کہیں آپ کو بھی تو انچ متھگلن کی خوبصورت بھتیجی سے عشق نہیں ہوگیا؟ اگر ایسا ہو تو پھر یقیناً آپ کو مایوس ہونا پڑے گا۔ کیونکہ جہاں تک میں نے سنا ہے یہ بات طے کر دی جاچکی ہے کہ اس کی شادی والئی انچ کے صاحبزادہ لیناکس کے ساتھ ہوگی۔ گو مجھے ذاتی طور پر کبھی انچ جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ تاہم میں نے سنا ہے کہ

رنج متھگلن کا محل بڑا شاندار ہے. کل میں آپ کو کیرنڈیل کا محل دکھانے لے جاؤں گا. گو مجھے افسوس ہے،" اس نے بڑھتی ہوئی افسردگی کے ساتھ کہا: "کہ آپ اس جگہ کو اس کی موجودہ حالت میں ویسا دلکش نہ پائیں گے جیسا والیٔ رنج متھگلن کا محل ہے. میری اپنی آمد کی وجہ اس موقعہ پر محض یہ تھی کہ وہ سود خوار لوگ جن سے قبضۂ ریاست کے بارے میں مقدمہ بازی ہو رہی ہے اس جگہ آکر طرح طرح کے احکام صادر کرتے رہے ہیں. شاید اپنے زعم میں وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ان کو ابھی سے پوری ریاست کا قبضہ حاصل ہو گیا ہے. چنانچہ وہ بعض پیمائش کنندوں کو اپنے ہمراہ لائے تھے. تاکہ ان سے مشورہ لیں کہ فروخت سے پہلے ریاست کو کس قدر حصوں میں تقسیم کرنا چاہیئے. گاؤں والوں کو جو کیرنڈیل کے نام پر جان دینے کو تیار ہیں. جس وقت معلوم ہوا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن سے تنازعہ جاری ہے تو وہ ان کے مقابلہ میں مرنے مارنے کو تیار ہو گئے. چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کو اس جگہ سے رخصت ہوتے ہی بنی. درحقیقت ان شخصوں کو یہاں آنا ہی نہ چاہیئے تھا. محل کی حفاظت کا فرض ایک بڈھے میاں بیوی کے سپرد ہے جنہیں سرکاری طور پر اس جگہ کا نگراں مقرر کیا گیا تھا. اور اتفاق سے جس شخص نے ان کو مقرر کیا وہ میرا دوست ہے اور اس کی طرف سے مجھے اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ محافظوں کو جو ہدایت میں چاہوں دیتا رہوں. اور یہی خاص وجہ میرے گاہ بگاہ اس جگہ آتے رہنے کی ہے گو اس کے علاوہ ..."

اتنا کہہ کر مسٹر ڈنکلسبی دفعتاً رُک گیا. شاید اس کو خیال آیا کہ معاملہ صاف گوئی کی حدِ انتہا تک نہ پہنچنا چاہیئے. بہر حال میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ثابت ہوا کہ وہ اس سے آگے کیا کہنا چاہتا تھا. آخر کار جب وہ وسکی کے تین چار گلاس ختم کر چکا اور سونے کا وقت ہو گیا تو ہم رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جُدا ہوئے. لیکن اس سے پیشتر ہمارے درمیان یہ بات طے پا گئی کہ علی الصبح اُٹھ کر ناشتہ کرتے ہی ایوان کیرنڈیل کا معائنہ کرنے چلیں گے.

دوسرے دن لو کا عمل تھا کہ ہم اس طرف روانہ ہوئے۔ میں پیشتر کسی موقعہ پر بیان کر چکا ہوں کہ یہ عمارت گاؤں سے قریباً ایک میل فاصلہ پر ایک بلند مقام پر واقع تھی۔ گو اس کے باغ کی حد گاؤں کے بالکل قریب یعنی قریباً دو سو گز کے فاصلہ تک پہنچتی تھی۔ دربان کے رہنے کے لئے جو مکان بنا ہوا تھا وہ سالہا سال سے خالی پڑا تھا۔ اور اس میں شکست و ریخت کے آثار نمایاں تھے۔ ایوان کی طرف جانے کے لئے جو پختہ سڑک بنی ہوئی تھی وہ اب گھاس سے ڈھکی ہوئی اور وسیع سبزہ زار میں دیہاتیوں کی بھیڑیں گھاس چرتی پھر رہی تھیں۔ آگے گئے تو ایک چوڑا تالاب نظر آیا۔ جو کسی زمانہ میں اس منظر کی دلفریبی میں اضافہ کیا کرتا ہوگا۔ مگر اب اس کے کنارہ پہ لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ اور تالاب کی سطح پر سبز رنگ کی چیپچپی کائی کا تختہ جما تھا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ وہ درخت جو اس باغ میں جا بجا اُگے ہوئے تھے۔ اور جن میں بعض صدیوں کے پرانے معلوم ہوتے تھے خوشنما اور سرسبز تھے۔ اور جس وقت ہم اس بلندی کی طرف چڑھ رہے تھے جس پر عمارت واقع تھی تو درختوں میں چھپا ہوا عالی شان محل بڑا ہی پُر شکوہ نظر آیا۔ آخر کار ہم پھاٹک کے پاس پہنچ گئے۔ سامنے ایک بہت کشادہ ڈیوڑھی تھی۔ اور وہاں تک پہنچنے کے لئے فراخ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ مگر اب ان میں سے ہر ایک پر وقت کے نہ مٹنے والے اثرات سبزہ و بوسیدگی کی صورت میں دکھائی دیتے تھے۔ اس وقت پہلی مرتبہ میں نے اس عمارت کو پوری طرح دیکھا جو نہایت وسیع اور کشادہ تھی۔ اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اندرون عمارت کی صفائی پر امید سے بہت زیادہ توجہ دی گئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے صاف تھے البتہ تختوں پر مدت سے تازہ رنگ نہ پھیرے جانے کی وجہ سے سیاہی کی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ بھاری دروازہ کھلا تھا۔ اور جب اس سے گذر کر ہم ایک فراخ اور کشادہ ہال میں پہنچے تو میں نے دیکھا کہ وسعت اور صفائی کے اعتبار سے یہ جگہ ارنچ متھکن کی ڈیوڑھی سے بھی زیادہ خوشنما تھی۔ اس جگہ جنگ اور شکار کی یادگاریں سجی ہوئی نہ تھیں۔ دیواریں برہنہ

اوران میں بعض مقامات پر وقت کا بے رحم ہاتھ تباہی کے اثرات پیدا کرنے لگا تھا۔

ہال کے دونوں طرف لاتعداد کمروں کے دروازے تھے۔ ایک سن رسیدہ مرد عورت ان ہی میں سے ایک کی راہ سے باہر نکلے اور انہوں نے مسٹر ڈنکنبی کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ میرے دوست نے میری نسبت بیان کیا کہ ان کو محل دکھانے کے لئے لایا ہوں۔ اس پیرمرد ضعیف نے اپنے کمرہ میں جا کے کنجیوں کا ایک بڑا سا گچھا نکالا اور ہمیں عمارت کے مختلف حصے دکھانے لے چلا۔ خدا کو ہی بہتر معلوم ہے کہ کس قدر عالی شان کمرے، کتنی خوابگاہیں، کتنے برآمدے اور غلام گردشیں اور کس قدر دفاتر کے کمرے اس جگہ واقع تھے۔ ادنےٰ اندازہ کے مطابق یہ عمارت ارنچ منتھگلن کی عمارت سے دگنی بڑی تھی۔ اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ ارنچ منتھگلن کی عمارت بجائے خود کافی وسیع اور کشادہ تھی۔ تاہم اپنی موجودہ حالت میں ان دونوں عمارتوں میں کتنا بھاری فرق تھا۔ ایوان کیرنڈیل کا سارا سامان سالہا سال پیشتر عدالت کی صادر کی ہوئی ڈگری کے مطابق فروخت ہو چکا تھا گو اس کی فروخت کا روپیہ سرکاری امین کی تحویل میں تھا، اپنی موجودہ حالت میں یہ عمارت اپنی سابقہ شان وشوکت کا محض سایہ نظر آتی تھی۔ ہم جس جگہ جاتے۔ گھریخ کی افسردہ کن آوازوں کے سوا ہر طرف سناٹا تھا۔ مسٹر ڈنکنبی کے چہرہ پر گہری اداسی پائی جاتی تھی اور میں خود بھی دل گرفتگی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ آخر کار جب یہ معائنہ ختم ہوا تو میں نے شکر کا کلمہ پڑھا کیونکہ برہنہ دیواروں اور دھندلے فرشوں کا نظارہ ایک بڑی افسردہ کن تصویر پیش کرتا تھا اور یہ سوچ کر جی میں اداسی پیدا ہونا قدرتی تھا کہ ان سب مقامات کو از سر نو آراستہ کرنے میں کتنا روپیہ صرف ہوگا۔ بارہا سرد آہیں میرے منہ سے نکلتی تھیں جن کو سن کر مسٹر ڈنکنبی نے اس طرح میری طرف دیکھا گویا وہ میرے محسوسات کو سمجھتا اور ان کی قدر کرتا تھا۔ اس کے بعد دفعتاً اپنی نیک طبیعت سے مجبور ہو کر اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کو زور سے دباتے ہوئے مدھم آواز میں کہنے لگا: "میرے

دوست سچ کہتا ہوں اگر آپ کے ساتھ مل کر میرے لئے سر الیگزینڈر کیرنڈیل کی فاتحانہ واپسی کا جشن منانے کے لئے اس جگہ بیٹھ کر شراب کا صرف ایک جام پینا ممکن ہو تو میں خوشی سے سارے اخراجات مقدمہ سے دستبردار ہونے کو تیار ہوں۔"

میرے چہرے پر بھی اس طرح کے آثار پیدا ہوئے جو ظاہر کرتے تھے کہ یہی آرزو میری ہے اور اس واقعہ نے اگر ممکن سمجھا جا سکے تو میرے دل میں قابل وکیل کی دیانت اور فیاضی کی وجہ سے اس کی عزت دہ چند کر دی۔ وہ قدرت کے ان ناتراشیدہ الماسوں میں سے ایک تھا جن کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ان کی ظاہری حالت سے نہیں، بلکہ باطنی خوبیوں سے کرنا چاہیئے۔

ایک بہت کشادہ صحن سے گذر کر جس میں خودرو گھاس اُگی ہوئی تھی۔ ہم پھر اس عمارت کے بڑے ہال کی طرف لوٹے اور اس جگہ مسٹر ڈنکنبی نے مجھ سے درخواست کی کہ آپ قریباً آدھا گھنٹہ ادھر اُدھر ٹہل کر میرا انتظار کریں۔ میں اس عمارت کے بڈھے محافظ سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں بخوشی آمادہ ہو گیا اور آدھ گھنٹہ کے عرصہ میں وہ پھر واپس آ پہنچا۔ بعد ازاں جب ہم گاؤں کی طرف جا رہے تھے تو میں نے اس سے کہا: "جہاں تک مجھ کو یاد ہے پرسوں کے اخبار میں یہ خبر درج تھی کہ مرتہن لوگ اس عمارت کا معائنہ کرنے آئے تھے اور انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اس مقدمہ میں یقیناً کامیابی حاصل کریں گے۔"

"امیدیں! دل خوش کن اُمیدیں!" مسٹر ڈنکنبی نے کہا۔ "میرے دوست مقدمہ کی آخری کامیابی کا یقین جتنا ان کو ہے اتنا ہی ہم کو بھی ہے۔ جیسا کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں ہر ایک مقدمہ میں فریقین کو اپنی کامیابی کا پورا یقین ہوتا ہے۔ تاہم آخری فتح اسی کی ہے جسے قادرِ مطلق دے۔"

"مجھے آپ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" میں نے اس پر کہا۔

یہی سوال میں کل رات آپ سے پوچھنا چاہتا تھا مگر اس لئے رہ گیا کہ شاید آپ مجھے گستاخ تصور کریں یا میرے استفسار کو رفع حیرت کی ادنیٰ خواہش پر محمول فرمائیں "

"اوہ ۔ یہ آپ کیا کہتے ہیں" میرے دوست وکیل نے جواب دیا۔" آپ کے بارے میں اس طرح کے خیالات کو دل میں جگہ دینا غیر ممکن ہے۔ علاوہ بریں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس معاملہ میں آپ کی سچی ہمدردی کس کے ساتھ ہے۔ آہ مسٹر ولمٹ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر پیشتر جب ہم خالی کمروں سے گذر رہے تھے۔ جن کی ہوا اس وقت بھی جب باہر آفتاب پوری آب و تاب سے چمکتا تھا میرے سینہ میں سردی پیدا کر رہی تھی تو میں نے آپ کی پلکوں پر آنسو کا ایک قطرہ نہ دیکھا تھا؟ نہیں میرے دوست، عرصہ قلیل کی واقفیت کے باوجود میں آپ پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں اور میں آپ کے وہ الفاظ بھی نہیں بھولا جو کل اس بارے میں آپ نے کہے تھے کہ لیج متھگن میں بطور مہمان رہتے ہوئے بھی آپ نے کسی طرح کے حالات کو اپنی آرزوؤں اور خواہشوں پر سایہ افگن نہیں ہونے دیا"

"صاحب میں آپ کو پورا یقین دلاتا ہوں" میں نے جوش میں بھر کر کہا " کہ گو میں سر الیگزینڈر کیرنڈیل کو نہیں جانتا اور میں اتنا ہی ان سے ناواقف ہوں جتنا وہ مجھ سے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے علم کے مطابق کبھی مجھ کو ان کی صورت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا ۔ ۔ ۔"

"خوب! بہت خوب!" مسٹر ڈنکلسبی نے کہا "اپنے خیالات کو مشروط بیان کرنا ہر حال میں محفوظ ہوتا ہے۔ تاہم کہئے ۔ ۔ ۔ اپنے علم کے مطابق کبھی آپ کو ان کی صورت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا"

"جی ہاں۔ تاہم جس قدر حالات آپ کی زبانی سننے میں آئے ہیں۔ ان کی بنا پر سر الیگزینڈر کو دیکھے یا ان سے ملاقات کئے بغیر بھی میں ان کی کامیابی کے لئے دست بہ دعا ہوں"

"اور خدا کرے آپ کی یہ آرزو بر آئے" مسٹر ڈنکلسبی نے پر جوش لہجہ میں کہا

"لیکن یاد آگیا کل رات میں جس وقت آپ سے باتیں کر رہا تھا تو چند الفاظ میری لوک زبان پر آکر رہ گئے تھے جس سے ممکن ہے یہ خیال آپ کے دل میں پیدا ہوا ہو کہ مجھے آپ پر بھروسہ نہیں۔ خیر اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کیا الفاظ تھے جو میں اس وقت کہنے لگا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ذکر میرے گاہ بگاہ کیرنڈیل آنے کا تھا۔ اور اس وقت میں نے آپ سے بیان کیا تھا کہ میری آمد دو وجوہ سے ہوتی ہے۔ ایک اس گھر کے محافظوں کو ضروری ہدایات دینے کے لیئے اور دوسرے ... " اس نے ذرا سا رک کر پرمعنی انداز سے کہا: " سر الیگزینڈر کیرنڈیل سے ملنے کے لیئے۔"

"کیا! ... سر الیگزینڈر کیرنڈیل کیا ان نواحات میں آس پاس ہی کسی جگہ رہتے ہیں؟" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"جی۔ وہ اس جگہ سے ایک سو میل کے دائرہ کے اندر موجود ہیں۔" مسٹر ڈنکنسبی نے جواب دیا "اور میں گاہ بگاہ ان سے خط و کتابت کے ذریعہ اوقات مقرر کر کے گاؤں کی سرائے میں ملاقات کرتا ہوں۔"

"حالانکہ میرے خیال میں" میں نے رکتے ہوئے کہا "ہمارے اگلے سفر کے موقعہ پر آپ نے کہا تھا..."

"بے شک" مسٹر ڈنکنسبی نے تسلیم کیا "اس وقت میں نے کہا تھا کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا صحیح پتہ میرے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اور یہی امر واقعہ ہے کیونکہ فی الحال وہ ایک فرضی نام اختیار کر کے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اپنا صحیح نام اس وقت تک اختیار نہ کریں گے جب تک وہ اس مقدمہ میں فتح پا کر پھر ایک بار دنیا کے روبرو ظاہر نہ ہوں۔

آہ مسٹر ویلٹ۔ سر الیگزینڈر کی عمر بہت چھوٹی تھی جب ان کے والد نے انتقال کیا۔ اور یہ جائداد قانونی مخمصوں میں پڑ گئی۔ اپنی کم سنی کی وجہ سے اس زمانہ میں ان کو دیس نکالا ملنے کا بہت رنج نہیں ہوا۔ اور گو سب رشتہ دار ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ تاہم

کچھ دوست ایسے تھے جنہوں نے اس حال میں بھی ان کی امداد کو اپنا فرض سمجھا۔ اس کے بعد سالہا سال کا عرصہ گذر گیا اور جب آخر کار سر الیگزینڈر کو دوبارہ اپنی ریاست میں آنے کا اتفاق ہوا تو عہد شباب کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان حالات میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ کوئی شخص بدلی ہوئی صورت اور بدلے ہوئے نام کی تہ میں ریاست کیرنڈیل کے مالک کی شخصیت پہچان سکتا۔ اور گو وہ وقت دور نہیں جب خدا کے فضل و کرم سے یہ ریاست پھر اپنے جائز مالک کے قبضہ میں چلی جائے گی۔ تاہم سر دست الیگزینڈر کی آمد اس گاؤں کی سرائے میں محض اجنبی کی حیثیت میں ہوتی ہے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ ایک فرضی اور معمولی نام کی تہ میں ایک اتنی عالی قدر شخصیت چھپی ہوئی ہے مسٹر ولمٹ یہ راز آج تک میرے ہی سینہ میں محفوظ تھا آج آپ کے روبرو محض اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس سے ثابت ہوگا مجھے آپ پر کتنا اعتماد اور بھروسہ ہے۔ اور میں سر الیگزینڈر کیرنڈیل سے آپ کی ہمدردی کی کتنی قدر کرتا ہوں"؟

میں نے اس عنایت کے لئے مسٹر ڈنکنبی کا شکریہ ادا کیا۔ اور چونکہ اس اثنا میں ہم گاؤں کی سرائے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس لئے یہ گفتگو یہیں رہ گئی۔ ایوان کیرنڈیل کے معائنہ میں کافی وقت صرف ہو چکا تھا اور چونکہ مسٹر ڈنکنبی کا ارادہ اس دن سہ پہر کو رخصت ہو جانے کا تھا اس لئے فوراً ہی کھانا منگا لیا گیا۔ اس کے بعد ہمارے درمیان محض رسمی باتیں ہوئیں۔ اور جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے مسٹر ڈنکنبی کو دوسروں کی باتیں سننے سے بہت زیادہ خود گفتگو کرنے کا شوق تھا۔ اس لئے اس نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کیا تم ایڈنبرگ سے سیدھے اس جگہ آئے ہو یا کسی دوسرے مقام سے۔ نہ یہی اس نے دریافت کیا کہ کیوں تم سمت مقابل سے گاؤں میں داخل ہوئے تھے؟ اور نہ یہ کہ کب تمہارا ارادہ اس جگہ سے رخصت ہونے کا ہے؟ البتہ روانہ ہونے سے پہلے اس نے پھر ایک بار تذروے کر کہا کہ جب آپ واپس جاتے ہوئے ایڈنبرگ سے گذریں، تو

تو ضرور مجھ سے ملیں۔ اور اس کے بعد گاڑی پر سوار ہو کے وہ رخصت ہو گیا۔

اس کے دوسرے دن صبح کو میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے ارنج متھگلن کی طرف لوٹا اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ والئ ارنج متھگلن کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میری عدم حاضری میں کچھ اور مہمان آئے تھے۔ اور اس وقت سب لوگ جھیل پر تفریحاً کشتی چلا رہے ہیں۔ میں نے اپنے کمرہ میں جاکر سادہ کپڑے اُتار دیئے۔ اور وردی پہن کر گھاٹ کی طرف چلا۔ اس جگہ پہنچ کر دیکھا کہ دو کشتیاں تھوڑے فاصلہ پر پاس ہی پاس جھیل میں چل رہی ہیں۔ ایک میں والئ ارنج متھگلن کے دو چھوٹے لڑکے آیرا اور لوکین، مس ایملین اور چار پانچ مہمان ہیں اور دوسری میں والئ ارنج متھگلن، مسٹر لینا کس اور چھ سات مرد عورتیں سوار ہیں۔ دونوں کشتیوں کو سواریاں ہی کھیتی تھیں کیونکہ محض تفریح کا سوال تھا اور اسی لئے والئ ارنج متھگلن نے اپنے وردی پوش ملاحوں کو ساتھ نہ لیا تھا۔ بڈھے ڈامنی کلیک مین کو چونکہ پانی سے ایک طرح کی نفرت تھی۔ اس لئے وہ گھاٹ کے قریب ایک بنچ پر بیٹھا غالباً اپنی آخری نا تمام حکایت کا نتیجہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں جس جگہ گھاٹ پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا وہاں سے ایک بڑا خوشگوار منظر دکھائی دیا۔ جھیل کا شفاف پانی دھوپ میں جھلمل جھلمل کر رہا تھا اور دونوں کشتیاں تیز رفتاری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے پہلو بہ پہلو چل رہی تھیں۔ یہیں مسٹر سٹوارٹ بھی مجھ سے آملا۔ اور اس نے حسب معمول اخلاق آمیز لہجہ میں مجھ سے کہا: "میرے شاگردوں کو آج کے لئے چھٹی ہے اس لئے میں بیکار رہوں۔ تم شاید کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ کیونکہ میں نے کل اور پرسوں تمہیں نہیں دیکھا"

"ہاں میں ارنج متھگلن کے ایک کام پر باہر گیا ہوا تھا" میں نے جواب دیا۔ گو اس کام کی نوعیت مصلحتاً بیان نہیں کی کیونکہ میرا خیال تھا کہ والئ ارنج متھگلن کی اپنی خواہش یہ ہے کہ اس کام کی نوعیت کسی کو معلوم نہ ہو۔ علاوہ بریں مسٹر سٹوارٹ کی نیک طبعی

کو جانے ہوئے مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ کیرنڈیل کی مصیبتوں کو تحقیق و تجسس کا ذریعہ بنائے جانے یا ارنچ متھگلن کے ان سے فائدہ اٹھانے کے سوال کو لازمی طور پر ناپسند کرے گا۔

"دیکھنا میرے شاگرد کس زور سے کشتی چلاتے ہیں" یکایک ڈونالڈ سٹوارٹ نے مجھ سے کہا "اپنی عمر کے لحاظ سے وہ دونوں بہت اچھی صحت رکھتے ہیں۔ آبورکی عمر ۱۲ سال کے قریب اور دکیل کی دس سے صرف چند مہینے اوپر ہے۔"

"میرے خیال میں آپ کو اپنے شاگردوں کی ذات پر بڑا فخر ہے" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ وہ نہ صرف ذہین ہیں بلکہ مجھ سے گہری محبت بھی کرتے ہیں" مسٹر سٹوارٹ نے جواب دیا "لیکن دیکھا... اب وہ دوڑ ختم ہو گئی۔ اسی کشتی نے فتح حاصل کی ہے، جسے میرے شاگرد چلاتے تھے اور اب دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف پلٹیں گی۔"

اور واقعی ایسا ہوا۔ دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف لوٹنی شروع ہوئیں اور وہ جو پیچھے رہ گئی تھی یعنی وہ جس میں والی ارنچ متھگلن سوار تھا سب سے پہلے گھاٹ پر پہنچی دوسری نسبتاً آہستہ چلتی پیچھے پیچھے آرہی تھی کیونکہ کامیابی کی مسرت ہمیشہ طبع انسان میں کسل پیدا کر دیتی ہے۔ پہلی کشتی کے گھاٹ پر پہنچ جانے کے بعد والی ارنچ متھگلن، مسٹر لیناکس اور مہمان خشکی پر اترے اور اس جگہ کھڑے ہو کر دوسری کشتی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں وہ بھی گھاٹ کے پاس آگئی اور قریب تھا کہ وہ لوگ جو اس پر سوار تھے بحفاظت خشکی پر اتر جاتے کہ دفعتاً آبور اور لوکیل نے اپنی طفلانہ عادت سے مجبور ہو کر کشتی کے چپو اس زور سے چلائے کہ وہ گھاٹ کی طرف آکر بڑے زور سے ایک چوبی بلم کے ساتھ ٹکرائی۔ اس صدمہ کے اثر سے عورتوں نے دہشت زدہ ہو کر چیخیں ماریں اور مضطربانہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اسی بھگدڑ میں کشتی الٹ گئی۔

ایک لمحہ کے عرصہ میں ایمیلین، ارنچ متھگلن کے دونوں چھوٹے لڑکے اور وہ

سب جہان جو اس کشتی میں سوار تھے پانی میں گر پڑے۔ دہشت و اضطراب کی تیز چیخیں حاضرین میں سے ہر شخص کے منہ سے نکلیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈونالڈ سٹوارٹ جو میرے پہلو میں کھڑا تھا بجلی کی سی تیز رفتار سے جھٹ پانی میں کود پڑا۔ اس کے لمحہ بھر بعد میں نے بھی اس کی تقلید کی کیونکہ مجھے تیرنا خوب آتا تھا میرے بعد لیناکس اور جہانوں میں سے ایک صاحب اسی طرح پانی میں کودے لیکن والی ارچ متھگن وہیں خشکی پر کھڑا شور مچا تا رہا "میرے بیٹے! میرے عزیز بیٹے! میری بھتیجی! خدا کے لیۓ ان کو بچاؤ۔ کسی طرح ان کو بچاؤ۔"

اس جوش کا حال جو اس سانحہ کے بعد حاضرین میں پھیلا لفظوں کی صورت میں بیان کرنا غیر ممکن ہے۔ گھاٹ پر کھڑا ہوا ارچ متھگن اپنے عزیزوں کے لئے دیوانہ وار آہ و بکا کرتا تھا۔ عورتیں جو پہلی کشتی سے اتر کر اس کے پہلو میں کھڑی تھیں زور زور سے چیخیں مار رہی تھیں۔ اور مرد ان کو چپ کرانے کی کوشش میں مشغول تھے۔ گھاٹ سے تھوڑی دور یعنی تیس گز کے فاصلہ پر جہاں جھیل کا پانی بہت گہرا تھا اس طرح ہاتھ پیر مارنے اور جد و جہد کرنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں گویا کئی بہت بڑی مچھلیاں پانی کے اندر کلیلیں کر رہی ہوں۔ جگر دوز چیخوں کی آواز ان آوازوں سے ملی ہوئی جو خشکی پر کھڑے ہوئے آدمیوں کے منہ سے نکلتی تھیں، ڈوبنے والوں کی چیخوں سے مل کر سنائی دیتی تھیں۔

سب سے پہلے لیناکس ایک خاتون کو سہارا دیئے ساحل کے پاس پہنچا اس کے ایک لمحہ بعد ڈونالڈ سٹوارٹ اپنی جان سے پیاری ایمیلین کی ظاہرا بے جان صورت کو پانی میں کھینچتا ہوا گھاٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے ہاتھ میں خوش قسمتی سے آیدر کا بازو آ گیا اور میں بھی اسے خشکی پر نکال لایا۔ اس کے بعد باری باری کچھ لوگ اور بھی غرق ہوتی ہوئی خاتونوں کو بچا کر کنارے پر لے آئے۔ یہ سب کام جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے صرف چند لمحوں کے عرصہ میں ہو گیا۔ لیکن جب اس کے بعد والی ارچ متھگن نے گھاٹ پر کھڑے

ہو کر ان لوگوں پر ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی جنہیں غرقابی سے بچا کر ساحلِ عافیت پر لایا جا چکا تھا۔ اور اسے ان میں اپنا سب سے چھوٹا بیٹا لوکیل نظر نہ آیا تو ایک تیز چیخ درد اذیت سے بھری ہوئی اس کے منہ سے نکلی "لوکیل۔ میرا عزیز بچہ لوکیل۔ افسوس دکھیں نظر نہیں آتا" اس نے دیوانہ وار کہا اور اس سے پہلے کہ کوئی اس کے ارادہ سے واقف ہو سکتا۔ دھڑام سے جھیل کے پانی میں کود گیا۔

لیکن اسے تیرنا نہ آتا تھا اور یہ بات اس کے بیٹے لیناکس سے پوشیدہ نہ تھی۔ پس باپ کو پانی میں کودتا دیکھ کر وہ بھی فوراً اس کے پیچھے کود گیا۔ اور اس کے پیچھے ڈونالڈ سٹوارٹ بھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لیناکس اپنے باپ کو پانی سے نکال کر ساحل پر لے آیا مگر ڈونالڈ غرق شدہ بچہ کی تلاش میں پانی کو ٹٹولتا پھر رہا تھا۔ ساحل پر پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر والٹر منھگن نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا۔ لیکن جوں ہی اس کے حواس بجا ہوئے اس نے اپنا بازو بیٹے کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پھر ایک بار دیوانہ وار چلانا شروع کیا۔

"مجھے جانے دو! لیناکس مجھے چھوڑ دو! میں تمہیں حکم دیتا ہوں... ہائے میرا عزیز بچہ لوکیل ڈوب گیا۔ میں بھی اس کے بغیر زندہ نہ رہوں گا۔ خدا کے لئے کوئی اسے بچائے۔ میں اسے منہ مانگی مراد دوں گا" اس وقت یاس سے گھبرایا ہوا باپ اپنا سارا تکبر نظر انداز کر چکا تھا۔ اور اس کے چہرہ پر رحم و التجا کے آثار نمودار تھے۔ لیناکس نے اپنے دونوں بازو باپ کی کمر کے گرد ڈالے ہوئے تھے۔ لیکن وہ آنکھ بچا کر پھر ایک بار پانی میں کود جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً خشکی پر کھڑے ہوئے کئی شخصوں کے منہ سے آواز سنائی دی "وہ بچ گیا! خدا کا شکر ہے کہ وہ بچ گیا!" اور جب اس کے ایک لمحہ بعد متعجب نگاہیں پانی کی طرف گئیں تو دیکھا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ خورد سال لوکیل کا سر پانی کی سطح سے اوپر نکالے اس کو

سہارا دیے خشکی کی طرف لا رہا ہے۔

"افسوس! وہ اب مر چکا! وہ زندہ نہیں ہے!" ارنج متھگلن نے لوکیل کی ظاہراً بے جان صورت دیکھ کر ایک نئی دہشت کے زیر اثر فریاد کرنا شروع کیا۔

"نہیں، وہ زندہ ہے۔" سٹوارٹ نے ساحل پہ آ کر ہانپتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ایک لمحہ بعد لوکیل اپنے باپ کے بازوؤں میں لپٹا ہوا تھا۔

لیکن گو ڈونالڈ سٹوارٹ جان پر کھیل کر خرد سال بچہ کو جھیل کی گہرائی سے نکال لایا۔ تاہم یکے بعد دیگرے دو بار پانی میں کودنے، غوطہ لگانے اور تیرنے کی کوشش سے اس کی نقاہت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ وہ خشکی پر قدم رکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر گیا۔ یہ حالت دیکھتے ہی ایمیلین جو اس اثنا میں ہوش میں آ چکی تھی زرد رو، لرزہ بر اندام دوڑتی ہوئی اس مقام کی طرف گئی جہاں عاشق جاں باز فرش زمین پہ بے ہوش پڑا تھا دہشت و یاس کی شدت سے اس کے اپنے اعضا اکڑے ہوئے اور ہونٹ نیم باز تھے۔ بیخودی کے عالم میں اس نے پاس جا کر ڈونالڈ کے سر کو سہارا دے کر اٹھایا اور چھاتی سے لگا لیا مگر کوئی لفظ اس کے منہ سے نہیں نکلا۔ اس کا دل اس مضبوطی سے یاس کی اذیت وہ گرفت میں آ چکا تھا کہ اظہار جذبات کی طاقت بالکل ہی اس سے خارج ہو چکی تھی۔ مگر عین اس وقت سٹوارٹ نے جو شخص بیہوش تھا مگر جس کو ایمیلین اپنے بڑھتے ہوئے اندیشوں کی وجہ سے مردہ سمجھ چکی تھی، آنکھیں کھول دیں اور ان خوشنما آنکھوں سے جو اس کے اوپر جھکی ہوئی تھیں آنکھیں چار کرتے ہی میٹھا تبسم اس کے ہونٹوں پر پیدا ہو گیا۔ گھاٹ پر کھڑے ہوئے لوگوں میں چونکہ واقعات حال کی وجہ سے سخت جوش پھیلا ہوا تھا اس لئے کسی کی نظر اس واقعہ کی طرف نہ گئی۔ تاہم دو شخص ایسے تھے جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا... ایک میں اور ایک لیناکس دیناچر... خوف کی تھرتھری بے اختیار میرے بدن میں پھر گئی۔ جب میں نے سوچا کہ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر نہ معلوم لیناکس دیناچر کے دل میں کیا خیالات پیدا

ہوں گے اور دہشت کا احساس میرے دل میں اور بھی تیز ہو گیا جب میں نے سایہ تاریک اس کے چہرہ پر پھیلتے ہوئے دیکھا اسکے فوراً بعد ایک بالکل ہی نئی کیفیت لینا کس کے چہرہ پر نمودار ہوئی جس سے پایا جاتا تھا کہ یا تو اصل حقیقت یا اس حقیقت کا شبہ اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے یا اس کا جوش تحیرّ اس خیال سے بھڑک اٹھا ہے کہ اس کی منگیتر خاتون ایک اس طرح کے کم حیثیت معلم کی ذات سے جیسا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ تھا۔ اتنی گہری دلچسپی لیتی ہے۔ چند ثانیوں کے عرصہ تک وہ کچھ اس طرح کی حالت میں چپ چاپ کھڑا رہا۔ گویا نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیئے۔ اور کیا نہیں۔ اس کے بعد آگے آ کر سختی سے گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگا۔" ایمیلین جا میں اس شخص کی حالت دیکھنے کے لئے موجود ہوں۔ جا تو گھر میں جا کے بھیگے ہوئے کپڑے بدل لے۔ ورنہ سردی لگنے کا اندیشہ ہے"

ان الفاظ کو سن کر مسٹر سٹوارٹ جھٹ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی حالت اس شخص سے ملتی تھی جو دفعتاً خطرہ کی صحیح نوعیت سے واقف ہو یا جس کی آنکھ یکایک خواب راحت دیکھنے کے بعد کھل جائے۔ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہوتے ہوئے اس نے شکریہ کے چند الفاظ مس دینا چرس سے کہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایمیلین کی آواز دبے ہوئے لہجہ میں کہتے ہوئے سُنائی دی۔

"آپ میرے محسن ہیں۔ آپ ہی نے میری جان بچائی ہے اس لئے شکریہ کے الفاظ آپ کو نہیں بلکہ مجھے کہنے چاہئیں" اس کے بعد اس خیال سے کہ مبادا لینا کس اس کے صحیح جذبات سے واقف ہو جائے۔ وہ جلدی سے ایک طرف کو مڑی اور ان سب لوگوں کی طرح جو پانی میں گرنے کے بعد تبدیل لباس کے لئے محل کی طرف جا رہے تھے وہ بھی اسی طرف کو چل دی۔

لوکیل اس اثنا میں پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا اور مسرور باپ اپنے دونوں چہیتے بچوں کو باری باری سینہ سے لپٹاتا تھا۔ اس کے بعد دفعتاً اس کی نگاہ سٹوارٹ

کی طرف گئی۔ اور اس نے جوش سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"آہ مسٹر سٹوارٹ۔ الفاظ میں طاقت نہیں کہ میرے احساس شکر گذاری کو ظاہر کر سکیں۔ آپ نے میری عزیز بھتیجی اور دیگر عزیز بچہ کی جانیں بچائی ہیں۔ لینا کس جاؤ، مسٹر سٹوارٹ کو اپنے ساتھ محل میں لے جاکر لباس تبدیل کراؤ۔ تمہارا بھی جوزف" پھر اس نے میری طرف مڑ کر کہا "میں آج کے واقعہ کے لئے کچھ کم شکر گذار نہیں ہوں۔"

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ارچ متھگلن نے اس سے پہلے اپنی عمر میں کبھی اس قدر جوش ظاہر نہ کیا ہوگا۔ جتنا اس وقت اس کے لفظوں میں پایا جاتا تھا۔ تاہم نہ اس نے میرا اور نہ غریب ڈونالڈ سٹوارٹ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی پرواکی۔ بہرحال وہ اپنے طور پر ہم دونوں کا شکر گذار تھا یعنی اتنا ہی جس قدر اس کی مغرور طبیعت اجازت دے سکتی تھی اور اس سلسلہ میں میں ازروئے انصاف یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ جس وقت وہ اپنے دونوں چہیتے بچوں کو ساتھ لئے ایوان کی طرف جا رہا تھا تو ایک لحظہ کے لئے ٹھہر کر اس نے کہا۔ "مسٹر سٹوارٹ میں نے اس شخص کو جو لوکیل کی جان بچائے منہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ وعدہ اب بھی مجھے یاد ہے اور ضرور پورا کیا جائے گا۔"

"آیئے آیئے مسٹر سٹوارٹ" لینا کس نے کچھ اس طرح کج اخلاق ہو کر کہا کہ ایک مرد ثالث کی حیثیت میں میں اپنے جی میں آزردگی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا "میرے ساتھ آیئے جس چیز کی ضرورت ہوگی مہیا کر دی جائے گی۔"

یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ سارا واقعہ کشتی کے اُلٹنے سے لے کر اس وقت تک جس کا ذکر اب کیا جا رہا ہے، صرف چند ثانیوں کے عرصہ میں ختم ہو گیا تھا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کسی موقعہ پر حتیٰ کہ کسی معرکۂ جنگ کے گھمسان میں بھی اس قدر عجیب اور اتنے متضاد و متنوع جذبات کا اظہار اتنے قلیل عرصہ میں نہ ہوا ہوگا جتنا اس موقعہ پر ہوا۔ اس جگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بے چارے ڈامنی سے اور تو کچھ نہ ہو سکا اس نے

دہیں ساحل پر کھڑے ہو کر اس قدر جوش ظاہر کرنا شروع کیا جس کی عام حالات میں اس سے بہت کم توقع ہو سکتی تھی۔ چنانچہ جس وقت ڈوبنے والوں کی امداد وحفاظت کے سلسلہ میں ساحل پر کھڑے ہوئے لوگوں میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی تو وہ کسی دیوانی بطخ کی مانند بھدی چال سے اِدھر اُدھر دوڑتا پھرتا تھا۔ ایک دو بار اس نے خوردسال بچوں کی طرح رونا بھی شروع کر دیا۔ اور آخر کار اپنی طرف سے امداد کا اور کوئی ذریعہ پیش نہ کر سکتے ہوئے اس نے اپنی ہلاس کی ڈبیہ زور سے جھیل میں پھینک دی۔ گویا حالات پیش آمدہ میں وہ اس کی ذات کی بوجہ احسن قائم مقامی کر سکتی تھی۔ اور جب بعد ازاں اس کو معلوم ہوا کہ ہر شخص کو زندہ اور صحیح سلامت بچا لیا گیا ہے تو اس کی خوشی کا اظہار بھی عجیب طریقہ پر ہوا۔ یعنی اس نے ساحل کے پاس بیٹھ کر اپنی ہیٹ ایک طرف کو پھینک دی اور سر سے بالوں کی ٹوپی اتار کے اس نے چہرہ کا پسینہ اور آنسو پونچھنے شروع کئے۔

باقی ہر شخص کی طرح میں بھی گیلے کپڑے اتارنے اور دوسرا لباس پہننے کے خیال سے تیز چلتا اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ڈامی نے آگے بڑھ کر مجھے بازو سے پکڑ لیا اور بائیں ہاتھ سے بالوں کی ٹوپی سر پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "جوزف آج ٹھیک تم نے بہادری کا ثبوت دیا۔ آہ کتنا خوفناک اور بھیانک نظارہ تھا جس کو دیکھ کر میرے دل میں ایک ایسے ہی واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے جو کئی سال پہلے اس زمانہ میں پیش آیا تھا۔ جب میں بیوہ گن بکٹ کے مکان پر رہتا تھا۔ اور میرا دوست سالٹ کوٹ غسل خانہ کے ٹب میں گرا تھا ..."

"صاحب معاف کیجئے" میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میرے کپڑے چونکہ تر ہیں اس لئے میں ..."

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامی نے اپنے چہرہ پر اس طرح کے آثار حماقت

نمودار کرتے ہوئے کہا۔ گویا اس کو تعجب تھا کہ جھیل میں گرنے سے اس کے کپڑے کیوں بھیگ گئے؟ "تاہم جیسا میں کہہ رہا تھا.... لیکن نہیں۔ میں اس وقت بھول گیا... پھر کسی وقت یاد کرکے بتاؤں گا۔"

میرے پاس فی الحال اس کی بیہودہ حکایات سننے کے لئے وقت نہیں تھا۔ پس میں جس قدر تیزیٔ رفتار سے ممکن تھا لباس تبدیل کرنے محل کی طرف چلا۔

واقعات مذکورہ کے قریباً ایک گھنٹہ بعد کیمرن مجھ سے ملا اور اس نے لاتعداد سوالات مجھ سے اس بارے میں دریافت کرنے شروع کئے۔ اس کی ہر بات کا جواب دینے کے بعد آخرکار میں نے پوچھا۔

"کیا گھر کے لوگ لنچ کھا کے فارغ ہو چکے؟"

"ہاں وہ ابھی کھا کے اُٹھے ہیں" اور میرا خیال ہے کہ اس موقعہ پر نہایت نازک مزاج خاتونوں نے بھی سردی سے محفوظ رہنے کو تھوڑی سی چیری برانڈی ضرور نوش کی ہوگی۔"

"غالباً" میں نے تسلیم کیا "مگر مسٹر سٹوارٹ... کیا وہ بھی لنچ کھانے کے لئے ٹھہرے تھے؟"

"کیا!... اہلِ خانہ کے ساتھ؟" کیمرن نے غضبناک ہو کر حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "یقیناً نہیں۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ والیٔ اُنج متھگلن ایک ایسے کم حیثیت شخص کو اپنے دسترخوان پر جگہ دیں؟ البتہ انہوں نے ازراہِ عنایت میری زبانی مسٹر سٹوارٹ کو کہلا بھیجا تھا کہ تمہارے لئے لنچ کا سامان لائبریری کے کمرہ میں رکھوا دیا جائے گا۔"

"ازراہِ عنایت!" میں نے طنز کے ساتھ کہا۔

"ہاں ہاں" کیمرن نے میرے الفاظ اور لہجہ کی اہمیت کو محسوس نہ کرتے ہوئے

کہا: "مگر مسٹر سٹوارٹ نے انکار کر دیا۔"

"اور اسے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا" میں نے اس بدسلوکی کو سوچ کر جو غریب معلم سے روا رکھی گئی تھی غصہ میں بھر کر کہا۔

"کیا! ایسا ہی کرنا چاہئے تھا؟" کیمرن نے بڑھتی ہوئی حیرت کے ساتھ پوچھا۔ "کیوں کس لئے؟ میری اپنی رائے میں وہ چونکہ بھوکا نہ تھا اس لئے اس نے انکار کر دیا ہو گا کیونکہ اس قدر جوش اور تھکن کے بعد اس کی بھوک زائل ہو جانا قدرتی تھا۔"

"لیکن اگر مسٹر سٹوارٹ کی جگہ میں ہوتا" میں نے جوش کے ساتھ کہا۔ "اور بھوک سے میری جان لبوں پر ہوتی تو میں اس حالت میں اپنی جان سلامت رکھنے کے لئے بھی ایک لقمہ تک زہر مار کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔"

سکتہ کی سی حالت کیمرن پر طاری ہو گئی۔ اس کے چہرہ کے آثار سے پایا جاتا تھا کہ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ کیوں میں اس طرح کے لغویانہ خیالات کا اظہار روالی اچ مھکلن کی فیاضی اور مہمان نوازی کے برخلاف کر رہا ہوں۔ جو اس کی رائے میں نہ صرف ہائی لینڈس میں بلکہ سارے عالم کے طول و عرض میں سب سے بڑا رئیس تھا۔ خیر۔ اس رنجیدہ گفتگو کو لمبا نہ کرنے کے خیال سے میں جلدی سے ایک طرف کو مڑا۔ لیکن جس وقت میں کیمرن کو حیران و ششدر چھوڑ کر رخصت ہو رہا تھا تو بڑبڑاتی ہوئی آواز میں اس کے الفاظ میرے کانوں میں آئے۔

"یہ بے چارہ انگریز ہے۔ اور اس ملک کے حالات کو بالکل نہیں جان سکتا۔ تاہم اس طرح کے خیالات 'اچ مھکلن' کے برخلاف ظاہر کرنا... کیا میرے کان صحیح سنتے ہیں یا میری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے؟"

---

# باب ۴۶

## ڈاکٹر کلیک ٹمین کی باتیں

اس روز والئ ارچ منھگلن نے میرے سفر کیرنڈیل کا حال پوچھنے کے لئے مجھے طلب نہیں کیا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جھیل کے ساحل پر جو پرجوش واقعات پیش آئے تھے ان کی وجہ سے میرے سفر کا معاملہ بالکل ہی اس کے ذہن سے اتر گیا تھا۔ نہ مجھے اس روز پھر ایملین سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ البتہ رات کو جب گھر کے سارے آدمی اور مہمان کھڑکیاں کھولے کمرۂ نشست میں بیٹھے جھیل کے پانی سے بھیگی ہوئی سرد ہوا کے جھونکوں کا مزا لے رہے تھے جس میں ارچ منھگلن کے وسیع باغات کے پھولوں کی خوشبو ملی ہوئی تھی تو میں نے دیکھا کہ مسٹر لیناکس دیناچر تنہا محل کے بغلی دروازہ سے نکل کر تیز چلتا حالتِ اضطراب میں باغ کے ایک دور اُفتادہ سایہ دار مقام کی طرف ہو لیا۔ میں خود اس وقت باغ کے ایک حصہ میں ٹہلتا پھر رہا تھا۔ لیکن یا تو اس نے مجھے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا تو میری موجودگی کو نظرانداز کر دیا۔ اور اس سے یہ خیال میرے دل میں اور بھی مضبوطی کے ساتھ جم گیا کہ کسی طرح کا بوجھ ضرور اس کے دل پر پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ گرد و نواح کے حالات کو دیکھنے یا ان کی اہمیت کو سمجھنے کے ناقابل ہے۔ کیونکہ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو میرا خیال تھا وہ میری اس خدمت کے صلہ میں جو میں نے اس کے ننھے بھائیوں میں سے ایک کو غرقابی سے بچانے میں سرانجام دی تھی ضرور نرمی کے ایک دو لفظ کہتا۔

خیر میں قصداً پرے ہٹ کر باغ کے دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا اور اس طرح ٹہلتے ہوئے لاتعداد خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے جن میں ایبل کا تصور

سب پر غالب تھا۔ ایک سایہ دار کنج میں پہنچ کر میں ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے خیالات پر غور کرنے لگا۔ تھوڑی دیر اس طرح گذری۔ اس کے بعد کسی کے پیروں کی چاپ میری طرف آتی سُنائی دی۔ ایک دفعہ آواز آتے آتے تھم گئی۔ اس کے بعد پھر سنائی دینی شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ میں نے معلوم کیا کہ وہ شخص نامعلوم جو چل رہا تھا کنج کے پاس پہنچ کر ایک درخت کے سہارے کھڑا ہو گیا ہے۔ باغ کے اس حصہ میں کئی اونچے درخت تھے اور ان کے درمیان گلاب اور یاسمن کے تھالے اور خوشنما پودے اور بیلیں اس کثرت سے موجود تھیں کہ سبزہ و گلزار کا ایک پردہ سا تنا ہوا تھا۔ جس کے ایک طرف کھڑا ہوا آدمی پشت کے حالات سے بالکل واقف نہ ہو سکتا تھا۔ علاوہ بریں درختوں کی جُھکی ہوئی ٹہنیاں اس پردہ کو اور بھی زیادہ مکمل اور محفوظ بناتی تھیں۔ اس خیال سے کہ شاید یہ آواز مسٹر لیناکس دیناچر کے پیروں کی ہو۔ اور وہ سیر کرتے کرتے اس طرف آ گیا ہو۔ میں اس جگہ سے اُٹھ کر رخصت کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن شخص نامعلوم درخت کے تنے کے ساتھ اس طرح لگا کھڑا تھا کہ میں اگر اس کے پاس سے گذرتا تو وہ یقیناً میری موجودگی سے خبردار ہو جاتا۔ مجبور ہو کر میں اسی جگہ ٹھہر گیا۔ تاہم اس درخت کی شاخوں کے سرسرانے سے میں نے معلوم کیا کہ شخص مذکور سخت جوش کی حالت میں اس کا سہارا لئے کھڑا ہے۔"

"آہ۔ وہ نظریں جو میں نے دیکھی تھیں" ایک آواز جسے میں نے فوراً پہچان لیا کہ مسٹر لیناکس کی ہے، کہتے سُنائی دی۔ "کیا وہ سچ مچ کوئی خاص معنیٰ رکھتی تھیں یا مجھے دھوکا ہوا ہے، تاہم کتنا جوش انگیز دیوانگی پیدا کرنے والا خیال! راحم خدا۔ اگر وہ بے زر معلّم، وہ مرد حقیر جس کا نہ خاندان ہے اور نہ ورثہ۔ اگر واقعی اس نے اپنی امیدوں کو اس قدر اونچا کیا ہے... لیکن نہیں۔ یہ خیال ہی مضحکہ انگیز ہے۔ شاید یہ میرا وہم ہو کہ میں اس نگاہ کو اتنی اہمیت دے رہا ہوں۔ نہیں۔ یہ میری شان امارت سے بعید ہے

کہ میں اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کروں۔ میرے لئے اس بارے میں والد سے کچھ کہنا میری اپنی کم ظرفی کا ثبوت ہوگا۔ اس لئے یہ خیال ہی دل سے نکال دینا چاہیئے۔ تاہم میں نگرانی جاری رکھوں گا۔ میں ضرور نگرانی رکھوں گا۔ حالانکہ ... یہ بھی ایک فعل معیوب ہے لیکن خدا کرے اس جوشِ رقابت کا ستیاناس ہو۔ کاش وہ میرے سینہ میں پیدا نہ ہوتا"۔

اتنا کہہ کر لیناکس دیناچر (کیونکہ شخص نامعلوم یقیناً وہی تھا) تیز چلتا ایک طرف کو رخصت ہوگیا۔ اور جلدی ہی اس کے ہٹتے ہوئے پیروں کی آواز فاصلہ پر سنائی دینی بند ہوگئی۔ تاہم اتفاقیہ طور پر بغیر کسی کوشش یا ارادہ کے مجھے اس کے خیالات سے واقف ہونے کا موقع مل گیا تھا۔ یعنی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ جھیل کے ساحل کے اس نظارہ کو دیکھ کر جس میں ڈونالڈ سٹوارٹ فرشِ زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ اور امیلین اس کا سر اپنی گود میں لئے بیٹھی تھی۔ لیناکس کے سینہ میں حسد وجوش کی تیز آگ شعلہ زن ہو چکی تھی۔ اس میں شک نہیں ایک طرف وہ اپنے جذباتِ تکبر کی وجہ سے اس خیال کو ہی دل میں لانا قابلِ نفرت سمجھتا تھا۔ لیکن دوسری جانب کوئی نامعلوم طاقت اسے اپنی چچازاد بہن اور مسٹر سٹوارٹ کی حرکات کی جاسوسی پر اکسا رہی تھی۔ آہ اے عاشقانِ ناکام۔ کتنی رنجدہ اور افسوسناک تمہاری حالت تھی۔ میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ان کی مشکلات ہر لحظہ نمایاں طور پر بڑھتی جارہی ہیں۔ تاہم اپنے جی ہی جی میں میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کرلیا کہ اگر میری خدمات کسی لائق ہوں۔ تو میں ان کے ذریعہ سے مسٹر سٹوارٹ اور مس دیناچر کی امداد سے کبھی دریغ نہ کروں گا۔

اس سے دوسرے دن صبح کو میں جب لیناکس دیناچر کے تبدیلیٔ لباس کے کپڑے رکھنے اس کے کمرہ میں داخل ہوا۔ تو اس کا چہرہ اُترا ہوا اور زرد تھا۔ اور شب گذشتہ کی بے تابی کے آثار اس پر اب تک نمودار تھے۔ وہ میری آمد سے پہلے ہی بیدار ہو چکا تھا اور ابھی ابھی ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہوا تھا۔

"آہ جوزف" اس نے مجھے دیکھ کر اس طرح کے لہجۂ اضطراب میں جو اس کی ذہنی بے تابی کا مظہر تھا کہا۔ "کل تم نے بڑی ہمت کی کہ آیور کو بچایا۔ اس کے لئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"سرکار میں خود آپ کی ذرہ نوازی کا ممنون ہوں" میں نے جواب دیا۔ "حادثہ اس میں شک نہیں بڑا دہشتناک تھا تاہم خدا نے بڑی عنایت کی کہ کسی جان کا نقصان نہیں ہوا۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر سکوت رہا۔ لیناکس کے چہرہ سے پایا جاتا تھا کہ وہ گہری فکر میں ہے اس کے بعد دفعتاً ایک فوری خیال کے اثر سے اس نے پھر کہا۔ "جوزف میرے خیال میں والد نے تم کو سختی سے حکم دیا تھا کہ مس دیناچر کی خدمت گذاری اسی تن دہی سے کرنا جس طرح میری۔ پس اگر اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہوا۔ تو ایسا ہونا قدرتی تھا۔ بہرحال اس وقت میں اس واقعہ کا ذکر اس لئے نہیں کرتا کہ مجھے اس کی یاد ناخوشگوار کو تازہ کرنا منظور ہے... بلکہ محض اس لئے ...."

وہ کہتا کہتا رُک گیا اور میں نے دیکھا ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش اس کے سینہ میں جاری تھی، ایک طرف جوش رقابت اس کو بعض ہدایات جاری کرنے پر اکساتا تھا۔ دوسری جانب طبعی فیاضی اور احساس تکبر" اس فعل رذالت کی راہ میں مزاحم تھے افسوس طبع انسانی کی کمزوریاں بسا اوقات آدمی کے ذہنی اوصاف پر غالب آجاتی ہیں جب عشق کا غلبہ تیز قلب انسانی میں جاگزیں ہوتا ہے تو پھر تکبر کا احساس بھی جوش رقابت میں دب جاتا ہے۔

"جوزف میں یہ کہنا چاہتا تھا" لیناکس نے اس طرح جلد جلد بولتے ہوئے کہا گویا ایک فرض ناخوشگوار کو جس سے وہ واقعہ میں شرمسار تھا جلد تر ادا کرنا چاہتا ہے۔ "کہ تم والد کی ہدایت کے مطابق ان اوقات میں جب مس دیناچر کسی کام کے لئے گاؤں جائے

اور تمہیں اس کے ہمراہ جانے کی فرصت نہ ہو تو ضرور اس کے ساتھ جایا کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم گاؤں تک جاکر واپس آجاؤ۔ بلکہ مس ڈیناچر کو جہاں کہیں جانا ہو اس کے ساتھ ساتھ جاؤ۔ کیا تم میرا مطلب سمجھ گئے۔ میں امید کرتا ہوں آئندہ تم اس موقعہ کی نسبت جب میں نے تمہیں آوارہ پھرتے دیکھا تھا اور تم مس ڈیناچر کو چھوڑ کر ایک دکان کے پاس رہ گئے تھے زیادہ احتیاط سے کام لو گے۔"

"سرکار۔ میں ہمیشہ تعمیل ارشاد کرتا رہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

اس روز دن کے گیارہ بجے کیمرن نے مجھ سے کہا کہ بڑے سرکار نے ایک اشد ضروری کام کے لئے فوراً تم کو یاد کیا ہے اور وہ لائبریری میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں سیدھا اس طرف کو گیا لیکن دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ مسٹر ڈیناچر ڈونالڈ سٹوارٹ سے باتیں کر رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر فوراً پیچھے ہٹ آنا چاہتا تھا مگر ڈالی ایچ متھگلن نے کہا "ٹھہرو جنڈ مسٹر سٹوارٹ سے میری گفتگو قریباً ختم ہو چکی ہے۔"

میں نے دروازہ پھیر دیا اور خود اس گفتگو کے خاتمہ کے انتظار میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ مسٹر ڈیناچر دستی میز کے پاس بیٹھے تھے اور مسٹر سٹوارٹ اس میز کے دوسری جانب کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا تھا اوّل الذکر نے نوجوان معلم سے بیٹھنے کے لئے نہیں کہا۔ حالت اس طرح کی تھی گویا مسٹر سٹوارٹ ایک تعلیم یافتہ مرد شریف ہونے کی بجائے گھر کا معمولی نوکر تھا۔ یا یہ ایک اس طرح کا سین تھا جس میں دو شخص ایک جن میں سے دوسرے کا مربّی تھا اپنے اپنے پارٹ کو اس طریقہ پر ادا کر رہے تھے کہ اوّل الذکر آخرالذکر کے مقابلہ میں اپنی وجاہت اور اہمیت کو بالارادہ اس کے جذبات کو ٹھیس لگانے کے لئے نہیں بلکہ عادتاً واضح کر رہا ہے۔ تاہم میں نے دیکھا کہ گو ڈونالڈ سٹوارٹ کے انداز مؤدبانہ تھے تاہم اس کے بشرہ سے اس طرح کے آثار ظاہر تھے جو کسی مرد شریف کے چہرے پر ہی پائے جا سکتے ہیں۔ زیادہ صاف لفظوں میں مسٹر سٹوارٹ کی حالت ظاہر کرتی تھی کہ اگر ڈالی ایچ متھگلن کو اپنی دولت کا غرہ ہے تو اُسے

اپنے ذہنی اوصاف پر ناز ہے اور اپنے جی میں وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس پہلو سے وہ اگر اس پر فائق نہیں تو اس کا ہم پلہ ضرور ہے۔

"مسٹر سٹوارٹ" دو والی اینج متھگلن نے مجھے دروازہ کے پاس ٹھہرنے کا حکم صادر کرنے کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "جو وعدہ میں نے کیا تھا میں ہر وقت اس کا پابند ہوں۔ آپ نے میری بھتیجی اور سب سے چھوٹے بچے کو غرقابی سے بچا کر جو احسان مجھ پر کیا ہے میں کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اور اس کے لئے پھر ایک بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن میری رائے میں خالی شکریہ کے الفاظ اس مطلب کے لئے کافی نہیں ہیں۔ میں نے اس شخص کو جو میرے ننھے لوکیل کو بچائے منہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مانگئے آپ کیا مانگنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ میری خواہش اس قرضہ اخلاقی کے بوجھ سے جلد تر سبکدوش ہونے کی ہے۔ فی الحال میں ایک طرح پر آپ کا مقروض ہوں۔ حالانکہ اینج متھگلن" اس نے فخریہ لہجہ میں کہا "کبھی کسی کا مقروض بن کے رہنا منظور نہیں کر سکتا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" دفعتاً ڈامنی کی آواز کمرہ کے دور افتادہ حصّہ سے آتی سنائی دی۔ چونکہ وہ ایک کھڑکی کے پاس صوفے پر دبکا سمٹا بیٹھا تھا اس لئے میں نے پیشتر اس کو نہ دیکھا تھا "ہر ایک شریف مرد کو چاہیئے کہ مقروض بن کر نہ رہے۔ چنانچہ یہی الفاظ میں نے اس شخص سے کہے تھے جو میرے قریب میوہ گلن بکٹ کے مکان پر رہتا تھا۔ اور جس پر دھوبن کے تین شلنگ چھ پنس آتے تھے ... میرا خیال ہے دھوبن ہی کے تھے ... یا شاید بقال کے ہوں ... مگر صحیح حال میں سوچ کر آپ کو بتا دوں گا"

"اس لئے مسٹر سٹوارٹ" مسٹر دیناچر نے ڈامنی کلیک مینن کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "جو کچھ آپ اس سلسلہ میں طلب کرنا چاہتے ہوں کہیئے مجھے اس کو پورا کرنے سے قطعاً دریغ نہ ہوگا۔"

"لیکن مسٹر دیناچر" سٹوارٹ نے جواب دیا "فی الحال کوئی خاص چیز ایسی نہیں

ہے جو میں آپ سے طلب کرنا چاہوں...."

"مہربانی سے مجھے ایچ متھگلن کہہ کر مخاطب کیجیے" مسٹر ڈیناچر نے اپنا سر نخوت سے اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک"۔ ڈامنی نے پھر کہا "میرا اپنا قریبی رشتہ دار نک می ڈاؤن آرڈڈ اگر آج رحلت کر جائے تو لوگوں کا فرض ہوگا کہ وہ مجھے کلیک میلن آکنش کہہ کر مخاطب کریں۔ چنانچہ یہی بات میں نے ایک روز سالٹ کوٹ سے کہی تھی جب...."

"تاہم کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" ایچ متھگلن نے سٹوارٹ سے پوچھا۔

"میں فقط یہ عرض کرنا چاہتا تھا" نوجوان معلم نے لہجۂ وقار سے جواب دیا "کہ فی الحال کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میں آپ سے طلب کروں، اس لئے اگر آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ زمانہ آئندہ میں کسی موقع پر اس سلسلہ میں کوئی چیز مانگوں...."

"میں سمجھا" ایچ متھگلن نے سنجیدگی سے کہا "آپ میرے وعدہ کی مہلت بڑھانا چاہتے ہیں۔ بہت اچھا۔ اگر آپ کو اصرار ہے تو مجھے انکار نہیں۔ کیونکہ کل کے واقعہ کے بعد میرے لئے اس بات پر زور دینا کہ آپ اپنا سوال فوراً ہی پیش کریں۔ یقیناً فیاضی سے بعید ہوگا۔ مجھے آپ کی خاطر منظور ہے اور میں اپنے وعدہ کی مہلت بڑھانا اس شرط کے ساتھ قبول کرکے کہ وہ غیر معمولی لمبی نہ ہونی چاہئے یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا یہ وعدہ بعض شرطوں سے محدود ہے یعنی آپ کا سوال اس قسم کا ہونا چاہئے کہ میرے لئے اس کو معقولیت کے ساتھ پورا کرنا ممکن ہو...."

"اطمینان فرمایئے اسی طرح ہوگا" سٹوارٹ نے جواب دیا۔ "میں وہی چیز آپ سے مانگوں گا جس کا دینا جائز طور پر آپ کے اختیار میں ہو"۔

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے جلدی سے کہا۔ "یہ بات شروع میں ہی طے ہو جانی چاہیے کہ آپ کا سوال حد معقولیت سے باہر نہ ہوگا۔ مثلاً آپ ایچ متھگلن سے

آپ کے رہنے کا محل نہ مانگیں گے، نہ ان کی جاگیر، نہ آپ کی بھتیجی سے شادی کی درخواست پیش کیا کریں گے، نہ یہ کہیں گے کہ ان کے دو چھوٹے صاحبزادے آپ کی خدمات بجالایا کریں نہ یہ کہ میں آپ کو کشتی پر سوار کر کے جھیل کے پار لے جاؤں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر ہم دونوں کا تہ نشیں ہو جانا یقینی ہے چنانچہ یاد آ گیا اسی طرح ایک بار سالٹ کوٹ نے...؛

" مسٹر کلیک مینن نے اپنی عمر میں پہلی بار خلافِ عقل بات کہی ہے ؟" والئی انچ مھگلن نے اپنے درمیانی لفظوں پر زور دے کر کہا " یقیناً مسٹر سوڈارٹ میرا وعدہ اس طرح کے خارج از معقولیت سوالات کے متعلق نہیں ہے جو مسٹر کلیک مینن آف کلیک مینن آکنش نے بیان کئے ہیں "

حماقت مآب ڈامنی کی بے خبری میں مسٹر سوڈارٹ کے ایمیلین سے شادی کرنے کا ذکر چھیڑنے سے نوجوان معلم کے رخساروں پر تیز سرخی پھیل گئی تھی۔ کیونکہ الفاظ گو بغیر کسی ارادے کے کہے گئے تھے تاہم وہ اپنے اندر خاص اہمیت رکھتے تھے۔ گو اس اہمیت کا حال اس وقت نہ بڈھے ڈامنی اور نہ والئی انچ مھگلن کو معلوم تھا چنانچہ مسٹر سوڈارٹ نے سرسری طور پر پھر ایک بار کہا۔ " جی بے شک میں سمجھ گیا " اور اس کے بعد چپ ہو گیا۔ رہ گئی اس کے چہرہ کی سرخی۔ تو اسے یا تو انچ مھگلن نے دیکھا ہی نہیں، یا اگر دیکھا تو اس کا مطلب کچھ اور سمجھ کے اس کو نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ اس کے بعد مسٹر سوڈارٹ مؤدبانہ سلام کر کے لائبریری سے رخصت ہو گیا۔ مگر جانے سے پہلے جیسا اس کا معمول تھا اس نے میری طرف دیکھ کر اپنے چہرہ پر آثارِ تبسم پیدا کئے اور سر کو ذرا سا خم دیا۔

" اب جوزف " والئی انچ مھگلن نے مجھے آگے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا " تم اپنے سفرِ کیرنڈیل کے حالات بیان کرو "

" سرکار، اس بارے میں میرا بیان نہایت مختصر ہے " میں نے جواب دیا۔ " جہاں تک میں نے دیکھا اور معلوم کیا مقامی رائے جیسا کہ پرتھ شائر کے اخباروں نے ظاہر کیا

تمام مرتہنوں کے حق میں نہیں بلکہ خود کیبرنڈیل کی حمایت میں ہے۔ چنانچہ حال میں جب مرتہن لوگ موضع کیبرنڈیل گئے تو لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے ان کو فوراً ہی رخصت ہو جانا پڑا۔"

گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مرتہن لوگوں کے ارادوں کا حال جاننے میں بالکل کامیاب نہ ہو سکے۔ وارنج متھگلن نے جس کے چہرہ پر آثار اضطراب نمودار ہو چکے تھے کہا۔ یعنی اس صورت میں کہ مقدمہ ان کے حق میں فیصل ہو۔"

"میرے آقائے نامدار جیسا خود خیال فرما سکتے ہیں۔" میں نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ "عوام کی اس اعلانیہ مخالفت کے بعد مرتہن لوگ اپنے ارادوں کے اظہار پر کمتر آمادہ ہو سکتے تھے۔"

"میں سمجھا۔" والیٔ ارنج متھگلن نے بڑھتی ہوئی پریشانی کے ساتھ کہا۔ بہرحال تم سے کوئی شکایت نہیں۔ تم نے جہاں تک ممکن تھا اپنی طرف سے پوری کوشش کی..."

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اور اب مسٹر لیگرینڈر کیبرنڈیل اگر اپنے حقوق حاصل کرنے میں واقعی کامیاب ہو گیا..."

"حقوق، مسٹر ملکلیک مینن۔" والیٔ ارنج متھگلن نے غصہ میں بھر کر ڈامنی کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ آپ کن حقوق کا ذکر کرتے ہیں؟ اس شخص کو کوئی حقوق قطعاً حاصل نہیں ہیں۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے ازراہ حماقت وہی فقرہ کہا۔ "حقوق نہیں، میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اگر اپنے فرائض حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تو پھر اس میں جوزف بے چارے کا کوئی قصور نہ ہو گا۔"

"جوزف۔" والیٔ ارنج متھگلن نے جسے ڈامنی ملکلیک مینن کے سابقہ فقرہ کی وجہ سے سخت غصہ آ گیا تھا، بدستور جوش میں بھر کر کہا۔ کل تم نے میرے عزیز بیٹے کی جان بچائی تھی، اس کے لئے میں والیٔ ارنج متھگلن فی الحال تمہارا مقروض ہوں۔"

"عالی جاہ۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔" میں نے اس واقعہ کو یاد کر کے جلدی سے کہا کہ والیٔ

ارنج متھگلن کو لفظ مقروض سے کتنی سخت نفرت ہے۔" میں نے جو کچھ کیا وہ آپ کے ادنیٰ نمک خوار کی حیثیت میں اپنا فرض سمجھ کے کیا تھا۔۔۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے قطع کلام کر کے کہا۔ "جس طرح میرے دوست بلی آڈمل ہیڈ کا یہ فرض تھا کہ وہ چلتے چلتے تالاب میں گر گیا تھا۔۔۔ لیکن نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس کا فرض تھا کہ اس نے بدمعاش ڈسل بنکی کو اس جرم میں جیل خانہ بھجوایا، کہ اس نے ٹھوکر مار کر بلی آڈل ہیڈ کو تالاب میں گرایا تھا۔۔۔ میرے خیال میں وہ تالاب ہی تھا ۔۔۔ یا شاید سمندر ہو۔ بہرحال میں سارا واقعہ یاد کر کے بتاؤں گا۔" اور وہ حافظ کی تقویت کے خیال سے مسلسل دو منٹ ہلا اس چڑھاتا رہا۔

"سنو جوزف" ارنج متھگلن نے کہنا شروع کیا۔ "تم خواہ مانو یا نہ مانو۔ میں بہرحال اپنے آپ کو تمہارا مقروض سمجھتا ہوں۔ اور اس قرضہ کو ادا کرنا میرا فرض ہے۔۔۔ پس یہ لو۔ اس تھیلی میں پچاس پونڈ ہیں۔ انہیں اس قرضہ کی بے باقی میں وصول کرو۔۔۔ نہ بس۔ میں اس بارے میں کسی طرح کا اعتراض سننا نہیں چاہتا۔ یہ ارنج متھگلن کا حکم ہے اور ضرور تم کو اس کی تعمیل کرنی پڑے گی۔"

اس کے بعد میرے لئے کچھ کہنا غیر ممکن ہو گیا۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ میرے نقطۂ خیال سے ایک بنی نوع انسان کی جان بچانا اس طرح کا مقدس فرض تھا جس کا معاوضہ زر و جواہر کی صورت میں ہرگز ادا نہیں ہو سکتا۔ تاہم والیٔ ارنج متھگلن کی ناراضگی کے خوف سے میں نے وہ تھیلی چپکے سے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اس کے بعد شکریہ ادا کر کے رخصت کی تیاری کر رہا تھا کہ ارنج متھگلن نے کوئی بات یاد کر کے پھر مجھے بلایا۔

"جوزف" اس نے کہا۔ "حال کے واقعات کے بعد میں تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتا تاہم اس ہدایت کی یاد تمہارے ذہن میں تازہ کرنا میرا فرض ہے جو پیشتر میں نے اس بارے میں تم کو دی تھی کہ جب کبھی میری بھتیجی مس دینا چرگاؤں کو جانا چاہے تو ضرور تم اس کے ساتھ جایا

کرنا مگر ان حالات سے جو میرے سننے میں آئے ہیں پایا جاتا ہے کہ آخری مرتبہ جب تم اس کے ساتھ گئے تھے تو تم نے اس فرض کی ادائیگی میں بڑی غفلت کی تھی۔ یاد رکھو میں اس غفلت کے لئے تم کو ملامت نہیں کرتا صرف یاددہانی کے طور پر کہتا ہوں کہ آئندہ جب کبھی تمہیں اس کے ساتھ جانے کا اتفاق ہو تو راستہ میں دکانوں کے دروازوں یا کھڑکیوں کے پاس منہ پھاڑ کر دیکھنے کے لئے کھڑے نہ ہو جانا بلکہ جیسا تمہارا فرض ہے مس ڈیناچر کے ساتھ رہنا"

اور اس کے بعد میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت ہونے کے لئے کہا۔ جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں ایک لفظ تک کہے بغیر چپ چاپ باہر آگیا تاہم اس واقعہ سے ڈونالڈسوارٹ کے برخلاف لینا کس ڈیناچر کے بڑھتے ہوئے جوش رقابت کا اور بھی مکمل ثبوت مل گیا۔ کیونکہ ظاہر تھا اسی نے بعض اس طرح کی باتیں شکایت کے طور پر اپنے باپ سے کہی ہیں جن کی بنا پر دالئی اچ متھکلن نے اس موقعہ پر اپنی سابقہ ہدایات کو بڑھی ہوئی سختی کے ساتھ دُہرانے کی ضرورت سمجھی ہے۔

ایک دو روز سے موسم کی حالت تبدیل ہونے لگی تھی اور اس دن چونکہ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اس لئے سارے مہمان گھر میں ہی رہے۔ موسم کی یہ ناخوشگوار حالت چار پانچ دن قائم رہی اور جب آخر کار مطلع صاف ہوا تو سب مہمان یکے بعد دیگرے رخصت ہونے لگے اور پھر ایک بار اچ متھکلن میں دور سکون قائم ہو گیا۔ اب چونکہ میرے پاس وافر نقدی جمع تھی اس لئے خیال آیا کہ جو روپیہ میں نے واٹرڈم کے دلندیزی کپتان سے فوری اخراجات کے لئے دست گرداں لیا تھا وہ اس کو واپس بھیج دینا چاہیئے۔ اس مطلب کے لئے پھر ایک بار موضع متھکلن کے قریب مسٹر ڈیناچر کے ساہوکار کی کوٹھی پر جانے کی ضرورت پیش آئی اور مطلع صاف ہو جانے اور مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد میں ایک روز سہ پہر کو اس مطلب کے لئے گاؤں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ خیال آیا مسٹر لینا کس اور ڈیناچر دونوں نے چونکہ خاص طور پر اس بات کی تاکید کی تھی کہ جب کبھی ایمیلین کو گاؤں جانا ہو ضرور اس کے ہمراہ

جایا کرنا۔ اس لئے ایک دو گھنٹہ کی غیر حاضری سے پہلے کیا یہ دریافت کر لینا واجب نہ ہوگا کہ مس دیناچر کو فی الحال میری خدمات درکار ہیں یا نہیں ؟ یہ سوچ کر میں گول کمرہ میں گیا اور اس جگہ دیکھا کہ مس دیناچر ایک کتاب لئے بیٹھی ہے۔ والی ارنج متھگلن اخبار دیکھ رہا ہے۔ اور ڈامی ایک کونے میں صوفے پر بیٹھا اونگھتا ہے۔ لیناکس کے بارے میں پہلے ہی مجھے معلوم تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کے باہر گیا ہوا ہے۔"

"بانو۔ میں یہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔" میں نے مس دیناچر سے مودبانہ کہا۔ "کیا آج سہ پہر آپ کو میری خدمات درکار ہوں گی ؟ "

الفاظ گو آہستہ کہے گئے تھے تاہم وہ والی ارنج متھگلن کے کانوں تک بھی پہنچ گئے اس نے عنایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔" جوزف۔ تم بڑے ہی فرض شناس نوکر ہو۔" پھر اپنی بھتیجی کی طرف مڑ کر "ایمیلین" اس نے کہا۔ "کئی دن سے تم کو باہر جانے کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے میرے خیال میں تم اگر گاؤں تک سیر کر آؤ تو خوب ہوگا۔ مجھے لیناکس کی غفلت پر سخت غصہ آتا ہے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ کیوں نہ لے گیا۔"

"لیناکس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا۔" مس دیناچر نے جواب دیا۔ "لیکن میری طبیعت چونکہ ناساز تھی ..."

"آہ۔ اگر ایسا ہے تو پھر ضرور تم کو سیر کے لئے باہر جانا چاہیئے۔" ارنج متھگلن نے کہا۔ "کیونکہ اس سے یقیناً تم کو فائدہ ہوگا۔ علاوہ بریں میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس سے پہلے میں نے ایک موقعہ پر تمہیں تنہا جانے سے روکا تھا تو اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ تم گاؤں کے مدرسہ میں جانا بالکل ہی ترک کر دو۔"

"بہت اچھا۔ آپ چونکہ حکم دیتے ہیں اس لئے میں چلی جاتی ہوں" مس دیناچر نے کہا اور اس کے بعد میری طرف مڑ کر حسب معمول عنایت آمیز لہجہ میں اس نے کہا۔ "جوزف، دس منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوتی ہوں۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈاسن نے کہا۔" اور میں خود بھی اس موقعہ پر مس ایمیلین کے ساتھ گاؤں تک جاؤں گا۔ کیونکہ وہ ہلاس جو میں پچھلی بار خرید کر لایا تھا۔ اچھی ثابت نہیں ہوئی۔ اگر میرا دوست سالٹ کوٹ اس جگہ ہوتا تو میں اسی کی ڈبیا سے ایک آدھ چٹکی لے لیتا۔ اور اس سلسلہ میں یہ بھی یاد آ گیا کہ میں،..."

لیکن اس حکایت کا باقی حصہ مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ کیونکہ مجھے مس وینا چر کا انتظار کرنے کے لئے ڈیوڑھی میں حاضر ہونا تھا۔ اس کے چند منٹ بعد وہ جب اس جگہ آئی، تو میں نے دیکھا کہ ڈاسن عجیب طرح کی صورت بنائے اس کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ میرا خیال ہے وہ اس حکایت کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو اس نے تھوڑی دیر پہلے بیان کرنی شروع کی تھی۔ خیر ہم تینوں گھاٹ کی طرف گئے اور کشتی پر سوار ہوئے۔ راستہ میں مسٹر کلیک مین کو اس حکایت کے عوض جو اس نے ناتمام چھوڑی تھی وہ تجویز یاد آ گئی۔ جو اس نے جھیل پر پل بنوائے جانے کے بارے میں پیش کی تھی۔ چنانچہ مس وینا چر سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔

"کیوں مس ایمیلین۔ کیا اگر اس جھیل پر ایک پل تعمیر کرا دیا جائے تو آپ کی رائے میں اس روز روز کی کشتیوں کی زحمت کے مقابلہ میں فائدہ مند نہ ہوگا؟ کم از کم مجھے اس کی تیاری سے بہت خوشی ہوگی۔ اور اسی طرح میرے دوست سالٹ کوٹ کو بھی۔ اگر وہ کبھی مجھ سے ملنے کے لئے اس جگہ آئے۔ لیکن یاد آ گیا اس روز جب کشتی کے حادثہ کے موقعہ پر کئی شخصوں نے کئی دوسرے شخصوں کو غرقابی سے بچایا تو مجھے اس بات کی حسرت باقی رہ گئی کہ میں اس وقت کسی کو نہ بچا سکا۔ کاش میں ننھے لوکیل کو ہی بچا لیتا۔ اور اس سلسلہ میں مجھے ایک حکایت اور یاد آ گئی..."

"لیکن... مسٹر کلیک مین" مس وینا چر نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیوں آپ کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آپ بھی کسی کو بچاتے؟"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے جواب دیا۔ "مس ایمیلین آپ کا سوال بے شک پُر معنیٰ ہے تاہم کیا آپ بھول گئیں کہ والیٔ اینج متھگلن نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص لوکیل کو بچائے گا میں اسے منہ مانگی مراد دوں گا۔ اب اگر میں لوکیل کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا تو لازمی طور پر یہی درخواست پیش کرتا کہ اس جھیل پہ ایک پُل تعمیر کرادیا جائے، لیکن میری بدقسمتی سے لوکیل کو مسٹر سٹوارٹ نے بچایا اور ہاں یاد آگیا، میں نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے دوست مسٹر سالٹ کوٹ کو... اور بیلی آڈل ہیڈ کو دی تھی، اور میں یقیناً بیوہ گلن بکٹ کو بھی دیتا اگر وہ زندہ ہوتی ..."

اتنا کہہ کر ڈامنی کلیک مینن ہلاس چڑھانے کے لئے ٹھہر گیا اور اس وقفہ میں ہم نے دیکھا کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں ڈونالڈ سٹوارٹ کا ذکر آنے سے ایمیلین کے رخساروں پہ جوشِ راحت کی سُرخی پیدا ہو گئی تھی۔

"افسوس مجھ سے کیسی بھول ہوئی" دفعتاً ڈامنی نے پھر ایکبار اپنا تکیہ کلام نظرانداز کر کے کہنا شروع کیا۔ "اس روز جب والیٔ اینج متھگلن مسٹر سٹوارٹ سے کہہ رہے تھے کہ جو کچھ آپ کو بطور انعام طلب کرنا ہو مجھ سے کہیئے، اور مسٹر سٹوارٹ نے کہا تھا کہ میں فی الحال کوئی چیز طلب کرنا نہیں چاہتا، تو کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں یاد دہانی کے طور پر مسٹر سٹوارٹ سے کہہ دیتا کہ آپ اینج متھگلن سے پل کی تیاری کی درخواست کریں، میری اپنی رائے میں اگر اس طرح کا موقعہ میرے دوست بیلی آڈل ہیڈ سکنہ گیلوگیٹ کو حاصل ہوتا تو وہ ہرگز اسے ہاتھ سے نہ دیتا۔ خیر مجھ سے بھی غلطی ہوئی کہ وقت پر یاد دہانی نہ کر سکا میں نے مسٹر سٹوارٹ سے کئی چیزوں کا ذکر کیا تھا جو اُسے اینج متھگلن سے طلب نہ کرنی چاہئیں مگر یہ کہنا بھول گیا کہ اسے کیا طلب کرنا چاہیئے۔ اور ہاں یاد آگیا مس ایمیلین، میں نے مسٹر سٹوارٹ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو اس دیدہ دلیری کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے کہ مس ایمیلین سے شادی کی درخواست پیش کریں، ..."

"آہ۔ دیکھئے مسٹر کلیک مین" مس دیناچر نے شرما کر مضمون بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "اس جگہ جھیل کے وسط سے اس پل کا نظارہ کتنا دلفریب ہے!"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے تسلیم کیا۔ "لیکن وہ اور بھی زیادہ دلفریب ہو اگر اسے پل پر کھڑا ہو کر دیکھا جائے۔" اور اس کے بعد از راہ حماقت پھر اسی رنجیدہ مضمون کی طرف آتے ہوئے "میں نے ڈونالڈ سٹوارٹ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آپ سے شادی کی درخواست پیش نہ کرے۔ کیونکہ نہ اس کا خاندان اونچا ہے اور نہ اس کے پاس دولت ہے۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ آپ کو اپنے منگیتر لیا کس سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی کسی نوجوان خاتون کو ہونی چاہیئے اور اس سلسلہ میں یاد آ گیا کہ ایک دفعہ میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہا تھا..."

لیکن ڈامنی بے چارہ اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور اس کی کھلی ہوئی ڈبیا کی ساری ہلاس اڑ کر ڈامنی کے منہ پر جا پڑی۔ کئی منٹ تک وہ اپنے منہ اور آنکھوں کو رومال سے صاف کرنے کی کوشش کرتا رہا اور جب آخر کار اس کام سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ اور آبگوں تھیں۔ میں اپنے دل میں مس دیناچر کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا جسے احمق ڈامنی کی باتوں سے یقیناً ذہنی تکلیف ہوئی ہوگی اور اس پہلو سے مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ہلاس اڑنے کا واقعہ ناخوشگوار کم از کم ایملین کے حق میں رحمت ثابت ہوا کیونکہ اس کے بعد یہ مضمون ڈامنی کے ذہن سے بالکل اتر گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کشتی ساحل کے پاس جا لگی۔ مسٹر کلیک مین نے مس دیناچر کو اپنے بازو کا سہارا دے کر اتارا۔ اور میں حسب معمول مؤدبانہ فاصلہ پر ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ گاؤں میں پہنچ کر ڈامنی تمباکو فروش کی دکان پر جانے کے لئے ہم سے علیحدہ ہو گیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد جب اس کی صورت نظروں سے اوجھل ہوئی تو میں نے

دو قدم بڑھ کر مس ایملین سے کہا: "بانو اگر آپ اجازت دیں تو میں آدھ گھنٹہ کے لئے اپنا ایک کام کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد آپ جس جگہ حکم دیں حاضر ہو جاؤں گا۔"

وہ تھوڑی دیر متعجبانہ میری طرف دیکھتی رہی اس اثنا میں اس کے چہرہ کی رنگت کبھی سرخ، کبھی پیلی ہو جاتی تھی۔ تاہم میں نے کسی طرح کے آثار اپنے چہرے پر نمودار نہ ہونے دیئے، کیونکہ میں اپنے کسی فعل کے ذریعہ سے اس خاتون پر یہ بات ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا کہ میں اس کے گھر کا ادنیٰ نوکر اس کے رازِ عشق سے واقف ہوں اور اپنے کام کا بہانہ پیش کر کے دراصل اسے اپنے دلدار سے ملنے کا موقعہ دینا چاہتا ہوں۔

"جوزف" اس نے ہلکی تھرائی آواز سے کہا: "کیا تم بھول گئے کہ تمہیں اس بارے میں سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ ..."

"جی بیشک میں ان ہدایات کو بھولا نہیں ہوں" میں نے جواب دیا: "تاہم اس وقت میں چونکہ آپ کے تابع فرمان ہوں اس لئے آپ ہی کی ہدایات میرے لئے افضل ہیں۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ ازراہِ عنایت مجھے آدھ گھنٹہ کی مہلت عطا فرمایئے، میں گاؤں کے ساہوکار کی معرفت کچھ روپیہ روانہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو بہت اچھا جاؤ" ایملین نے جواب دیا: "بعد ازاں جب تم اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو گاؤں کے گرجا کے پاس میرا انتظار کرنا۔"

اس کے بعد میں رخصت ہو گیا۔ اپنے جی میں مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ مسٹر سٹوارٹ جو ہم سے تھوڑی دیر پہلے قلعہ سے رخصت ہوا تھا ضرور اس موقعہ کا منتظر ہو گا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔ ساہوکار کے مکان پر جا کر میں نے اپنی ضرورت اس سے بیان کی۔ اور وہ سابق کی طرح فوراً میری امداد کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کی نیکی اور شرافت کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کس لئے تم اتنا رقم روپیہ روانہ کر رہے ہو۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار گاؤں کی طرف

مر۲۱۔ اور وہ خط جس میں میں نے ولندیزی کپتان کو ترسیلِ زر کی اطلاع دی تھی ڈاک خانہ میں ڈالا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس خط میں میں نے کپتان مذکور کا اس کی عنایات کے لئے پھر ایک بار تہِ دل سے شکریہ ادا کیا تھا۔ لیکن جس وقت ڈاکخانہ سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مسٹر ڈنکنبی وکیل سامنے سے چلا آرہا ہے۔ اس نے جس وقت مجھے نوکروں کی وردی پہنے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں فرطِ حیرت سے کھُل گئیں اور مجھے اس قدر شرم و ندامت ہوئی کہ جی چاہتا تھا زمین میرے قدموں میں پھٹ جائے اور میں کھڑا کھڑا اس میں سما جاؤں۔ خیالات جو اس وقت میرے دل میں پیدا ہوئے یہ تھے کہ مسٹر ڈنکنبی کو یہ سوچ کر سخت غصہ آئے گا کہ میں نے جو ایک ادنیٰ اور حقیر نوکر تھا، دو بار اپنے آپ کو مردِ شریف کی صورت میں پیش کر کے مجلسی حیثیت سے اپنے آپ کو اس کے برابر ظاہر کیا۔ علاوہ بریں قدرتی طور پر وہ یہ بھی سمجھے گا کہ والیٔ انچ متھگلن کا نوکر ایک ادنیٰ جاسوس بن کر کیرن ڈیل اور اس کی ریاست کے بارے میں حالات تحقیق کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ تھوڑی دیر وہ حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہ سے خوش طبعی کے آثار غائب ہوگئے اور ان کی جگہ سختی کی جھلک نظر آنے لگی۔ اس کے بعد اس نے کہا "آہ، کیا تم وہی جوزف ولمٹ ہو جو انچ متھگلن کے ایوان میں مہمان بن کے ٹھہرا تھا؟" اور اس نے اپنے فقرہ کے آخری حصہ پر خاص طور سے زور دیا۔

"مسٹر ڈنکنبی!" میں نے مشکل سے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا "میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ جلدی سے کوئی رائے میرے برخلاف قائم نہ کریں۔ اس میں شک نہیں، کہ حالات میرے خلاف ہیں..."

"بے شک خلاف ہیں!" وکیل نے تند نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "میں خیال کرتا تھا تم ایک صاف باطن ایماندار نوجوان ہو اور میں چاہتا ہوں کہ اب بھی مجھے اس رائے میں تبدیلی نہ کرنی پڑے..."

"جی نہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ایسا نہ ہوگا" میں نے پُرجوش لہجہ میں کہا۔" میں آپ کی عنایتوں کو بھولا نہیں ہوں۔ اور میری اپنی خواہش یہ ہے کہ وہ نیک رائے جو آپ نے میری نسبت قائم کی تھی آئندہ بھی قائم رہے"

"بس بس۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں" مسٹر ڈنکنسبی نے کہا" تم اگر ایچ متھگن کے نوکر ہو اور اپنے آپ کو مرد شریف ظاہر کرتے رہے ہو تو مجھے اس کی پرواہ نہیں لیکن اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ تم نے دھوکے سے میرا اعتماد حاصل کر کے راز کی باتیں دریافت کرنے کی کوشش کی ہے تو اس صورت میں ... تاہم اندر آجاؤ۔ میں پہلے تمہارا بیان سننا چاہتا ہوں"

یہ کہہ کر وہ تیز چلتا گاؤں کی سرائے میں داخل ہو گیا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر گیا۔ ایک علیحدہ کمرہ میں بیٹھ کر اس نے مجھے کرسی پیش کی۔ اور اس کے بعد اشارہ سے حالات بیان کرنے کے لئے کہا۔

"مسٹر ڈنکنسبی۔ آپ کو یاد ہوگا" میں نے کہنا شروع کیا" ہماری پہلی ملاقات یرتھ میں ہوئی تھی۔ اور اس وقت آپ نے تجویز پیش کی تھی کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی گاڑی پر کیرنڈیل تک سفر کروں۔ اس وقت یہ الفاظ میری نوک زبان پر تھے۔ کہ میں ایک ادنیٰ خدمت گذار آپ کے ساتھ مل کر ..."

"اچھا خیر۔ میں سمجھ گیا" ڈنکنسبی نے قطع کلام کر کے کہا" تم یہ بات کہنا چاہتے تھے لیکن اس خیال سے رہ گئے کہ تھوڑی دور کا سفر ہے اس کے بعد پھر شاید ایک دوسرے سے ملنا ہو یا نہ ہو۔ بے شک اس میں ہرج کی کوئی بات نہ تھی۔ علاوہ بریں جہاں تک مجھے یاد ہے وہ سفر بڑے آرام سے طے ہوا تھا اور تمہاری باتیں ... میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری باتیں ایسی ہی تھیں جو کسی مرد شریف کی ہونی چاہئیں"

"آہ مسٹر ڈنکنسبی میری تربیت ایک شریف زادہ کی طرح ہوئی تھی" میں نے عہد ماضی کے حالات یاد کر کے حسرتناک لہجہ میں کہا اور میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر آئے۔

"ٹھہرو۔ میں کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا۔ جو تمہاری دلآزاری کا موجب ہو"
نیکولس وکیل نے نرم لہجہ میں کہا۔ "علاوہ بریں اگر کوئی آدمی اپنی روزی محنت سے کماتا ہے تو میں اس کو بُرا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنے اپنے طور پر محنت کر کے ہی روزی کمانی پڑتی ہے۔ تاہم میں جو بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اس روز جب تم کیرنڈیل میں مجھ سے ملے تھے ... تو کیا تم اس وقت ارنچ متھگلن کے ہاں ملازم نہ تھے؟"

"جی بے شک۔ اس زمانہ میں میں ارنچ متھگلن کا ملازم تھا۔" میں نے مسٹر ڈنکنسی کی متجسس نگاہ کا مقابلہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "تاہم اصل حقیقت جو کچھ تھی میں اب عرض کرتا ہوں۔ در اصل مسٹر ڈیناچر نے مجھے بعض استفسارات کے سلسلہ میں کیرنڈیل بھیجا تھا۔ اور گو مجھے طبعاً اس کام سے نفرت تھی تاہم ارنچ متھگلن کے ملازم کی حیثیت میں میں تعمیل حکم سے انکار نہ کر سکا۔ اس کے ساتھ ہی میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ واپس جا کر کوئی ایسی بات مسٹر ڈیناچر سے بیان نہ کروں گا جو سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے اغراض و مقاصد کے برخلاف ہو۔ فی الحقیقت میرا ہرگز ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ سر الیگزینڈر کے نجی معاملات میں بے جا دخل اندازی کروں چنانچہ واپس جا کر میں نے ارنچ متھگلن سے محض اس قدر بیان کرنا کافی سمجھا کہ سر الیگزینڈر کے مقدمہ میں فتحیاب ہونے کے امکانات واقعہ میں اتنے بعید نہیں جتنا پرتھ شائر کے بعض اخبارات نے ظاہر کیا تھا۔ نیز یہ کہ اتنی ہر دلعزیزی سر الیگزینڈر کو اپنی رعیت میں حاصل ہے کہ سب لوگ اس کے نام کی پرستش کرتے ہیں۔"

میرے اس بیان کو سُن کر نیک دل مسٹر ڈنکنسی کی آنکھوں سے شک و شبہ کے آثار بالکل غائب ہو گئے۔ اس نے مسرور نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر خوش ہو کر کہا "بس بس اب میرا اطمینان ہو گیا۔ میں مانتا ہوں کہ جو کچھ تم بیان کرتے ہو بالکل صحیح ہے۔"

"اے صاحب۔ میں سچے دل سے آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ سر الیگزینڈر سے جو

غائبانہ ہمدردی مجھے ہو چکی تھی، وہ اس واقعہ کے بعد اگر ممکن سمجھا جا سکے تو پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ فی الحقیقت مجھے ان خاندانی عداوتوں سے جو سرزمین سکاٹ لینڈ سے مخصوص ہیں سخت نفرت ہے چنانچہ بارہا اپنے متھگلن کے دوسرے نوکروں کے روبرو میرے منہ سے جوش بے اختیاری میں ایسے الفاظ بھی نکلے ہیں جن سے یقیناً ان کے دلوں کو رنج پہنچا ہوگا۔ تاہم میں مجبور رہوں۔ اس ملک کے باشندوں کے لاتعداد اوصاف کی قدر کرتے ہوئے میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ ان کی دو باتیں مجھے بالکل ناپسند ہیں۔ ایک ان کا خاندانی تکبر۔ دوسرے ان کی خاندانی عداوتیں"

"میرا اپنا یہی خیال ہے" مسٹر ڈنکنسی نے کہا۔ "اس میں شک نہیں ہائی لینڈس کے باشندے بڑے شریف، نہایت شجاع اور پورے مہمان نواز ہیں۔ تاہم یہ دو کمزوریاں واقعی ان میں پائی جاتی ہیں۔ بہرحال تمہارے اس بیان نے میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو گیا اب ہم تم پھر ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرے لیے دل میں کسی طرح کا بے جا تکبر بالکل نہیں ہے۔ پس اگر تم ایک گلاس شراب کا مجھ سے مل کر پینا قبول کرو..."

"میں اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "تاہم فی الحال مجھے ٹھہرنے کی فرصت نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل کو اس خیال سے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ اب میرے برخلاف کوئی بدگمانی آپ کو نہیں۔ اگر ہوتی تو یقین کیجیے میں سخت ہی غمزدہ ہوتا۔"

"میرے نوجوان دوست۔ خدا تم کو برکت دے" مسٹر ڈنکنسی نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ "سچ جانو کہ وہ رائے جو میں نے پیشتر تمہاری نسبت قائم کی تھی اس واقعے کے بعد اور بھی اچھی ہو گئی ہے میرا خیال ہے تمہیں مجھ کو اس جگہ موضع متھگلن میں دیکھ کر ضرور حیرت ہوئی ہوگی۔ تاہم... ایک کام کے سلسلہ میں میری آمد ضروری تھی۔ اور میں چاہتا ہوں

کہ تم اپنے متعلقین کے روبرو اس واقعہ کا ذکر بالکل نہ کرو کہ وہ وکیل جو سر الیگزینڈر کیرنڈیل کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کر رہا ہے اس جگہ آیا تھا۔"

"اطمینان فرمایئے کہ میں آپ کی اس تاکید کے بغیر بھی ہرگز ہرگز ذکر نہ کرتا۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اب اگر آپ اجازت دیں تو میں رخصت ہونا چاہتا ہوں..."

"تاہم ٹھہرو۔" وکیل نے قطع کلام کرکے کہا۔ "میں اس گفتگو کے سلسلہ میں یہ بھی تم کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مقدمہ کی موجودہ رفتار کیا ہے۔ مرتہن لوگ اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ لیں گے تو سب کچھ لیں گے اور مصالحت کسی حال میں قبول نہ کریں گے۔ خیر ہم ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ میری امید نہ پہلے کی نسبت کمزور ہے نہ مضبوط۔ بہرحال چند ماہ کے عرصہ میں بات ایک طرف ہو جائے گی۔ یا ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف۔ اور اس کی اطلاع یقیناً تمہارے کانوں تک بھی پہنچ جائے گی۔"

"خیر تو میری دعا یہی ہے کہ وہ فیصلہ آپ لوگوں کے حق میں ہو۔" میں نے صدقِ دل سے کہا۔ "کیونکہ یقین کیجئے میرے دل کو اسی صورت میں خوشی حاصل ہوگی۔"

اس کے بعد ہم مصافحہ کرکے جدا ہوئے اور میں گاؤں کی سرائے سے باہر نکل آیا۔ مجھے مس دینا چر سے علیحدہ ہوئے ایک گھنٹہ گزر گیا تھا اس لئے سابقہ انتظام کے مطابق میں سیدھا گرجا کی طرف ہو لیا۔ مگر وہ اس جگہ نہیں تھی۔ اس خیال سے کہ وہ شاید دوسری جانب ہو میں نے عمارت کا طواف کیا۔ اور اس وقت دیکھا کہ لیناکس گھوڑے پر سوار اس سڑک پر چلا آ رہا ہے جس سے وہ گلی ایک طرف کو ہٹتی تھی جہاں عشاق ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔ اس کو دیکھتے ہی میرا دل اس خیال سے دھک دھک کرنے لگا کہ اگر وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر اس طرف کو آتے نظر آگئے تو لیناکس یقیناً ان کو دیکھ لے گا۔ اور اس کے بعد... ایمیلین اور ڈونالڈ سٹوارٹ دونوں کا خدا حافظ۔ آن واحد میں اس جوشِ رقابت کی یاد میرے دل میں تازہ ہوئی جو لیناکس کے سینہ میں پیدا ہو چکا تھا۔ اور میں

اس سوچ میں پڑ گیا کہ اس نازک وقت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ کیا میں واقعات کو اُن کی رفتار پر چلنے دوں اور لیناکس کو انہیں یکجا دیکھنے کا موقع دے دوں۔ یا انہیں وقت پر خبردار کر کے اس شرمناک حقیقت سے آگاہ ہونے دوں کہ میں ان کے راز سے واقف ہوں؟ مگر آخری فیصلہ جس پر میں پہنچا یہی تھا کہ دوسری صورت بہتر ہے۔ پہلی میں کوئی اُمید عاشقان ناکام کے لئے باقی نہ رہے گی۔ حالانکہ دوسری میں، گو ان کو شرم محسوس ہوگی تاہم خطرہ کا امکان بالکل نہ ہوگا۔ مگر وقت نہایت تنگ تھا۔ اس فیصلہ پر پہنچتے ہی میں ایک پگڈنڈی سے گذر کر گلی کی طرف دوڑا۔

اندیشے جو میرے دل میں پیدا ہوئے تھے صحیح نکلے۔ ڈونالڈ سٹوارٹ اور ایمیلین دیناچر پاس ہی پاس گلی میں ٹہلتے پھر رہے تھے۔ اور جس مقام پر وہ اس وقت چل رہے تھے، وہ سڑک کے موڑ سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ خوش قسمتی سے لیناکس اپنے گھوڑے کو بڑی آہستگی سے چلا رہا تھا۔ عاشقان جاں باز نے پہلے تو مجھ کو نہیں دیکھا اور نہ اس شور کو ہی سُنا جو میں نے ان کو اپنی موجودگی سے واقف کرنے کے لئے جھاڑیوں کی پشت پر قصداً پیدا کیا تھا۔ ایمیلین ضعف جانی سے ڈونالڈ کے بازو کا سہارا لئے چلتی تھی جسے اس نے اس کی نازک کمر کے گرد ڈالا ہوا تھا۔ اور وہ دبے لفظوں میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میرے خیال میں اس طرح کے ہمت افزا الفاظ جو یاس کے اندھیرے میں بھی ذریعۂ امید ثابت ہو سکتے ہیں۔ بہرحال یہ نظارہ تھا جو میں نے جھاڑیوں کی پشت پر کھڑے ہو کر دیکھا۔ دفعتاً ایک پہچانی ہوئی آواز قریب ہی کہیں سُنائی دی: بالکل صحیح بالکل ٹھیک! اور جب میں چونک کر پیچھے مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ڈامنی کلیک مین سڑک کے موڑ سے گھوم کر گلی میں داخل ہو رہا ہے۔

عین اس وقت عاشق و معشوق نے ہم دونوں کو دیکھ لیا۔ خیال کی تیزی کے ساتھ ڈونالڈ سٹوارٹ نے ٹوپی اُتار کے مس دیناچر کو سلام کیا۔ اور گلی میں سامنے

کی طرف تیز تر چلنے لگا۔ میں فوراً ایمیلین کے پاس پہنچا اور جوش سے تھرائی ہوئی آواز میں اس سے کہا "بانو مسٹر لیناکس گھوڑے پر سوار سڑک پر چلے آ رہے ہیں!"

گہرے اضطراب کے آثار ایمیلین کے چہرہ پر نمودار تھے۔ لاتعداد بدگمانیاں میرے برخلاف اس کے دل میں تازہ ہو گئی تھیں لیکن فوراً ہی سنبھل کر اس نے فاخرانہ انداز سے گردن اٹھائی اور نخوت آمیز غصہ کی تیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ کیونکہ سب سے پہلا خیال جو اس کے دل میں پیدا ہوا قدرتی طور پر یہ تھا کہ مجھے اس کی حرکات کی جاسوسی کے لئے مقرر کیا گیا ہے لیکن اس کے بعد جب وہ الفاظ جو اوپر درج ہوئے ہیں میرے منہ سے نکلے تو اس کے انداز میں ایک فوری تبدیلی واقع ہوئی۔ کیونکہ نہ صرف ان کی معنوی اہمیت واضح اور صاف تھی بلکہ اس کے ساتھ ہی میں نے جو نظر اس کے چہرہ پر ڈالی وہ ظاہر کرتی تھی کہ میں ایک دوست کی حیثیت میں لیناکس دیباچر کی موجودگی سے ان کو خبردار کرنے آیا ہوں۔ ان دو باتوں سے اس کو پورا یقین ہو گیا کہ میری آمد جاسوس کے طور پر نہیں بلکہ ایک مددگار کی صورت میں ہے۔ اور اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کے لئے میرا شکریہ ادا کیا۔

یہ سارا واقعہ جو میں نے اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے صرف پاؤ منٹ کے عرصہ میں پیش آ گیا تھا۔ اور اتنے میں لیناکس دیباچر گھوڑے پر سوار اس مقام کے پاس سے گذر گیا جہاں گلی اور سڑک کا اتصال تھا۔ نہ صرف اس نے اپنے خیالات کی محویت میں گلی کی طرف نہیں دیکھا بلکہ میں نے معلوم کیا کہ اس مقام سے گذرتے ہوئے اس کی نگاہ سمت مقابل کی طرف پھری ہوئی تھی۔ دفعتاً اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پختہ سڑک پر ٹاپوں کی پرشور آواز گاؤں کی سمت میں گونجتی سنائی دی۔ ڈاکٹر کلیک مین اس مقام سے جہاں پیشتر ڈونالڈ سٹوارٹ اور ایمیلین ایک دوسرے کے ساتھ پھر رہے تھے قریباً بیس گز کے فاصلہ پر ٹھہر گیا تھا۔ اور جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ اس نظارۂ عجیب

سے متاثر ہو کر حیران و ششدر رہا اس کی ڈبیا ہاتھ میں لئے اس کی پے در پے چٹکیاں نتھنوں میں ٹھونس رہا تھا۔

"جوزف! آخر کار مس دینا چیر نے جس کے رخساروں پر اب تک شرم و اضطراب کی سرخی پھیلی ہوئی تھی بے تابانہ کہا۔ "تم میری نسبت کیا خیال کرو گے ..."

"بانو میری نظروں میں آپ نیکی اور شرافت کا مجسمہ ہیں"۔ میں نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"جوزف۔ آج تم ایک ایسے راز سے واقف ہوئے ہو ..." اس نے ڈرتے ہوئے رُک رُک کر کہنا شروع کیا۔

"جو عرصہ دراز سے مجھے معلوم تھا" میں نے جواب دیا۔

"آہ" اس کے منہ سے مری ہوئی آواز میں نکلا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر اس طرح کے آثار نمودار ہوئے گویا ایک نئی روشنی اس کے ذہن میں پیدا ہوئی ہو اور کئی باتیں جو پیشتر اس کیلئے پردۂ راز میں چھپی ہوئی تھیں واضح و صاف ہو گئی ہوں۔ کیونکہ آنِ واحد میں وہ میرے سابقہ افعال کی اہمیت کو پوری طرح سمجھ گئی۔

"مس دینا چیر" میں نے کہا۔ "میری وفاداری کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ میں نے آج تک اس بارے میں ایک حرف تک منہ سے نہیں نکالا۔ اور نہ گھر کے آدمیوں اور نہ نوکروں کو اس بارے میں کسی طرح کا حال معلوم ہے"

"یہ صحیح ہے" مس دینا چیر نے اندازِ ممنونیت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "میری وجہ سے تم نے ہر طرح کی سختیاں جھیلیں اور ملامتیں برداشت کی ہیں اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمہارے طرزِ عمل کی بعض باتیں جو پُراسرار تھیں ان کی تہ میں کون سے خیالات کام کرتے تھے" یہ کہتے ہوئے پھر ایک بار اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور پھر ڈامنی کی طرف چھپا ہوا اشارہ کر کے اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسٹر کلیک مین کا

اس طرف کیونکر آنا ہوا ؟"

"بانو۔ میں خود اس سے لاعلم ہوں" میں نے جواب دیا۔" میں جس وقت گرجا کے پاس کھڑا آپ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ تو مسٹر لیناکس کو گھوڑے پر سوار گلی کے موڑ کی طرف آتے دیکھا۔ محض اس خیال سے کہ وہ اس طرف نہ آنکلیں میں دوڑا ہوا پگڈنڈی کی راہ سے آپ کو خبردار کرنے چلا آیا۔ ورنہ خواہ کچھ ہوتا میں بعید ترین اشارہ سے بھی یہ بات ظاہر نہ ہونے دیتا کہ آپ کا راز مجھے معلوم ہے۔ محض یہ سوچ کر کہ حالاتِ پیش آمدہ میں بہترین صورت یہی ہے کہ آپ کو وقت پر آگاہ کر دیا جائے میں اس طرف آگیا..."

"جونزن میں سارا حال سمجھ گئی" اس نے کہا "اور اس بروقت امداد کے لئے تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن اب مسٹر کلیک مین کے بارے میں... میں نہیں جانتی کہ کیا کہنا چاہیئے۔ ٹھہرو میں اگر کوئی بہانہ اس کی تسلی کے لئے پیش کروں تو اس کی وجہ سے کوئی بری رائے میری نسبت قائم نہ کرنا"

میں سمجھ گیا وہ ڈونالڈ سٹوارٹ کے بازو کے سہارے کے متعلق کوئی بہانہ پیش کرنا چاہتی تھی مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ کہتے ہوئے ڈرتی اور شرماتی تھی۔

مس دیناچر سے میری یہ گفتگو جو دبے لفظوں میں ہوئی تھی اس سے بہت کم عرصہ میں ختم ہو گئی جتنا مجھے اس کو حلقۂ تحریر میں لاتے ہوئے لگا ہے۔ اس اثنا میں سن رسیدہ ڈامنی مشکل سے بیس گز کے فاصلہ پر ایک ہاتھ میں ہلاس کی ڈبیا لئے چہرہ پر مضحکہ انگیز آثار حماقت پیدا کئے داہنے ہاتھ میں انگوٹھے اور پہلی انگلی کے درمیان ہلاس کی چٹکی تھامے حیران و ششدر کھڑا تھا۔ اس گفتگو کے بعد مس دیناچر اس کی طرف گئی اور میں بھی ایک ایک قدم اس کی پشت پر چلنے لگا۔

"لیجئے مسٹر کلیک مین" اس نے اس سے نرم لہجہ میں کہا "اپنے بازو کا سہارا مجھ کو دیجئے۔ کیونکہ میں چلتے چلتے گر پڑی..."

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامی نے مشکل سے اوسان بحال کر کے اپنی تصویر نما حالت کو ترک کرتے ہوئے کہا "میرا پہلے ہی یہ خیال تھا کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہوگی کیونکہ یاد آگیا ایک روز جب میں ایڈنبرگ کی گھاس منڈی میں بیوہ گلن بکٹ کے مکان پر گیا تو دیکھا تھا کہ وہ لائق خاتون میرے دوست سالٹ کوٹ کے بازو کے سہارے کھڑی تھی، چنانچہ میں جب اندر گیا تو اس نے کہا... یا شاید سالٹ کوٹ نے کہا... مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ بہرحال کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کا... بیوہ گلن بکٹ کا پیر فرشی قالین میں اٹکا اور وہ منہ کے بل آتشدان کے پاس گر پڑی، چنانچہ میں نے جب اسے دیکھا تو اس کے رخسار بالکل سرخ تھے"

میرے خیال میں یہ پہلی لمبی اور مکمل حکایت تھی جو لارڈ ڈامی کلیک مینن نے بیان کی اور اپنے احمقانہ طریقہ پر وہ اس کامیابی پر اتنا خوش ہوا کہ پھولا نہ سماتا تھا۔ چنانچہ نسوار کی وہ چٹکی جو اس کے ہاتھ میں تھی ناک میں چڑھاتے اور دوسرے ہاتھ سے ڈبیا جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے جلدی سے اپنا بازو مس دیناجر کو پیش کر دیا۔

"آہ مسٹر کلیک مینن" ایمیلین نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "فرشی قالین میں پیر اٹک کر گرنا تو ایک بات ہے میرا پاؤں اس جگہ پختہ سڑک پر ٹھوکر کھا گیا اور شاید سخت چوٹ آتی..."

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" بڈھے ڈامی نے تسلیم کیا "آپ کو بے شک چوٹ آتی اگر مسٹر سٹوارٹ اتفاق سے سہارا دینے کو پاس موجود نہ ہوتے"

میں نے دیکھا مس دیناجر کی نگاہ دزدیدہ طور پر مسٹر کلیک مینن کے چہرے کی طرف گئی۔ شاید وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا وہ طنزاً ایسا کہتا ہے یا جیسا اس کی عادت تھی از روئے حماقت۔ لیکن میری اپنی رائے میں اسے اتنی زحمت اٹھانے کی بالکل حاجت نہ تھی کیونکہ ڈامی کا دماغ اتنا کند اور اس کا مزاج اتنا سادہ تھا کہ طنز و تضحیک کی گنجائش اس میں بالکل ہی نہیں تھی۔

"تاہم یہ کس طرح ممکن ہوا" اس نے پُرخیال انداز سے پوچھا۔ "کہ مسٹر سٹوارٹ بھی عین موقعہ پر اس جگہ پہنچا؟"

"بات یہ ہے مسٹر سٹوارٹ اس طرف سیر کرتے پھر رہے تھے" ایمیلین نے جواب دیا "تاہم کیا یہ بہتر نہ ہوگا" اس نے التجائی نظروں سے ڈامنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کہ آپ اس واقعہ کا ذکر قلعہ میں پہنچ کر کسی سے نہ کریں"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے تسلیم کیا "کیونکہ اس صورت میں انچ متھگلن کو ناحق تشویش ہوگی۔ اور اس سلسلہ میں یہ بھی مجھے یاد ہے کہ کم و بیش ایسا ہی واقعہ بیوہ گلن بکٹ کی حالت میں پیش آیا تھا۔ شروع میں میرا خیال تھا کہ وہ چوٹ کھا کر نیم مردہ ہوگئی ہے لیکن جب پانچ منٹ کے بعد میں نے دیکھا تو وہ بالکل ایسی تھی گویا کوئی حادثہ پیش ہی نہ آیا ہو۔ پس میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہا... مگر وہ کیا الفاظ تھے جو میں نے سالٹ کوٹ سے کہے تھے فی الحال مجھے یاد نہیں۔ میں پھر کسی وقت سوچ کر بتاؤں گا"

اس کے بعد ہم تینوں گاؤں سے گذر کر گھاٹ کی طرف ہولئے۔ لیکن اس جگہ پہنچ کر بڈھے ڈامنی کے دماغ میں پھر ایک بار روشنی کی کرن پیدا ہوئی اور اس نے جلدی سے میری طرف مڑتے ہوئے کہا "کیوں جوزف۔ مجھے یہ پوچھنا تو یاد ہی نہیں رہا۔ کہ تم اس جگہ جھاڑیوں کی پشت پر کیا کرتے پھر رہے تھے؟"

"میں... میں مسٹر کلیک میلن پھول چننے لگا تھا" میں نے جواب دیا "اور مس وینا چمر کو ٹھوکر کھاتے دیکھ کر جلدی سے ان کی مدد کے لئے دوڑا۔ لیکن خوش قسمتی سے مسٹر سٹوارٹ جو اس جگہ سیر کرتے پھر رہے تھے مجھ سے پہلے ان کی مدد کے لئے آگئے۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے کہا "اور ایک معلّم کی حیثیت میں مسٹر سٹوارٹ کا یہ فرض تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ اب تو خیر مس ایمیلین چونکہ یہ چاہتی ہیں کہ میں اس واقعہ کا ذکر انچ متھگلن سے نہ کروں اس لئے میں ان کی تعمیل ضروری سمجھتا ہوں ورنہ میری اپنی

خواہش یہ تھی کہ اس معاملہ کو ان کی نظروں میں لاکر اس بروقت امداد کے لئے مسٹر سٹوارٹ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کہتا۔"

ہم تینوں کشتی پر سوار ہوئے لیکن مس دیناچر سارا راستہ متفکر اور اداس رہی۔ میرا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کے حزن و ملال کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اسے ڈامنی کلیک مینی کے روبرو جھوٹ بولنا پڑا۔ خیر کشتی دوسرے گھاٹ پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔ اور ہم قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ معلوم ہوا مسٹر لینا کس دیناچر اس وقت تک سیر کر کے واپس نہیں آیا جس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ وہ چونکہ گھوڑے پر سوار تھا اس لئے اس کو جھیل کا چکر کاٹ کے خاکنائے کی راہ سے آنا پڑتا تھا۔

اس کے دوسرے دن سہ پہر کو جس وقت مسٹر سٹوارٹ وقت مقررہ پر تعلیم سے فارغ ہو کر رخصت ہو رہا تھا تو مجھے اس سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس نے بڑے اخلاق کے ساتھ مجھ سے گفتگو کی مجسمہ شرافت تو وہ اس سے پہلے بھی ثابت ہوا تھا تاہم اس روز میں نے دیکھا کہ اس کے انداز بدرجہ غایت دوستانہ تھے۔ اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اس کا دن کے وقت تنہائی میں مس دیناچر سے ملنا اور اس کی زبانی سارے حالات معلوم کرنا ایک غیر ممکن سی بات تھی۔ بہر حال کسی نہ کسی طریقہ پر اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ میں دشمن کی طرف سے ان کے فعلوں کی نگرانی کرنے والا جاسوس نہیں بلکہ ان کی حمایت و امداد کرنیوالا دوست ہوں۔ میں نہیں جانتا اس کا ذریعۂ معلومات کیا تھا ممکن ہے اس نے اپنے طور پر محض خیال سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو کہ یوم گذشتہ کے واقعہ کا ذکر قلعہ میں بالکل نہ ہوا تھا۔ میرا اپنا خیال یہی ہے کہ اس نے اس خاموشی کی بنا پر سمجھ لیا تھا کہ میں قصداً چپ رہا ہوں اور ڈامنی کو بہلا اور پھسلا کر چپ رہنے کے لئے آمادہ کر لیا ہے۔

بہر حال یہ قیاسات تھے جو میں نے مسٹر سٹوارٹ کے حد سے بڑھے ہوئے دوستانہ رویہ کو دیکھ کر اپنے دل میں قائم کئے۔

# باب ۴۷

## بڑھتی ہوئی اُلجھن

اس کے بعد دو ماہ کا عرصہ گذر گیا اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ جوش رقابت کی وجہ سے لیناکس دیناجر ان ایام میں اپنی چچا زاد بہن کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ میل جول کرنے لگا تھا۔ چنانچہ جب کبھی اس کو گھوڑے پر سوار ہوکر باہر جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ ضرور اسے اپنے ہمراہ لے جاتا۔ اسی طرح گاؤں کے مدرسہ میں جانے کے موقعوں پر بھی وہ خود اس کے ہمراہ جایا کرتا اور جہاں تک میرا خیال ہے اس سارے عرصہ میں مس دیناجر کو کوئی ایک موقعہ بھی ایسا نہ ملا۔ جب وہ تنہا یا میرے ساتھ موضع متھگلن میں گئی ہو۔ اس کے علاوہ یہ بات اب ہر شخص کی زبان پر تھی کہ لیناکس اور ایملین کی شادی یقینی طور پر اوائل ماہ دسمبر میں ہو جائے گی اور چونکہ اب ستمبر کا آغاز تھا اس لئے اس واقعہ کے پیش آنے میں جس نے بدنصیب خاتون کی قسمت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا دینی تھی۔ صرف تین ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ بارہا جب میں سوچتا ہوں کہ وہ ان ایام میں کتنی بے تاب اور پریشان ہوگی جب میں مسٹر سٹوارٹ سے اس کی سچی محبت کے حالات پر غور کرتا اور جب ان کے مستقبل کی تاریکی میری نظروں کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑی ہو جاتی تو خوف کی تھرتھری بے اختیار میرے بدن میں پیدا ہوتی۔ اور میں اس بدنصیب جوڑے کی حالت کو سمجھنے لگتا تھا۔ بارہا میرے دل میں خیال آتا کہ مسٹر سٹوارٹ ان ایام میں سارے حالات سے واقف ہوتا ہوا کیا سوچتا ہوگا۔ وہ کیا امیدیں تھیں جو اس زمانہ میں اس کے دل کو ڈھارس دیتی ہوں گی؟

اور وہ کیا ارادے تھے جو اس نے مستقبل کے بارے میں سوچ رکھے ہوں گے۔ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ جوں جوں دن گذرتے جاتے ایمیلین کی رخساروں کی زردی ترقی کرتی جاتی اور اس کی نگاہوں سے بڑھتی ہوئی پریشانی کا اظہار ہونے لگتا تھا۔ کئی بار ایسا معلوم ہونے لگتا کہ یاس عظیم نے مسٹر سٹوارٹ کی طبیعت پر غلبہ پالیا ہے۔ کبھی کبھی وہ پُرجوش دکھائی دیتا لیکن عام طور پر اس کی حالت اس شخص سے ملتی تھی جس کے حواس باختہ اور خیالات بہت دور پہنچے ہوئے ہوں۔ چونکہ ان ایام میں وہ کئی بار مجھ سے ملا اور ہر موقعہ پر اپنے پُراخلاق لہجہ میں گفتگو کرنے کے لئے ٹھہر گیا اس لئے مجھے اس کے مزاج کا صحیح اندازہ کرنے کا کافی موقعہ ملتا رہا۔

اس دو ماہ کے عرصہ میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کئی مہمان آئے۔ آکر رہے اور رخصت ہوئے لیکن ماہ ستمبر کی آمد کے ساتھ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بالکل تھم گیا اور لارنج میتھگلن کے ایوان عظیم میں پھر ایک بار دورِ سکون قائم ہوا۔ ایک دن کا ذکر ہے صبح کے وقت جب مطلع صاف اور موسم خلاف معمول عمدہ تھا تو والئی انج میتھگلن نے کشتی پر سوار ہو کر جھیل کی لمبائی میں اس کے آخری سرے تک سیر کرنے کی تجویز پیش کی۔ حکم صادر ہونے کی دیر تھی اسی وقت شاہی بجرا تیار ہوا۔ اور بارہ وردی پوش ملاح حاضر ہو گئے۔ سارے کنبہ کو حکم دیا گیا کہ سیر کرنے چلو آیور اور لوکیل کو ساتھ لے جانے کا فرض مسٹر سٹوارٹ کے سپرد ہوا۔ اور مجھے اور کیمرن کو اس لئے ساتھ لے لیا گیا کہ جب کشتی جھیل کے ساحل پر پہنچے تو اس خیمہ میں جو پہلے سے اس جگہ نصب کر دیا گیا تھا کھانا چننے میں مدد دیں۔ ہم جب وقت روانہ ہوئے تو دس کا عمل تھا۔ شاندار بجرے کی گدے دار نشستوں پر والئی انج میتھگلن سن رسیدہ ڈامنی، لیناکس اور ایمیلین اور مسٹر سٹوارٹ، آیور اور لوکیل کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ مجھے اور کیمرن کو کشتی کے سرے کے پاس جگہ دی گئی تھی۔ مگر جس جگہ ہم

بیٹھے تھے وہاں سے وہ سب باتیں جو اُن لوگوں میں ہوتی تھیں بخوبی ہمارے کانوں میں آرہی تھیں۔ میرے انچ متھگلن آنے کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کو سارے کنبہ کے ہمراہ بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ اور میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ عاشق و معشوق کی ذہنی کیفیت اس موقعہ پر سخت ہی پریشان کن ہوگی۔ وہ ایک دوسرے سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ کر سکتے تھے انہیں اپنے الفاظ و افعال میں خصوصیت سے محتاط رہنا پڑتا تھا اور معاملہ کا سب سے زیادہ رنجدہ پہلو یہ تھا کہ جس وقت لیناکس ایمیلین کی دلجوئی کے لئے کچھ کہتا تو نہ وہ کوئی کلمۂ اعتراض زبان سے نکال سکتی اور نہ سٹوارٹ کو کسی طریقہ پر اظہارِ جذبات کا موقعہ ملتا۔ وہ چپ چاپ بیٹھا سب کچھ دیکھنے اور برداشت کرنے پر مجبور رہتا۔

تھوڑی دیر سکوت رہا۔ اس کے بعد والیٔ انچ متھگلن نے شاہانہ انداز سے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈال کر اس شخص کی مانند جو محسوس کرتا ہو کہ وہ اس سرزمین کا جو حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی تھی مالک ہے بھاری پُر رعب آواز سے کہنا شروع کیا۔ "آج اس خوشگوار موسم میں گرد و نواح کا منظر کتنا دلفریب ہے اس سے زیادہ پُر فضا نظارہ کبھی میرے خیال میں ہائی لینڈس میں نہ دیکھا گیا ہوگا"۔

"آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے"۔ لیناکس نے اس شخص کے انداز سے جس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ ہر ایک چیز جس پر نگاہ ٹھہر سکتی ہے جلدی یا دیر میں اسی کے قبضہ میں آنی ہے تسلیم کیا۔ "ہماری ریاست زرخیز اور وسیع ہے اور اگر حالات نے یاوری کی تو وہ اور بھی زیادہ وسعت حاصل کرے گی"۔

"ہماری ریاست یقینی طور پر زیادہ وسعت حاصل کرے گی"۔ والیٔ انچ متھگلن نے بیٹے کے الفاظ کو پُر معنی انداز سے دُہراتے ہوئے کہا۔ "اگر ہمیں کیرنڈیل کی اراضی کا کچھ حصہ اس میں شامل کرنے کا موقعہ مل گیا"۔ اور اس کے بعد دفعتاً "مسٹر سٹوارٹ"۔

اس نے کہا "آپ عموماً اخبارات دیکھا کرتے ہیں۔ کہئے مقدمہ کیرنڈیل کے بارے میں تازہ ترین حالات کیا شائع ہوئے ہیں؟"

"حضور کوئی خاص طور پہ قابل ذکر بات میرے پڑھنے میں نہیں آئی" ڈونالڈ سٹوارٹ نے جواب دیا اور اس کے بعد ذرا ٹھہر کر "سوائے اس ایک اطلاع کے کہ مقدمہ کی آخری پیشی ماہ اکتوبر میں ہونے والی ہے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے" والی اچ متھگلن نے پُر رعب آواز سے کہا "کہ یہ معاملہ چند ہفتوں کے عرصہ میں یقینی طور پر طے ہو جائے گا مگر کیا کسی کو معلوم ہے کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل ان دنوں کہاں ہے؟"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی کلیک مین نے جواب دیا "کسی کو یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ وہ انگریزی فوج میں کسی فرضی نام سے چھوٹے درجہ کا افسر بن کر کام کرتا ہے اور اس نام کی تبدیلی کے سلسلہ میں مجھے یاد آگیا کہ میرے دوست لیبرڈ آف ٹن ٹوس کویش ڈیل نے حال میں نیا ورثہ پانے کے بعد اپنا نام شینک سٹیڈلز رکھ لیا ہے۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ خط اپنے دوست سالٹ کوٹ کو دی تھی جس کے جواب میں اس نے لکھا تھا... لیکن یاد نہیں کیا لکھا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک یاد کر کے بتاؤں گا۔"

"لیکن بعض حلقوں میں یہ بھی سُنا گیا ہے" اچ متھگلن نے کہا "کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل درحقیقت کہیں باہر نہیں گیا۔ وہ اسی جگہ سکاٹ لینڈ میں چھپا ہوا مقدمہ کی رفتار دیکھ رہا ہے۔ چھُپے ہوئے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایک فرضی نام اختیار کر رکھا ہے۔ گو یقینی طور پر اس کا مغرور دل یہ سوچ کر بھر آتا ہو گا کہ اسے اس گمنامی اور افلاس میں جس میں وہ ان دنوں ڈوبا ہوا ہے، زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔"

"مگر فتیلہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب اس کا دل غرور سے بالکل خالی ہو چکا ہو" لینا کسں ویناچر نے رائے دی "کیونکہ اس کی پرورش اب محض اس روپیہ سے ہوتی رہی ہے جو اس کے دوستوں نے خیرات کے طور پر اکٹھا کر کے دیا تھا"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جواب دیا "جس آدمی کے پاس اپنا روپیہ باقی نہ رہے اسے دوسروں کی خیرات پر ہی پلنا پڑتا ہے۔ اور یہ ایک ویسی ہی بیّن صداقت ہے جس طرح یہ کہنا کہ جو آدمی جھیل میں گرے اس کا بھیگ جانا ضروری ہے اور اب جو میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ آپ لوگوں کو ..........." اس نے خصوصیت سے آیور اور لوکیل کو مخاطب کر کے کہا "آج چپو ہاتھ میں لینے کا خیال بالکل دل میں نہ لانا چاہیئے۔ کیونکہ اگر یہ کشتی بیچ منجدھار میں اُلٹ گئی تو بڑی آفت ہوگی۔ میں اس پُر جوش نظارہ کو جو تین مہینے گذرے پیش آیا تھا اب تک نہیں بھولا ہوں۔ اور نہ اس واقعہ کو بھولوں گا کہ مسٹر سٹوارٹ نے اس موقعہ پر سب سے پہلے پانی میں کود کر مس ایکیلین کو اور اس کے بعد ننھے لوکیل کو بچایا تھا"

لینا کسں ویناچر کے چہرہ پر غصہ کی شفق نما سُرخی پھیل گئی۔ ڈونالڈ سٹوارٹ کے اس کارنامۂ شجاعت کا ذکر سُن کر وہ آپے میں نہ رہ سکا۔ پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہنے لگا "خدا کے لئے مسٹر ٹیلیک ہمیں اس جھک جھک کو چھوڑیئے۔ ناخوشگوار واقعات کی یاد تازہ کرنا ہمیشہ ناخوشگوار ہوتا ہے"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے پھر کہا "لیکن میرے اس ذکر کو تازہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مسٹر سٹوارٹ کی بدولت اس سانحہ نے مبارک صورت اختیار کر لی۔ اگلے دن کی بات ہے کہ میں جھیل کے کنارے بنچ پر بیٹھا ہوا کم و بیش تین گھنٹے اس نظارہ کو یاد کرتا رہا مسٹر سٹوارٹ۔ میں آپ کی تعریف منہ پر نہیں کرتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر بڑی بہادری کی تھی۔ اور گو اس دوڑ دھوپ میں مجھے اپنی ہلاس

کی ڈبیہ کا نقصان برداشت کرنا پڑا جس کا مجھے اس لئے سخت افسوس ہے کہ وہ میرے دوست مکل وزکی پیش کردہ چیز تھی... یا شاید نہیں، وہ میرے عزیز رشتہ دار یوک می ڈاون آرڈر نے مجھے دی تھی..."

"مسٹر کلیک مینن میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس گفتگو کو چھوڑیئے۔" لیناکس نے غضبناک ہو کر کہا۔ "مسٹر سٹوارٹ اپنے منہ پر اس طرح کی تعریفیں سن کر خوش نہیں ہو سکتے۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک۔" احمق ڈامنی نے بضد ہوتے ہوئے کہا۔ "اور اس سلسلہ میں یاد آ گیا کہ آپ نے انج منھگلن ابھی تک وہ وعدہ پورا نہیں کیا جو اس روز آپ نے مسٹر سٹوارٹ کو منہ مانگی مراد دینے کے بارے میں کیا تھا۔"

"میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ اس معاملہ میں آپ کی سفارش کے محتاج نہیں ہیں۔" والی انج منھگلن نے فاخرانہ لہجہ میں کہا۔ "ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حدود معقولیت کے اندر رہ جو سوال جس وقت چاہیں پیش کریں۔ میں اس کو ضرور پورا کر دوں گا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے پھر کہا۔ "اور اگر مسٹر سٹوارٹ کی جگہ میں ہوتا تو یقینی طور پر آپ سے جھیل پر پُل بنوانے کی درخواست کرتا..."

"مسٹر کلیک مینن۔" والی انج منھگلن نے سخت لہجہ میں کہا۔ "یہ آپ کس طرح کی باتیں کرتے ہیں..."

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے جواب دیا۔ "مجھے یاد ہے اسی طرح کی باتیں ایک روز میرے دوست سالٹ کوٹ نے کی تھیں جب... لیکن میں بھول گیا وہ کیا موقعہ تھا... تاہم ذکر مسٹر سٹوارٹ کی خدمات کا ہے جن کے بارے میں... اب مجھے یاد آ گیا انہوں نے ویسی ہی خدمت ایک اور موقعہ پر بھی انجام دی تھی... کیوں مس ایمیلین آپ کو یاد ہو گا..."

دہشت کی تھرتھری نوجوان خاتون کے بدن میں پھر گئی اور اس کا خوشنما چہرہ بڑے

ہوئے اضطراب کی وجہ سے باری باری سرخ و سپید ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ہی لیناکس ویناچر کی آنکھوں میں جس کا باصرہ حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے عقاب کی مانند تیز ہو چکا تھا حیرت و بدگمانی کے آثار پیدا ہو گئے۔

"تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو پیش آئے کافی عرصہ گذر گیا" ڈامنی نے ہلاس کی ایک بڑی سی چٹکی چڑھاتے ہوئے کہا "اور گرنے کے حادثہ کے باوجود کسی طرح کے برے نتائج پیدا نہیں ہوئے..."

"مسٹر کلیک مین" ایمیلین نے جلدی سے کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ لسے اوسان بحال کرنے کے لئے انتہائی کوشش سے کام لینا پڑا ہوگا۔ آپ اپنی ڈبیہ کو سنبھالئے کیونکہ ہوا تیز چلنے لگی ہے ایسا نہ ہو ساری ہلاس اڑ کر آپ کی آنکھوں میں جا پڑے۔"

"ایمیلین کیا کہتی ہو؟" لیناکس نے جس کے چہرہ پر غصہ کے دبے ہوئے آثار پائے جاتے تھے طنز کے ساتھ کہا۔ "کیسی ہوا۔ اس وقت تو پتہ تک ہلتا نظر نہیں آتا۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تاہم جیسا میں کہہ رہا تھا بڑی خوش نصیبی ہوئی کہ اس وقت جبکہ جوزف جھاڑیوں کے پیچھے پھول چنتا پھر رہا تھا... گو میرا اپنا خیال یہ ہے وہ اس جگہ چھپا ہوا کھڑا تھا... اور یاد آ گیا عین اس وقت آپ بھی مسٹر لیناکس گلی کے سرے کے پاس سے گذرے تھے مگر آپ نے ان واقعات کو نہیں دیکھا... بہرحال جیسا میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ کو لکھا تھا..."

"جہنم میں گیا سالٹ کوٹ" لیناکس نے جھنجلا کر کہا۔ "یہ کیا الف لیلیٰ کی سی داستان ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں؟" اور اس کی نگاہ دبے ہوئے غصہ اور جوش کی حالت میں ڈامنی کے چہرہ سے ہٹ کر ایمیلین کی طرف گئی اور اس کے بعد سٹوارٹ کے چہرہ پر ہوتی ہوئی دوبارہ ایمیلین کی طرف پھر گئی۔

خدا گواہ ہے۔ اگر میرا بس چلتا تو میں اس وقت اس منحوس ڈامنی کو یا تو گردن سے

پکڑ کر جھیل کے سرد پانی میں دو چار غوطے دیتا یا اس کی لعنت زدہ ڈبیہ کو چھین کر ساری بلا اس کی آنکھوں میں جھونک دیتا۔ اس کی حماقت کا اس سے بدتر ثبوت کیا ہو گا کہ بیٹھے بٹھائے وہ ذکر چھیڑ دیا جس سے خدا معلوم کیا کیا نتیجے پیدا ہو سکتے تھے۔ صاف نظر آتا تھا کہ ایک طوفان اٹھا چاہتا ہے جس میں لیناکس دیناچر کا غصہ قہر و عتاب کے زہریلے تیر برسائے گا۔ خود دالی اینج میتھگلن کے چہرہ پر سنجیدگی سے ملے ہوئے سختی کے آثار نمودار تھے۔ مسٹر سٹوارٹ کے چہرہ کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی جاتی تھی۔

"میرے عزیز لیناکس" ڈامنی نے حیرت آمیز نظروں سے اپنے سابقہ شاگرد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے پورا یقین ہے کہ اگر آپ میرے دوست سالٹ کوٹ سے واقف ہوتے تو کبھی اس کے حق میں اس طرح کے سخت الفاظ استعمال نہ کرتے۔ اگر کبھی موقع ہو اور آپ اس کے ساتھ مل کر شراب کی ایک بوتل نوش کریں تو یقیناً آپ ہمیشہ اسے یاد رکھیں گے۔ لیکن میں بھول گیا۔ وہ کیا ذکر تھا جو ہم اس وقت کر رہے تھے؟"

"کسی جگہ مس دیناچر کے گرنے کا۔" لیناکس نے حسد اور جوش کے ملے ہوئے لہجہ میں کہا "اور آپ میری بابت کہہ رہے تھے کہ جس وقت وہ واقعہ پیش آیا تو میں گھوڑے پر سوار گلی کے پاس سے گذرا تھا..."

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے جواب دیا۔ "اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو واقعہ میں نے دیکھا اس سے خود مجھ کو بڑی حیرت ہوئی تھی۔ تاہم جس وقت میں نے گھوڑے کی ٹاپ سنی اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ پاس سے گذر رہے جا رہے تھے۔ گو آپ کا منہ اس وقت دوسری طرف کو پھرا ہوا تھا۔ ممکن ہے آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ رات کے کھانے پر کیا کچھ کھانا چاہیئے کیونکہ میں خود بھی بارہا اسی طرح سوچا کرتا ہوں۔ اور میرے دوست سالٹ کوٹ کی بھی یہ عادت ہے..."

"مسٹر کلیک مینن خدا کے لئے اس منحوس سالٹ کوٹ کا ذکر چھوڑیئے اور سیدھی طرح بتائیے کہ اس کے بعد کیا ہوا؟" لیناکس نے بگڑ کر پوچھا۔

"ٹھہریئے میں عرض کرتا ہوں۔" دفعتاً ڈونالڈ سٹوارٹ نے انداز وقار سے دیکھتے ہوئے پُرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "جس واقعہ کا ذکر مسٹر کلیک مینن کر رہے ہیں اس کی کیفیت مختصر ہے۔ دراصل مس ڈیانا جر گاؤں کے پاس ایک گلی میں سیر کرتی پھر رہی تھیں کہ ناگاہ ان کے پاؤں میں ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑیں حُسن اتفاق سے میں اس وقت پاس سے نکلا جا رہا تھا۔"

"خوب! حُسن اتفاق سے!" لیناکس نے منہ چڑاتے ہوئے کہا۔ "اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جوزف کہاں مرگیا تھا؟"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے کہا۔ "وہ میری نظروں کے سامنے ایک جھاڑی کے پیچھے سے نکلا تھا۔ میں اس واقعہ کا ذکر ان ہی دنوں آپ سے کرتا لیکن مس ایمیلین نے یہ کہہ کر مجھے روک دیا کہ انہیں سارا حال سُن کر فکر لاحق ہوگی۔ تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو پیش آئے کافی عرصہ گذر گیا ہے اور آپ خدا کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہیں۔۔۔"

"لیکن مسٹر کلیک مینن آپ اپنی حیرت کا ذکر کر رہے تھے۔" لیناکس نے دفعتاً سابقہ گفتگو یاد کر کے کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس نہایت معمولی واقعہ پہ آپ کے حیرت زدہ ہونے کی کیا وجہ تھی؟" اور میں نے دیکھا کہ اس کا لہجہ تضحیک سے بھرا ہوا اور آواز خوفناک اور اونچی تھی۔

"آہ مگر اس کی وجہ یہ تھی۔" بیوقوف ڈامنی نے پھر ایک بابا پٹا تکیہ کلام چھوڑ کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بلا اس کی چٹکیاں لیتے ہوئے اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ اس کی تقریر سے کیا فتنہ پیدا ہو رہا ہے کہنا شروع کیا۔ "میں نے جب ایک اچھے خاندان کی خاتون کو ایک تنخواہ دار معلم کے بازو کا سہارا لئے ہوئے دیکھا تو صحیح حالات نہ جانتے ہوئے میرا حیرت زدہ ہونا قدرتی تھا۔ تاہم اس کے بعد جب صحیح کیفیت معلوم ہوئی تو ثابت ہوگیا کہ ایک نہایت معمولی بات تھی۔۔۔"

"معلوم ہوئی... کس کی زبانی معلوم ہوئی؟ کیا مس ڈیناچر کی زبانی؟" لیناکس نے تیز متجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جانے دو اس ذکر کو چھوڑو۔" انچ متھگلن نے دفعتاً سختی کے ساتھ کہا۔ اور معلوم ہوتا تھا وہ اس انکشاف کو تہ دل سے ناپسند کرتا ہے۔

اتنے میں کشتی جھیل کے سرے پر پہنچ گئی تھی۔ اس جگہ سب لوگ اترے۔ ملاحوں نے سامان نکال کے خیمہ کے اندر رکھا اور کیمرن اور میں دستر خوان بچھانے میں مشغول ہوئے مگر جس وقت ہم اس کام میں لگے ہوئے تھے تو میرے ساتھی نے دفعتاً پوچھا "جوزف یہ کیا واقعہ تھا جس کا ذکر ڈامنی نے کیا تھا؟"

"ایک نہایت معمولی بات تھی۔" میں نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

"حالانکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر لیناکس اسے معمولی نہیں سمجھتے۔" کیمرن نے کہا۔ "مگر میرے خیال میں ان کا حسد کرنا فضول ہے کیونکہ ایک مفلس و محتاج معلم کی کیا ہستی ہے کہ وہ ایک عالی قدر خاتون کو جیسی کہ مس ایمیلین ہے آنکھ بھر کر دیکھے... خیر اب جاکے اطلاع کر دو کہ کھانا تیار ہے۔"

میں جس وقت خیمہ سے باہر نکلا تو مسٹر سٹوارٹ اپنے دونوں شاگردوں کے پاس کھڑا جھیل کے آب ساکن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خود والیٔ انچ متھگلن اور کلیک مین ایک طرف ٹہلتے پھر رہے تھے اور لیناکس اور ایمیلین سمت مقابل میں ٹہل رہے تھے۔ گو ان کے بازو ایک دوسرے کے بازو میں پڑے ہوئے نہ تھے اور ان کی ظاہری حالت سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ ان میں کسی طرح کی گفتگو نہیں ہو رہی ہے۔ میں نے سب سے پہلے والیٔ انچ متھگلن کو اور اس کے بعد مسٹر سٹوارٹ کو کھانے کی تیاری کی اطلاع دی اور اس کے بعد لیناکس اور ایمیلین کی طرف گیا جو کسی قدر فاصلے پر تھے۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مسٹر لیناکس کے چہرہ پر حاسدانہ غصہ اور تکبر کے ساتھ ملے ہوئے جوش رقابت

کے آثار تھے۔ اور ایمیلین فکرمند اور مایوس تھی۔

"سرکار کھانا تیار ہے" میں نے پاس جاکر کہا۔

"اچھا" لیناکس نے جوش آمیز لہجہ میں بلکہ کسی حد تک وحشیانہ انداز سے کہا "جاؤ ہم آجائیں گے"

تاہم واپس آنے سے پہلے میں نے مس ڈیناچر کے چہرہ پر اس وحشیانہ سلوک کیلئے ہمدردی کے آثار پیدا ہوتے دیکھے۔ اس کے چند منٹ بعد ساری جماعت خیمہ میں پہنچ گئی۔ جہاں ایک لمبی میز کے گرد متعدد کرسیاں بچھا دی گئی تھیں۔ ہر ایک آدمی ان پر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حال کی گفتگو نے ہر ایک آدمی کے دل پر اداسی گرا دی ہے صرف ڈامنی کلیک مین اور دو چھوٹے لڑکے البتہ اس کلیہ سے خارج تھے۔ اول الذکر اس لئے کہ احمق تھا اور آخر الذکر اپنے عہد طفولیت کی وجہ سے اس خرابی کی وسعت کو سمجھنے سے قاصر تھے جو پیدا کر دی جا چکی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مسٹر کلیک مین نے ایک بڑا سا پھولا ہوا اسنبوسہ اپنی طرف کو کھینچ لیا۔ اور جب اس کو کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں کئی طرح کے گوشت اور مسالے بھرے ہوئے تھے تو اس کے منہ سے "بالکل صحیح بالکل ٹھیک" کے فقرہ الفاظ بے اختیار نکل گئے۔

دفعتاً لیناکس ڈیناچر کی آواز اس گہرے سکوت کو چیر کر جو طاری ہو چکا تھا کہتے سنائی دی "مسٹر سٹوارٹ۔ جس وقت گھر کے آدمی کھانے سے فارغ ہو کر اٹھ جائیں گے تب آپ کی باری آئے گی"

نوجوان معلم جو کھانے کی میز کے پاس بیٹھ کر چھری کانٹا ہاتھ میں لینے لگا تھا سخت غصہ اور جوش کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دبے ہوئے جوش کی سرخی اس کے چہرہ پر نمودار ہوئی اور میرے خیال میں قریب تھا کہ وہ اس کے جواب میں کوئی چبھتا ہوا فقرہ اپنی طرف سے کہتا لیکن اگر واقعی یہ اس کا ارادہ تھا تو وہ غور کرنے کے بعد رک گیا۔ چنانچہ لیناکس

کو جواب دینے کی پروا نہ کر کے اس لئے ارچ متھگلن کو مخاطب کر کے کہا۔ "صاحب کیا آپ مجھے میری بے عزتی کرانے کو غلام کی حیثیت میں اس جگہ اپنے ساتھ لائے تھے؟"

"میرا اپنا خیال یہ تھا" والئ ارچ متھگلن نے شاہانہ سطوت سے کہنا شروع کیا۔ "کہ ایک اس طرح کے موقعہ پر رسمی آداب تکلّف کو نظرانداز کر کے آپ کو ایک ہی دستر خوان پر جگہ دی جا سکے گی لیکن اگر یہ بات میرے ولیعہد کو ناپسند ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے لیناکس کی طرف دیکھا "تو اس صورت میں..."

"چچا جان!" ایمیلین نے جوش کی حالت میں کھڑے ہو کر کہا اور اس موقعہ پر اس کا جوش ضبط کی ساری پابندیوں پر غالب آ گیا "کتنی بری بات ہے کہ اس طرح کی ہتک آمیز سلوک اس شخص کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے جو ہر چند کسی مغرور خاندان یا دولت کا مالک نہیں تاہم جہاں تک طبعی شرافت کا تعلق ہے بھائی لیناکس سے کسی طرح پیچھے نہیں۔"

"ایمیلین بیٹھ جاؤ" مسٹر ڈیناچر نے بھاری آواز سے حکم دیا "مجھے تمہارے منہ سے اس طرح کے الفاظ سُن کر سخت حیرت ہوئی ہے۔"

"بے شک۔ آج حیرتوں کا دن ہے" لیناکس نے جس کے چہرہ پر غصہ اور طنز کے ملے ہوئے آثار تھے کہا۔ "آج کوئی بات ایسی نہیں جس پر تعجب کیا جا سکے۔"

"بہرحال اگر میری موجودگی کسی صاحب کے لئے بارِ خاطر ہوتی ہے" مسٹر سٹوارٹ نے آخر کار کہا۔ "تو میں رخصت کے لئے تیار ہوں۔ تاہم میں مس ڈیناچر کا ان کی اس فیاض حمایت کے لئے شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا..."

"بس بس!" لیناکس نے سخت غصہ کی حالت میں کھڑے ہو کر کہا۔ "خبردار جو تم نے مس ڈیناچر کا نام پھر اپنے منہ سے لیا۔ یہ ایسا نام نہیں ہے جسے ایک اس طرح کے کنگلے فقیر کے منہ سے سُنا جائے جیسے تم ہو۔"

ڈونالڈ سٹوارٹ کے چہرہ پر جوش کی سُرخی پھیل گئی۔ اس نے نخوت سے گردن اُٹھائی اور حقارت سے لیناکس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر ویناچر۔ یہ الفاظ جو آپ نے کہے ہیں بے حد سخت ہیں اور اگر وہ اس سے مختلف حالات میں کہے گئے ہوتے تو آپ یقیناً ان کا مزا دیکھ لیتے۔ میں اگر اپنی روزی ایمانداری کی محنت سے کماتا ہوں تو میرے لئے اس میں شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جو اپنے طور پر دل کا بُرا آدمی نہ تھا اس موقعہ پر کہا۔" میں رائے دیتا ہوں کہ آپ مسٹر سٹوارٹ کو دستر خوان پر بیٹھ کر اس سنبوسہ کا تھوڑا سا حصّہ نوش کرنے کی اجازت دیں۔ اگر میرا دوست سالٹ کوٹ اس وقت موجود ہوتا..."

"خاموش مسٹر کلیک مینن" والیٔ ایچ متھگلن نے بارعب لہجہ میں کہا۔" مسٹر سٹوارٹ میں اسی وقت تم کو ملازمت سے علیحدہ کرتا ہوں۔ تمہاری آج تک کی تنخواہ جس قدر بنتی ہے تمہارے مکان پر بھیج دی جائے گی۔"

"بڑی عنایت بڑی مہربانی۔ بے شک آپ نے وہی بات کہی ہے جو آپ کے بیٹے کے ہتک آمیز سلوک کے بعد میں خود اپنی طرف سے کہتا۔ اگر آپ مجھے ملازمت سے علیحدہ کرتے ہیں۔ تو مجھے کوئی شکوہ نہیں کیونکہ اس طرح کی ملازمت جو انسان کی خودداری کے برخلاف ہو شرمناک ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے ڈونالڈ سٹوارٹ نے اس طرح تمکنت اور وقار سے گردن اُٹھائی گویا اپنی ذہنی قابلیت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ہائی لینڈس کے سب سے زبردست والیٔ ریاست سے بھی اعلیٰ و ارفع سمجھتا تھا۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت جب اس نے اپنی دراز قامت کو پوری طرح سیدھا کیا ہوا تھا اور جوش کی سُرخی اس کے خوشنما چہرہ پر چھائی ہوئی تھی۔ تو وہ اتنا شکیل معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی میرے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

"یہ گستاخی! یہ بے عزتی!" لیناکس دیناچر نے جوش سے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔
مگر ڈونالڈ سٹوارٹ نے اس کے الفاظ و حرکات کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اس نے والیٔ انچ منھگلن کو سرد مہری سے سلام کیا اور اس کی نگاہ حاضرین کے چہروں پہ پھرتی ہوئی ایک لحظہ کے لئے الوداع کہنے کے لئے مجھ پہ اور ایک لمحہ کے لئے ایمیلین کے چہرہ پہ ٹھہر کر ڈامنی کی طرف پھر گئی۔

"خدا حافظ مسٹر کلنیک مین" اس نے کہا اور پھر آیور اور لوکیل کی طرف مڑ کر "میرے عزیز شاگردو۔ خدا تمہیں شاد رکھے اور تم دنیا میں ترقی حاصل کرو۔"

"الوداع مسٹر سٹوارٹ" ایمیلین نے کہا۔ اور وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف جانا چاہتی تھی کہ لیناکس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور وحشیانہ جوش سے اس کو روکنے کی کوشش کی۔

"چھوڑ دو۔ میں حکم دیتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو" خاتون نے انداز تکبر سے کہا اور اپنے چچا زاد بھائی کے اس بے جا ظلم کے خلاف اس کے دلیرانہ رویّہ کا اثر اتنا حیرت انگیز ثابت ہوا کہ لیناکس نے جھٹ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ بالکل اس طرح گویا اس کے بازو میں رعشہ پڑ چکا تھا۔

"الوداع مسٹر سٹوارٹ" ایمیلین نے پھر ایک بار نوجوان معلّم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور اس نے بھی دو قدم آگے بڑھ کر اس کا پھیلا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عاشق و معشوق کی نگاہیں ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لئے ایک دوسرے سے ملیں۔ گو اس ایک نگاہ میں بھی دفتر معانی پوشیدہ تھا۔ اس کے بعد ڈونالڈ سٹوارٹ اس خیال سے کہ کسی طرح کا شبہہ ایمیلین کے برخلاف ترقی نہ کرے تیز چلتا خیمہ سے رخصت ہو گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد مس دیناچر جس کا چہرہ زرد اور بدن زور زور سے کانپ رہا تھا، جس کا اضطراب حد انتہا کو پہنچا ہوا اور رنج و غم کا اظہار مشکل سے رُکا ہوا تھا

اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔ لیناکس دینا چربھی جس کے چہرہ پر حسد اور جوش رقابت کے آثار تھے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وائی انج متھگلن کا اپنا چہرہ بھی اس وقت زرد تھا۔ اور اس کی نگاہ میں سختی کے آثار پائے جاتے تھے۔ دونوں چھوٹے لڑکوں کے چہروں پر رنج و حسرت کے آثار تو موجود تھے تاہم وہ حالات پیش آمدہ کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ محض اتنی بات ان کے ذہن میں آسکتی تھی کہ ان کا ہر دلعزیز استاد ہمیشہ کیلئے ان سے جدا ہو گیا ہے۔

"افسوس" آخر کار ڈامنی کلیک مین کی آواز اس گہری خاموشی کو جو حاضرین میں سے ہر شخص کے لئے موجب تکلیف و پریشانی ثابت ہو رہی تھی قطع کلام کرتے سنائی دی ...
"افسوس مسٹر سٹوارٹ نے اس بنوسہ کو نہ چکھا جو بہت ہی عمدہ اور نفیس بنا ہوا ہے۔ اور ہاں اس سلسلہ میں یاد آگیا" اس نے انج متھگلن کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "آئندہ کے لئے آپ مہربانی سے اپنے باورچی کو ہدایت کر دیں کہ بوہ گلن بکٹ کی طرح وہ بھی تھوڑے سے ادرک کے چھلکے ضرور اس میں ڈال دیا کرے۔ کیونکہ جیسا کہ میرے دوست سالٹ کوٹ نے کہا تھا ..."

"مسٹر کلیک مین" وائی انج متھگلن نے جھڑک کر کہا "یہ شراب کی بوتل لیجئے اور سالٹ کوٹ کا ذکر تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے"۔

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے خیری کا ایک گلاس پُر کرتے ہوئے کہا۔

"ایمیلین" وائی انج متھگلن نے اس طرح کے سرد لہجہ میں گویا اس کے خیالات کی رَو بہت دور پہنچی ہوئی تھی کہا "تم بتاؤ تمہیں کیا پیش کروں؟ لیناکس کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم اس کی ذرا خاطر نہیں کرتے"۔

"جی نہیں۔ مجھے کوئی چیز درکار نہیں" نوجوان لیڈی نے اس طرح کی تھرائی ہوئی آواز سے جواب دیا گویا وہ اپنے آنسوؤں اور سسکیوں کو مشکل سے ضبط کر سکتی تھی۔

"تاہم کچھ نہ کچھ ضرور کھانا چاہیئے" لیناکس نے اپنی طرف سے کہا مگر اس کی آواز خوفناک اور پولی تھی۔ کیونکہ حسد اور جوش رقابت کا تیر یقینی طور پر اس کے سینہ میں بیٹھ چکا تھا۔

خیر کھانے کا عمل شروع ہوا اور والئی انچ متھگلن، لیناکس، دونوں خورد سال لڑکوں اور ڈامنی کلیک مین نے اپنے لئے طور پر اس میں کم و بیش حصہ لیا۔ دونوں لڑکوں کی بھوک پر ان کی طفلانہ معصومیت کی وجہ سے کسی طرح کا اثر پیدا نہ ہوا تھا اور ڈامنی کی حالت میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گویا ان لوگوں کی کسر پوری کرنا چاہتا ہے جنہوں نے بالکل کچھ نہ کھایا تھا۔

آخر کار کھانا ختم ہوا اور جب باری باری سب لوگ میز سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے تو لیناکس نے رسمی طور پر یہ کہا: "ایمیلین کیا تم میرے ساتھ سیر کرنے چلو گی؟"

"نہ نہیں۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں" اس نے سرد لہجہ میں جواب دیا "میں روانگی کے وقت تک کشتی ہی میں بیٹھوں گی۔ میں ایک کتاب اپنے ساتھ لیتی آئی تھی اس کو پڑھنا چاہتی ہوں۔"

"مگر دھوپ بہت تیز ہے" لیناکس نے اپنا ہونٹ جو دبے ہوئے غصہ کی وجہ سے بالکل سپید تھا چباتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس چھتری موجود ہے" خاتون نے جواب دیا "اور اگر ضرورت ہوگی تو میں ملاحوں سے کہہ کر چادر تنوالوں گی۔"

اس سرد مہری کے بعد لیناکس برا سا منہ بنا کے ایک طرف کو چلا گیا اس نے ایمیلین کو کشتی تک ساتھ لے جانے کی بھی پروا نہ کی۔

مجبوراً والئی انچ متھگلن نے یہ فرض خود ہی پورا کیا اور وہ روانگی کے وقت تک وہیں کشتی ہی میں بیٹھا ہوا اپنی بھتیجی سے باتیں کرتا رہا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد جب ڈامنی کلیک مین سب سے پیچھے کھانے سے فارغ ہو کر اُٹھا اور ملاحوں کے بیٹھنے کی باری آئی تو کیمرن نے دبی آواز میں مجھ سے کہا۔

"جوزف۔ آج کا واقعہ کتنا رنجدہ تھا۔"

"بے شک!" میں نے تسلیم کیا۔

"لیکن قصور سراسر ڈونالڈ سٹوارٹ کا تھا" کیمرن نے کہا۔

"یہ غلط ہے، قصور مسٹر لیناکس دیناچر کا تھا" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد اس بحث کو طول نہ دینے کے خیال سے میں چپ چاپ کھانا کھانے کی میز کے پاس بیٹھ گیا۔

جس وقت کشتی محل کی طرف واپس جا رہی تھی تو حاضرین میں بہت ہی کم گفتگو ہوئی۔ البتہ دوسروں کی اس خاموشی سے فائدہ اٹھا کر ڈامنی کلیک مین نے اپنی نامکمل حکایتوں کا دفتر کھول دیا۔ اور ان کو خوب ہی بے روک بیان کیا۔ والیٔ ارنچ متھگلن کے چہرہ پر فکر و سنجیدگی کے آثار نمودار تھے۔ میں نہیں جانتا کشتی کی روانگی سے پہلے اس کی اپنی بھتیجی سے کیا باتیں ہوئی تھیں تاہم اتنا میں نے دیکھا کہ اس گفتگو نے اس کے مزاج کی برافروختگی میں کوئی اصلاح پیدا نہ کی۔ رہ گیا لیناکس تو اس کا سلوک اپنی چچازاد بہن سے تغافل اور سرد مہری کا تھا۔ اور جب کبھی وہ بولتا تو اس کے الفاظ طنز و تضحیک کی بو لئے ہوئے ہوتے تھے۔ ایک دو مرتبہ وہ ڈامنی کے منہ سے کوئی احمقانہ حکایت سن کر ہنسا بھی۔ مگر اس ہنسی کی آواز بولی اور خوفناک تھی۔ نمائشی لاپروائی کے باوجود اس کے حرکات و سکنات سے فکر و تشویش کے آثار نمودار تھے! ایمیلین نے سارا راستہ کتاب آنکھوں سے لگائے رکھی۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہرگز ہرگز اسے پڑھنے میں مشغول نہ تھی۔ کیونکہ اس نے صرف دو یا تین بار ورق گردانی کی اور ان موقعوں پر بھی ایک ہی مرتبہ دس دس بارہ بارہ ورق اُلٹ ڈالے۔

آخر کار کشتی گھاٹ کے پاس جا کر ٹھہر گئی اور سب لوگ خشکی پہ اُترے ۔ اس موقعہ پر پھر ایک بار لیناکس نے گھاٹ کی سیڑھیوں پر ایملین کو سہارا دینے کے لئے اپنا بازو پیش کیا۔ مگر وہ اس کی موجودگی کو بالکل ہی نظر انداز کر کے چپ چاپ اوپر چڑھ گئی ۔ بعدازاں جب سارے آدمی خشکی پر پہنچ چکے تو لیناکس بے تابانہ ایک طرف کو مڑا اور اکیلا ہی رخصت ہو گیا اور والئی اینج متھگلن ۔ اپنے بازو کا سہارا دے کر ایملین کو محل کے اندر لے گیا۔ اس کے قریباً ایک گھنٹہ بعد مجھے بتایا گیا کہ والئی اینج متھگلن نے تم کو لائبریری کے کمرہ میں یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ میں فوراً وہاں گیا۔ وہ تنہا اس جگہ بیٹھا تھا اور گو اس نے اپنے اضطراب کو نخوت کے پردہ میں چھپانے کی بہت کوشش کی۔ تاہم اس کے چہرہ کے آثار دیکھ کر یہ معلوم کرنا سہل تھا کہ اس کی پریشانی حدانتہا سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے ۔

" جوزف" اس نے کہا " تھوڑی دیر پہلے جو واقعہ پیش آیا تھا اسے تم نے دیکھا ہے اور اس کے متعلق ساری گفتگو بھی سُنی ہے۔ مجھ والئی اینج متھگلن کے لئے یہ بات سخت ہی موجب تکلیف ہے " اس نے فاخرانہ لہجہ میں کہا " کہ میں ایک ادنیٰ نوکر سے کسی طرح کے سوالات پوچھوں۔ مگر حالاتِ پیش آمدہ میں ایسا کرنا ضروری ہے۔ اس لئے میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ کیا واقعہ تھا جس کا ذکر مسٹر کلیک مین نے کیا تھا؟ یعنی وہ گلی کا واقعہ جو اس ساری بدمزگی کا موجب ثابت ہوا؟"

" سرکار میں عرض کرتا ہوں " میں نے اینج متھگلن کی تیز متجسّس نگاہ کا پوری طرح مقابلہ کرتے ہوئے کہا " میں حسب معمول مس ڈیناچر کے ساتھ ساتھ اُن کی پُشت پر تھوڑے فاصلہ سے چل رہا تھا اور ان کے حسب حُکم جھاڑیوں کے پیچھے پھول چُننے گیا تھا کہ دفعتاً کسی کے گرنے کی آواز سُنائی دی۔ میں دوڑ کر باہر نکلا اور اس وقت دیکھا کہ مسٹر سٹوارٹ نے جو سمتِ مقابل سے آ رہے تھے آگے بڑھ کر مس ڈیناچر کو سہارا دیا

اور اٹھا لیا۔ عین اس موقعہ پر مسٹر کلیک مینن گلی میں داخل ہوئے اور اس کے چند منٹ بعد مسٹر لیناکس دیناچر گھوڑے پر سوار گلی کے موڑ کے پاس سے گذرے۔ مسٹر سٹوارٹ نے مس دیناچر کو سہارا دے کر اٹھانے کے بعد مؤدبانہ سلام کیا اور اس کے بعد رخصت ہوگیا۔"

اس سارے عرصہ میں کہ میں یہ سچ اور جھوٹ کی ملی ہوئی حکایت بیان کر رہا تھا۔ والیُ ا نج متھگلن نے ایک لحظہ کے لئے اپنی نگاہ میرے چہرے سے نہ ہٹائی تھی بظاہر وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ بیان جو میں اس کے روبرو دے رہا ہوں، صحیح ہے اور کیا الفاظ میرے دل سے نکلے ہوئے ہیں؟ کسی نہ کسی طریقہ پر وہ میری روح کے اندر تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ میں نے یہ فرضی حکایت بہت ڈھیٹ ہوکر بیان کی تھی۔ اور اپنے چہرہ پر کسی طرح کے اضطرابی آثار بالکل ظاہر نہ کئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو سمجھایا کہ ایک اس طرح کے موقعہ پر جب کسی عالی قدر خاتون کی عزت و ناموس کی حفاظت کا سوال ہو، جب سچ کہنے سے اسے اپنے رشتہ داروں کے عتاب کا نشانہ بننا پڑے تو اس طرح کا دروغ مصلحت آمیز بڑی حد تک قابل معافی سمجھا جا سکتا ہے۔

"بس کافی ہے" سارا حال سننے کے بعد مسٹر دیناچر نے کہا "جاؤ۔"

اس روز سہ پہر کو میں جب رات کے کھانے سے تھوڑی دیر پہلے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ میرے لائق کوئی خدمت تو نہیں ہے مسٹر لیناکس کے کمرہ میں گیا تو وہ انتہائی سرد مہری بلکہ جاہلانہ وحشت کے ساتھ پیش آیا۔ مگر میں نے اس بدسلوکی کو قصداً نظر انداز کر دیا بلکہ اگر ممکن سمجھا جائے تو اپنی طرف سے قولاً اور فعلاً پہلے سے بھی زیادہ اخلاق کا ثبوت دیا۔ اس نے اس معاملہ کی نسبت جس کے بارے میں اس کے باپ نے استفسارات کئے تھے کوئی بات نہیں پوچھی۔ ایک عجیب طرح کا دبا ہوا

غصہ اور جوش اس کے سینے میں موجود تھا۔ اس نے مجھے بہت دیر روکا بھی نہیں بلکہ جلدی ہی اس طرح دھتکار کے رخصت کر دیا۔ گویا وہ مجھے کتے سے بھی بدتر خیال کرتا تھا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ مجھے اسی وقت ملازمت سے علیحدہ کر دیتا۔ مگر محض اس ڈر سے کہ باپ کی ناراضگی کا نشانہ نہ بننا پڑے، وہ ایسا کرنے سے باز رہا۔

بحیثیت مجموعی میں جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا کہ گو اس کا باپ میرے بیان کو لفظ بلفظ صحیح تصور کرتا ہے تاہم لیناکس اس حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں جاگزیں تھا، یہی سمجھے ہوئے ہے کہ ایمیلین اور ڈونالڈ سٹوارٹ کی اس ملاقات میں میں برابر کا شریکِ سازش مجرم ہوں۔

اس کے بعد ایک ماہ کا عرصہ گذر گیا اور اکتوبر کے دن آگئے۔ اس ایک ماہ کے عرصہ میں لیناکس دیناچر کا سلوک مجھ سے تکبر، سرد مہری اور حقارت ہی کا رہا۔ لیکن میں نے جس خیال سے اس کی ساری بدسلوکیاں اب تک برداشت کی تھیں اسی خیال کو مدنظر رکھ کر میں اب بھی ان کو بدستور سہتا رہا یعنی میں چاہتا تھا کہ اس قصۂ عشق کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں جس میں قدرت نے مجھ کو میرے ارادہ کے بغیر الجھا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ میں ہر قسم کی سختیاں سہتا ہوا بھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتا تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ خیمہ کے واقعہ ناخوشگوار کے بعد فوراً ہی ڈونالڈ سٹوارٹ کسی طرف کو رخصت ہو گیا تھا۔ ایمیلین ان دنوں بہت ہی کم باہر جاتی تھی یعنی وہ سیر و تفریح کے لئے تھوڑی سی دیر کو باغ کی طرف نکل جاتی اور اس کے بعد پھر اپنے کمرہ میں چلی جاتی تھی۔

ان ایام میں لیناکس بارہا اس کے ساتھ دیکھا گیا۔ تاہم میں ان کے برتاؤ کا اس سے زیادہ کوئی حال معلوم نہ کر سکا کہ ایمیلین زرد رو متفکر اپنی پریشانیوں کو چھپانے کی بہت ہی کم کوشش کرتی تھی۔ اور لیناکس دبے ہوئے جوش کو سینہ میں لئے

کسی طرح اس کی خوشنودیٔ مزاج حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس ایک مہینہ کے بعد ایک دن صبح کو ایک خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر میرے لیئے بالکل نئی تھی۔ بعد ازاں جب میں نے اسے کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے دوست مسٹر ڈنکنبی وکیل کی بھیجی ہوئی چھٹی ہے جس کا مضمون یہ تھا

ایڈنبرگ

۳؍ اکتوبر ۱۸۳۹ء

میرے نوجوان دوست

میں یہ خط یہ معلوم کرنے کے لئے لکھتا ہوں کہ کیا تم اب تک اچ منتھگلن ہی میں رہتے ہو۔ یا اب تمہارا قیام کسی دوسری جگہ ہے۔ مجھے تمہاری ذات سے جو اُنس ہو چکا ہے اس کا ذکر محتاج تفصیل نہیں۔ تاہم اگر کبھی خدانخواستہ تمہیں حالات کی تبدیلی سے کسی طرح کی مشکلات کا سامنا ہو تو میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت مجھے اپنا دوست اور مددگار سمجھ سکتے ہو۔ اپنی اس دوستی کے ثبوت میں میں ایک چھوٹا سا تحفہ تمہیں بھیجنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ نہ جانتے ہوئے کہ کون سی چیز تم کو مقبول ہوگی۔ یہ دس پونڈ کا نوٹ روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے تم اسے قبول کر لوگے اور کسی ناراضگی کے خیال کو دل میں جگہ نہ دوگے۔

تمہارا خیر خواہ
ڈنکن ڈنکنبی

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرے محترم دوست وکیل نے میری ناچیز شخصیت کو اس قدر یاد رکھا۔ چنانچہ میں اسی وقت اس کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گیا اور اپنی چٹھی میں موزوں طریقہ پر اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں میں نے وہ خط اپنے ہاتھ سے گاؤں کے ڈاک خانہ میں لے جا کر لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ یہ احتیاط اس

لئے ضروری تھی کہ مبادا گھر کے آدمیوں یا دوسرے نوکروں میں سے کسی کو معلوم ہو جائے کہ میں مقدمہ کیرنڈیل کی پیروی کرنے والے وکیل کے ساتھ خط وکتابت کر رہا ہوں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا اگر یہ راز کسی پر ظاہر ہو گیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ میں دشمن کے جاسوس کی حیثیت میں اس جگہ رہ کے سارے حالات معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

قریباً ایک ہفتہ بعد ایک اور خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر ظاہر کرتی تھی کہ حروف قصداً بگاڑ کر لکھے گئے ہیں۔ میں نے جب اُسے کھولا تو ایک بند لفافہ اور اس کے اندر سے نکلا جس پر مس دیناچہ کا نام درج تھا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا رقعہ ڈونالڈ سٹوارٹ کا لکھا ہوا میرے نام ملفوف تھا۔ میں اس کو بجنسہ درج کرتا ہوں

یہ تھا

۱۰ر اکتوبر ۱۸۳۹ء

جوزف

مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اندازہ جو شروع میں مَیں نے تمہاری نیکی اور طبعی فیاضی کے بارے میں قائم کیا تھا غلط ثابت نہیں ہوا۔ بہرحال میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کیا جذبات تھے جن کے زیر اثر تم نے بہ اوقات مختلف میری اور مس دیناچہ کی خدمات انجام دیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ عنقریب میری حالت میں خوشگوار اصلاح پیدا ہو جائے گی۔ اور گو میں سردست اس بارے میں پورا حال بیان نہیں کر سکتا تاہم اپنی امیدوں کو مس دیناچہ تک پہنچا دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے اس بات کا اطمینان دلا دینا چاہتا ہوں کہ میری وہ امیدیں فرضی اور موہوم نہیں پختہ اور یقینی ہیں۔ فی الحال میری یہ خواہش ہے کہ تم اس بند خط کو جو میں نے مس دیناچہ کے نام لکھا ہے اس کے ہاتھوں تک پہنچا دو۔ اور اگر اس کی طرف سے کوئی جواب بھیجا جانا ہو تو یہ بھی میری خواہش ہے کہ تم اس جوابی خط کو اپنے ہاتھ سے ڈاکخانہ میں ڈال دو۔

جوزف میرے عزیز، وہ وقت آنے والا ہے جب میں اپنی شکر گذاری کا مکمل ثبوت پیش کرسکوں گا۔ اس اثنا میں میں اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ تمہارے احسانات کی یاد کبھی میرے دل سے محو نہ ہوگی۔

ڈونالڈ سٹوارٹ

اس خط کو پڑھ کر مجھے اس خیال سے اور بھی زیادہ خوشی حاصل ہوئی کہ ایک ایسے خردشریف نے جیسا کہ مسٹر ڈونالڈ سٹوارٹ تھا میری خدمات کی اتنی قدر کی۔ اور مجھے اس درجہ لائق اعتماد سمجھا۔ میں نے احتیاطاً وہ خط اپنے صندوق میں بند کرلیا۔ اور دوسرا لفافہ جو مس ویناجر کے نام تھا جیب میں رکھ کر اس خیال سے باغ میں نکلا کہ وہ اگر سیر کرتی ہوئی مل جائے تو اس کے حوالہ کردوں۔ حُسنِ اتفاق سے اس طرح کا موقعہ جلدی ہی مل گیا یعنی اس کے تھوڑی دیر بعد ایمیلین سیر کرنے آ گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ خوش قسمتی سے لیناکس ویناجر اس کے ساتھ نہ تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھا اور جب معلوم ہوا کہ کوئی شخص آس پاس موجود نہیں ہے تو جلدی سے اس کے پاس جاکر جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ لفافہ اس کے حوالہ کرتے ہوئے دبی آواز سے کہا: "بانو۔ یہ خط مسٹر سٹوارٹ نے آپ کے نام بھیجا ہے"

آنِ واحد میں خوشی راحت کے ساتھ ملے ہوئے فکر و تشویش کے آثار اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار ہوئے۔ راحت اس لیئے کہ وہ خط اس کا بھیجا ہوا تھا جسے وہ اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھتی تھی اور فکر و تشویش اس لیئے کہ نہ معلوم اس خط کا مضمون کیا ہو۔ اور اس میں کوئی نئی خبر کیا ہو۔ یہ سارے احساسات اتنی ہی وضاحت سے اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار تھے گویا ان کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے کیا گیا ہو۔

"جوزف" آخرکار اس نے جوش سے تھرّاتی ہوئی آواز سے کہا "میں اس عنایت کے لیئے تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

"بانو۔ کسی شکریہ کی حاجت نہیں" میں نے جواب دیا" اس خط کے ساتھ مسٹر سٹوارٹ نے ایک چھوٹا سا رقعہ میرے نام بھی بھیجا تھا جس میں انہوں نے یہ بات تحریر کی تھی کہ اگر آپ اس خط کا جواب لکھیں تو میں اسے اپنے ہاتھ سے ڈاک کے لیٹر بکس میں چھوڑ آؤں۔ اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اس فرض کو بڑی خوشی کے ساتھ پورا کروں گا۔ پس آپ جس وقت چاہیں میری خدمات اس مطلب کے لئے حاضر ہیں" اپنے دل میں مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ وہ اس خط کا جواب ضرور لکھے گی۔ بہر حال اتنا کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔

تقریباً تین گھنٹے بعد مس وینا چر پھر مجھے باغ میں ملی۔ اور اس نے دبے ہوئے اشارہ سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ پر آثار مسرت نمودار تھے صرف ایک بار اس نے مضطرب نظروں سے چاروں طرف دیکھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس بات کا اطمینان کر لینا چاہتی ہے کہ اس کا حاسد چچا زاد بھائی تو کہیں آس پاس موجود نہیں؟ لیکن دور و نزدیک کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اس نے ایک بند خط جلدی سے میرے ہاتھ میں دے دیا اور میں اس کا مطلب سمجھ کر وہ خط جیب میں ڈالے وہاں سے چلا آیا۔ پہلے میرا ارادہ اس کو اسی طرح ڈاک میں ڈال دینے کا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ایسا نہ ہو' وہ بڑھیا جس کے سپرد گاؤں کے ڈاکخانہ کا انتظام تھا۔ رفع استعجاب کے خیال سے خط کھولے یا کھولنے کی کوشش کرے۔ پس میں نے اس بند لفافہ کو ایک اور لفافہ میں ڈالا اور اس کے ساتھ چند سطریں اس مضمون کی اپنی طرف سے لکھ کر شامل کیں کہ میں آپ کی خدمت گذاری کیلئے ہر وقت ہر طرح حاضر ہوں اور آپ جس وقت چاہیں اُن سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لفافہ کو بند کر کے میں خود اُسے موضع متھگلن کے ڈاک خانہ میں ڈالنے گیا۔ اور اس دن کے بعد میں نے دیکھا کہ ایمیلین کے چہرہ پر سکون و اطمینان کے آثار پیدا ہو گئے۔

اکتوبر کے آخری ایام تھے کہ اخبارات کے ذریعہ سے ارنچ متھگلن میں یہ اطلاع موصول

ہوئی کہ مقدمہ کیرنڈیل کی آخری سماعت شروع ہوگئی۔ اپنے طور پر اخبار والوں نے اس مقدمہ کی مختصر کیفیت درج کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ سالہا سال سے چل رہا ہے اور اس کے فیصلہ پر لاکھوں روپے کی جائداد کے ادھر سے اُدھر ہوجانے کا دارومدار ہے۔ اخبارات میں یہ بھی درج تھا کہ سکاٹ لینڈ کے بہترین اور قابل ترین وکلا فریقین کی طرف سے پیروکار ہیں، نیز یہ کہ صدر مقام سکاٹ لینڈ کی عدالت عالیہ میں کبھی کسی دیوانی مقدمہ سے اتنی دلچسپی نہیں لی گئی جتنی اس سے لی جارہی ہے۔ آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ عوام کی ہمدردی سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے ساتھ ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ خود اس وقت کہاں ہیں؟ ہر شخص پوچھتا ہے کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کدھر گئے؟ لیکن کوئی اس کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا۔ کم از کم یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ زندہ اور صحیح سلامت ہیں اور ان کے معزز وکیل مسٹر ڈنکنسی کا بیان ہے کہ مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں صادر ہونے پر وہ یقیناً اُس پردۂ راز سے باہر نکل آئیں گے جس میں وہ اب تک چھپے ہوئے ہیں ـــــ

میں نے دیکھا کہ ان ایام میں ساکنانِ اینچ متھگلن میں سے ہر ایک کے دل میں (مس ایمیلین کے واحد استثنیٰ کے ساتھ) ایک عجیب طرح کا جوش بے تابی پایا جاتا تھا۔ وہ نیک دل خاتون البتہ اس معاملہ سے بالکل بے تعلق تھی۔ یا تو اس لئے کہ اس قسم کے خاندانی جھگڑوں اور دیرینہ عداوتوں سے کوئی دلچسپی اس کو نہ تھی (حالانکہ قبیلہ اینچ متھگلن کے اور لوگ اس مقدمہ کی رفتار سے اتنی ہی دلچسپی لے رہے تھے گویا اس کا فیصلہ ان کے ذاتی نفع و نقصان سے تعلق رکھتا ہو) یا اس لئے کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کی نسبت حال اور مستقبل کے تفکرات ہی اس کے لئے کافی تھے

بہرحال جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کی ذاتِ واحد کے سوا گھر کے سب آدمیوں کی یعنی والئی اینچ متھگلن، لیناکس وینا چر، گھر کے نوکروں چاکروں حتیٰ کہ بڈھے ڈامنی کی

اپنی خواہش بھی یہی تھی کہ مقدمہ کا فیصلہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے برخلاف صادر ہو۔ یہی وجہ تھی کہ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں ہر روز ایڈنبرگ سے آئے ہوئے اخبارات کا مطالعہ غیر معمولی انہماک کے ساتھ ہوتا تھا اور چونکہ اخبارات کی رائے میں مرتہنوں کا پہلو محفوظ تھا اس لئے انچ متھگلن والوں کی امیدیں فلک ہفتم پر پہنچی ہوئی تھیں۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا گیا اور آخر کار مدعا علیہ کے وکیل کی بحث شروع ہوئی تو یہ بات واضح ہونے لگی کہ وہ امیدیں جو پیشتر اس مقدمہ کے بارے میں قائم کی گئی تھیں فرضی اور نقش برآب تھیں۔ اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر ڈنکنبی نے مقدمہ کی تیاری غیر معمولی احتیاط کے ساتھ کی ہے اور اس نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جسے کمزور سمجھا جا سکے مختصر لفظوں میں اس نے عدالتِ عالیہ کے روبرو اس مضمون کی زبردست شہادت پیش کی تھی کہ سر الیگزینڈر آنجہانی یعنی موجودہ سر الیگزینڈر کے باپ کو اس بات کا قطعاً کوئی اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنی ریاست کے رہن یا قبضہ کی بنا پر مرتہنوں سے کسی قسم کا قرضہ وصول کرتا۔

مقدمہ کی سماعت دس روز تک جاری رہی۔ اور جب آخر کار اس کے آخری فیصلہ کی اطلاع انچ متھگلن میں پہنچی تو نومبر کے دوسرے ہفتہ کا آغاز ہو چکا تھا اور وہ فیصلہ انچ متھگلن والوں کی امیدوں کے سراسر برخلاف، سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے حق میں تھا! جسے اس کی آبائی ریاست پر پھر ایک بار قبضہ مل گیا اور وہ سارے حقوق جو پیشتر اس کے آباؤ اجداد کو حاصل تھے دوبارہ اس کو دلا دیئے گئے۔ اب گویا وہ بڑی آسانی سے اس قعرِ گمنامی سے نکل کر جس میں وہ اب تک چھپا ہوا تھا۔ اور اپنے اس فرضی نام کو ترک کر کے جس میں اس نے اپنی شخصیت کو چھپایا ہوا تھا بغیر کسی شرم و ندامت کے اپنی اصلی و رئیسی شان میں ظاہر ہو سکتا تھا۔

جس وقت اس فیصلہ کی اطلاع انچ متھگلن پہنچی تو جو پریشانی اور مایوسی اُن

لوگوں کو لاحق ہوئی جو اس فیصلہ کی بنا پر بڑی بڑی امیدیں قائم کئے بیٹھے تھے اس کا حال بیان کرنا عبث ہے اس میں شک نہیں کہ عدالت عالیہ کے اس فیصلہ کے برخلاف ایک آخری اپیل دارالامراء کے روبرو دائر کی جا سکتی تھی۔ تاہم اس فیصلہ کے ساتھ ساتھ اخبارات میں یہ اطلاع بھی درج تھی کہ گو عدالت نے اپنے فیصلہ کی رو سے سر الیگزینڈر کیرینڈیل کی ذات کو اس کے متوفی باپ کے قرضوں سے قطعاً سبکدوش قرار دیا۔ اور جاگیر کے وہ سارے محاصل جو اس وقت تک سرکاری امین کی تحویل میں جمع ہوتے رہے تھے اس کے سپرد کر دیئے گئے تاہم خود سر الیگزینڈر نے بڑی فیاضی اور منصف مزاجی سے کام لے کر مرتہنوں کو اس شرط پر ان کے مطالبات کا جائز حصہ دینا قبول کر لیا ہے کہ وہ اس مطلب کی تحریر دے دیں کہ ان کی طرف سے اس فیصلہ کے برخلاف کوئی اپیل دائر نہ کی جائے گی اور چونکہ انہوں نے اس شرط کی پابندی قبول کر لی ہے اس لئے ایڈنبرگ کی عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ آخری اور حتمی سمجھا گیا ہے۔

میرے لئے یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا کہ اس فیصلہ کی اطلاع پا کر میرے اپنے دل کو کس قدر خوشی حاصل ہوئی۔ مجھے شروع سے ہی بیرونٹ کی ذات سے ہمدردی تھی چنانچہ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں میں فریقین کی بحثوں کو نہایت دلچسپی کے ساتھ اخبارات میں پڑھا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے لئے اس مقدمہ کی سماعت اسی قدر اہمیت رکھتی تھی جتنی کسی محاربۂ عظیم کی خبریں شریک جنگ طاقتوں کے وزراء کے لئے ہو سکتی ہیں۔ فیصلہ کی اطلاع پانے کے بعد ایک بار میرے جی میں آئی تھی کہ مبارکباد کا ایک خط مسٹر ڈنکنسبی کے نام لکھوں لیکن پھر خیال آیا کہ شاید میری طرف سے اس قسم کی تحریر اس موقعہ پر ناموزوں ثابت ہو اور اسے کسی اور نیت پر محمول کیا جائے۔ علاوہ بریں یہ بھی مجھ کو معلوم تھا کہ اپنی موجودہ بڑھی ہوئی مصروفیتوں میں اسے اس طرح کی نجی خط و کتابت کے لئے فرصت بھی کم ہو گی۔ پس میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

عدالت عالیہ کے فیصلہ کی اطلاع پانے کے دو یا تین دن بعد میرے نام ڈونالڈ سٹوارٹ کی طرف سے ایک اور خط موصول ہوا جس کا پتہ حسب معمول بگڑے ہوئے لفظوں میں درج تھا اور جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پرتھ

۱۰ نومبر سنہ ۱۸۳۹ء

جوزف

میں پھر ایک بار تمہاری اس وفاداری اور نیک نیتی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس سے تم نے وہ فرض پورا کیا جو تھوڑا عرصہ پیشتر تمہارے ذمہ ڈالا گیا تھا اس سے بھی زیادہ میں تمہارے اس وعدہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو تم نے میری آئندہ امداد کے بارے میں کیا ہے۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو ان دو یا تین موقعوں پر جب ہماری گفتگو ہوئی تھی تم نے اس مقدمہ کے متعلق جو اس زمانہ میں زیر سماعت تھا اور جس کا فیصلہ حال میں صادر کیا گیا ہے پُرجوش طریقہ پہ فریق ثانی کی حمایت کی تھی۔ دوسرے لفظوں میں میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے سر الیگو بینڈر کیرنڈیل کی کامیابی کے متعلق اظہار خیال کیا تھا۔ یہ تو خیر تم کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ سر الیگو بینڈر کیرنڈیل کے حق میں صادر کیا جا چکا ہے۔ بہر حال میں جو اطلاع تم کو دینا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سر الیگو بینڈر موصوف میرے محسن بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ میرے بڑے مہربان دوست ہیں اور اس مقدمہ میں ان کی کامیابی سے میری وہ امیدیں بھی جن کا حوالہ میں نے سابقہ خط میں دیا تھا پوری ہو گئی ہیں۔ چونکہ تم ان معاملات سے گہری دلچسپی لیتے رہے ہو۔ اس لئے میں یہ خبر بھی اطلاعاً لکھنا چاہتا ہوں کہ میری سب سے بڑی کوشش ان دنوں انچ منتھگن اور کیرنڈیل والوں کے اس عناد باہمی کو جو صدیوں سے قائم چلا آتا تھا دفع کرنے کی ہے۔ سر الیگو بینڈر کی طرف سے میں اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ انہیں ہر طرح

کی خاندانی عداوتوں سے نفرت ہے۔ خصوصاً ان سے جن کی حالات موجودہ میں کوئی وجہ خاص باقی نہ ہو اور جنہیں محض ایک طرح کی جاہلانہ روایت کی یاد سمجھا جائے۔ پس تمہیں یہ سُن کر اور بھی خوشی حاصل ہو گی کہ میں نے اسی ڈاک میں ایک اور خط اسی سلسلہ میں والی ارچ متھگلن کے نام لکھا ہے جس کی نقل میں تمہاری واقفیت کے لئے اسی خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میری درخواست ہے کہ وہ دوسرا خط جو میں نے اس چٹھی کے ساتھ بھیجا ہے سابق کی طرح مس دیناچر کو دے دینا اور مجھے ہمیشہ اپنا بہی خواہ سمجھنا۔

ڈونالڈ سٹوارٹ

اس خط کے ساتھ دو چیزیں اور تھیں۔ یعنی ایک وہ بند لفافہ جو ایمیلین کے نام بھیجا گیا تھا۔ اور دوسرے اُس خط کی نقل جس کا حوالہ مسٹر سٹوارٹ نے اپنی چٹھی میں دیا تھا اس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پرتھ

۱۰ر نومبر ۱۸۳۹ء

جناب من

غالباً آپ کو اس شخص کی طرف سے خط و کتابت شروع ہونے پر حیرت ہو گی جو بعض ناخوشگوار حالات میں آپ کی ملازمت سے علیحدہ ہوا تھا تاہم میں درخواست کرتا ہوں کہ کسی طرح کی رائے قائم کرنے سے پیشتر آپ اس خط کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ غالباً آپ بھولے نہ ہوں گے کہ ایک دفعہ میں نے آپ کی ایک چھوٹی سی خدمت سرانجام دی تھی جس کے لئے آپ نے ازراہِ عنایت وعدہ کیا تھا کہ اس کے معاوضہ کے طور پر جو چیز تم مانگو گے اسے حد معقولیت کے اندر قبول کرنے سے مجھے انکار نہ ہو گا۔ وہ وعدہ جیسا آپ کو یاد ہو گا بعض حالات کی وجہ سے اب تک پورا نہیں ہو سکا۔ تاہم

آپ کی بلند سیرت کا جو حال مجھے معلوم ہے اس کو جانتے ہوئے میں اپنے دل میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ اس واقعہ ناخوشگوار کے باوجود جو میری علیحدگی کا موجب ثابت ہوا تھا آپ خدانخواستہ اپنے اس کئے ہوئے وعدہ سے منحرف نہ ہوں گے اور اُسے اب بھی پورا کرنے سے انکار نہ کریں گے۔ اس یقین کو دل میں لے کر میں وہ درخواست پیش کرتا ہوں جو مجھے اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرنی ہے۔

سب سے پہلے میں آپ کی واقفیت کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض حالات نے میرے تعلقات سر الیگزینڈر کیرنڈیل سے پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ میرے محسن اور دوست ہیں اور ان کے ذریعہ سے یہ بھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک عجیب طرح کی خاندانی عداوت لاتعداد صدیوں سے نسلاً بعد نسل آپ کے اور ان کے خاندانوں کے درمیان قائم چلی آتی ہے۔ وہ عداوت کن حالات میں شروع ہوئی تھی اور کیوں اب تک قائم رہی میں سردست اس سوال پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ مدعائے گذارش یہ ہے کہ اس معاملہ میں سر الیگزینڈر کے خیالات اپنے آبا و اجداد سے مختلف ہیں۔ یعنی اس عداوت کو جو اُن کے نزدیک بیہودہ، لایعنی اور بے سود ہے، اپنے دل میں جگہ دیئے رکھنے کی بجائے وہ آپ سے راہ و رسم پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے مقدمہ میں فتحیاب ہونے کے بعد وہ عنقریب آپ کے ہمسایہ بن کر رہیں گے اور ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ بلاتِ خاص آپ کے اور بالعموم خاندان ارچ متھگن کے ساتھ ان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ اور پُرامن رہیں۔

پس جو درخواست میں اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ اپنی طرف سے آپ بھی خاندان کیرنڈیل کے برخلاف ہر طرح کے جوشِ منافرت کو دل سے نکال دیں۔

مجھے پورا یقین ہے کہ آپ میری اس ناچیز درخواست کو حدِ معقولیت سے باہر نہ سمجھیں گے کیونکہ اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں بلکہ اس میں بھلائی اور نیکی کا جذبہ

کام کرتا ہے۔ یقین فرمایئے کہ اگر آپ نے میری اس درخواست کو شرف قبول بخشا تو اس سے امن اور تہذیب کی ترقی مقصود ہوگی۔ نہ کہ کچھ اور۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہو تو میں سرالیگزینڈر کیرنڈیل کی طرف سے یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ بذات خود جس قدر جلد ممکن ہوگا خود آپ کے در دولت پر حاضر ہو کر اس قبیلہ کے محترم سردار کی حیثیت میں جس سے وہ دوستانہ تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں آپ کی خدمت میں آداب بجا لائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تعلقات آشتی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سرالیگزنڈر کیرنڈیل کوئی ایسی بات پیدا کرنا نہیں چاہتے جس سے آپ کی شان ریاست میں فرق آنے کا احتمال ہو۔ حتیٰ کہ اس دوستی کے معاملہ میں بھی وہ خود سر نیاز خم کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کے دل میں آپ سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی اتنی خواہش ہے کہ وہ اپنے منصب سے اس رعایت کے لئے جسے وہ ذاتی احسان تصور کرتے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ عرض کریں گے۔

بالفرض آپ میرے اس خط کا براہ راست میرے نام کوئی جواب بھیجنا پسند نہ کریں تو پھر آپ اس کے متعلق ایک خط براہ راست سرالیگزینڈر کیرنڈیل کے نام بھیج سکتے ہیں جن کا پتہ اسی قدر کافی ہوگا۔ معرفت مسٹر ڈنکنبی وکیل۔ ایڈنبرگ

میں ہوں آپ کا نیازکیش

ڈونالڈ سٹوارٹ

بنام والیٔ ارچ متھگلن وغیرہ وغیرہ"

مجھے اس خط کا مضمون پڑھ کر بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ اس سے نہ صرف سرالیگزینڈر کیرنڈیل بلکہ مسٹر سٹوارٹ کے اوصاف حسنہ پر بھی نہایت اچھی روشنی پڑتی تھی۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ سرالیگزنڈر کیرنڈیل اگر واقعی اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کا محسن اور مربی ہو اور اس کے والیٔ ارچ متھگلن سے دوستانہ تعلقات

بھی قائم ہو جائیں۔ تو اس سے یہ کیونکر ممکن ہو گا کہ غریب ڈونالڈ کے پاس اتنی دولت جمع ہو جائے یا اس کی مجلسی حیثیت میں اتنی بلندی واقع ہو کہ وِالیٔ ارنچ ہمگلن اپنی بھتیجی کی شادی اس سے کرنا منظور کرے؟ لیکن پھر سوچ آئی کہ شاید مسٹر سٹوارٹ محض اس وقت کے انتظار میں ہو کہ وہ گذارہ لائق روپیہ جمع کر کے آزادی کی زندگی بسر کرنے کے لائق بن جائے۔ جس کے بعد اس کا ارادہ ممکن ہے ایمیلین کو اپنے ساتھ کسی دور اُفتادہ مقام پر لے جا کر اس کے رشتہ داروں کی رضامندی کے بغیر شادی کر لینے کا ہو۔ خود ایمیلین کے پاس ذاتی ورثہ کے طور پر چند ہزار پونڈ موجود تھے اور اگر سر الیگزینڈر کی اعانت و امداد سے ڈونالڈ سٹوارٹ کو چند سو پونڈ سالانہ کی آمدنی شروع ہو جائے یعنی وہ اسے اپنا معتمد خاص یا میر منشی یا ایسا ہی کوئی عہدیدار مقرر کر لے تو پھر کوئی ممکن وجہ نہ تھی کہ وہ دونوں شادی کر کے آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرنا شروع نہ کریں۔ بہرحال یہ خیالات تھے جو اُن چٹھیوں کو پڑھ کر میرے دل میں پیدا ہوئے اور اس کے بعد خیال آیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو مجھے ڈونالڈ سٹوارٹ کی چٹھی مس دیناچر کو پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر اس کا موقعہ جلدی ہی مل گیا۔ اور اس کے دو یا تین گھنٹے بعد اس خاتون نے اپنا جواب لکھ کر بھی میرے حوالہ کر دیا۔ تاکہ میں اسے سابق کی طرح لفافہ میں بند کر کے ڈونالڈ سٹوارٹ کو بھیجدوں۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اس روز وہ پہلے سے بھی زیادہ خوش تھی۔ چنانچہ جس وقت اپنا جوابی خط اس نے میرے حوالہ کیا تو اس کے رُخسار شگفتہ پھولوں کی مانند سُرخ تھے اور دلی مسرت کی چمک دوشیزگی کی حیا سے ملی ہوئی اُس کی آنکھوں میں پائی جاتی تھی۔

شام کو جس وقت میں گاؤں کے ڈاکخانہ میں خط ڈال کر واپس آیا تو کیمرن سے ملنے کا اتفاق ہوا جس کے چہرہ پر کچھ اس طرح کی علامات پُراسرار پائی جاتی تھیں گویا وہ کسی غیر معمولی اہمیت کے راز سے واقف ہے۔ اور اس کے اظہار کے لئے بے تاب ہے!

"جوزف" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "کیا تم نے وہ نئی خبر سُنی ہے جو میں امید کرتا ہوں تمہارے لئے بھی ہر لحاظ سے دل خوش کُن ثابت ہوگی"

"نہیں تو" میں نے جواب دیا۔ "وہ کیا خبر ہے مجھے بھی واقف ہونے دو"

"خوشخبری یہ ہے" اس نے پُراہمیت انداز سے کہا "کہ ارنچ متھگلن اور کیرنڈیل کے خاندانوں میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی اس کا آج خاتمہ ہوگیا"

"کیا واقعی!" میرے منہ سے نکلا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے چہرہ پہ خوشی کی چمک پیدا ہوتی معلوم ہوئی۔ "دوست کیمرن۔ سچ مچ میں اس خبر کو سُن کر بہت خوش ہوا ہوں۔"

"جوزف" کیمرن نے کہنا شروع کیا۔ "ارنچ متھگلن کا حکم ایسا نہیں کہ ہم تم اس پہ اعتراض کریں۔ جو بات ان کو پسند ہو وہ ہم سب کو پسند کرنی پڑتی ہے اور جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں وہ یقیناً ہم سب کے لئے اچھی ہے۔ پس اعتراض یا شکوہ فضول۔ اور حرف گیری ہم لوگوں کی ہمت سے باہر ہے۔ اس لئے کہتا ہوں مبارک فیصلہ ہوا ہے۔ اور اب کل ارنچ متھگلن قبیلہ کے سربرآوردہ لوگ اس سوال پہ غور کرنے کے لئے ایوان میں جمع ہوں گے"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ والئ ارنچ متھگلن کے اس بارے میں فیصلہ کُن رائے قائم کر لینے کے بعد قبیلہ کے لوگوں سے مشورہ لینے کی کیا حاجت ہے؟" میں نے کہا

"آہ۔ تم سمجھے نہیں" کیمرن نے جواب دیا۔ "در اصل یہ محض ضابطہ کی کارروائی ہوگی۔ والئ ارنچ متھگلن بظاہر اپنے قبیلہ کے سرداروں سے اس معاملہ کی نسبت رائے طلب کریں گے۔ لیکن چونکہ وہ اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار سب سے پہلے افتتاحی تقریر کے موقعہ پہ ہی کردیں گے۔ اس لئے اس کے بعد کسی کو یارائے دم زدن نہ ہوگا۔ فی الحقیقت" کیمرن نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ کارروائی عمل میں لائی جانی ضروری ہے

کم از کم مالک نے یہی خیال اس کے متعلق ظاہر کیا تھا..."

"تاہم وہ کیا خیالات تھے جو حضور نے اس بارے میں ظاہر کئے تھے؟" میں نے اس معاملہ کی نسبت انتہائی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"سنو۔ جو حالات مجھے معلوم ہیں وہ تم سے بیان کرتا ہوں" کیمرن نے کہا "میں آج صبح مالک کے کمرہ میں حسب معمول حاضر تھا۔ بعض اوقات وہ میری موجودگی میں بھی کھلے طور پر باتیں کئے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ آج صبح ایک چھٹی ان کے ہاتھ میں تھی۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کے مضمون کا اُن کے دل پر بہت ہی گہرا اثر ہوا۔ کئی منٹ تک وہ خاموش اور متفکر دکھائی دیئے۔ بعد ازاں انہوں نے اس خط کو پھر پڑھا اور اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ فوراً جا کر مسٹر لیناکس کو بلا لاؤ۔ میں جا کر انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ چونکہ اس کے بعد بھی بعض خدمات کے لئے میرا اس کمرہ میں حاضر رہنا ضروری تھا اس لئے میں وہیں ایک طرف ہٹ کے کھڑا رہا اور ان کی آپس میں جو باتیں ہوئیں وہ سب میں نے سُنیں۔ معلوم ہوا وہ خط مسٹر سٹوارٹ نے بھیجا تھا اور اس میں لکھا تھا کہ ایک دفعہ آپ نے مجھ کو منہ مانگی مُراد دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ میں اب آپ سے مانگتا ہوں۔ اور جوزف تم یہ سُن کر حیران ہوگے کہ وہ منہ مانگی مراد یہ درخواست تھی کہ خاندان انچ منھگلن اور کیرنڈیل کی باہمی عداوت رفع کر کے آپس میں دوستانہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔"

"خوب" میں نے سارا حال سن کر کہا "پھر اس درخواست کے متعلق والئ انچ منھگلن اور لیناکس میں کیا کیا باتیں ہوئیں؟"

"انچ منھگلن نے یہ کہا کہ میں نے جو وعدہ کیا تھا وہ ضرور پورا ہونا چاہیئے" کیمرن نے جواب دیا "لیکن مسٹر لیناکس کی رائے اس سے مختلف تھی۔ چنانچہ انہوں نے غصہ میں بھر کر سختی سے مخالفت کی۔ اور ڈونالڈ سٹوارٹ کی اس بے جا مداخلت کے

بارے میں سخت سُست بھی کہا۔ میری اپنی رائے میں اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کو کوئی حق حاصل نہ تھا کہ وہ ایک اس طرح کے خاندانی معاملہ کو اپنی دخل اندازی کا ذریعہ بناتا تاہم والیٔ ارنچ متھگلن کا کیا ہوا وعدہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ درخواست جو مسٹر سٹوارٹ نے پیش کی تھی حدِ معقولیت سے باہر بھی نہ تھی چنانچہ یہی الفاظ خود مالک نے اس بارے میں کہے تھے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی انہوں نے کہا کہ وہ چونکہ سر الیگزینڈر کی تجویز ہے۔۔۔ اور یہ تجویز اس نے ڈونالڈ سٹوارٹ کی معرفت پیش کی ہے جس کے بارے میں میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ ضرور سر الیگزینڈر کا معتمد خاص ہوگا ورنہ دوست تو کیا ہو سکتا ہے۔۔۔"

"خیر کچھ ہو،" میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "تم سارا واقعہ بیان کرو کیونکہ مجھے اس حکایت سے بہت دلچسپی ہے۔"

"تو جیسا میں بیان کر رہا تھا،" کیمرن نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا: "چونکہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل نے اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کی معرفت یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ خود ارنچ متھگلن میں آکر آداب بجا لائے گا اور اس دیرینہ خاندانی عداوت کو ترک کرنے کے لئے زبانی شکریہ ادا کرے گا اس لئے مالک کا اس نہایت معمولی رعایت کو منظور کر لینا چنداں حیرت خیز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تجویز کے یہ معنیٰ ہیں کہ سر الیگزینڈر خود آکر معافی مانگے گا اور بخش دینا چونکہ بزرگوں کا کام ہے اس لئے اس تجویز کے منظور کئے جانے سے ارنچ متھگلن کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کم از کم مالک کی اپنی رائے یہی ہے کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل بذاتِ خود حاضر ہو کر اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے معافی کا خواستگار ہوگا اور ارنچ متھگلن اپنے قدیم خاندان کے قائم مقام کی حیثیت میں اس معافی کو قبول کر کے عداوت کا خیال دل سے نکال دے گا۔ چنانچہ یہ سب باتیں انہوں نے مسٹر لیناکس کے روبرو اس کو سمجھانے اور

راہ راست پر لانے کے لئے کہی تھیں۔ اس کے بعد مسٹر لینا کس کا رضا مند ہو جانا بہت مشکل نہ تھا۔ کیونکہ وہ طبعاً فیاض ہیں اور میں نے ایک دو مرتبہ انہیں اپنے والد سے یہ کہتے بھی سُنا ہے کہ اس طرح کی خاندانی عداوتیں محض جہالت کی یادگار ہیں۔ میری رائے میں وہ اس سوال پر ہرگز کسی قسم کا اعتراض نہ اُٹھاتے اگر یہ تجویز مسٹر ڈونالڈ سٹوارٹ کی درخواست کی صورت میں پیش نہ ہوتی۔ خیر جیسا میں نے بیان کیا ہے آخرکار مسٹر لینا کس کا اطمینان ہو گیا۔ خصوصاً مالک کے اس بات کا وعدہ کر لینے پر کہ قبیلہ کی مجلس شوریٰ کے بعد وہ اس معاملہ میں مسٹر سٹوارٹ سے نہیں بلکہ براہ راست مسر الیگزینڈر سے خط و کتابت کریں گے۔ بس یہ اس سارے معاملہ کا نچوڑ ہے۔"

"خیر صاحب مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ دو خاندانوں کی دیرینہ عداوت کا آخرکار خاتمہ ہو گیا" میں نے سارا حال سننے کے بعد کہا "مگر کیمرن کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ قبیلہ کے باقی لوگ اس سوال کی نسبت والیٔ انچ متھکلن کی رائے سے کوئی اختلاف نہ کریں گے؟"

"بالکل نہیں۔ مجھے اس بات کا پورا اطمینان ہے" اس نے جواب دیا "مگر کل تم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی لو گے۔"

اس کے دوسرے دن اندھیرے منہ سے ہی اہل قبیلہ کی آمد شروع ہو گئی۔ جو دوپہر تک جاری رہی۔ اس عرصہ میں دونوں گھاٹوں کے درمیان کشتیوں کی آمد و رفت مسلسل جاری تھی۔ اور جو لوگ گاڑیوں پر آئے تھے ان کی شاندار سواریاں خاکنائے کی راہ سے مکان کے ایک حصہ کا طواف کر کے سامنے کی ڈیوڑھی پر پہنچ رہی تھیں۔ معلوم ہوا یہ مجلس اس بڑی ڈیوڑھی میں منعقد ہو گی جس کے بارے میں پیشتر میں نے کسی جگہ لکھا ہے کہ اس میں جنگ اور شکار کی یادگاریں جا بجا سجی ہوئی تھیں۔ اس موقعہ پر وہ تنخواہ دار بین نواز جن کی خدمات اس طرح کے موقعوں کے لئے مخصوص تھیں اپنی

قوم کا روایتی لباس پہنے پر دار ٹوپی سر پہ لئے بین بجاتا پُر شکوہ انداز سے ادھر اُدھر پھر رہا تھا۔ اور ہنگامہ خیز آوازیں ایوان کے ہر حصّہ سے آتی تھیں پورے ایک بجے لنچ کے معمولی نام سے ایک نہایت پُر تکلف کھانا دسترخوان پہ لایا گیا جس سے فارغ ہونے کے بعد خود والیٔ اینچ متھگلن اور اس کے قبیلے کے چالیس یا پچاس آدمی مدرڈ یوڑھی کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر کے نوکروں میں سے سوائے اس ایک بین نواز کے اور کسی کو اس موقعہ پہ حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اور اس کی موجودگی بھی اس لئے ضروری تھی کہ اس کے بغیر والیٔ اینچ متھگلن کی شان ریاست میں فرق آتا تھا۔ اس کی شمولیت ایک اس طرح کے رسمی دربار میں بہرحال ضروری تھی۔

اجلاس قریباً پانچ گھنٹے رہا۔ اور جب آخر کار چھ بجے کے قریب ختم ہوگیا تو یہ افواہ تیزی سے قلعہ کے ہر حصّہ میں پھیل گئی کہ خاندان اینچ متھگلن اور کیرنڈیل میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی اس کا عملی طور پہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ علاوہ بریں یہ بھی سننے میں آیا کہ سرالیگزینڈر کی یہ درخواست منظور کرلی گئی ہے کہ وہ بذاتِ خود قلعہ میں حاضر ہو۔ چنانچہ والیٔ اینچ متھگلن نے اس موقعہ کے لئے مہمان نوازی کا خاص اہتمام کیا ہے۔

یہ خبریں ایک دوسرے کی زبانی جلدی ہی ہر شخص کو معلوم ہوگئیں۔ تاہم اس خیال سے کہ اینچ متھگلن کے رشتہ داروں اور قبیلہ کے دور اُفتادہ شخصوں میں سے کوئی ان سے لاعلم نہ رہ جائے۔ ایک دستورالعمل تیار ہوا۔ جسے چند روز کے عرصہ میں ایک مکمل پروگرام کی صورت میں شائع کرکے اس کی نقلیں محل کے مختلف حصّوں میں چسپاں کرادی گئیں۔ میں اس پروگرام کی عبارت کو بجنسہٖ درج کرتا ہوں۔

"سرالیگزینڈر کیرنڈیل نے اینچ متھگلن آنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور والیٔ اینچ متھگلن نے سرالیگزینڈر کیرنڈیل کو بطورِ جواب تحریر کردیا ہے کہ آپ ۲۶ نومبر کو قلعہ

میں تشریف لائیں جہاں آپ کا مناسب استقبال ہوگا۔

"والیٔ ارنج متھگلن نے اس موقعہ کے حسب حال بعض خاص آداب مقرر کئے ہیں اوساں حالات کی جن میں یہ ملاقات ہوگی، مفصل اطلاع سر الیگزینڈر کیرنڈیل کو بھیج دی گئی ہے۔

"۲۶ نومبر کو ٹھیک دوپہر کے وقت شاہی بجرہ بارہ وردی پوش ملاحوں کے زیرِ اہتمام ساحل کے گھاٹ پر موجود ہوگا۔ اسی وقت امید ہے سر الیگزینڈر کیرنڈیل جھیل کے ساحل پر پہنچیں گے۔

"اس اثنا میں خود والیٔ ارنج متھگلن اوساں کے قبیلہ کے سربرآوردہ لوگ اندرونی گھاٹ کے پاس جو محل کے بالمقابل واقع ہے موجود رہیں گے۔ اور گھر کے وہ نوکر جنہیں اس وقت محل کے اندر کوئی کام نہ ہو، اس جمعیت کی پشت پر تھوڑی دور قطار باندھ کر کھڑے ہوں گے۔

"جس وقت شاہی بجرہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل اوساں کی جمعیت کو لئے ہوئے ساحلی گھاٹ سے چل کر ارنج کے گھاٹ پر پہنچے گا۔ تو سر الیگزینڈر گہری خاموشی کے درمیان خود ہی بجرہ سے اتر کر گھاٹ کی سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کریں گے۔ یعنی اس موقعہ پر کسی طرح کا مظاہرہ قطعاً نہ ہوگا۔ بعد ازاں وہ جس وقت سیڑھیوں پر چڑھ کر خشکی پر پہنچیں گے تو والیٔ ارنج متھگلن ان کو دیکھ کر چند قدم آگے بڑھیں گے اور اس طرح اپنی جمعیت سے کسی قدر آگے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اسی حالت میں سر الیگزینڈر ان کی طرف آئیں گے اور وہی سب سے پہلے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کریں گے، یہ اس دوستی کی علامت ہوگی جس کے ذریعہ سے صدیوں کی دیرینہ عداوتوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ بعد ازاں جس وقت والیٔ ارنج متھگلن سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا آگے کو نکلا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیں گے تو بینڈ بجنا شروع ہوگا۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ حاضرین سر الیگزینڈر کی

خوش آمدید کا نعرہ بلند کریں گے۔ بعد ازاں ارچ متھگلن کی جمعیت انہیں اپنے ساتھ قلعہ کی سمت میں لے جائے گی۔

• شام کے سات بجے وسیع دعوتی ہال میں ارچ متھگلن کی طرف سے سامان دعوت مہیا کیا جائے گا۔ جو اس موقعہ کے حسب حال ہو گا۔ اور اس کے ایک گھنٹہ بعد شاگرد پیشے میں کھانے کا اہتمام کیا جائے گا۔ جس میں ارچ متھگلن اور کیرنڈیل کے ہر ایک نوکر کو شرکت کی اجازت ہوگی ؛

بس یہ اس پروگرام کا مضمون تھا جو ایوان ارچ متھگلن کے مختلف نمایاں حصوں میں اس تقریب پر چسپاں کیا گیا۔ میں نے اس کو اس خیال سے بجنسہٖ درج کر دیا ہے کہ ناظرین ان آداب وضوابط کو دیکھ کر جو اس موقعہ کے لئے ضروری سمجھے گئے تھے غالباً میری اپنی تحریر سے زیادہ سہولت کے ساتھ والیٔ ارچ متھگلن کی سیرت کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔ ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ روئے زمین کے دو نامی تاجداروں کی ملاقات کا پروگرام بھی اتنا پُر اہمیت اور اس قدر پابندیوں سے محدود نہ ہوا ہو گا۔ جتنا ارچ متھگلن اور کیرنڈیل کے دو معمولی جاگیرداروں کی ہونے والی ملاقات کا یہ دستور العمل تھا درحقیقت خاندانی اور روایتی عناد کا جذبہ قبیلہ ارچ متھگلن کے لوگوں کی سیرت کا اس حد تک جزو غالب بن چکا تھا کہ صلح و آشتی پر آمادہ ہوتے ہوئے بھی والیٔ ارچ متھگلن نے اپنے طور پر ذرا بھی جھکنا منظور نہ کیا۔ کیونکہ جیسا اوپر کے بیان سے واضح ہوا ہو گا اس ملاقات پر وہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل سے ایک مساوی حیثیت کے ہمسایہ جاگیردار سے مساوی حالات میں ملنے کی بجائے اس بات کی نمائش کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایک عالی قدر رئیس اپنے کسی باجگذار محکوم سے ملنا منظور کرتا ہے۔ اسی کی طرف سے سب سے پہلے دوستی کا ہاتھ پیش ہونا لازم تھا۔ اسی کے لئے سب سے پہلے ارچ متھگلن کی طرف بڑھنا ضروری تھا اور خیر مقدم یا تپاک کا کوئی مظاہرہ میزبانوں کی طرف سے اس وقت تک ادا ہونے کی ممانعت

کر دی گئی تھی جس کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کی طرف سے عجز و انکسار کی یہ نمائش ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے۔ اپنے دل میں میں اس دستور العمل کو پڑھ کر نفرت محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا گو مقابلہ میں اس خیال سے جی کو خوشی تھی کہ عنقریب ان دو خاندانوں میں جو مدت مدید سے برسر پیکار چلے آتے تھے ہمیشہ کے لئے صلح اور امن قائم ہونے والا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی تھی کہ میں عنقریب سر الیگزینڈر کیرنڈیل کو جس کے بارے میں غائبانہ تعریفیں سننے میں بہت آئی تھیں اور جس سے مجھے نادیدہ محبت ہو چکی تھی، اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا۔

ہم لوگ یعنی اس گھر کے چند نوکر ایک جگہ کھڑے ہوئے اس اشتہار کو پڑھ رہے تھے کہ دفعتاً ایک شخص بولا "مسٹر سٹوارٹ کے بارے میں گو عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ وہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا معتمد خاص ہے تاہم میرا خیال ہے وہ اُن کے ساتھ نہ آئے گا۔"

"مگر اس میں خیال کرنے کی کیا بات ہے وہ یقینی طور پر نہ آئے گا۔" کیمرن نے اس طرح غضبناک ہو کر جواب دیا گویا اس کے نزدیک اس بارے میں کسی شبہ کو دل میں جگہ دینا ہی جرم شدید تھا۔

"لیکن سنو کیمرن"۔ میں نے اسے دوسرے نوکروں سے علیحدہ ایک طرف لیجاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اس بات کا کیونکر یقین ہوا کہ وہ سر الیگزینڈر کے ہمراہ نہ آئے گا؟ ذاتی طور پر میں خود بھی سمجھ سکتا ہوں کہ اس واقعہ ناخوشگوار کے بعد جو مسٹر سٹوارٹ کی رخصت کا موجب ہوا تھا وہ دوبارہ اچ متھگلن آنا پسند نہیں کر سکتا کیونکہ نہ صرف حالات کی نزاکت بلکہ اس کا اپنا تکبر بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔۔۔"

"تکبر! پھر کہنا؟" کیمرن نے انداز حقارت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ڈونالڈ سٹوارٹ اور تکبر۔ کیا کسی کنگلے فقیر میں بھی تکبر ہو سکتا ہے؟ وہ اس جگہ پاؤں رکھنے کی جرأت تو کرے! مگر تم نے پوچھا تھا کہ کیونکر مجھے اس بات کا اتنا یقین ہوا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے مالک کو مسٹر لینا کس سے یہ کہتے سُنا تھا کہ انہوں نے ۔جو چھٹی سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے نام لکھی ہے اس میں صاف تحریر کر دیا گیا تھا کہ آپ اپنے ہمراہ خواہ کتنے ہی آدمی لائیں ہمیں اُن کی تقدیم و مہمان نوازی سے دریغ نہ ہوگا لیکن مہربانی سے ایک شخص مسٹر سٹوارٹ کو ہرگز ہرگز اپنے ساتھ نہ لائیے گا۔"

"اب میں سارا حال سمجھا۔" میں نے جواب دیا۔ "گویا یہ سارا پروگرام سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا خط آنے پر ہی تیار کیا گیا ہے؟"

"یقیناً۔" کیمرن نے تسلیم کیا۔ "سر الیگزینڈر کی چھٹی آج صبح موصول ہوئی تھی اور اس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی ہرگز ارنچ متھگلن میں نہ آئے گا۔"

اس چند دن کے عرصہ میں جو اس قابل یاد ملاقات سے پہلے گذرا عظیم الشان تیاریاں ایوان کے ہر حصہ میں اس تقریب کے سلسلہ میں کی گئیں نہ صرف یہ تھا بلکہ ایڈنبرگ تک آدمی بھیج کر عمدہ سے عمدہ اور نہایت نفیس کھانے جو اس دعوت کے موقعہ پر چُنے جانے تھے حاصل کئے گئے۔ میر سامان اور اس کا نائب گھنٹوں تہ خانہ میں بیٹھے ہوئے اس بات کی جانچ کیا کرتے تھے کہ کون سی شراب کس موقعہ کے لئے موزوں ہوگی؟ شاہی حجرہ میں نئے گدے لگوائے گئے۔ اور دعوتی ہال میں نیا سامان آرائش مہیا کیا گیا۔ جا بجا خاندان ارنچ متھگلن کے نام کی ڈھالیں اور جھنڈے نصب ہوئے۔ اور اخراجات کی کثرت کا ذرا خیال نہ کر کے لاتعداد روپیہ محض اس لئے ضائع کیا گیا کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل اور اس کی جمعیت کے دلوں پر ارنچ متھگلن کی شوکت اور تموّل کی دھاک بیٹھ جائے۔ شاید وہ اس ذریعہ سے اپنے خاندانی تکبر کے موجودہ ایثار کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ درحقیقت میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اسے ڈونالڈ سٹوارٹ کی منہ مانگی مُراد پورا کرنے کے وعدہ کا پاس نہ ہوتا تو پھر شاید وہ اس عداوت کو ترک کرنے سے ہی انکار کر دیتا۔ کیونکہ وہ عداوت اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ خاندان ارنچ متھگلن میں بطور ورثہ قائم چلی آتی تھی جس طرح محل کی عالی شان عمارت

یا جھیل یا اس کے ساحل پر پھیلی ہوئی زرخیز اراضی، اس کے علاوہ اب ایک بار صلح پر آمادہ ہونے کے بعد وہ اپنے شکست پانے والے دشمن کو اپنی مہمان نوازی کی عظمت اور سامان کی شوکت سے خوب ہی متحیر و مغلوب کرنا چاہتا تھا۔

مس ڈیناچر کو ڈونالڈ سٹوارٹ کا خط دیئے اور اس کا جواب وصول کرکے مسٹر سٹورٹ کے نام بھیجنے کے بعد گذشتہ چند یوم میں مجھے پھر اس سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا اس لئے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ ان سب تیاریوں کا اس کے دل پر کیا اثر ہوا ہے۔ اور عاشق جاں باز کی آمد کی پابندیوں کا علم اس کے کانوں تک بھی پہنچا ہے یا نہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں لاتعداد مہمان آئے دن وارد ہوتے رہتے تھے اور چونکہ گھر بھر میں ارمیلین ہی واحد خاتون تھی، اس لئے خاطر و مدارات کا سارا فرض اسی کو ادا کرنا پڑتا تھا۔

آخر کار وہ یادگار دن جس کا انتظار تھا آپہنچا۔ نومبر کے مہینہ میں برطانیہ کے باقی حصوں کی طرح ہائی لینڈس کا موسم بھی بہت کم خوشگوار ہوتا ہے یعنی کبھی ابر، کبھی بارش کبھی کہرا۔ کبھی جھکڑ۔ یہ اس موسم کی عام علامات ہیں۔ فی الحقیقت پچھلے چند یوم میں موسم کی حالت واقعی خراب تھی۔ لیکن اس روز شاید قدرت بھی اس ہونے والی صلح و آشتی پر متبسم تھی۔ کیونکہ دفعتاً موسم میں خلاف معمول تبدیلی واقع ہوئی۔ صبح کو چاروں طرف دھند پھیلی ہوئی تھی لیکن تیز ہوا جلدی ہی اس کو اڑا کر لے گئی۔ سطح آسمان پر جو چند لکہ ہائے ابر موجود تھے وہ بھی منتشر ہوگئے۔ اور اس کی رنگت خالص نیلیں دکھائی دینے لگی۔ آفتاب خیرت انگیز آب و تاب سے چمکنا شروع ہوا۔ اور جھیل کا لہراتا ہوا پانی کسی نازنین کے آب رواں کی چادر میں منہ چھپانے کی کوشش سے مشابہ تھا۔

اس خیال سے کہ محل کے مختلف حصوں میں چسپاں کئے ہوئے اشتہارات کی موجودگی معزز مہمان کی دل آزاری کا موجب نہ ہو ان ساری نقول کو یوم مذکور کی صبح سے

پہلے پہلے حکماً استرداد دیا گیا۔ تاہم ان کا مضمون ہر شخص کو پوری طرح یاد تھا۔ اور سب آدمی اس کی قائم کردہ شرطوں پر عمل کرنے کے لئے آمادہ وتیار تھے۔ گیارہ بجے کے تھوڑی دیر بعد بارہ وردی پوش ملاح اس شاہی بجرہ میں سوار ہوئے جس پر اینج متھگلن کا شاندار علَم لہرا رہا تھا۔ اور بجرہ کو کھیتے ہوئے سمت مقابل کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ اس اثناء میں والیٔ اینج متھگلن، لینا کس، ایمیلین اور قبیلہ کے وہ عام معززین جو اس تقریب پر جمع ہوئے تھے یہاں تک کہ آئیڈا اور لوکیل بھی بہترین لباس پہن کر تیار ہو گئے۔ بڈھے ڈامنی کلیک مین نے اس تقریب پر اپنا بڑھیا سوٹ نکال کر زیب تن کیا۔ اور اسی پر کفایت نہ کر کے خصوصیت سے اس موقعہ کے لئے اپنی ہلاس ایک سونے کی بنی ہوئی ڈبیہ میں رکھ کے ساتھ لی۔ اور اس کے متعلق وہاں سے فخریہ بیان کیا کہ یہ میرے دوست لیرڈ آف ٹن ٹوس کولیش ڈیل کی دی ہوئی یادگار ہے۔ اس نے وہ حالات بھی بیان کرنے شروع کر دیئے تھے جن میں یہ ڈبیا لیرڈ موصوف نے اس کو پیش کی تھی۔ لیکن جیسا کہ عموماً ہوا کرتا تھا وہ اس حکایت کو پورا نہ کر سکا۔ اور اسے ناتمام ہی چھوڑ کر اپنی یاد تازہ کرنے کے لئے دیر تک ہلاس کی بڑی بڑی چٹکیاں ناک میں چڑھاتا رہا۔

نوکروں کا بیشتر حصّہ ان پچاس یا ساٹھ مزدوروں کے ساتھ جو ریاست کے مختلف حصّوں میں کام کیا کرتے تھے ایک علیحدہ قطار کی صورت میں کھڑا کر دیا گیا۔ اور وردی پوش بین نوازنے اپنے اہتمام سے اس موقعہ کے لئے پرتھ سے ایک اعلیٰ درجہ کا بینڈ منگایا۔ بہ حیثیتِ مجموعی وہ ایک بڑا ہی دلکش اور جوش انگیز نظارہ تھا۔ لاتعداد خاتونیں بڑھیا اور نفیس لباس پہنے اس تقریب پر جمع ہوئی تھیں۔ لیکن جہاں تک حسن و دلفریبی کا تعلق ہے ایمیلین ان سب پر فائق وفضل تھی۔ میں نے حال میں کئی دن سے اس کو نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ آج جب اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو صورت ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ یعنی رخساروں پر خلافِ معمول سُرخی اور خوشنما آنکھوں میں مسرّت کی چمک پائی

جاتی تھی. کسی عام آدمی کی حالت ہی گو یہ ساری علامات اس ہنگامۂ پُر جوش کا اثر سمجھی جا سکتی تھیں جو اس یادگار دن سے مخصوص تھا۔ تاہم میرے نزدیک جسے اس راز کی واقفیت تھی اس کا سبب خاص جذبات امید و بیم کا اشتراک تھا. گویہ بات میری سمجھ میں بھی نہ آ سکی کہ اس امید و بیم کا تعلق کس واقعہ سے ہو سکتا ہے. کیونکہ اگر اس کا خیال تھا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ شاید الیگزینڈر کیرن ڈیل کے ساتھ ہو گا تو یہ ایک فرضی اور بے بنیاد امید تھی. کیونکہ انچ متھگلن کے اٹل حکم کے سامنے ایسا ہونا خارج از بحث امکان تھا۔ پس میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ کس چیز کی امید ہے جو اس کے دل کو آج یہ خلاف معمول مسرت دے رہی ہے؟

جھیل کے دوسرے ساحل کا نظارہ بھی کچھ کم دلکش نہ تھا. گاؤں کے لوگ عمدہ اور رنگین لباس پہنے سر الیگزینڈر کیرنڈیل کی آمد اور اسے بجرے پر سوار ہو کر قصر انچ متھگلن کو روانہ ہوتے دیکھنے کے انتظار میں تھے. انچ متھگلن کا جھنڈا گرجا کی چوٹی پر لہراتا تھا اور اگر ظاہری حالات کو باطنی کیفیات کا مظہر سمجھا جا سکتا ہے تو کہنا پڑیگا کہ سب لوگ والیٔ کیرن ڈیل اور والیٔ انچ متھگلن کے ملاپ کی امید سے بہت ہی مطمئن و مسرور تھے۔

ٹھیک بارہ بجے ایک چو اسپہ گاڑی اس گھاٹ کی طرف آتی دکھائی دی جہاں شاہی بجرہ معزز مہمان کی آمد کا منتظر کھڑا تھا۔ اور گھاٹ کے پاس آ کے ٹھہر گئی. جس مقام پہ ہم لوگ جمع تھے وہاں سے یہ معلوم کرنا سخت مشکل تھا کہ کتنے آدمی کشتی پہ سوار ہونے کے لئے گاڑی سے اُترے. تاہم اہل دیہات نے معزز مہمان کی آمد پر جو پُرجوش نعرے بلند کئے، اُن کی آواز جھیل کی سطح کو چیرتی ہوئی دوش صبا پہ ہمارے کانوں میں بھی پہنچی. آخر کار بجرہ گھاٹ سے رخصت ہوا. بارہ وردی پوش ملاح اسے بڑی سرگرمی سے کھینے لگے۔ اور وہ کسی تیرنے والے پرندہ کی مانند سطح آب پہ چلتا اندرونی گھاٹ کی

طرف چلا۔ رفتہ رفتہ وہ جب قریب آیا تو ہم نے پہلی بار دیکھا کہ ملّاحوں کے علاوہ صرف چار آدمی اس بجرہ پر سوار تھے۔ دو مخملی گدّے کی نشستوں پر اور دو اُن کے پیچھے اُن کھڑ سی تپائیوں پر جو نوکروں کے استعمال کے لئے مخصوص تھیں۔ اس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ سرالیگزینڈر کیرنڈیل نے اپنے ہمراہ کسی بڑی جمعیت کو لانا پسند نہیں کیا۔ بلکہ صرف ایک دوست کو ہی لانا کافی سمجھا ہے اور اس وقت پہلی مرتبہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ دوست کون ہے؟ کیا ڈونالڈ سٹوارٹ؟ بہ ظاہر اس کی امید نہ تھی۔ تو بھی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ دوسرا آدمی کون ہے؟ اتنے میں کشتی اور زیادہ قریب آ گئی تھی اور اس وقت معلوم ہوا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک نے جو اگلی نشست پر بیٹھا تھا، اپنا چہرہ کچھ اس طرح لبادہ میں چھپا رکھا تھا اور اس کی طرز نشست بھی ایسی تھی کہ گھاٹ کے پاس کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے کوئی اس کی صورت نہ دیکھ سکتا تھا۔ دوسرے آدمی کا رُخ البتہ سیدھا ہماری طرف تھا۔ اور جب میں نے اس کا فربہ اور گداز بدن اور گول ہنس مکھ چہرہ دیکھا تو فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ مسٹر ڈنکلسبی وکیل کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اس وقت میں بے اختیار اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ سرالیگزینڈر کیرنڈیل کے ہمراہ نہیں آیا۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوا کہ اگر واقعی ایسا ہے تو ایمیلین کی چمکی ہوئی نگاہ اور مسرور متبسّم چہرہ کا کیا مطلب تھا؟

خیر۔ عالیشان کشتی گھاٹ کی سیڑھیوں کے پاس پہنچ گئی۔ ملّاحوں نے اپنے چپّو سیدھے کھڑے کر لئے اور اس سے ایک چھوٹے سے ایکھ کے کھیت کا نظارہ پیدا ہو گیا۔ ساحل پر منتظر لوگوں میں بھی گہری خاموشی چھا گئی۔ جب تک وہ چاروں آدمی سیڑھیوں پر چڑھتے رہے ہم ان کی صورتیں نہ دیکھ سکے۔ لیکن چند منٹ کے عرصہ میں وہ

شخص جو اپنے ہمراہیوں سے آگے تھا، آخری سیڑھی سے گذر کر سطح زمین پر پہنچ گیا اور اس وقت پہلی بار ہم کو اس کا برہنہ چہرہ اپنی اصلی حالت میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن وہ چہرہ!... اُف راحم خدا، کیا ڈونالڈ سٹوارٹ کا نہیں تھا؟ میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیا وہ ارچ منھگلن کی عائد کردہ پابندیوں کے باوجود یہاں آ گیا؟ اور اگر ایسا تھا تو سرالیگزینڈر کیرنڈیل کیوں نہ آیا؟ کیونکہ سٹوارٹ کے ہمراہ صرف ایک ہی آدمی یعنی مسٹر ڈنکنسی وکیل تھا۔ باقی وہ دو نوکر تھے جو اُن کے پیچھے مؤدبانہ فاصلہ پر چل رہے تھے۔ سنسنی کا تیز احساس اس گہرے سکوت میں ہر شخص کے جسم میں پیدا ہو گیا اور نوکروں کی اس جماعت میں جو میرے برابر کھڑی تھی پھسر پھسر کی آوازیں پیدا ہوئیں۔

اتنے میں والیٔ ارچ منھگلن قائم کردہ دستور العمل کے مطابق سرالیگزینڈر کے دس بارہ قدموں کے مقابلہ میں ایک یا دو قدم آگے بڑھنے کی بجائے نخوت اور جوش سے گردن اُٹھائے لیناکس کو ساتھ لئے تیز چلتا ڈونالڈ سٹوارٹ کے پاس جا پہنچا۔

"کیوں جی اس گستاخی کا کیا مطلب ہے؟" اس نے اس کو کڑی آواز سے مخاطب کر کے گرجتے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"مجھے پورا یقین ہے" اس کے ساتھ ہی لیناکس نے جس کے لئے اپنے غصہ اور جوش کو ضبط کرنا محال تھا غضبناک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا، "یہ ساری شرارت سرالیگزینڈر کیرنڈیل کی ہے۔ جو اس طریقہ پر ہماری توہین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کیا ہوا میں اسے ایڈنبرگ میں، یا اس کے اپنے مکان میں یا اگر ضرورت پیش آئی تو دنیا کے دوسرے سرے پر تلاش کر کے اس شرمناک بدسلوکی کی جوابدہی پر مجبور کر کے چھوڑوں گا۔"

"مسٹر لیناکس دیناچر آپ کو اس قدر زحمت گوارا کرنے کی حاجت نہیں ہے" ڈونالڈ سٹوارٹ نے لہجۂ وقار میں جواب دیا۔ "کیونکہ سرالیگزینڈر کیرنڈیل ہر طرح کی جوابدہی کرنے کو اس جگہ موجود ہے۔"

"کیا! کس جگہ؟" لینا کس نے پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر مضطربانہ پوچھا۔ "لیکن وہ کہاں ہو۔ اُس نے ہم سے نہایت بُرا سلوک کیا ہے۔ اس نے اپنے اس وعدہ کا بھی پاس نہیں کیا جو بطور شرط ہم سے اس بارے میں کیا گیا تھا کہ سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی آج انچ سٹنگلن کی سرزمین میں ہرگز پاؤں نہ رکھے گا؟"

"معاف کیجئے وہ وعدہ ٹوٹا نہیں ہے؟" ڈونالڈ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ "سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی واقعی اس جگہ موجود نہیں۔" اور پھر اپنے الفاظ کو اہمیت دینے کے خیال سے ایک لحظہ تامل کر کے اُس نے اسی پُرزقار لہجہ میں کہا۔ "میں ہی سرالیگزینڈر کیرنڈیل ہوں!"

دوسری جلد ختم ہوئی

# گردشِ آفاق کی دوسری جلد آپ نے پڑھ لی

# لیکن

ابھی سینکڑوں سوالات آپ کے ذہن میں چکرا رہے ہیں

- کیا سر الیگزینڈر کیر نڈیل کی شادی مس ایمیلین ڈیناچر سے ہوئی ——؟
- کیا والی اینج متھگلن نے الیگزینڈر کیر نڈیل کی دعوت دوستی قبول کی ——؟
- جوزف کے ماموں مسٹر لینوور کا کیا بنا ——؟
- نواب زادی کیلینتھ ڈنڈاس پھر جوزف کو مل سکی یا نہیں ——؟
- انیبل کون تھی ——؟
- کیا وہ بڈھے لینوور کی حقیقی بیٹی تھی ——؟

—— یہ اور اس قسم کے سینکڑوں سوالات ہیں جن کے جواب جاننے کیلئے آپ بے چین ہونگے۔
—— اگر آپ ان تمام باتوں کے بارے میں تفصیل جاننا چاہتے ہیں تو آج ہی ——
گردشِ آفاق کی —— تیسری جلد طلب فرمائیے۔

قیمت چھ روپے۔

# منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری مرحوم کے ترجمہ شدہ جاسوسی ناول

جو ہندوستان و پاکستان میں یکساں طور پر مقبول ہیں

**لنگڑا جاسوس** ڈاکٹر نکولا۔ فومانچو اور آرسین لوپن کے بعد دنیا میں ایک انوکھا کردار فنٹ کلب کے نام سے نمودار ہوا ہے "لنگڑا جاسوس" فنٹ کلب کے کارناموں کا پہلا ناول ہے۔ شیطان سیرت فنٹ کلب سے لوہا لیتے ہوئے ایک حوصلہ مند لڑکی کو جن مشکلاتِ عظیم کا مقابلہ کرنا پڑا اس کا حال قابل دید ہے۔ قیمت چار روپے۔

**تلافیٔ گناہ** "لنگڑا جاسوس" کا دوسرا حصہ جس میں جرمنی کے اس خونخوار جاسوس کے مظالم ایک مظلوم لڑکی کی جدوجہد، جرمنی کی خفیہ پولیس کی سرگرمیاں، برطانیہ کے ایک پولٹیکل جاسوس کے حیرت انگیز کارنامے یہ تمام باتیں آپ کے دلوں میں طوفان برپا کردیں گی قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

**فنٹ کلب کی واپسی** "لنگڑا جاسوس" اور "تلافی گناہ" کی حد سے زیادہ مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اس مرد جرار اور پراسرار فنٹ کلب کے کارناموں کا تیسرا ناول پیش کیا جاتا ہے جو پہلے دونوں ناولوں سے کہیں زیادہ دلچسپ اور اسرار کا حامل ہے قیمت چار روپے آٹھ آنے۔

**وادیٔ خوف** شرلک ہومز کا ایک اور ناول "وادی خوف" کے واقعات اس قدر ہیبت ناک اور لرزہ خیز ہیں کہ ناظرین دم بخود رہ جاتے ہیں۔ مشرق و مغرب کے ہر دو حصہ عالم سے تعلق رکھنے والے حالات پراسرار اتنے عجیب ہیں کہ پڑھنے والا ان کی نسبت کوئی قطعی رائے قائم نہیں کرسکتا اور بات وہ سامنے آتی ہے جس کا بھولے سے بھی خیال نہیں آتا۔ قیمت چار روپے۔

---

نرائن دت سہگل اینڈ سنز۔ تاجران کتب دہلی

**انجام ہوس** حریص شاعر جینی سن ایک رات اپنے بالاخانہ کی کھڑکی کے پاس بیٹھا دماغ سوزی کر رہا تھا کہ ایک نوجوان سڑک کی ایک طرف سے نمودار ہوا جس نے گھبرا کر اپنے گریبان میں دیکھا اور اس کے بعد لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا جینی سن اس کے پاس پہنچا تو نوجوان دم توڑ چکا تھا۔ اس پراسرار موت کے سراغ کے سلسلہ میں شاعر جینی سن نے ایک خوبصورت خاتون کو بلیک میل کرنا شروع کیا اور اس سے بے شمار دولت وصول کی۔ نوجوان کی موت کا راز اور شاعر کا انجام جاننے کے لئے اس ناول کا مطالعہ کیجئے۔ مصنف جے ایس فلیچر۔ قیمت چار روپے۔

**برا بھائی** عشق میں ناکام گی مارکن مور سات سال کے عرصہ کے بعد اس وقت گھر واپس آیا جبکہ اس کا باپ قریب المرگ پڑا تھا۔ وہ اپنے سوتیلے بھائی اور بہن سے ملا لیکن اپنے باپ سے ملے بغیر واپس چلا گیا۔ اس نے اپنے سوتیلے بھائی اور بہن کو بتایا کہ وہ اپنے باپ کی جائداد میں سے کسی قسم کا حصہ لینا نہیں چاہتا اور اس کی طرف سے اجازت ہے کہ وہ تمام جائداد کے مالک بنیں۔ اسی رات ایک ویرانے میں گی مارکن مور کی لاش ملی۔ اس موت کا راز کیا تھا؟ قاتل کون تھا؟ شک تو کئی آدمیوں پر ہوتا ہے مگر قاتل وہ ہے جس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مصنف جے ایس فلیچر۔ قیمت پانچ روپے چار آنے۔

**زہر ہلاہل** لندن کی زمین دوز ریل کے ایک ڈبہ میں آدھی رات کے وقت سفر کرتے ہوئے دو آدمی رازدارانہ گفتگو کر رہے تھے کہ یکایک ان میں سے ایک کی حالت غیر ہونے لگی۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی معاملہ کی اصل حقیقت کا گمان تک کر سکتا وہ اپنی سیٹ پر پیچھے کی طرف جھک کر ہمیشہ کے لئے سو جاتا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب گاڑی اسٹیشن پر ٹھہرتی ہے تو اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکنے کے قابل ہوتا اس کا ساتھی یہ کہہ کر غائب ہو جاتا ہے کہ میں ڈاکٹر کو بلانے جاتا ہے لیکن یہ معاملہ اس وقت اور بھی پُراسرار ہو جاتا ہے جب پولیس اس کے ساتھی کو اس کے مکان پر مردہ اور بے جان پاتی ہے۔ مصنف جے ایس فلیچر۔ قیمت چار روپے۔

**میری تقدیر** اس حیرت انگیز داستان کا ہیرو جم کرپچ ایک تعلیمیافتہ اور تہذیب یافتہ نوجوان انقلابات روزگار کے ہاتھوں اس نوبت کو پہنچا کہ پیٹ بھرنے کے لئے دریا کے گھاٹ پر باربرداری پر مجبور ہو گیا۔ لیکن اچانک ہی اسے بوجھ اٹھانے کی بجائے پیغامبر کا فرض ادا کرنا پڑا۔ اور اس چٹھی نے جسے ایک دکاندار کے ہاتھوں تک پہنچانے کا معمولی کام اس کے ذمہ تھا، واقعات کے دھارے کو بدل دیا۔ دکاندار نے تھوڑی دیر کے لئے اسے اپنے گودام کا محافظ بنا دیا۔ اسی اثنا میں ایک قاتل جماعت حملہ آور ہوئی لیکن بار بار بچ گیا۔ پھر اس کے محسن نے اسے دھوکے سے بیہوش کر کے اسے جنگل میں پھینک دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ نہایت دلچسپ اور سنسنی خیز واقعات۔ مصنف جے ایس فلیچر۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے۔

**دست قضا** ناول کی ہیروئن فرانسس سیلین اگر ۲۵ سال کی عمر سے پہلے شادی کرتی ہے تو اپنے باپ کی وصیت کے مطابق لاکھوں روپے کی جائداد سے محروم رہ جاتی ہے مگر عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر پچیس سال کی عمر سے پہلے ہی وہ خفیہ طور پر شادی کر لیتی ہے ایک رات اس کے باپ کی جائداد کا ٹرسٹی پراسرار حالات میں مقتول پایا جاتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر شک اسی لڑکی اور اس کے شوہر پر کیا جاتا ہے۔ دراصل قاتل کوئی اور تھا۔ کون؟ قیمت تین روپے آٹھ آنے

**دیوتا کی آنکھ** ایک تاریخی ہیرا جو کسی زمانہ میں ایک دیوتا کی مورتی میں آنکھ کا کام دیتا تھا اتفاقات اور انقلابات زمانہ سے انگلستان کے ایک آسودہ حال خاندان کے قبضہ میں آتا ہے مگر یہ منحوس ہیرا اپنی روایات کے مطابق جس کسی کے پاس جاتا ہے اس کی موت ہو جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ نہایت پیچیدہ حالات پیدا کرتا ہے۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے۔

**خونی شیطان** مرد جرار ڈاکٹر فو مانچو کے ہولناک کارناموں کا ایک بالکل نیا ناول جو اس کے سابقہ افسانوں سے بالکل غیر متعلق اور اپنے آپ میں مکمل ہے مصنف سیکس رو ہمر۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے۔

---

**سرفروش** سائمن ٹمپلر عرف سنت ایک بے خوف اور نڈر انسان ہے جو اُن گنہگاروں کو سزا دینا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے جو اپنی عیاری، سرمایہ اور حکومت کے عہدہ داروں سے تعلقات کا ناجائز فائدہ اٹھا کر انصاف کی مقررہ سزا سے بچ جاتے ہیں۔ امریکہ کی حکومت تک اس کے کارناموں سے تھرا اُٹھتی ہے لیکن وہ ہر مشکل پر قابو پا کر اپنا منتہائے مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ کیسے؟ مصنف لیسلی چارٹرس۔ قیمت چار روپے۔

**سرائے والی** داستان کے ہیرو راجہ فربین کو حالات کی مجبوری سے لندن کے ایک ارزاں بورڈنگ ہاؤس میں سکونت پذیر ہونا پڑتا ہے۔ سرائے کے عین پاس قتل اور چوری کی دو وارداتیں ہو جاتی ہیں کوشش کے باوجود کوئی قابل یقین سراغ ان وارداتوں کے بارے میں نہیں ملتا۔ مگر آخر میں جن واقعات کا انکشاف ہوتا ہے حیرت انگیز ہیں۔ مصنف ای فلپس آپنہم قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

**فرشتۂ انتقام** نامی مجرم بلیک شرٹ کا بیٹا جو خود فارغ البال ہے اور ٹھاٹ کی زندگی بسر کرتا ہے۔ مگر مہمّی واقعات کا شوق چونکہ اسے اپنے باپ سے ورثہ میں ملا تھا اس لئے مظلوموں کی حمایت اور جفاکاروں کی سرکوبی کا فرض اپنے ذمہ لیتا ہے۔ گوناگوں مشکلات کے باوجود کس طرح منزل کامیابی تک پہنچتا ہے۔ قابل دید ہے۔ مصنف بروس گرائم۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

**خوفناک جزیرہ** سرزمین برطانیہ کے قریب ایک جزیرہ میں بلائے گئے چند مہمانوں کی پُراسرار ہلاکت کی حیرت انگیز داستان ہے۔ انہیں کیوں قتل کیا گیا؟ ان کو مارنے والا کون تھا؟ یہ جان کر آپ حیران رہ جائیں گے۔ —— مصنف اگاتھا کرسٹی قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

---

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب۔ دہلی

**کالی نقاب** بعض لوگ اپنی عیاری اور بڑے آدمیوں سے رسوخ کی وجہ سے قانون شکنی کرتے ہوئے بھی پولیس اور قانون کی دسترس سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی ملک دشمن انسانوں کو سزا دینے کے لئے سیاہ پوشوں کی ایک جماعت عمل پیرا ہوتی ہے بے حد دلچسپ اور حیرت انگیز ناول ہے۔ مصنف سیپر۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

**ویران محل** لندن کے بازار کوئنز گیٹ کا مکان نمبر ۲۴۱ کئی طرح کے عجیب اور حیرت انگیز واقعات کا مرکز ہے جب سے کپتان برڈون کی لاش اس میں پڑی پائی گئی۔ تب سے ہی ایک سے ایک بڑھ کر پر اسرار واقعات اس میں پیش آتے ہیں۔ مصنف ہربرٹ ایڈمز۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

**قاتل کی بیٹی** اپنی طرز کا پہلا اور شاید آخری ناول ہے جس کے ہیرو فاتح نارمن کا کردار آپ سے بے اختیار داد تحسین حاصل کرے گا۔ کس طرح نارمن نے ایک قاتل کی حسین بیٹی کی مدد سے حقیقت کا انکشاف کیا؟ مصنف ہیکلے گیے۔ قیمت چار روپے۔

**سانپ کی چوری** ایک بوڑھے پروفیسر کی موت بظاہر سانپ کے ڈسنے سے واقع ہوئی تھی لیکن جب سکاٹ لینڈ یارڈ کا نامور جاسوس انسپکٹر فرنچ دوبارہ از سر نو تحقیقات کرتا ہے تو عجیب و غریب راز منکشف ہوتے ہیں۔ مصنف فری مین وِلز کرافٹس قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

**شامتِ اعمال** جرم۔ بدی اور سیاہ کاری سات پردوں میں چھپ کر بھی کی جائے۔ تو بھی رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔ یہ ناول نہایت پُر درد اور سبق آموز ہونے کے علاوہ اسرار عظیم اور رومان کا ایک زبردست عنصر اپنے اندر رکھتا ہے۔ مصنف لے نون۔ قیمت چار روپے۔

---

**نرائن دت سہگل اینڈ سنز۔ تاجران کتب دہلی**

